

کتابخانہ صغیر سرکار عالی حیدرآباد دکن

نمبر درجہ	۸۰۰۰
تاریخ درجہ	
نام کتاب	تہذیب الاخلاق
فن کتاب	اخلاق
نمبر کتاب در فن	۲۳۹

۸۱۱۸
اخلاق
۲۳۹

تہذیب الاخلاق



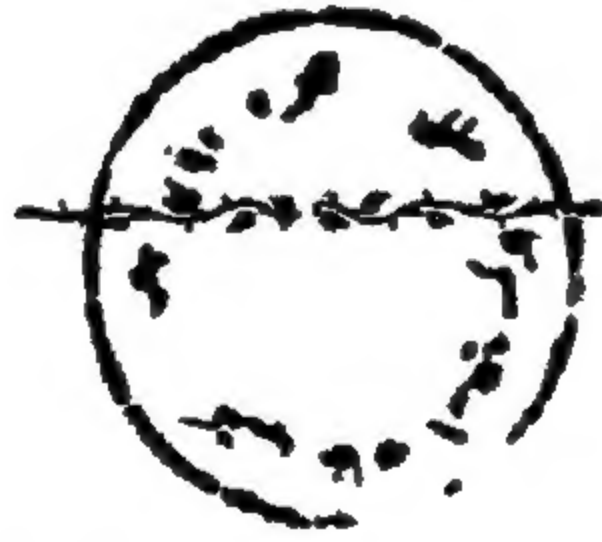
جلد پنجم



بابہ سال تمام سہ ۱۲۹۱ ہجری



مطبعة مطبع علیگڈہ انسٹیٹیوٹ



بہتمام حافظ عبد الرزاق

سہ ۱۲۹۱ ہجری مطابق سہ ۱۸۷۳ ع

۸۱۱۸
۲۳۹

إِطْلَاحٌ

بخدمت ممبران و خریداران تہذیب الاخلاق

آن صاحبوں کو جن کے پاس تہذیب الاخلاق سنہ ۱۲۹۱ ہجری جمع ہی مناسب
ہی کہ اب اس کو ایک جلد میں مچان فرمالیں اور ۲۷ دو ورقہ جس میں پہلا ورق
بطور تہذیب پیم کے ہی اور دوسرے ورق پر ۴۰ مضامین ہیں اسے جلد کے اول لکائی
تاکہ وہ سب پوچھے بصورت کتاب بن جائیں اور ۴۰ مضامین سے مضامین کا نکالنا چاہیں
آسان ہو جائے *

فہرست مضامین تہذیب الاخلاق بابت سنہ ۱۲۹۱ ہجری

نمبر	نام مضمون	نام مصنف	صفحہ	نمبر	نام مضمون	نام مصنف	صفحہ
۱۷۳	اختتام و شروع سال جدید	سید احمد	۴	۱۸۷	من تشبہہ بقوم کو شبہہ حدیب		
۱۷۴	انسان کی زندگی کی تریں دس کی	...			نہیں کہتے	سید اقبال علی	۱۲۱
	ترین سے مشاہدہ ہی	منشی مشتاق حسین	۵	۱۸۸	مقدموں نسبت ختم رسالہ (مستقیماً)	سید احمد	۱۲۲
۱۷۵	اصل شایستگی عہدہ کی شایستگی	...		۱۸۹	دافع البہتان	سید احمد	۱۲۳
	...	منشی مشتاق حسین	۱۰	۱۹۰	معاذہ بنام تہادراے منصفانہ	سید محمد نصر و تعالیٰ	۱۵۸
۱۷۶	اسلام کی دنیوی برکتیں	منشی چراغ علی	۱۳	۱۹۱	خط مولوی عیدالرحمن صاحب		
۱۷۷	حب ایمانی اور حب انسانی	سید احمد	۵۸		کلیاتی	مولوی عیدالرحمن	۱۵۹
۱۷۸	انوس مسلمانوں کے حال پر	سید احمد	۵۹	۱۹۲	ترغیب چندہ مدرسۃ العلوم	مولوی عیدالرحمن	۱۵۹
۱۷۹	مدرسۃ العلوم کی روئدادیں تہذیب	...		۱۹۳	سید احمد خاں کی تکفیر کی تردید	حافظ محمد حسین	۱۶۲
	الاحلاق میں ذہ چاہیں	سید احمد	۶۰	۱۹۴	علامات قرأت	سید احمد	۱۶۵
۱۸۰	مباحثہ نئی تہذیب اور پرانے	...		*	خط مولوی محمد یعقوب صاحب	محمد یعقوب	۱۷۰
	عہدات کا	فارقلیط اللہ	۶۰	۱۹۵	سرگزشت یا تہذیب	سید احمد	۱۷۲
۱۸۱	تفسیر السموات	سید احمد ۶۸ و ۷۰ و ۱۲۵		۱۹۶	تہذیب اور اُسکی تاریخ اور افعال		
۱۸۲	مسلمانان یارقند	راہب شا صاحب	۷۸		انسانی کے بقاعدہ ہونے کا ثبوت ہندو مالہ پیکل صاحب		۱۷۳
۱۸۳	چندہ گوجرانوالہ و ضلع پستی متعلق	...		۱۹۷	مسلمانوں کا افلاس	سید احمد	۱۸۶
	مدرسۃ العلوم	منشی مشتاق حسین	۸۸	۱۹۸	مانسپور ایف گیزر صاحب کا خط		
۱۸۴	سلسلہ تعلیم مدرسۃ العلوم مسلمانان	مرزا رحیم اللہ بیگ	۹۰		لکچر	گیزر	۱۸۷
۱۸۵	مراسلہ مہدی علی بنام منشی	...		۱۹۹	مانسپور ایف گیزر صاحب کا دوسرا		
	ماجد علی	مولوی مہدی علی	۱۰۲		لکچر	گیزر	۱۹۸
۱۸۶	تقرر کمیٹی ہائے تعلیم مدرسۃ العلوم	...		۲۰۰	مانسپور ایف گیزر صاحب کا تیسرا		
	و ترجمہ ذبحہ	سید احمد	۱۱۲		لکچر	گیزر	۲۱۶
		...		۲۰۱	امتہ اللہ علی ۱/۱۲	مولوی مہدی علی	۲۲۲

حساب جمع خرچ برچہ تہذیب الاخلاق بابت سنہ ۱۲۹۱ ہجری *

باقیات سابق بتحویل منیجر	لکھ	لکھ چنی لعل صاحب وکیل عدالت دیوانی بنارس بابت	لکھ
آمدنی زر چندہ ار ۴۰ مہران	۱۲/۳ پائی	سنہ ۱۲۹۱ ہجری	لکھ
جناب حضرت مولوی سید امداد علی صاحب سب آرڈینٹ	—	لکھ چھو لعل صاحب وکیل عدالت دیوانی بنارس بابت	لکھ
جج بہادر صاحب گنج عرف گیا بابت سنہ ۱۲۹۰ ہجری	—	سنہ ۱۲۹۱ ہجری	لکھ
مولوی سید مہدی علی صاحب منجمہ زر چندہ سنہ ۱۲۹۰ ہجری	—	منشی محمد ابوالحسن صاحب منصف تاجپور ضلع تروہٹ	لکھ
سید احمد خان بہادر سی ایس آئی سب آرڈینٹ جج	—	بابت سنہ ۱۲۹۱ ہجری	لکھ
بہادر بنارس بابت سنہ ۱۲۹۰ ہجری ..	—	نواب احمد اللہ خان صاحب پٹرول پرمٹ از ہردا ابتدای	لکھ
مرزا محمد رحمت اللہ بیگ صاحب وکیل عدالت دیوانی	—	شوال سنہ ۱۲۸۷ لٹایت سنہ ۱۲۸۹ ہجری ..	لکھ
بنارس بابت سنہ ۱۲۹۰ ہجری ..	—	نواب احمد اللہ خان صاحب پٹرول پرمٹ از ہردا بابت	لکھ
مولوی محمد سمیع اللہ خان صاحب سب آرڈینٹ جج بہادر	—	سنہ ۱۲۹۱ ہجری	لکھ
علیگڈہ بابت سنہ ۱۲۹۰ ہجری ..	—	نواب سیف اللہ خان صاحب و اسلام اللہ خان صاحب ابتدای	لکھ
مولوی سید زین العابدین صاحب منصف بلند شہر بابت	—	سنہ ۱۲۹۰ لغایت سنہ ۱۲۹۱ ہجری ..	لکھ
سنہ ۱۲۹۰ ہجری ..	—	مولوی سید محمد صاحب از چونپور بابت سنہ ۱۲۹۱ ہجری	لکھ
مولوی خواجہ محمد یوسف صاحب وکیل عدالت دیوانی	—	مولوی نور الحق صاحب مدرس مشن اسکول گورکھ پور	لکھ
علیگڈہ بابت سنہ ۱۲۹۰ ہجری ..	—	بابت سنہ ۱۲۹۱ ہجری ..	لکھ
آمدنی سالانہ از خرنداران اخبار	—	میانجی سید محمد حسن صاحب ر دیوبند بابت	لکھ
مولوی عبدالقیوم صاحب سب آرڈینٹ جج بہادر آگرہ	—	سنہ ۱۲۹۱ ہجری ..	لکھ
منجمہ قیمت بابت سنہ ۱۲۹۱ ہجری ..	—	شیخ قدرت اللہ صاحب سوداگر از پٹیالہ بابت سنہ ۱۲۹۱	لکھ
مولوی سید علاء الدین صاحب تحصیلدار ریاست رتلام بابت	—	ہجری ..	لکھ
بقیہ سنہ ۱۲۹۰ ہجری ..	—	سید عنایت علی صاحب نایب بخشہ از پٹیالہ بابت	لکھ
مولوی سید علاء الدین صاحب تحصیلدار ریاست رتلام بابت	—	سنہ ۱۲۹۱ ہجری ..	لکھ
سنہ ۱۲۹۱ ہجری ..	—	منشی غلام محمد صاحب از بمبئی بابت سنہ ۱۲۹۱ ہجری	لکھ
مولوی خواجہ فضل احمد خان صاحب ڈپٹی کلکٹر بہادر	—	مولوی سید فضل الرحمن صاحب از بٹہ بابت بقیہ	لکھ
باندا بابت سنہ ۱۲۹۱ ہجری ..	—	سنہ ۱۲۹۱ ہجری ..	لکھ
شیخ وہاب الدین صاحب ہیڈ ماسٹر از لاہور ابتدای	—	مولوی شبنم محمد صاحب از اعظم گڈہ بابت بقیہ	لکھ
شوال سنہ ۱۲۸۷ لغایت آخر سنہ ۱۲۹۱ ہجری ..	—	سنہ ۱۲۹۱ ہجری ..	لکھ
سید ..	—	منشی سید علی حسن صاحب تحصیلدار رورکھی ابتدای	لکھ
..	—	سنہ ۱۲۹۰ ہجری لغایت سنہ ۱۲۹۱ ہجری ..	لکھ
..	—	حاجی محمد سیف الدین صاحب و خان محمد شاہ صاحب	لکھ
..	—	از امرتسر ابتدای سنہ ۱۲۹۰ ہجری لغایت	لکھ
..	—	سنہ ۱۲۹۱ ہجری ..	لکھ
..	—	منشی محمد عبداللہ صاحب مدرس جے لڑا بن کالج بنارس	لکھ
..	—	بابت سنہ ۱۲۹۱ ہجری ..	لکھ

منشی محمد عبدالله صاحب مدرس چترالین کالج بنارس ابتدای شوال سنه ۱۲۸۷ لغایت سنه ۱۲۸۸ هجری	صم	مرزا جلال الدین صاحب وکیل عدالت دیوانی بنارس سنه ۱۲۹۱ هجری ...	لله
منشی عبداللطیف صاحب ریتر کمسریٹ اگزامنر آفس از مدارس بابت سنه ۱۲۹۱ هجری ...	لله	منشی محمد معصوم علی خان صاحب پیشکار تحصیل هاترس بابت سنه ۱۲۹۱ هجری ...	لله
شیخ فخرالدین احمد صاحب ہیڈ ماسٹر ضلع اسکول نرسنگپور بابت سنه ۱۲۹۱ هجری ...	لله	مولوی محمد کریم صاحب قبطی کلکٹر بہادر الہ آباد ابتدای سنه ۱۲۹۰ هجری لغایت آخر سنه ۱۲۹۱ هجری	لله
منشی غلام مرتضی صاحب رئیس و وکیل منصفی فتح آباد ضلع آگرہ بابت سنه ۱۲۹۱ هجری ...	لله	قاضی شہاب الدین صاحب بابت سنه ۱۲۹۱ هجری .	لله
شیخ الطاف حسین صاحب از کانپور بابت سنه ۱۲۹۱ هجری مولوی عبدالصمد صاحب وکیل عدالت دیوانی غازیپور	لله	شوال سنه ۱۲۸۷ هجری لغایت سنه ۱۲۹۱ هجری	لله
بابت سنه ۱۲۹۱ هجری ...	لله	منشی محمد عبدالستار صاحب وکیل عدالت دیوانی گورکھ پور	لله
قاضی ارشاد علی صاحب منصرم عدالت منصفی غازیپور بابت سنه ۱۲۹۱ هجری ...	لله	بابت سنه ۱۲۹۱ هجری ...	لله
مولوی عبدالواسع صاحب مدرس نور اسکول ریواڑی بابت سنه ۱۲۹۱ هجری ...	لله	منشی محمد معصوم خان صاحب منصرم عدالت حاجی گورکھ پور بابت سنه ۱۲۹۱ هجری ...	لله
ماسٹر محمد خدا بخش خان صاحب ناظم نھر از پتیالہ بابت سنه ۱۲۹۱ هجری ...	لله	منشی صفدر حسین خان صاحب ناظر عدالت دیوانی گورکھ پور ابتدای سنه ۱۲۸۷ هجری لغایت سنه ۱۲۹۱ هجری	لله
سید اقبال علی صاحب وکیل عدالت پرتاب گڈہ بابت سنه ۱۲۹۱ هجری ...	لله	مولوی علی احمد صاحب وکیل منصفی بانسی بابت سنه ۱۲۹۱ هجری ...	لله
منشی وکیل احمد صاحب از حیدرآباد دکن قصبہ راپچور ابتدای شوال سنه ۱۲۸۷ لغایت آخر سنه ۱۲۹۱ هجری	لله	شیخ غلام حسن صاحب تاجر پشمینہ از امرتسر ابتدای سنه ۱۲۹۰ لغایت سنه ۱۲۹۱ هجری ...	لله
مولوی وارث علی صاحب از الہ آباد بابت بقیہ سنه ۱۲۹۱ هجری منشی اجودھیا پرشاد صاحب سب آرڈینٹ جج اعظم گڈہ بابت سنه ۱۲۹۱ هجری ...	صم	مولوی محمد عبدالرحمن خان صاحب کایانی مدرس و حاکم اپیل عدالت دیوانی و فوجداری اودی پور میواڑ ابتدای شوال سنه ۱۲۸۷ لغایت آخر سنه ۱۲۹۱ هجری	لله
منشی محمد امین الدین خان صاحب سب انسپکٹر ڈاکخانجات از فتحپور ہنسوا بابت سنه ۱۲۹۱ هجری ...	لله	منشی محمد الہی بخش صاحب سب انجینیر و قبطی مجسٹریٹ نھر گنگ ضلع بلند شہر بابت سنه ۱۲۹۱ هجری	لله
بابو محمد شایق صاحب سب اسسٹنٹ سرجن گورکھ پور بابت سنه ۱۲۹۱ هجری ...	لله	خان بہادر شیخ عبدالقادر صاحب انسپکٹر پولس پونا بابت سنه ۱۲۹۱ هجری ...	لله
محمد اکرام اللہ خان صاحب از دہلی بابت سنه ۱۲۹۱ هجری ...	لله	مولوی حاجی علی بخش خان صاحب سب آرڈینٹ جج بہادر گورکھ پور بابت سنه ۱۲۹۱ هجری ...	لله
نواب محمد حسن خان صاحب از بنارس منجملہ قیمت بابت سنه ۱۲۹۰ هجری ...	صم	ہائی اسکول لودھیانہ بابت سنه ۱۲۹۱ هجری ...	لله
سید عطاء اللہ خان صاحب از ناگپور بابت سنه ۱۲۹۱ هجری مولوی سید اکرام علی صاحب از کوٹلہ بابت سنه ۱۲۹۱ هجری ...	لله	مولوی محمد کریم بخش خان صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر کوئچ ضلع جالون بابت سنه ۱۲۹۱ هجری ...	لله
سید فدا حسین صاحب سب انسپکٹر پولس از بنارس بابت بقیہ سنه ۱۲۹۱ هجری ...	لله	مولوی احمد شفیق صاحب ہیڈ ماسٹر اسکول وزیرآباد بابت سنه ۱۲۹۱ هجری ...	لله
	لله	منشی محمد سلطان خان صاحب قبطی مجسٹریٹ نھر گنگ ڈویژن میرٹھہ بابت سنه ۱۲۹۱ هجری ...	لله
	لله	نواب محمد تقی علی خان صاحب از کاکوری ضلع لکھنؤ بابت سنه ۱۲۹۱ هجری ...	لله
	لله	منشی محمد یسین صاحب سکرٹری محمدن امپرومنٹ ایسوسی ایشن کشنگرہی بابت سنه ۱۲۹۱ هجری	لله

منشی محمد عبدالسلام صاحب انسیپکتر پولس ایلور بابت	لحم	منشی محمد عبدالسلام صاحب انسیپکتر پولس ایلور بابت	لحم
سنه ۱۲۹۱ هجری	...	سنه ۱۲۹۱ هجری	...
سید محمد علی صاحب سرشته دار اجلاس خاص سریم حضور	لحم	سید محمد علی صاحب سرشته دار اجلاس خاص سریم حضور	لحم
مহারاجه صاحب والی پتیاله بابت سنه ۱۲۹۱ هجری	لحم	مহারاجه صاحب والی پتیاله بابت سنه ۱۲۹۱ هجری	لحم
حافظ مجتبی کریم صاحب داروغه صفائی شهر بنارس	لحم	حافظ مجتبی کریم صاحب داروغه صفائی شهر بنارس	لحم
بابت سنه ۱۲۹۱ هجری	...	بابت سنه ۱۲۹۱ هجری	...
منشی غلام حسین خان صاحب صوبه دار رجمنٹ ۲۸ پنجابی	لحم	منشی غلام حسین خان صاحب صوبه دار رجمنٹ ۲۸ پنجابی	لحم
لڑ کلکتہ بابت سنه ۱۲۹۱ هجری	...	لڑ کلکتہ بابت سنه ۱۲۹۱ هجری	...
منشی اوده بهاری لعل صاحب پیشکار کلکتوی بنارس بابت	لحم	منشی اوده بهاری لعل صاحب پیشکار کلکتوی بنارس بابت	لحم
سنه ۱۲۹۱ هجری	...	سنه ۱۲۹۱ هجری	...
حافظ حاجی محمد حسین صاحب از انجیر بابت	لحم	حافظ حاجی محمد حسین صاحب از انجیر بابت	لحم
سنه ۱۲۹۱ هجری	...	سنه ۱۲۹۱ هجری	...
شیخ محمد حسین صاحب از سنبھل مراد آباد ابتدای	ع	شیخ محمد حسین صاحب از سنبھل مراد آباد ابتدای	ع
سنه ۱۲۸۹ لغایت آخر سنه ۱۲۹۱ هجری	...	سنه ۱۲۸۹ لغایت آخر سنه ۱۲۹۱ هجری	...
مولوی محمد نور الحسن صاحب تحصیلدار کالپی بابت	لحم	مولوی محمد نور الحسن صاحب تحصیلدار کالپی بابت	لحم
سنه ۱۲۹۱ هجری	...	سنه ۱۲۹۱ هجری	...
مولوی منیرالدین احمد صاحب منصف چونپور بابت	لحم	مولوی منیرالدین احمد صاحب منصف چونپور بابت	لحم
سنه ۱۲۹۱ هجری	...	سنه ۱۲۹۱ هجری	...
مولوی محمد افضل حسین صاحب مدرسی فارسی مدرسه	لحم	مولوی محمد افضل حسین صاحب مدرسی فارسی مدرسه	لحم
رگلام بابت سنه ۱۲۹۱ هجری	...	رگلام بابت سنه ۱۲۹۱ هجری	...
مولوی محمد انوار الحق صاحب وکیل عدالت مراد آباد	لحم	مولوی محمد انوار الحق صاحب وکیل عدالت مراد آباد	لحم
بابت سنه ۱۲۹۱ هجری	...	بابت سنه ۱۲۹۱ هجری	...
لاله دهنپت رای صاحب هیئت کلارک دفتر استور کیپر	لحم	لاله دهنپت رای صاحب هیئت کلارک دفتر استور کیپر	لحم
محکمہ ریلوی از وزیر آباد بابت سنه ۱۲۹۱ هجری	لحم	محکمہ ریلوی از وزیر آباد بابت سنه ۱۲۹۱ هجری	لحم
منشی کشن گوپال صاحب از وزیر آباد بابت سنه ۱۲۹۱ هجری	لحم	منشی کشن گوپال صاحب از وزیر آباد بابت سنه ۱۲۹۱ هجری	لحم
منشی فضل حسین صاحب دیپتی کلکتر بهادر پستی	لحم	منشی فضل حسین صاحب دیپتی کلکتر بهادر پستی	لحم
بابت سنه ۱۲۹۱ هجری	...	بابت سنه ۱۲۹۱ هجری	...
کنور جوالا پرشان صاحب از الهه آباد بابت سنه ۱۲۹۱ هجری	لحم	کنور جوالا پرشان صاحب از الهه آباد بابت سنه ۱۲۹۱ هجری	لحم
سید چراغ شاه صاحب مدرس اول تعالیم المعلمین از بهاولپور	لحم	سید چراغ شاه صاحب مدرس اول تعالیم المعلمین از بهاولپور	لحم
بابت سنه ۱۲۹۱ هجری	...	بابت سنه ۱۲۹۱ هجری	...
سید محمد نور الحسن صاحب منصف ضلع شاه آباد بابت	لحم	سید محمد نور الحسن صاحب منصف ضلع شاه آباد بابت	لحم
سنه ۱۲۹۱ هجری	...	سنه ۱۲۹۱ هجری	...
منشی فضل ربی صاحب از مرشد آباد بابت سنه ۱۲۹۱ هجری	لحم	منشی فضل ربی صاحب از مرشد آباد بابت سنه ۱۲۹۱ هجری	لحم
سید حسن عسکری صاحب سرشته دار کلکتری ضلع بهاولپور	لحم	سید حسن عسکری صاحب سرشته دار کلکتری ضلع بهاولپور	لحم
بابت سنه ۱۲۹۱ هجری	...	بابت سنه ۱۲۹۱ هجری	...
راجہ شیوپرشان صاحب سی ایس آئی از بنارس بابت	لحم	راجہ شیوپرشان صاحب سی ایس آئی از بنارس بابت	لحم
سنه ۱۲۹۱ هجری	...	سنه ۱۲۹۱ هجری	...
مستر هاروی صاحب بهادر از امرتسر منجمه ثبت سنه ۱۲۹۱ ه	ع	مستر هاروی صاحب بهادر از امرتسر منجمه ثبت سنه ۱۲۹۱ ه	ع
مکرم الدوله بهادر صدرالمهام مال از حیدرآباد دکن	ع	مکرم الدوله بهادر صدرالمهام مال از حیدرآباد دکن	ع
ابتدای سنه ۱۲۸۷ هجری لغایت آخر سنه ۱۲۹۱ هجری	لحم	ابتدای سنه ۱۲۸۷ هجری لغایت آخر سنه ۱۲۹۱ هجری	لحم
نواب اسدالله خان صاحب از سپاهپور بابت سنه ۱۲۹۱ ه	لحم	نواب اسدالله خان صاحب از سپاهپور بابت سنه ۱۲۹۱ ه	لحم
محمد رمضان صاحب نقشه نویس از مقام روپڑ ابتدای	لحم	محمد رمضان صاحب نقشه نویس از مقام روپڑ ابتدای	لحم
سنه ۱۲۸۹ لغایت سنه ۱۲۹۱ هجری	...	سنه ۱۲۸۹ لغایت سنه ۱۲۹۱ هجری	...
حافظ عبدالرحمن صاحب مدرس از پالم پور بابت سنه ۱۲۹۱ ه	لحم	حافظ عبدالرحمن صاحب مدرس از پالم پور بابت سنه ۱۲۹۱ ه	لحم
محمد بخش صاحب بگل میجر رجمنٹ ۲۸ پنجابی از کلکتہ	لحم	محمد بخش صاحب بگل میجر رجمنٹ ۲۸ پنجابی از کلکتہ	لحم
بابت سنه ۱۲۹۱ هجری	...	بابت سنه ۱۲۹۱ هجری	...
مولوی محمد حیدر حسین صاحب وکیل عدالت دیوانی	ع	مولوی محمد حیدر حسین صاحب وکیل عدالت دیوانی	ع
گورکھ پور ابتدای سنه ۱۲۸۷ لغایت سنه ۱۲۹۱ هجری	لحم	گورکھ پور ابتدای سنه ۱۲۸۷ لغایت سنه ۱۲۹۱ هجری	لحم
منشی شیو شنکر لعل صاحب تحصیلدار هاتا ابتدای	لحم	منشی شیو شنکر لعل صاحب تحصیلدار هاتا ابتدای	لحم
سنه ۱۲۸۷ لغایت سنه ۱۲۹۰ هجری	...	سنه ۱۲۸۷ لغایت سنه ۱۲۹۰ هجری	...
عبدالحمید صاحب طالب علم از رامپور ابتدای سنه ۱۲۸۷	ع	عبدالحمید صاحب طالب علم از رامپور ابتدای سنه ۱۲۸۷	ع
لغایت سنه ۱۲۸۹ هجری	...	لغایت سنه ۱۲۸۹ هجری	...
منشی منگل سین صاحب قپتی کلکتر بندوبست از علیگڑہ	لحم	منشی منگل سین صاحب قپتی کلکتر بندوبست از علیگڑہ	لحم
بابت سنه ۱۲۹۱ هجری	...	بابت سنه ۱۲۹۱ هجری	...
محمد عزیزالدین خان صاحب از الدور بابت سنه ۱۲۹۱ ه	لحم	محمد عزیزالدین خان صاحب از الدور بابت سنه ۱۲۹۱ ه	لحم
مولوی سید لطف حسن صاحب از ضلع اونڈ بابت	لحم	مولوی سید لطف حسن صاحب از ضلع اونڈ بابت	لحم
سنه ۱۲۹۱ هجری	...	سنه ۱۲۹۱ هجری	...
مولوی عبیدالله صاحب هیپدی سپرنٹنٹ مدرسه ڈھاکہ	لحم	مولوی عبیدالله صاحب هیپدی سپرنٹنٹ مدرسه ڈھاکہ	لحم
بابت سنه ۱۲۹۱ هجری	...	بابت سنه ۱۲۹۱ هجری	...
مولوی محمد عمر صاحب ضلعدار نهر گنگ از بلند شهر	لحم	مولوی محمد عمر صاحب ضلعدار نهر گنگ از بلند شهر	لحم
بابت سنه ۱۲۹۱ هجری	...	بابت سنه ۱۲۹۱ هجری	...
مولوی محمد حنیف صاحب هیئت ماستر اسکول نرهن	لحم	مولوی محمد حنیف صاحب هیئت ماستر اسکول نرهن	لحم
ضلع ترهت ابتدای سنه ۱۲۸۷ هجری لغایت	ع	ضلع ترهت ابتدای سنه ۱۲۸۷ هجری لغایت	ع
سنه ۱۲۹۱ هجری	...	سنه ۱۲۹۱ هجری	...
مولوی شیخ احمد حسین صاحب از حیدرآباد دکن بابت	لحم	مولوی شیخ احمد حسین صاحب از حیدرآباد دکن بابت	لحم
سنه ۱۲۹۱ هجری	...	سنه ۱۲۹۱ هجری	...
مولوی ذکاء الله صاحب لڑ گورکھ پور ابتدای سنه ۱۲۸۷ لغایت	لحم	مولوی ذکاء الله صاحب لڑ گورکھ پور ابتدای سنه ۱۲۸۷ لغایت	لحم
سنه ۱۲۹۰ هجری	...	سنه ۱۲۹۰ هجری	...
مولوی محمد نجم الدین صاحب مدرس از دهلی ابتدای	لحم	مولوی محمد نجم الدین صاحب مدرس از دهلی ابتدای	لحم
سنه ۱۲۸۷ لغایت سنه ۱۲۹۱ هجری	...	سنه ۱۲۸۷ لغایت سنه ۱۲۹۱ هجری	...
مولوی ماجد علی صاحب از مرزا پور بابت سنه ۱۲۹۱ هجری	لحم	مولوی ماجد علی صاحب از مرزا پور بابت سنه ۱۲۹۱ هجری	لحم
امانت خان صاحب مالگذار از ناگپور بابت سنه ۱۲۹۱ هجری	لحم	امانت خان صاحب مالگذار از ناگپور بابت سنه ۱۲۹۱ هجری	لحم
مولوی عبدالقیوم صاحب از مرزا پور بابت سنه ۱۲۹۱ هجری	لحم	مولوی عبدالقیوم صاحب از مرزا پور بابت سنه ۱۲۹۱ هجری	لحم
امر ناتھ صاحب انسیپکتر مدارس رگلام ابتدای سنه ۱۲۸۹	ع	امر ناتھ صاحب انسیپکتر مدارس رگلام ابتدای سنه ۱۲۸۹	ع
لغایت سنه ۱۲۹۰ هجری	...	لغایت سنه ۱۲۹۰ هجری	...
مولوی محمد حسن علی صاحب از چنسورا منجمه بابت	ع	مولوی محمد حسن علی صاحب از چنسورا منجمه بابت	ع
سنه ۱۲۹۱ هجری	...	سنه ۱۲۹۱ هجری	...

ع	شیخ محمد کریم صاحب عطا زمیندار اعظم گڈہ بابت
ع	بقیہ سنہ ۱۲۹۱ هجری
ص	سید لعل محمد صاحب از اجیر بابت محصول اخبار بابت
ع	سنہ ۱۲۹۱ هجری
ص	بابت قیمت پرچہ های متفرق
ص	واپس از اجرت چھپوئی حساب جمع خرج سنہ ۱۲۹۰ هجری

بیشگی جو خریداروں سے وصول ہوا

بابت سال آئندہ

ص	منشی محمد ابوالحسن صاحب منصف ٹاجپور ضلع تڑت
ص	بابت سنہ ۱۲۹۲ هجری
ص	سید حسن عسکری صاحب سرشتہ دار کلکتری از بھاگلپور
ص	بابت سنہ ۱۲۹۲ هجری
ص	محمد عبدالغفار خان صاحب از پریوا تحصیل پٹلی بھیت
ص	ضلع پریلی بابت سنہ ۱۲۹۲ هجری و بابت سہ ماہی
ص	اول سنہ ۱۲۹۳ هجری
ص	مولوی محمد افضل حسین صاحب مدرس مدرستہ رتلام
ص	بابت سنہ ۱۲۹۲ هجری
ل	منشی مادھو لعل صاحب منصف مرزا پور بابت
ل	سنہ ۱۲۹۲ هجری
ص	شیخ عبدالقادر صاحب انسپکٹر پوائس از اپونا بابت
ص	سنہ ۱۲۹۲ هجری
ص	نواب محمد نقی علی خان صاحب از لاکوری بابت
ص	سنہ ۱۲۹۲ هجری
ل	سید اقبال علی صاحب وکیل عدالت پرتاب گڈہ بابت
ل	سنہ ۱۲۹۲ هجری
ل	سید جعفر حسین صاحب وکیل عدالت دیوانی بنارس
ل	بابت سنہ ۱۲۹۲ هجری
ل	لالہ کولیش پرشاد صاحب وکیل عدالت دیوانی بنارس
ل	بابت سنہ ۱۲۹۲ هجری
ل	مولوی امین الدین صاحب وکیل عدالت دیوانی بنارس
ل	بابت سنہ ۱۲۹۲ هجری
ل	مرزا جلال الدین صاحب وکیل عدالت دیوانی بنارس بابت
ل	سنہ ۱۲۹۲ هجری
ل	حافظ فضل الرحمن صاحب وکیل عدالت دیوانی بنارس
ل	بابت سنہ ۱۲۹۲ هجری
ل	مولوی عبدالستار صاحب وکیل عدالت دیوانی بنارس بابت
ل	سنہ ۱۲۹۲ هجری

ع	نواب علی احمد خان صاحب تحصیلدار غازی آباد ضلع
ع	میرتھہ ابتدای شوال سنہ ۱۲۸۷ لغایت سنہ ۱۲۹۱ هجری
ل	محمد عبدالاحمد صاحب نایب تحصیلدار جالون بابت
ل	سنہ ۱۲۹۱ هجری
ع	محمد عبدالغفار خان صاحب از پریوا تحصیل پٹلی بھیت
ع	ضلع بریلی ابتدای شوال سنہ ۱۲۸۷ هجری لغایت
ع	سنہ ۱۲۹۱ هجری
ص	مولوی امین الدین صاحب وکیل عدالت دیوانی بنارس
ص	بابت سنہ ۱۲۸۹ هجری
ص	سید عبدالسلام صاحب از بیر بھوم منجمتہ بابت
ص	سنہ ۱۲۹۱ هجری
ل	منشی شمس حسین صاحب از مظفر پور بابت
ل	سنہ ۱۲۹۱ هجری
ع	جناب حسن بن عبداللہ صاحب بہادر از حیدرآباد ابتدای
ع	شوال سنہ ۱۲۸۷ لغایت سنہ ۱۲۹۱ هجری :
ل	منشی محمد انور حسین صاحب از غازیپور بابت
ل	سنہ ۱۲۹۱ هجری
ع	مولوی اکبر حسین صاحب وکیل های کورٹ الہ آباد
ع	ابتدای شوال ۱۲۸۷ لغایت سنہ ۱۲۹۱ هجری ...
ع	مولوی عین الحق صاحب نایب صدر منصرم گونڈہ بابت
ع	بقیہ سنہ ۱۲۹۰ هجری
ل	شیخ اظہار الدین صاحب مختار محکمہ کلکتری بنارس
ل	بابت سنہ ۱۲۹۱ هجری
ل	مولوی محمد ذکا اللہ صاحب از الہ آباد بابت
ل	سنہ ۱۲۹۱ هجری
ل	مولوی فضل اللہ صاحب از بانکے پور بابت سنہ ۱۲۹۱ هجری
ع	منشی مادھو لعل صاحب منصف مرزا پور ابتدای شوال
ع	سنہ ۱۲۸۷ هجری لغایت آخر سنہ ۱۲۹۱ هجری ...
ل	محمد عمر بخش صاحب از جالندھر بابت
ل	سنہ ۱۲۹۱ هجری
ل	شاہ دلاور حسین احمد خان صاحب بہادر ڈپٹی کلکٹر و
ل	ڈپٹی مجسٹریٹ موتی ہادی بابت سنہ ۱۲۹۱ هجری .
ل	منشی بھال سنگھ صاحب سرشتہ دار نیابت عدالت
ل	دیوانی پتیالہ بابت سنہ ۱۲۹۱ هجری ..
ل	منشی محمد ذکا اللہ صاحب پروفیسر مہور کالج الہ آباد بابت
ل	سنہ ۱۲۹۱ هجری
ص	صادق علی صاحب از کپور تھلہ ابتدای شوال
ص	سنہ ۱۲۸۷ هجری لغایت سنہ ۱۲۸۹ هجری ...

لکھ	سنہ ۱۲۹۲ ہجری	تیسبندی پرچہ های اخبار سنہ ۱۲۹۰ ہجری	..	صم
لکھ	مولوی شجاع الدین حیدر صاحب وکیل عدالت دیوانی	خرید کاغذ برای تیسبندی سنہ ۱۲۹۰ ہجری	..	صم
لکھ	بنارس بابت ۱۲۹۲ ہجری	خرید کاغذ بانس برای پشت بند اخبار	..	صم
لکھ	لالہ پونیت لعل صاحب خلف لالہ گوہند پرشاد صاحب	تنخواہ معمر معمولی بابت یکسال	..	صم
لکھ	وکیل عدالت دیوانی بنارس بابت سنہ ۱۲۹۲ ہجری	تنخواہ معمر جدید بابت یکسال	..	مالہ
لکھ	مولوی فخرالدین خان صاحب سابق قیٹی انسپکٹر مدارس	واضح ہو کہ یہ معمر جدید تہذیب الاخلاق اور کمیٹی مدرسہ		
لکھ	ضلع بدایوں بابت سنہ ۱۲۹۲ ہجری	مسماہ ازان دونوں کا کام کرتا ہی مگر اسکی کل تنخواہ		
لکھ	مولوی محمد فرید الدین احمد صاحب سرشتہ دار عدالت	تہذیب الاخلاق کے حساب میں اسلئے قال دی گئی		
لکھ	دیوانی بزرگ از حیدرآباد دکن بابت سنہ ۱۲۹۲ ہجری	ہی کہ کمیٹی مدرسہ مسلمانان میں کفایت ہو اور		
لکھ	سید فدا حسین صاحب سب انسپکٹر پولس بنارس بابت	امید ہی کہ ممبران تہذیب الاخلاق اسکو ناپسند		
لکھ	سنہ ۱۲۹۲ ہجری	نہ فرما دینگی	..	
لکھ	میزان کل	۱۰۹۱ پائی	آجرت چھپوائی پرچہ حساب	..	لکھ
	اخراجات بابت سنہ ۱۲۹۱ ہجری				
لکھ	خرید کاغذ از لندن و کلکتہ معہ اخراجات کرایہ ریل			
لکھ	و جہاز وغیرہ			
لکھ	وجرت چھپائی معمولی			
لکھ	محصول خطوط و تقسیم پرچہ تہذیب الاخلاق معہ مرسول			
لکھ	آمدات پورندہ پرچہ مذکور از علیگڈہ تا بنارس			
لکھ		۸۰			
لکھ	میزان کل	۱۲۳۳ پائی			
لکھ	فاضل	۱۶ پائی			
لکھ	حق لوگوں کا چندہ اس حساب کے طیار ہونے کے بعد آبا ہی				
لکھ	۵۰ سنہ ۱۲۹۲ ہجری کے حساب کے ساتھ چھپا جاویگا				

THE MOHAMMEDAN SOCIAL REFORMER

تہذیب الاخلاق

[جلد پنجم] یکم محرم الحرام سنہ ۱۲۹۱ ہجری سنہ ۱۳۰۵ نبوی [نمبر ۱]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اطلاع

بخدمت ممبران و خریداران و ناظرین

تہذیب الاخلاق

اس پرچہ کی بابت جس صاحب کو کچھ خط و کتابت کوئی منظور ہو یا خریداری اس پرچہ کی مد نظر ہو یا کوئی مضمون اس پرچہ میں مندرج ہونے کے لیے بھیجنا ہو یا زر قیمت اختیار یا زر چندہ یا کچھ روپیہ بطور توثیق کے منایا فرماتا ہو تو سید احمد حاس صاحب بھادر سی اس آئی پاس بمقام پناوس بھیجتا جاوے غرضکہ تمام خط و کتابت بابت اس پرچہ کے انہی سے کی جاوے کیونکہ یہہ پرچہ علیحدہ میں چھپکر اُن کے پاس چلا جاتا ہے اور وہاں سے تقسیم ہوتا ہے اور تمام حساب کتاب اسکا سب اُن کے پاس رہتا ہے * اس پرچہ میں صرف مضامین مفیدہ جو مسلمانوں سے متعلق ہیں چھاپے ہوتے ہیں اور اس سبب سے اخبار امصار و دیار اس میں مندرج نہیں ہوتے — مقصود اس پرچہ کے احرا سے یہہ ہے کہ مسلمانوں کی حسن معاشرت اور تہذیب کی ترقی ہو اور جو غلط ارہام مذہبی اس ترقی کے مائع ہیں اور درحقیقت وہ مذہب اسلام کے بدعت ہیں وہ بھی مٹائے جاویں *

اطلاع

تشریح قیمت و مصرف منافع

تہذیب الاخلاق

جسقدر روپیہ بابت اس پرچہ کے بطور چندہ خواہ بطور قیمت وصول ہو وہ کسی خاص شخص کی ملکیت نہوگا بلکہ اس پرچہ کے احرا و ترقی میں صرف کیا جاوےگا * حق دوستوں نے شریک ہوکر اس پرچہ کو جاری کیا ہے اور ساتھ روپیہ سالانہ اس پرچہ کے احرا کے لیے بطور امداد دیتے ہیں وہ اس پرچہ کے متعلق معاملات میں بطور ممبر کے متصور ہیں اُن کو اختیار ہے کہ اگر چاہیں تو اُڑ کسی کو بھی بطور ممبر اپنے ساتھ شریک کریں اور جو شخص اس طرح پر شریک ہوگا اُس کو بھی ساتھ روپیہ سالانہ دینا ہوگا * یہہ پرچہ ہر مہینے میں ایک بار یا دو بار یا تین بار جیسا کہ مقتضایہ مصالح ہوگا چھپا کر یگانہ خریداروں کو چار روپیہ سالانہ قیمت پیشگی دینی ہوگی اور اخراجات روانگی پرچہ سے اُن کو کچھ متعلق نہوگا * اگر کوئی شخص کوئی خاص پرچہ خریدنا چاہیگا اُس کو ہی پرچہ چار آنہ منہ اخراجات، انگی پرچہ دینا ہوگا *

مضمون نمبر ۱۷۳

اختتام سال سنہ ۱۲۹۰ ہجری

شروع سال سنہ ۱۲۹۱ ہجری

از بندہ خضوع و التوا می زبید
بمشایخ بندہ از خدا می زبید
گویی نام آنکه آن مرا نازیب است
تو آن همه آنکه آن تو می زبید

الغرض کہ سنہ نوے دررا ہوا اور سنہ اکیاتوے شروع ہو گیا ہمارے
اس پرچہ کو جاری ہوئے سواتین برس ہو گئے *
پچھلے سال بھی خندہ گل و نالہ بلبلی سے خالی نہیں گیا ہمارے
آہ و نالہ نے بدستور غلغلہ رکھا اور ہماریے قاصصان حقیق کا بھی شور و
شغف کم نہوا *

حسن شہرت عشق رسوائی تقاضا سہکند

چرم معشوق و گناہ عاشق بیچارہ نیست

قاصصان حقیق نے ہم کو کبھی کچھ کہا اور کبھی کچھ آکر کار ہم کو
کاغذ و ملحد تھرا بھی دیا اور و نزدیک کے مولوی صاحبزادوں سے فکر کے
فتروں پر موزیں چھپ رہی سنکر انہیں اور ہمارے فکر پر ہمارے
ناصر حقیق جناب مولوی حاجی سید امداد العالی صاحب نے ایک
رسالہ چھاپ ہی دیا اور امداد الادق اسکا نام رکھا پولا اور کچھ ہوا
یا تھرا پھارے غریب چھاپے والے کو تو فائدہ ہو گیا *

اسی سال میں ہماری تھریزات کی تردید میں مولانا علی بخش
خان بہادر نے (جو امید ہی کہ اب تک حاجی بھی ہو گئے ہونگے اور
انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ سے انکر بھی حاجی لکھا کریں گے) دو رسالے
تھریز فرمائے ہیں جن میں سے ایک کا نام شہاب ثاقب ہی اور
دوسرے کا نام قائد الاسلام *

اخباروں میں نور الانوار کو ایذا تو مالہ میں برساتا ہی تھا مگر
اوس سے ایک آڑ پرچہ آنکے گھر کا اوجالا مسوی بعد از ادق لدفع ظلمۃ
اہل النفاق پیدا ہوا ہی جو نہایت ہی دلچسپ ہی اور ہمارے اس
پرچہ تہذیب الاخلاق کے جواب میں نکلا ہی اُسکے مضامین طامرا تو
جناب حاجی مولوی سید امداد العالی صاحب بہادر کے طبع زاہد معلوم
ہوتے ہیں مگر بعضی لوگ اُن مضامین کو لے پالک بتاتے ہیں بہر حال
ہم کو اس سے کیا کہ رہا مہاں تذیر کے ہیں یا میاں پشیر کے کسیکے ہوں
مگر دلچسپ ہیں خدا اُسکی بھی مہر دراز کرے *

ہم نے بھی اپنے مضامین لکھتے اور قومی پہلانی کی کوشش میں تھے
نہیں کی اگرچہ پچھلے سال میں کارروائی مدرسۃ العلوم مسلمانان کی اکثر
چھوٹی رہی الا مضامین دانشین سے بھی یہ پرچہ خالی نہیں رہا
ہمارے قلمزدادوں شکستہ دوست مولوی سید مہدی علی کا لکچر مسلمانوں
کی تہذیب پر جو اس سال کے پرچوں چھپا درحقیقت ایک ایسا کارنامہ
ہی جسکی قدر وہی لوگ جانتے ہیں جو اُسکی قدر جانتے ہیں —
ہمارے ہم عصر اڈیٹر اردہ اخبار نے اُسکی ویسی ہی قدر دانی کی ہی
جسکا وہ مستحق ہی ہم کو نہایت فخر ہی کہ ایسا عالی مضمون
ہمارے اس ناچیز پرچہ کے فروغ سے مشتہر ہوا جو ہماری قلم یہ
اکلی حالت کو یاد دلاتا ہی اور چھوٹی حالت بتا کر ہر مندہ کرتا ہی
اور پھر آئندہ کی بہتری کی توقع سے دل و جان کو تقویت دیتا ہی *
بڑی مبارکی اس سال میں ہمارے پرچہ کو پہلے ہوئی ہی کہ
جناب مولوی چراغ علی صاحب نے بھی اس میں مضمون لکھتے شروع
کئے ہیں ایک آدھ مضمون آندا پچھلے سال میں چھپا ہی اور آئندہ
اور بہت سے عمدہ مضامین کے چھپنے کی توقع ہی *

ہم دیکھتے ہیں کہ ہماری تھریزوں کے سمجھنے میں جو کبھی
بھی نسبت مسائل مذہبی لکھی جاتی ہیں اکثر لوگ غلطی کرتے ہیں
وہ نہیں سمجھتے کہ ہمارے اصول کیا ہیں اور کن اصولوں پر ہماری
تھریزیں مبنی ہیں اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہی کہ اس سال
کے شروع میں ہم اپنے اُن اصول اور لکھدیں تاکہ لوگ اُن اصول کی
صحت و سقم پر غور کریں اگر وہ اصول صحیح ہیں تو امید ہی کہ
جو تھریزیں اُنپر متفرع ہیں اُنہیں بھی کچھ غلطی نہرگی پالیں گے
یہ سقولہ نہایت صحیح ہی —

کہ هیچ نفس بشر خالی از خطا نہ بود

اور وہ اصول یہ ہیں —

اول خدایے واحد ذوالجلال ازلی و ابدی خالق و صانع تمام
کائنات کا ہی *

دوم اُس کا کلام اور جس کو اُس نے رسالت پر مبعوث کیا
اُس کا کلام ہرگز خلاف حقیقت اور خلاف واقع نہیں ہو سکتا *

سوم قرآن مجید بلاشبہ کلام الہی ہی کوئی حرف اُس کا نہ
خلاف حقیقت ہی اور نہ خلاف واقع *

چہارم قرآن مجید کی اکثر کوئی آیت ہم کو بطاعت خلاف واقع یا
خلاف حقیقت معلوم ہو تو وہ حال سے خالی نہیں یا تو اُس آیت کا
مطلب سمجھنے میں ہم سے غلطی ہوئی ہی یا جسکو ہم نے حقیقت
اور واقع سمجھا ہی اُس میں غلطی کی ہی — اس کے برخلاف کسی
مفسر یا محدث کا قول ہمارے نزدیک قابل تسلیم نہیں ہی *

ہوتے ہیں اور وہ قوت بھی ہے جو اُس فعل کے ارتکاب سے روکتی ہے ان تمام قوی کے استعمال پر انسان مستعار ہے — مگر ازل سے خدا کے علم میں ہے کہ فلاں انسان کن کن قوی کو اور کس کس طور پر کام میں لاریگا — اُس کے علم کے برخلاف ہرگز نہوگا مگر اُس سے انسان اُن قوی کے استعمال یا ترک استعمال پر جب تک کہ وہ قوی قابل استعمال کے اُس میں ہیں مجبور نہیں متصور ہو سکتا *

سیزدہم دین اسلام اُن مجموع احکام کا نام ہے جو یقینی من اللہ ہیں *

چہاردهم احکام دین اسلام دو قسم کے ہیں ایک وہ جو اصلی احکام دین کے ہیں اور وہ بالکل فطرت کے مطابق ہیں دوسرے وہ جن سے اُن اصلی احکام کی حفاظت مقصود ہے مگر اطاعت اور عمل میں اُن دونوں کا رتبہ برابر ہے *

پانزدہم تمام افعال اور اقوال رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بالکل سچائی تھے مصلحت وقت کی نسبت رسول کی طرف کرتی سخت بے ادبی ہے جس میں خوف کفر ہے *

مصلحت وقت سے میری مراد وہ ہے جو علم لوگوں نے مصلحت کے معنی سمجھے ہیں کہ دل میں کچھ اور کہنا یا کرنا کچھ یعنی ایسے قول یا فعل کو کام میں لانا جو در حقیقت پیچھا تھا مگر بقدر وقت بن کر اُس کو کہہ دیا یا کر لیا *

ہمارا خیال یہ ہے کہ یہ اصول پانزدہ گانہ ایسے ہیں کہ جن سے کوئی مسلمان انکار اور اختلاف نہیں کر سکتا اور جب وہ لوگ جو ہم سے اختلاف رائے رکھتے ہیں ان اصولوں پر غور کریں گے اور یہ بھی سمجھیں گے کہ ہماری تصریحات ایسے سچے اصولوں پر مبنی ہیں تو کیا عجب ہے کہ وہ بھی ہم سے متفق ہو جائیں *

تہذیب قومی

اصلی مقصود تو ہمارے اِس پرچم کا تہذیب قومی ہے مسائل مذہبی کی بھٹ پمپیری آجاتی ہے اِس سال میں بھی جہاں تک ہو سکا ایسے مضامین جو قومی تہذیب سے ملانہ رکھتے ہیں اِس پرچم میں لکھے گئے ہیں اور کچھ عجب نہیں کہ اُن مضمونوں نے کسی کے دل پر اثر بھی کیا ہو مگر ہم کو یہ تسلیت اُسکے کہ ہمارے مضمونوں نے کسی دل کو قوم کیا ہے اِس بات سے زیادہ خوشی ہے کہ ہم اپنے فرض کو ادا کرتے ہیں اور یہی ہمارا مقصد ہونا چاہیئے کیونکہ بندہ کا کام صرف سعی کرنا ہے اور اُس کو چھوڑا کرتا اور اثر دینا خدا کا نام ہے اسی منی والا تمام من اللہ تعالیٰ ایک مشہور مقولہ ہے پس شکر ہے کہ جہاں تک ممکن ہے ہم اپنا فرض ادا کرتے ہیں *

پنجم جس قدر کلام الہی جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا وہ سب بین الدفتین موجود ہے ایک حرف بھی اُس سے خارج نہیں ہے — اِس لیے کہ اگر ایسا مانا جاوے تو کوئی ایک آیت بھی قرآن مجید کی بطور یقین قابل عمل نہوگی کیونکہ ممکن ہے کہ کوئی ایسی آیت خارج رہے گئی ہو جو آیات موجودہ بین الدفتین کے برخلاف ہو *

تہ ملنا کسی ایسی آیت کا اُس کے عدم وجود کی دلیل نہو سکیگا *

ششم کوئی انسان سوائے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسا نہیں ہے جس کا قول و فعل بلا سند صحیح قول و فعل رسول کے دینیات میں قابل تسلیم ہو یا جسکی عدم تسلیم سے کفر لازم آتا ہو — اِس کے برخلاف اعتقاد رکھنا ہرک فی النہیہ ہے *

مقصود یہ ہے کہ جس طرح امت و پیغمبر میں کفارت درجہ ہے [اس طرح اُن کے قول و فعل میں بھی جو دینیات سے متعلق ہیں کفر و رتبہ کا تفاوت ہے *

ہفتم دینیات میں سنت نبوی صلی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت میں ہم مجبور ہیں اور دنیاوی امور میں مجاز *

اِس مقام پر سنت کے لفظ سے میری مراد احکام دین ہے *

ہشتم احکام مخصوصہ احکام دین و الیقین ہیں اور ہائی مسائل اجتماعی اور قیاسی اور وہ جنکی بنا امر ظنی پر ہے سب ظنی ہیں *

نہم انسان خارج از طاعت انسانی مکلف نہیں ہو سکتا پس اگر وہ ایمان پر مکلف ہے تو ضرور ہے کہ ایمان اور اُس کے وہ احکام جنہر نجات منحصر ہے عقل انسانی سے خارج نہوں *

مگر ہم خدا کے ہرے پر ایمان لانے کے مکلف ہیں مگر اُس کی ماہیت ذات کے جاننے پر مکلف نہیں *

دہم افعال مامورہ فی نفسہ حسن ہیں اور افعال ممتنعہ فی نفسہ قبیح ہیں اور پیغمبر صرف اُن کی عراض حسن یا قبح کے بتانے والے ہیں جیسیکہ طبیب جو ادویہ کے ضرر اور نفع سے مطلع کردے *

اِس مقام پر لفظ افعال کو ایسا عام تصور کرنا چاہیئے جو افعال جوارح اور افعال قلب وغیرہ سب پر شامل ہو *

یازدہم تمام احکام مذہب اسلام کے فطرت کے مطابق ہیں اگر یہ نہ ہو تو اندھے کے حق میں نہ دیکھنا اور سورج کے حق میں دیکھنا گناہ نہر سکیگا *

دوازدہم وہ قوی جو خدا تعالیٰ نے انسان میں پیدا کیئے ہیں اُن میں وہ قوی بھی ہے جو انسان کو کسی فعل کے ارتکاب کے معرک

اختتام سال

شہد سب الخلاق
یکم محرم سنہ ۱۲۹۱ ہجری
مطابق سنہ ۱۳۰۵ قمری

اختتام سال

مگر نہایت انصوس ہی کہ ہماری قوم ایسے جہل مرکب میں گرفتار ہی کہ اُس کو اپنا پہلا یا برا مطلق نہیں سوجھتا جو بات قومی پہلائی کی کہو لوگ اُس کو اولٹا سمجھتے ہیں قومی پہلائی پر کوشش کرنے والے خیال کرتے ہیں کہ تقدیر ہلک گئی ہی ادبار چھا رہا ہی پہلائی کی بات کیونکہ خیال میں آسکتی ہی مگر توقع نہیں ٹوڑتے خدا کی رحمت سے نا اُمید نہیں ہوتے لا تَقْنَطُوا من رحمة الله پر بھروسہ کرکر کوشش کیئے جاتے ہیں *

انہی ہر تین ہفتوں میں پابوتیر نے ایک نہایت عمدہ آرٹیکل میں ایک مضمون قریب قریب اس مضمون کے لکھا تھا کہ قومی باتیں جب ہی ترقی پر ہوسکتی ہیں جب کہ قوم میں قومیت کی شیطیں بھی موجود ہوں یعنی —

۱۔ عام لوگوں میں وہ قوت موجود ہو جس سے کسی عمدہ بات کی مدد کی جاتی ہی

۲۔ آپسکے میل جول میں آزادی اور ہمسری ہو

۳۔ خیال سب کے آزاد ہوں

۴۔ اور سب سے بڑا کر یہ بات ہی کہ بہت سے ایسے دل موجود ہوں جس سے اُس قوتی اور ایجاب کرنے والی قوت کے جواب میں جو زمانہ کی تاثیر سے پیدا ہوتی ہی صدا نکلتے *

ان باتوں میں سے کئی بات بھی ہماری قوم میں نہیں ہی پس قومی ہو تو کیونکر ہو مگر خدا سے اُمید ہی کہ کوئی زمانہ ایسا آویگا جو لوگ ان باتوں کو سمجھینگے اور اپنی قوم کو قوم بنارینگے اور اُسکی بہتری و ترقی میں کوشش کریں گے *

مدرسۃ العلوم

ان سب باتوں کو قوم میں پیدا کرنے والا ہماری دانستہ مدرسۃ العلوم ہوگا جسکے قائم کرنے پر نہایت دل سے کوشش ہو رہی ہی *

ہمکو اس بات کے کہنے سے نہایت خوشی ہی کہ بہت سے دل رتنہ رتنہ مدرسۃ العلوم مسلمانان کی طرف مایل ہوتے جاتے ہیں اور ہو ایک کے دل میں یہ خیال کہ ایسے مدرسۃ العلوم کی ہلچل نہایت ضرورت ہی پیدا ہوتا جاتا ہی — حق بزرگوں کو ہمارے ذاتی اعمال و اقوال کے سہا مدرسۃ العلوم سے نفرت تھی وہ بھی جو سر انصاف آتے جاتے ہیں اور اس بات کو تسلیم کرنے لگے ہیں کہ ہمارے ذاتی اعمال و اقوال کو مدرسۃ العلوم سے کچھ تعلق نہیں ہی — کیا عجب ہی کہ کسی دن ہماری قسمت ایسی بھی پوار ہو جاوے کہ جناب مولوی

حاجی سید امداد العالی صاحب بھی ہماری شاہد اعمال سے قلع نظر فرماکر مدرسۃ العلوم مسلمانان کے حامی اور سر پرست بن جاویں آئیں *

ہماری ان کوششوں نے ہمارے ہموطن بھائی اہل ہندو کے دلوں میں بھی بہت بڑا اثر کیا ہی پانچویں صدیکہ سرکاری مدارس اُن کی تعلیم کے لیئے نا مناسب نہیں ہیں اس پر بھی اُن کو اپنی پاک زبان اور مقدس کتابوں کے چرچے کا دل میں شوق اُٹھا ہی اور وہ بھی مثلاً ہمارے مدرسۃ العلوم کے ایک قومی مدرسہ جاری کرنے پر آمادہ و مستعد ہوئے ہیں جا بجا نہایت سرگرمی اور بڑی کامیابی سے چندہ جاری ہی ہم سنئے ہیں کہ جسقدر چندہ ملے ایک سال میں ہزاروں مہنتوں سے جمع کیا ہی اُنہوں نے اُس سے زیادہ ایک مہینہ میں اکٹھا کر لیا ہی ہماری نہایت خوشی ہی کہ ہندوستان کی دوتوں قریب ساتھ ساتھ ترقی کرتی جاویں — ہمارے ہموطن ہندو صاحبوں کی کامیابی میں ہمکو شہد نہیں ہی — وہ ہم سے تعداد میں زیادہ ہیں — ہم سے دوراندیش زیادہ ہیں — ہم سے دولت مند زیادہ ہیں — ہماری مانند پر مساد نہیں ہیں — منک ہمارے حسد و بغض و تعصب نہیں رکھتے — اتفاق قومی اُن میں ہی — ہندوستان میں اُنکی قوم کے بڑے بڑے سردار والیان ملک موجود ہیں — ہماری قوم کے اول تو سردار ہی کم ہیں اور جو ہیں وہ کچھ پورا تک نہیں کرتے — گریا ہندوؤں کے مری و سر پرست رندہ و سلامت ہیں — اور ہمارے مری و سر پرست دنیا سے تشریف لیگئے ہیں — وہ پاسو ہیں اور ہم بے سر — پس اُنکی کامیابی میں کچھ شہد نہیں مگر انصوس یہ ہی کہ ہمکو اپنی کامیابی میں شہد ہی — عاں اگر ہماری قوم کو بھی غیرت آوے اور خدا اُن کے داکو سیدھا کرے اور پر فساد حیالات کو اُنکے دماغ سے نکالے اور قومی ہمدردی اُنکے دل میں ڈالے تو ہمکو بھی اپنی کامیابی میں کچھ شہد نہیں ہی *

اے برادران دینی اب یہ وقت نہیں ہی کہ ہم آپس کی تکرار و مساد میں پڑیں تو تو میں میں کوکر کسیکو کانر اور کسیکو ملحد بناریں اور کم و بیش جو کوشش و سعی کہ ہم سے ہوسکتی ہی اُسکو بھی اُنکے اختلافوں سے بیکار کردیں پس اُمید ہی کہ ہماری قوم میلی اس صدا کو توجہ سے سنیگی اور مدرسۃ العلوم کی امداد میں دل و حاس سے سعی و کوشش کریگی — واللہ المستعان *

واقعہ —
سید احمد

نمبر ۱۷۳

انسان کی زندگی

انسان کی زندگی کی قرین بھی ریل کی
قرین سے مشابہت تھی

ایک ٹرے پرس کا صرف مشرب پتھا جسکو اپنے اس فانی زمانہ کی
بچہ نسبت ہمیشہ کے آنے والے زمانہ کا زیادہ دھیان دھتا تھا ایک راست
ریل میں سوار ہوا اُسکی قرین راستہ میں متعدد استیشنوں پر تھرتی
اور مسافروں کو اتارتی اور سوار کرتی ہوئی پچھلی راستہ میں جب کہ
چاندنی پھینکی پڑتی جاتی تھی اُس استیشن پر پہونچتی جہاں وہ
پتھا مسافر اُترنے کو تھا جب ہی قرین استیشن میں داخل ہوئی
انجین کی نرم نرم رفتار اور قرین کی سریلی آواز سے ملی ہوئی یہ
صدائیں اُس کے کان میں آئیں ”تکت تکت تکت تکت“ وہ پتھا
مسافر اُن آوازوں کو سنکر چونک پڑا اور گزشتہ ٹرے پرس کا زمانہ ایک
دھنک اُڑ اُس کی نظروں کے سامنے پھر گیا — اُس نے خیال کیا کہ
ایسی طرح مرنے کے بعد ایک دن لوگوں سے اُن کے اعمال کا حساب
طلب ہوگا پھر جتنا جتنا وہ پیڑ موہ خیال کرتا اور فکریں دروڑا تھا
اُسی قدر اُس کو یہ معلوم ہوتا تھا کہ انسان کی زندگی کا اور
ریل کا بالکل ایک سا حال ہی دونوں قرینوں ایک سی کیفیت سے
سنزلیں ملی کر رہی ہیں *

اُس نے خیال کیا کہ جس طرح ریل کے مسافر ایک حد یا میعاد
میں تک کا تکت لیکر سوار ہوتے ہیں اور مقام مقصود پر پہونچ کر
اُتر جاتے ہیں اسی طرح انسان ایک محدود زندگی خدا کے ہاں سے
لیکر اس دنیا میں آتے ہیں اور وقت معینہ پر دنیا سے سدھار جاتے
ہیں *

جس طرح قرین راستہ میں مختلف استیشنوں پر تھرتی ہی
اور بہت سے مسافر وہاں سے اُترتے ہیں بہت سے سوار ہوتے ہیں
ایسی طرح ہر نئے دن میں جو انسانوں پر گذرتا ہے اور جس کو
انسانوں کی زندگانی کا استیشن کہنا چاہیئے بہت سے آدمی مرتے
ہیں اور بہت سے نئے پیدا ہوتے ہیں *

جس طرح مسافر کو راستہ میں نہت سے خطرے پیش آتے ہیں
اور ہر وقت اس لیئے اُس کو ہوشیاری کرنی پڑتی ہے کہ چور اور
راہزن اُس کے مال و متاع کو نہ لیجھادیں اسی طرح اپنی زندگی میں
بھر ماں انسان کو اس لیئے ہوشیار رہنا پڑتا ہے کہ شیطان وقت بے وقت
اُس کے ایمان کو پروان نہ کر دے *

ریل جس وقت کسی استیشن پر پہونچتی ہی اُس استیشن کے
اُترنے والے اپنی گتھری بچھتے سنبھال کر ہوشیاری سے اپنے اپنے ٹکٹوں کو
دیکھ لیتے ہیں — اسی طرح انسان اپنے آخر وقت میں اکثر تائب
ہوکر اوروں کی خطائیں بخش کر اور اپنی خطائیں بخشوا کر مرنے کے
لیئے تیار ہو جاتے ہیں اور تکت دیکھ لیئے ہی جگہ اپنے اپنے مذہبی
خیالات کو تازہ کر لیتے ہیں مسلمان کلمہ بلیدہ لا اِله الا اللہ محمد الرسول
اللہ کا اقرار کرتے ہیں *

جس طرح ریل کے مسافر گاڑی کھلتے ہی تکت دیکر استیشن سے
باہر چلے جاتے ہیں اسی طرح وہ انسان جو بہت ہوشیاری سے آخر
وقت تک اپنا ایمان سلامت لے جاتے ہیں جب ہی اپنی منزل پہونچ
کر لیتے ہیں مرنے اُن کا نامہ اعمال اور احوال دیکھ کر اُن کو
زندگی کی تکالیف سے آزاد کر دیتے ہیں اور جنت کے دروازے اُن پر
کھول دیتے ہیں *

اگر کسی مسافر نے غفلت سے اپنا تکت کھودیا تو ریل سے اُترتے ہی
پکرا گیا ریل والوں نے اُس کو چور سمجھ کر گرفتار کیا پھر ستمیں
ہوا اُس کے ساتھ کے مسافر تکت دیتے جاتے ہیں اور جلدی جلدی
استیشن سے باہر چلتے جاتے ہیں اور وہ گرفتار ہلے سب کو حسرت سے
دیکھتا ہی بعض دولت مند بھی اُنہ جنہوں نے اپنا تکت کما دیا تھا
اُن کو بھی ریل والوں نے روکا سپاہیوں نے ان کو بھی ذلیل کرنا چاہا
لیکن اُنہوں نے کہا کہ ہمارے پاس رُز دام موجود ہیں تب سپاہیوں
نے اُن سے زیادہ مزاحمت نہ کی اور اُن کو استیشن ماسٹر کے پاس
لے گئے آدمی قاسمی گرامی تھے استیشن ماسٹر نے اُن کو دیکھتے ہی
پہچان لیا اور اُن کی بڑی سی عورت کی لیکن اس بات پر اُن کو
بہت ہرمایا کہ آپ سے ایسی غفلت بڑے تعجب کی بات ہے اس قدر
نوکر چاکر اور ریل بیگ اور منی بیگ اور پائیک بکس آپ کے ہولنا
تھیں کیا ان میں آپ اپنے تکت کو محفوظ نہیں رکھ سکتے تھے اور
تکت کچھ ہرجھل بھی نہ تھا آپ اپنی جیب میں بھی اُسکو
رکھ سکتے تھے غرض کہ استیشن ماسٹر نے اُنکو بہت ہی شرمایا اور آخر
میں فرمایا کہ ابھی آپ میں پوری تہذیب نہیں ہے جب آپ پورے
مہذب ہو جائینگے تو پھر کبھی ایسی غفلت نہ کریں گے — مسافروں نے
آخر کار اور نقد نام اپنے پاس سے استیشن ماسٹر کو ادا کیئے اور تھرتی
سی مزاحمت کے بعد وہ بھی رخصت ہوئے *

حکمرانہ بیچارہ مسافر جسے تکت بھی کھودیا ہی اور اور دلم
پاس نہیں سفت بیگسی کی حالت میں ہی حسرت سے اپنے ساتھیوں
کو آسانی سے چلے جاتے ہوئے دیکھتا ہے اور اپنی غوار اور ذلیل حالت
پر آتھ آتھ آنسوؤں سے در رہا ہی بہت ہی کڑے کڑے خیالات اُسکے

دل پر گذرتے ہیں مگر چپ ہی اپنے کپڑے پر پھیلاتے ہیں اور چپ بیٹھا ہوا ہے وہ دیکھتا ہے پاس نہیں جو دولت مند غلاموں اور کالوں کی طرح وہ بھی رہائی پاتا۔ اُس نے اپنا جیب ریل والوں کے سامنے پیش کیا کہ اسکو لیا اور مجھے آزاد کرو لیکن اُس میں ستر پتر سوراخ تھے کسی نے بھی اُس طرف التفات نہ کیا پھر اُس نے اپنی دھاتی ہڈائی میلی لچیلی دستار اپنے سر پر سے اتار کر ریل والوں کے قدموں پر ڈالی کہ اسکو قبول کرو اور ہمارے خدا مجھے چھوڑ دو مگر کسی نے یہ بھی نہ دیکھا کہ کون بکتا ہے اور کیا بکتا ہے آخر اُس نے اپنی جیب تھوپی اور اُس میں سے کچھ منہروں پیسے نکالے اور ریل والوں کے سامنے پیش کیے کہ اب اسکو سوا میرے پاس اور کچھ نہیں ہے۔ ریل والوں نے وہ پیسے اُس سے لے لیتے مگر وہ بھی رہائی کے لپٹے سکتے نہ تھے اور آخر کار اسی ملک میں وہ مجسٹریٹ کے ہاں سے قید ہوا اور کچھ مہینہ تک جیلخانہ کے عذاب اور ذلتیں بھگتے تھے بعد اُس نے اُس رسوائی سے نجات پائی *

یہی حال پچاسہ اُن لوگوں کا ہوتا ہے جو اپنی زندگی میں اپنے ایمان کی کچھ حفاظت نہیں کرتے نہ اپنے جیتے جی کچھ ایسے کام کر جاتے ہیں جو آخرت میں اُنکی نجات کا ذریعہ ہوں جب وہ لوگ خالی ہاتھوں اس دنیا سے سدھارتے ہیں تو جاتے ہی پکڑے جاتے ہیں ہر طرف سے پھتکار ہوتی ہے عذاب کے فرشتے متعین ہوتے ہیں وہ اپنے اُن ساتھیوں کو دیکھتا ہے جو زندگی میں اپنے ایمان کی طرف سے ہر شے تھے اُنکے نامہ اعمال طرقتہ العین میں معائنہ ہوتے ہیں اور وہ جہنم میں داخل ہوتے چلے جاتے ہیں — پھر ہمیں ایسے لوگ آتے ہیں جنہوں نے دنیا میں بہت سے عمدہ کام کیے تھے بہت سی نیکیاں اپنے ساتھ لائے تھے اپنی قوم کے لپٹے ایسے ایسے مدرسے بنا گئے تھے جنگی بدولت دیں و دنیا میں اُسکو عزت ہو عامہ خلیق کی پہلائی میں اُنہوں نے ہمیں صرف کوئی تھیں مگر اداے فرایض میں اُن سے کچھ قصور ہو گیا تھا اپنی حفاظت اور کالہی سے نماز روزہ کو اچھی طرح ادا نہیں کیا تھا فرشتوں نے اُن کو بھی پکڑا جکڑا اور چاہا کہ اُن کو بھی اور گنہگاروں کی طرح ذلیل کریں مگر آواز آئی کہ خبردار یہ میرے خاص بندے ہیں انکو میرے پاس لاؤ تب فرشتے اُن کو خدا کے پاس لے گئے خدا کی عظمت و جلال دیکھ کر ان انسانوں کا رنگ فق ہو گیا بدن کانپ گیا پاؤں ڈکھلا گئے اور زبان لڑکھانے لگی تمام اعضا میں رعشہ سا آگیا تب خدا نے اُن سے ایک ہر دمب آواز کے ساتھ ارشاد کیا کہ بے شک تم نے اپنی زندگی میں اس قدر ذمہ داری اپنی نجات کا اٹھنا کر لیا ہے کہ وہ آج تمہاری ان تقصیرات کا جن میں فرشتوں نے تمکو پکڑا کافی معاف ہوگا — آج میں اپنا

مدد ان انسانوں کے لیے بھی کرونگا اور تمکو تمہاری کوششوں کا پورا صلہ دینگا لیکن مجھکو تم سے بہت ہی بڑی شکایت ہے تم میرے خاص بندوں میں تھے اور ہمیشہ اس بات کی امید کرتے تھے کہ ایک دن خدا کے سامنے عزت سے حاضر ہونگے تم سے اداے فرایض میں قصور اور کالہی ہونا نہایت انہیں کی بات ہے تم میں سے ہر ایک کی کالہی نے میرے اور بندوں کو بھی کالہی کی تعلیم دی اور اپنے اس کردار سے میرے بہت سے بندوں کو اپنی بکار آمد کوششوں میں شریک کرنے اور اپنی عمدہ نصیحتوں پر عمل کرنے سے باز رکھا — کیا تم نے یہ جان لیا تھا کہ مجھکو تمہاری یہ کالہی کچھ خوش معلوم ہوتی ہوگی کیا تم نے دنیا میں کسی ایسے بادشاہ کا دربار دیکھا تھا یا اُسکے حال سے واقف نہ ہوئے تھے جس نے اپنے درباریوں اور اپنے نوکروں اور اپنی رعایا کے واسطے کوئی ضابطہ بادشاہ کی تعظیم بنالانے کا مقرر کر دیا ہو کیا تم یہ نہ جانتے تھے کہ اگر کوئی شخص یا کوئی اعلیٰ رتبہ کا امیر اُس بادشاہ کی تعظیم اُس طریقہ سے بچا نہ لاتا تو اُس بادشاہ کا قہر و غضب کس قدر مشتمل ہوتا کیا کوئی امیر اُس بادشاہ کا کو اُسکی ذات سے کیسی ہی عمدہ مدد خدمتیں ظہور میں آتی ہوتیں یہ جرات کرسکتا تھا کہ بغیر حکم بادشاہ کے اپنی کالہی سے اُسکی مشورہ تعظیم میں کچھ قصور کرے پھر کیا تمہارے پاس میرا کوئی فرمان آگیا تھا یا کوئی فرشتہ تمہارے کان میں کہہ گیا تھا کہ تمہارا روزہ نماز تمہاری خدشہ پر منحصر ہے یا تمکو اس قدر عقل نہ تھی جو یہ سمجھتے کہ احکام الہامیہ ہمارے اس کالہی سے ناخوش نہ ہوتا ہوگا — اگر کوئی عام آدمی ایسی غلطی میں گذارتا تو مجھکو اُس سے اس قدر شکایت نہوتی اور ایک خفیف سا عذاب اُسکو دیکو چھوڑ دیتا لیکن تم میرے برگزیدہ بندوں میں سے تھے تمہاری ان کج ادائیگوں سے مجھکو بہت رنج ہوا ہے *

پھر خدا نے اُن سے سوال کیا کہ آیا تمکو یہ امید تھی یا نہیں کہ خدا کے ہاں ہم عزت سے حاضر ہونگے تب اُنہوں نے بہت ہی دبی ہوئی اور دوتی ہوئی آواز سے جواب دیا کہ ہاں اے باری تعالیٰ ہمکو تیرے رحم اور فضل و کرم سے ایسی ہی توقع تھی تیری عنایت سے ہمکو ایسا ہی بھروسہ تھا اور ہم تیری ایسی عنایت کے بھروسہ پر اپنے ارادوں میں اس قدر ثابت قدم رہ سکے — پھر خدا نے اُن سے پوچھا کہ کیا تمکو عامہ خلیق اور قومی پہلائی میں سامی ہونے میں انبیاء کرام سے بھی کچھ زیادہ دوسرے تھا جواب دیا کہ جی ہاں اُنکی خاک پا کے پراپر بھی کبھی رتبہ نہیں ہوا پھر خدا نے اُن سے پوچھا کہ کیا انبیاء کے صحابیوں سے تمہارا درجہ ان کوششوں کے لحاظ کچھ بڑھا ہوا تھا جواب دیا کہ نہیں ہماری کیا مجال تھی کہ ہم تیرے اُن

اے تھی دستِ وقتہ در بازار * ترسمت باز نوری دستار
دنیا میں کوئی ایسا نیک کام نہیں کیا جس کی مرض میں اُس
مذاب اور ذات سے رہائی ہوگی مدرسۃ العلوم مسلمانان میں خلوص
نیت سے کبھی ایک ٹکا نہیں دیا جس کے بدلے نجات ملتی آخر جب
وہ بہت گھبرایا تو اپنے دنیا کے اُن کاموں کو اُس نے یاد کیا جن کو
وہ نیک جانتا تھا اُس نے فرشتوں سے کہا کہ میں نے دارالغرب سے
ہجرت کی اور مکہ معظمہ میں اقامت اختیار کی تھی کیا اس کا
کچھ ثواب بھی آج مجھے کہ سلیکا فرشتوں نے جواب دیا کہ وہ
ہجرت خدا کے واسطے نہ تھی پری روزاں صاف دس لوثیروں کے اشتیاق
میں ایک وحشیانہ حرکت تھی لوگوں کی نظروں میں اُس بھڑوہ کام
سے تم نے اپنی عزت پیدا کی لیکن خدا کو تو تمہاری نیت کا حال
معلوم ہی *

پھر اُس نے کہا کہ میں نے بیسیوں دنہ بھٹکارے کیا اور واہ خدا
جسوں نظیروں کو کھلایا کچھ اُس کا حساب دیکھو — فرشتوں نے
جواب دیا کہ وہ تمہاری ایک بیجا فضول خرچی تھی اُن تمام بھٹکاروں
میں کسی ایک مستحق کو بھی کھانا نہیں پہونچا البتہ ایک کتہ کو
تم نے پلو کی بجی ہوئی ہڈیاں قال دی تھیں اُسکا کچھ تھوڑا سا
غراب ملا ہی جس سے تمہارے مذاب میں کچھ تخفیف ہوگئی ہی
اُس بھٹکارے میں سب کے سب ایسے لوگ تمہارا مال کھا گئے جنہوں نے
بھنگ و درزے کے سوا نماز و روزہ کی کچھ بھی حقیقت نہیں جانی پھر
فرشتے اُسکو ایک ارنچے قبیلہ پر لپکے وہاں سے اُس نے کچھ لوگوں کو
دیکھا جو نہایت ہی سخت عذاب میں مبتلا ہیں یہ کچھ شخص اُنکو دیکھو
کر گیا فرشتوں نے کہا کہ یہی وہ بغیر ہیں جو تمہارے بھٹکارے میں حاضر
تھے واہ خدا میں اگر کچھ دینا تھا تو مدرسۃ العلوم مسلمانان کے طالب علموں
کے واسطے کچھ انعام اور وظائف مقرر کیئے ہوتے اگر اُس کو برا
جانتے تھے تو دیوبند ہی کے مدرسہ کے طلباء کی خدمت کی ہوتی
تم نے تو کچھ بھی نہیں کیا جس کام میں سر آدمیوں نے تمہیں
واہ واہ کہی اُسی کو تم نے پسند کیا پھر ثواب کہاں سے ملتا *

پھر اُس بد نصیب نے فرشتوں سے کہا کہ مہینے نکل نکل مرگے
صاحب اور خواجه صاحب اور مفتی صاحب اور ملا صاحب و فیروہم
کی خدمت کی تھی بہت سا روپیہ ہو سال یہ لوگ میری سرکار میں
سے لپکاتے تھے اور وہ سب مجھ سے کہا کرتے تھے کہ یہی دینا خدا کی راہ کا
دینا ہی اُس حساب کو دیکھو اُس میں ضرور تمکو مغالطہ ہوا ہی
غالباً اس حساب میں بہت سا ثواب ملیگا — فرشتوں نے جواب دیا
کہ وہاں دیوانہ ہوئے ہو ہم کو یہی تم نے اپنی سرکار کا کوئی معزز
سمجھا ہی جو ہم سے غلطی ہو جانے کا گمان کرتے ہو اس حساب

مقدس بندوں کی پراہری کا دعویٰ کرتے خدا نے فرمایا کہ پھر تمہاری
بصارت کی قوت کہاں بھرئی گئی تھی جب ہمارے نبی اور ہمارے
انبیاء کے صحابہ پارچہ امامہ غلائق اور اپنی اس کی اصلاح حال میں
استقرار کوشش بلیغ اور سعی مرفورہ کرنے کے کبھی ایک لحظہ کے واسطے
بھی ہمارے فرایض کے ادا میں کھل نہ پائے گئے تیزوں اور تلواروں
کے طوفان میں بھی اُنہوں نے نماز روزہ کو نہ چھوڑا سخت سے سخت
مصیبت میں بھی وہ ہمیشہ ان فرایض کے ادا میں ثابت قدم رہے
تو تم نے کیا سمجھ لیا تھا جو ہمارے خاص ان فرایض کے بچانے
میں کرتا ہی کی — انبیاء اور صحابہ کا اس قسم کے ادا فرایض
میں ثابت قدم رہنا ہی ایک بڑا ثبوت اس بات کا تھا کہ خدا کے بندوں
کو اُس کے بچانے میں کھلی مناسب نہیں ملو اس کے میں نے قرآن
میں بھی صفا مقام پر بالتفصیل نماز کی تائید کی اُس کی خریدیاں
بتلائیں اُس کے فائدوں کو بتلایا مگر بالینہمہ تم نے میرے اُن احکام
کی کچھ قدر نہ کی آج تم کس سوئے سے اپنے کاموں کا صلہ مجھ سے
چاہتے ہو — تب یہ گنگار کچھ جواب دے سکے اور بے اختیار
رو دیئے اور اپنے کیئے پر بہت ہی پشیمان ہوئے اور بڑی عاجزی اور
زاری سے عرض کیا کہ الہی ہمکو اپنے کاموں کا کچھ دعویٰ نہیں ہی
تو بعض اپنے نرم اور نعل سے چاہے ہمکو بخش دے اور چاہے نہ
بخشدے بے شک ہم گنگار ہیں مگر تیری ذات غفور الرحیم ہی اور
تیری اس صفت پر جو تیری میں ذات ہی ہمیشہ ہمکو سچا یقین
رہا ہی آج اُسی سے ہمکو اپنی نجات کی توقع ہی — تب اُس
غفور الرحیم نے بڑے جوش میں اُن کو حکم دیا کہ میں نے تمکو بخشنا
اور یہ بھی فرمایا کہ تمہاری خدمتیں جو اسلام کے حق میں ہوئیں
سب میں نے قبول کی ہیں یہ خدمتیں جنکی تمہاری بد نصیب
قوم نے کچھ قدر نہ کی ایسی بڑی عظمت کی ہیں کہ اُن میں سے
ہر ایک خدمت تمہاری ایسی ایسی سو کامیوں کا تلافی ہو سکتی
ہی لیکن حکایت اس بات کی تھی کہ تم میرے خاص بندے تھے تمہارا
رتبہ میرے ہاں بہت بڑھا ہوا تھا اسلیئے تمکو اپنا کام بہت احتیاط
سے کرنا مناسب تھا — سچ ہی جن کے رتبہ ہیں اُن کو سرا مشکل
ہی *

جو لوگ اپنے ساتھ بہت سی نیکیاں لائے تھے وہ پارچہ اپنی
غفلت اور تصور کے بھی اسی طرح سے خوشی خرمی جنت کو تشریف
لپکے اور پھر وہاں جو جو کچھ اُن کی خاطر و مدارات ہوئی وہ
بیان میں نہیں آ سکتی ما لامین رات ولا اذن سمعت ولا حظ علی
قلب بشر *

مگر وہ پیچھا فریب مسافر جو بالکل خالی ہاتھوں آیا مشکیں
بندھی ہوئی قیامت کے اُس ہولناک میدان میں دم بخورد کھڑا ہی

میں بھی خاک تمہارا پامنتی نہیں ہی سب حساب ہمارا دیکھا ہوا ہی
جسوقت تم روپیہ دیتے جاتے تھے ہم اُسی وقت دیکھتے جاتے تھے —
کیا خدا نے تم کو ان سب لوگوں کا نام بتلا دیا تھا کہ ان کا دینا
ثواب ہی یا جو کچھ ہے کہیں وہ سب سچ ہی ان سب پیسے کے
پانچوں نے تمکو دیا ہی انہوں نے دینے کے پردہ میں دنیا کمائی تمہارے
خوش کرنے کے واسطے بہت سے فتوے تمہاری مرضی کے مطابق لکھ دیئے
جس فتوے کو وہ درحقیقت غلط جانتے تھے اُسپر بھی انہوں نے تمہاری
عاطف سے مہربانی کر دیں — مدرسۃ العلوم مسلمانان میں روپیہ دینے کو
پورا بتایا تاکہ اُن کی روزی میں خلل نہ پڑے اور عہدہ رقبہ کی رقمیں
حکم کو گئے اور کبھی قمار تک نہیں لی عراۃ ہزاروں روپیہ کے مالک
تھے مگر زکوٰۃ کا پیسہ ہمیشہ لیتے رہے میس کے وارثوں کو ہمیشہ
اس بات کا یقین دلایا کہ میس کا اسباب ہم سے لوگوں کو دینے سے
میس کی روح کو ثواب پہنچایا گیا ایسے قریبی اور دغا بازوں کا دینا
اللہ کی راہ کا دینا ہی — اللہ کی راہ میں عالموں کی خدمت کرنی
تھی تو مدرسۃ العلوم مسلمانان میں مسلمان عالم مدرسوں کی
تنظیروں کے واسطے سرمایہ دیا ہوتا دیوبند اور علیگڑہ ہی کے مرہبی
مدرسے میں کسی مدرس کی تنصوۃ کی کفالت کی ہوتی یہی ہکر
نوشے اُس بد نصیب کو پھر ایک "اُونچے طبقہ پر لپکنے دھان سے اُسے
دیکھا کہ کچھ ارک ایک آنکھی کرتے میں پڑے ہوئے ہیں اور
خدا کا عذاب اُن پر نازل ہو رہا ہی — وہ روپیہ جو انہوں نے دغا
اور فریب سے حاصل کیا تھا سانپ اور بچھڑوں کی صورت میں اُن کے
بدن سے لپٹا ہوا ہی اور ان سرزی جانوروں نے کات کات کر تمام
بدن کو چھلنی کر دیا ہی مگر اُن کے ہاتھ کی انگلیوں پر سب سے زیادہ
تکلیف ہی وہ زہریلے جانوروں کے قنک کے اثر سے پانی پانی ہو کر
بہہ جاتی ہیں اور پھر دوبارہ یہی مصیبت برداشت کرنے کے واسطے تازہ
مجبلی پا کر اپنی حالت اصلی پر آجاتی ہیں — یہی شخص اُن کی
مصیبت اور عذاب کو دیکھ کر ڈر گیا اور خوف کے مارے کانپنے لگا اور
کچھ نہ پہچان سکا کہ یہی کون ارک ہیں تب نوشتوں نے اُس کو
بتلایا کہ یہی وہ مراری صاحب اور خواجہ صاحب اور مفتی صاحب
اور ملا صاحب ہیں جو دغا دیکر تجھ سے ہر سال رقمیں کی رقمیں
لیجاتے تھے اور تجھکو دھوکا دیکر اس صرف کو خدا کی راہ کا صرف
بتلا دیتے تھے ان کی صورتیں اب مسخ ہو گئی ہیں اسلیئے تو اُنکو
پہچان نہیں سکتا پھر اُس نے پوچھا کہ اُن کی انگلیوں پر کیوں ایسا
عذاب ہی نوشتوں نے نہا کہ انہوں نے بالکل بد نہتی اور تعصب کی راہ
سے نہ مصلحت یا اختلاف رائے کی وجہ سے ان انگلیوں سے مدرسۃ العلوم
مسلمانان میں چندہ نہ دینے پر مہربانی کی تھیں اور اس ذریعہ سے
انہوں نے تمام مسلمانوں کو خلت اور ادبار میں پڑے دھنے کی تدبیر

کی تھی اور اُن کی دینی اور دنیاوی ترقیات میں ہارچ ہوئے تھے اسلیئے
خدا نے اُن کی انگلیوں پر زیادہ سخت عذاب نازل کیا ہی پھر اُس
بد نصیب نے نوشتوں سے پوچھا انہیں لوگوں پر کیا منحصراً مدرسۃ العلوم
کی نسبت تو اور بھی بہت سے عوام آدمیوں کی رائے مخالف تھی نوشتوں
نے جواب دیا کہ وہ بھی انہیں حقیرات کے بہکانے سے تھے ملاوہ اس کے
ابھی اُن لوگوں کا معاملہ قیامی آنکھوں کے سامنے گذر چکا ہی
جنہوں نے نماز و روزہ میں کمالی کی تھی اور کرنے دیکھا کہ خدا
اُس پر کس قدر غصہ ہوا وہ کیا بات تھی وہ بھی بات تھی کہ وہ
لوگ خدا کے خاص بندوں میں تھے اُس سے ایسی حرکت کا ہونا نہایت
نا پسندیدہ تھا علیٰ ہذا الیاس یہی لوگ جو عالم اور فقیہ اور ملاں اور
مفتی اور مجتہد کہتے تھے اور انہوں نے علم حاصل کیا تھا دین کی
کتابیں پڑھی تھیں ہر طرح کی سمجھ رکھتے تھے اُن کا کام یہ تھا
کہ لوگوں کو نیک کام پر رغبت دلاتے نہ یہ کہ اُنہوں نے اُڑ
اُن کو گمراہ کیا اسی لیئے خدا نے ان پر سخت عذاب نازل کیا ہی
اور نہیں معلوم کہ کب تک اُن پر یہ عذاب قائم رہتا ہی *

تب وہ بد نصیب گنہگار جو خالی ہاتھوں خدا کے ہاں آیا بہت
بچتا اپنے اور تمام کاموں کو جن پر اُس کو بہت پوروسہ تھا اس
طرح اڑتی ہوئی عالم کی طرح پرباد ہوتا ہوا دیکھ کر بہت روہا
مگر پھر کچھ یاد کر کے اور ہمت باندھ کر سنبھل بیٹھا اور ایک زندہ
آواز کے ساتھ نوشتوں سے اُس نے کہا کہ میں نے اپنے جیتے جی بہت سی
مسجدیں راہ خدا میں تعمیر کرائی ہیں اُن کا حساب کہاں ہی جن
زمینوں پر میں مسجدیں بنوائیں وہ مجھکو کچھ بہکانے نہیں آئی
تھیں جو ایٹیں اور مصالح جیتے اُن مقدس اور پاک عمارتوں میں
صرف کیا تھا اُس بے زبان نے کچھ اس کاہ کے واسطے میری خوشامد
نہ کی تھی یہ کام میرا اس طرح اکارت ہوکا — نوشتوں نے وہ سب
حساب اُس کو دکھا دیا جن مسجدوں میں ہزار ہا روپیہ صرف ہوا
تھا اور جن پر اُس کمبخت کو بہت قاز تھا وہ بالکل راہ خدا کے
حساب میں سے خارج کر دی گئیں تھیں اُن میں سے کسی کی نسبت
تو یہ لکھا ہوا تھا کہ گائوں کے ٹھاکروں سے بیدخلی کاشت پر نزاع
ہوا تھا اُن کو رنج دینے کے واسطے یہ مسجد اُن کے مندر کے پاس
بنائی گئی ہی ہم سے اس مسجد سے کچھ واسطہ نہیں اور کسی کی
نسبت حساب میں یہ یادداشت تحریر تھی کہ اسپر ایک بڑا کتبہ
قائم کیا گیا تھا جس پر اس کے بنانے والے نے اپنے آپ کو حاتم دوزان
اور حامی دین و ایمان لکھوایا تھا اور اُس سے یہ فرض تھی کہ
میرا نام نیک اس کے ذریعہ سے دنیا میں قائم رہی چنانچہ جب تک
وہ مسجد زمین پر قائم رہی اُسکا وہ مقصد دنیا میں حاصل رہا ہمارے

غلیظت ہی بڑی حوشی کی بات تو یہ ہے کہ اس درجہ کے لوگ ایسی ترقی کریں جو اس تہذیب میں بہت سی اول درجہ کی گاڑیاں اُلکے واسطے واپس لگائی جائیں ورنہ کم سے کم اس قدر کوشش اُن کو ضرور کرنا چاہیئے کہ اگر وہ پہلے درجہ کے لوگ چلتی ہوئی خدا دراز کرے اور اُن کو ابھی مدت تک صبر و تدبیر رکھے جو وقت اپنی منزل پروردی کر کے اپنی گاڑی میں سے اُتریں اور ازل کے اسٹیشن ماسٹر کو اپنا ٹکٹ بحالہ کریں تو یہ دوسرے درجہ کے لوگ اُن کے جانشین ہر جاویں اور اس تہذیب کی اُن معزز گاڑیوں کو خالی نہ چھوڑیں *

درمیانی درجہ تھوڑے روزوں سے دھل گئی تھیں میں شامل
ہوا ہی یہ اُن لوگوں کی زندگی کے تھیک تھیک مناسب ہی جو
کچھ تھوڑے روزوں سے زمانہ کے حالات پر غور کرنے لگے ہیں اور اپنے
آپ کو پسند حال سے نکالنے کی فکر میں ہیں لیکن بے استطاعتی یا
کم ہمتی سے ابھی اوپر کی منزل گازیوں میں جانے سے چھٹکتے ہیں
مگر اُمید ہی کہ وہ سب اعلیٰ درجہ میں رفتہ رفتہ ترقی کر پتگیں ۛ

سب سے اخیر درجہ ریل کا چراب تیسرا درجہ پہلے تھا ہی اُن عالم
انسانوں کی زندگی ہی جنکی اصلاح اور ترقی میں معزز کاریوں والے
کوشش کر رہے ہیں اور تھوڑے بہت فاصلہ ہے اُن کے ساتھ ساتھ اس
قریب میں اپنی زندگانی ملے کر رہے ہیں اُن کی دلی خواہش یہ ہے ہی
کہ اس ذیل درجہ میں سے سب ارگوں کو نکالکر معزز درجہ کی
مختلف کاریوں میں سوار کردیں لیکن مجبوری یہ ہے کہ خود
اس قدر مقدور نہیں رکھتے جو سب کے لیئے اعلیٰ درجہ کا تکف
لے دیں اور اس ذیل درجہ کے پیٹھنے والے صرف ہمت نہیں کرتے *

فرض کہ جہاں تک غزوہ ٹیپچینے ویل کی تدریس اور انسانوں کی زندگی بہت سے حالات کے لحاظ سے یکساں طریقہ سے چل رہی ہے یہاں تک کہ ہم درحقیقت کسی ملک کی ویل کی تدریس کو دیکھ کر یہہ دریافت کر سکتے ہیں کہ اس ملک کے انسانوں کی زندگی کس طرح پور پور ہوتی ہے ہمارے ملک کی تدریس میں سب سے پہلے درجہ میں مسائروں کی بہت کثرت ہوتی ہے جسکا نتیجہ ملک کی حالت کے ٹھیک ٹھیک مناسب ہی ہوتی ہے سب تباہی اور خرابی میں مبتلا ہیں معزوں درجہ کی گاڑیوں میں پیکانہ ملکوں کے کالی کرتی والوں کے سوا اس ملک کے سفید پوش بہت ہی کم نظر آتے ہیں چنانچہ مابہر ہی کہ ہمارے اس تمام علی غول میں بہت کم ایسے ہیں جو درحقیقت اصلی عزت کے مستحق ہیں *

آپ میں اپنے مسلمان بھائیوں سے یہ منہ عرض کرتا ہوں کہ وہ اس غراب اور ذلیل حالت سے بالا تر درجوں میں ترقی کرنے کی فکر کریں اور جو لوگ اس عمدہ کام میں اُن کی دستگیری کر رہے ہیں اُن کی نصیحتوں کو تمام تر شکر گذاری کے ساتھ سنیں اور اُن پر عمل کریں والسلام *

حساب سے اُس کو کچھ سرکار نہیں ہی البتہ چند چھوٹی چھوٹی مسجدوں اور بعض پرانی مسجدوں کی مرمتوں کو راء خدا کے حساب میں شامل کیا گیا تھا اور اُن کا ثواب بھی جاری تھا فوہتوں نے اُس پر نصیب سے کہا کہ صبح اور شام ایک ایک جام تھنکے پانی کا جو تجھ کو مل جاتا ہی وہ اسی ثواب کی رحمت سے ہی بہہ سکتا رہے۔
چند نصیب پھر رونے لگا اور اپنی زندگی کی حالت پر بہت افسوس کیا مگر تھوڑی سی مزاحمت کے بعد اُس نے بھی اُس مفلس مسافر کی طرح جس کو اپنا ٹکٹ گمانے کی بدولت کچھ روزوں جیلخانہ میں رہنا پڑا عذاب سے رہائی پائی *۔

پھر جسے طرح رنگ کی ڈریں میں گڑیاں مختلف درجہ کی ہوتی
 ہیں کوئی شاہی گڑی ہی اور کوئی امراء شاہی کی کوئی اول درجہ
 کی کوئی دوم درجہ کی کوئی درمیانی درجہ کی اور کوئی سب سے آخر
 کا درجہ — اسی طرح انسانوں کی زندگی کی تہوں کا حال ہی وہ
 بھی مختلف درجوں میں منقسم ہے شاہی گڑیوں سے انبیا صلوٰۃ اللہ
 علیہم اجمعین کی زندگی مراد ہے جنہوں نے اپنی تمام تمام عمریں
 اپنی اُمت کی اصلاح حال میں صرف دُور اُن سے گالیاں سنیں پتھر
 کھائے مگر ہمیشہ اُن کو دعاے خیر سے یاد کیا اور بڑے استقلال مگر
 جلاکت اور نرمی کے ساتھ اپنا کام کرتے رہے *

اس کے بعد امراء شاہی کی گاریوں کے مقابلہ میں نیپوں کے
صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زندگی ہی جو بالکل انہیا کے
قدم قدم چلے اور جن کاموں کی پینیاں اُن کے ذہنی قبال کئے اُس کو
انہوں نے ویسے ہی استقلال اور تحمل کے ساتھ پورا کیا *

ویک کے اول درجہ کی گاڑیوں کی مناسبت میں اُن عالی رتبہ
 لوگوں کی زندگی ہی جنہوں نے عام مشغول اور اپنی قوم کی بھلائی
 میں اپنا وقت اپنا آرام اپنا مال صرف کیا اور کر رہے ہیں جنکی بھلائی
 چاہتے ہیں وہی برائی پہونچانے پر مستعد ہیں جن کے ساتھ دوستی
 کرتے ہیں وہی دشمنی سے پیش آتے ہیں جن پر اپنی جان قربان
 کرتے ہیں وہی گلے کا ہار ہوتے ہیں جنکی حمایت کرتے ہیں وہی
 مخالفین پر کمزور کستہ ہیں — جنکے اسلام کو مضبوط کرنا چاہتے ہیں
 وہی کفر کے فتورے سناتے ہیں — اور یہ خدا کے شیر اپنی قوم سے
 برا بھلا سنتے ہیں اور خورشیں ہیں کفر کے فتورے سنتے ہیں اور پھول
 نہیں سماتے قوم کی ہمتیاں اور ناانقیایں دیکھتے ہیں مگر ہمت
 نہیں ہارتے — میرے نزدیک اسی درجہ کے انسانوں کو وارث انبیاء
 کہنا صحیح ہی الحافہ اور مشغول اور ریاضیات اور ادب وغیرہ میں
 لاجواب ہونے اور صاحب جہد و دستار بن جانے سے انبیاء کا ورثہ
 نہیں مل سکتا — فر بھی چیزے دیگر آماس چیزے دیگر *

ریل کے درجہ کی گاڑیوں کے مقابلہ میں فی زمانہ ان لوگوں کی زندگی ہی جو اول درجہ کے لوگوں کی مدد کر رہے ہیں اور ان کے لواحقین کی تکمیل میں سامی ہیں ایسے لوگوں کا رجوع بھی یہی ہے

تہذیب و شایستگی

تہذیب الاخلاق
پہم معلوم سنہ ۱۹۹۱ ہجری
مطابق سنہ ۱۳۰۵ قمری

تہذیب و شایستگی

نمبر ۱۷۵

تہذیب و شایستگی

اصل شایستگی خیال کی شایستگی ہی

ہمارے اس زمانہ میں شایستگی اور تہذیب جو بہت بھٹک چکی ہے اور مسلمانوں میں اُس کی نسبت ایک گرم مباحثہ قائم ہے اور لوگوں کی مختلف رائیں دور ہی ہیں کوئی طرز لباس کو شایستگی جو بہت کچھ موثر سمجھتا ہے اور کوئی کھانا کھانے کے طریقوں کی تبدیلی کرتا چاہتا ہے کسی کو ایک بات مہذب اور شایستہ معلوم ہوتی ہے دوسرا اُسی کو نامہذب اور نا شایستہ ٹھہراتا ہے — کوئی اپنی کھیتی جوڑی اور جیت و دستار میں غرض ہے کہ شایستگی را سمجھیں شاید — کوئی انگریزی ہرٹ چڑھائے اپنے کورٹ و پتلون پر غصہ ہے کہ تہذیب ہمیں یک معنی دارہ — مگر میری ذات میں یہ سب کچھ اور پکھیزے ہیں اور اصل شایستگی خیال کی شایستگی ہے *

تہذیب و شایستگی کا عمدہ اور اعلیٰ منشاء یہ ہے کہ انسان اس طرح پر اپنی زندگی بسر کرے جس سے اپنی ذات بھی ہمیشہ آرام اور خوشی اور تندرستی کے ساتھ رہے اور دوسروں کو بھی اُس سے فائدہ پہنچے اور اچھے وسیلے ہم پہنچائے جاویں جن سے ہر قسم کی مشکلات پر غالب آتا ہو اور ہر قسم کی خوشی اور راحت حاصل ہوتا آسان ہو جاوے — پس جس انسان کے دماغ میں ایسی قوت ہو کہ وہ ان تمام باتوں پر قادر ہو سکے اُسی کو ہم شایستہ کہہ سکتے ہیں اور اسی کا نام خیال کی شایستگی ہے باقی وہ امور جو طرز معاشرت اور طریق تمدن سے علاقہ رکھتے ہیں وہ انسان کی ہر زندگی کے ایسے خارجی اسباب ہیں جن پر ایک شایستہ اور مہذب آدمی ملک کے مختلف مہموں اور آب و ہوا وغیرہ کے لحاظ سے اسباب پر غور کر سکتا ہے کہ ان امور میں سے کس امر سے مجھ کو آرام ملیگا اور کس سے میں بھڑکی تندرست رہ سکتا ہوں اور کون سی چیز میری خوشی کو بڑھا سکتی ہے اور میرا کونسا کام دوسروں کے لیئے مفید ہو سکتا ہے — اور پھر جو رائے قائم ہو اُس پر ہر مائل انسان کو عمل کرنے کا حق ہے لیکن خیال کی شایستگی اور درستگی سے پہلے اُن امور میں سے کسی کو تغلید اختیار کرنا اور کسی کو ترک کرنا انسان کو شایستہ نہیں بنا سکتا *

جس آدمی کا خیال شایستہ ہے اُس کے تمام کام خود بخود ایسی عمدہ ترتیب سے انجام پاتے ہیں جس سے وہ تمام خوشیاں اور آرام جو تہذیب و شایستگی کا نتیجہ ہیں بالضرور حاصل ہوں — نامہذب آدمی کے تمام کام ہمیشہ بے ترتیب ہوتے ہیں جن سے زندگی

اور تلخ ہو — مہذب آدمی کی مثال بالکل انسان کی تندرستی کی سی ہے — جب تک انسان تندرست ہوتا ہے اُس کے تمام اعضا اپنے اپنے موقع سے وہ تمام کام خود بخود کرتے رہتے ہیں جو انسان کی راحت اور خوشی بڑھانے کا فریضہ ہوں اور رنجوں اور تکلیفوں کو دور کریں — جن آدمیوں کا خیال شایستہ نہیں ہوا ہے اور وہ کسی شایستہ اور مہذب قوم کی چند رسموں اور دستوروں کی تقلید ہی کو شایستگی سمجھتے ہیں اُن کی مثال بالکل ایک ایسے مریض کی سی ہے جو تندرستوں کی سی حرکتیں کرتا چاہتا ہو — مگر کسی طرح اُس مریض کی یہ حرکتیں ایک تندرست آدمی کے کاموں کی برابر نہیں ہو سکتیں — اسی طرح جن لوگوں کے ابھی خیال شایستہ نہیں ہوئے اُنکے بعض تقلیدی طریقے اُن کو مہذب اور شایستہ نہیں کر سکتے *

پس مسلمانوں کو لازم ہے کہ سب سے پہلے اپنے خیالات کو عمدہ کریں اور اگر اُن کے خیال عمدہ ہو گئے تو سب قسم کی ترغیبات خود بخود اُن میں ہوجاؤں گی ورنہ تقلیدی شایستگی سے کچھ کام نہیں چل سکتا ابھی ایسی تہذیب ہے پوروں کے ٹھلنے کی توقع نہیں ہو سکتی جسکا سلسلہ ایک مستحکم جوتک نہیں پہنچتا کہ دیکھنے والوں کی نظروں میں وہ کبھی ہی سرسبز اور شاداب معلوم ہوتی ہو * اور خیالات اُس وقت تک عمدہ نہیں ہو سکتے جب تک دوسروں کے خیال سے معارضہ نہ کیا جاوے جس طرح مال و دولت پھیر بدل سے بڑھتا ہے اسی طرح خیال کی بھی ترقی ہوتی ہے جب آدمی تعصب کو چھوڑ کر دوسروں کی رائے اور دوسروں کے خیال پر غور کرتا ہے اور اپنے خیالات سے دوسروں کو مطلع کرتا ہے اور پھر دونوں رایوں اور دونوں خیالوں کا باہم مقابلہ ہوتا ہے اور ایک خیال صحیح اور دوسرا خیال غلط یا ایک کامل اور دوسرا لائق اصلاح معلوم ہونے لگتا ہے تب رفتہ رفتہ انسان کا خیال ترقی کرنے لگتا ہے اور جب یہ ترقی کامل ہو جاتی ہے تو انسان مہذب اور شایستہ کھلانے کا مستحق ہوتا ہے *

انسان کے خیال کی ترقی بالکل اس طرح سے ہوتی ہے جس طرح کوئی شخص درجہ بدرجہ سینئروں پر چڑھتا ہے اور کسی بلند رینجہ کو ملے کرتا ہے فرق صرف یہ ہے کہ رینجہ کو ملے کرتے وقت انسان خود بھی دیکھتا جاتا ہے کہ کس قدر دوری میں ملے کر چکا ہوں اور کس قدر دوری ابھی باقی ہے خیال کی ترقی میں انسان کو خود اچھی طرح معلوم نہیں ہوتا کہ میں نے کس قدر ترقی کی لیکن اور دیکھنے والوں کو معلوم ہو جاتا ہے *

انسان ایک وقت میں ایک عمدہ اور نہایت عمدہ کام کو اس قدر برا جانتا ہے اور اپنے نزدیک اُسکی پرائی کا ایسا قطعی فیصلہ

کر لیتا ہے کہ اُس رائے کے برخلاف تذکرہ کرتا بھی قبول سمجھتا ہے
خیال کی یہ حالت اُس وقت ہوتی ہے جب تک وہ ترقی کے ذینہ
پر قدم نہیں رکھتا *

مگر جب ایسی گفتگوئیں اُسکے سامنے برابر جاری رہتی ہیں تو
یہ شخص اُن کو سن سن کر پیچ و تاب کھاتا ہے اور اپنی مخالف
راہوں کو رد کرنے لگتا ہے بہت سے دلائل اپنے خیال کی تائید میں
پیدا کرتا ہے اور بڑی جد و جہد سے اپنی مخالف راہوں کے جواب
دینے کی فکر میں پڑ جاتا ہے۔ یہ حالت خیال کی ترقی کی پہلی
سیڑھی ہے *

جب کوئی آدمی اس سیڑھی پر چڑھ گیا تو اب وہ ایک ایسے
مباحثہ میں پڑا جہاں بالضرورت موافق اور مخالف رائیں اُسکو
دیکھنی پڑتی ہیں کچھ عرصہ تک وہ پہلی ہی سیڑھی پر قدم
مضبوط گاڑے ہوئے رہتا ہے مگر آخر کار اُسکا خیال اس بات پر
غور کرنے لگتا ہے کہ ان دونوں راہوں میں سے کون سی صحیح ہے
اور کون سی غلط یہ حالت خیال کی ترقی کی دوسری سیڑھی ہے *

سچائی کا یہ ذاتی وصف ہے کہ اگر انسان اُس پر بغیر کسی
تعصب کے غور کرتا رہے تو بے شک اُسکو سچائی کا اقرار کرتا پڑتا ہے
اور میں یہ کہتا ہوں کہ اگر شخص سے شخص تعصب کے ساتھ بھی
کسی بات پر برابر غور اور مباحثہ جاری رہے تو یہی ایک بڑا ایک دن
سچائی غالب ہو رہیگی مگر بہت دیر کے بعد جس جن راہوں پر انسان
دوسری سیڑھی پر کھڑا ہوا غور کرتا ہے اگر اُن میں سے وہ رائے
جسکو وہ پہلے برا جانتا تھا درحقیقت سچ ہوتی ہے تو بلاشبہ انسان
اُسکو اپنی استعداد کے موافق غور و خوار پدید قبول کر لیتا ہے
اور یہاں وہ انما یستجیب الذین یسمعون کا مصداق بنتا ہے یعنی
بات کو قبول وہی کرتے ہیں جو سنتے ہیں۔ یہ حالت خیال کی
ترقی کی تیسری سیڑھی ہے *

اس سیڑھی پر پہنچ کر آدمی اُس رائے کو جسکے برخلاف ایک
دن گفتگو تک کرتا قبول خیال کرتا تھا اب غلط سمجھنے لگتا ہے اور
کچھ مدت تک وہ اسی تیسری سیڑھی پر کھڑا رہتا ہے وہ اوروں کو
چوتھی سیڑھی پر چڑھنے دیکھتا ہے مگر خود ارادہ نہیں کرتا وہ
اپنے ساتھیوں کو ایک کام کرتے ہوئے دیکھتا ہے جس کو وہ صحیح
تسلیم کر چکا ہے مگر اُسپر عمل کرنے کو وہ اچھا نہیں جانتا۔ وہ
اہل کتاب کے ساتھ مواضع کو اب برا نہیں جانتا اُس کو مستحق
ہذاب الہی نہیں سمجھتا اور آخر کار اُس کی منہمکوں کا بھی اقرار
کرنے لگتا ہے مگر نہ آپ اُس کے کرنے کی جرأت رکھتا ہے نہ
دوسروں کے اس عمل کو پسند کرتا ہے مگر کچھ دنوں کے بعد وہ
چوتھی سیڑھی پر چڑھتا ہے۔ یہاں بھی وہ اُس کام کو اختیار

نہیں کرتا جس کو خود اچھا جان چکا ہے مگر اتنا فرق ہو جاتا ہے
کہ یہاں پہنچ کر وہ دوسروں کو بھی اُس کام کی وجہ سے برا نہیں
سمجھتا اُن کو ملامت کرتا چھوڑ دیتا ہے جو حقارت اور نفرت اُس
کے دل میں اُس کام کے اختیار کرنے کے سبب سے اوروں کی طرف سے
ہوتی ہے وہ اب باقی نہیں رہتی۔ ہمارے بعض دوستوں کا قول
ہے کہ جن لوگوں کے خیال کی ترقی اس چوتھے درجہ تک پہنچتی
ہے وہ تہذیب و شایستگی کی پوری پوری یا دارالعلوم میں داخلہ کا
امتحان پاس کر لیتے ہیں *

اس کے بعد جب آدمی دوسروں کو وہ کام کرتے ہوئے دیکھتا ہے
جس کا مفید ہونا اُس کو تسلیم ہے اور اُن کا وہ فعل اُس کو ناگوار
نہیں معلوم ہوتا تو تھوڑی دیر دم لیکر اب وہ پانچویں سیڑھی
پر آتا ہے یہاں وہ اس تردد میں پڑتا ہے کہ میں بھی اس کام کو
کروں یا نہ کروں۔ دوسروں کو مفید کام کرتے ہوئے دیکھ کر جی
بہت لالچاتا ہے مگر جرات نہیں ہوتی۔ عقل بالکل آگے چلتی ہے
وہ بہت دلاتی ہے مگر مصلحت + دماغ نہیں چھوڑتی۔ اس
پانچویں سیڑھی پر بڑی بے چینی سے گذرتی ہے صبح کو ارادہ ہوتا
ہے کہ آج تو مسلمان ہو رہی جائیئے مگر شام پہر ویسی ہی تاریک
آئی ہے جیسی گذری ہوئی شام تھی شام کو یہ قصد ہوتا ہے کہ
کل درجہ بادآباد مگر صبح کو آفتاب کا قہر ناک چہرہ پہر ویسی ہی
ہیبت طاری کر دیتا ہے جیسی کل تھی *

لیکن آخر کار ہمت موداں مدد خدا ایک دن یہ مشکل مقام
بھی طی ہو جاتا ہے اور خدا کا نام لیکر آدمی اُن کاموں کو خود
کرنے لگتا ہے جن کو وہ ایک دن نادانی اور نا سمجھی سے برا سمجھتا
تھا اور اب بہت سے مباحثوں اور گفتگوؤں اور غور و قائل کے بعد
اُن کو نہ صرف پراپی سے بڑی خیال کرتا ہے بلکہ اُن کے مفید اور
قہایت مفید ہونے پر کامل یقین کر لیتا ہے۔ یہ حالت انسان کے
خیال کی ترقی کی چوتھی سیڑھی ہے *

اس سیڑھی پر قدم رکھتے ہی آدمی کو معلوم ہوتا ہے کہ اب
وہ ذینہ ختم ہو گیا اور اب وہ ایک ایسے بلند اور خوش فضا سطح پر
پہنچ جاتا ہے جس کی خوبیاں بیان سے باہر ہیں اور ہر ایک
سیڑھی پر جتنی جتنی دیر گزرتی تھی اتفاق ہوا تھا اُس پر افسوس
کرتا ہے۔ اب وہ دیکھتا ہے کہ اُس نہایت ہی دلکش میدان
میں جا بجا صاف اور شہزاد چہرہ اور نہریں جاری ہیں سیڑھی نے
تمام میدان پر نرہ زمر دین بچھ دیا ہے۔ مختلف قسم کے پھول اور

+ یہ ایک ہنسی ہے اُن لوگوں کی جو کسی کام کی غریبی کو
مقلد تسلیم کرتے ہیں مگر مصلحت کا غور کرتے ہیں حالانکہ عقل اور
مصلحت بالکل ایک ہے۔

پڑھے اور درخت جدا لطف دیکھا رہے ہیں۔ پھر ان خوش الحان اپنی اپنی بولیوں میں اپنے پروردگار کی یاد میں مصروف ہیں وہاں اگر کوئی ناہموار مقام بھی تو نہایت ہی دلچسپ دکھائی دیتا ہے اور وسط میں ایک چشمہ کے کنارے پر نہایت خوبصورت ایک میلار ہے اور اُس پر مرتے مرتے ملائی حوٹوں میں عربی خط سے یہ عبارت لکھی ہوئی ہے :

دنیا میں خدا کی یہ رحمت خاص اُن مسلمانوں کے واسطے ہے

جو چہرے سیزہیاں بن کر رہے یہاں تک پہنچے جاویں *
میں نے ایک مقابلہ کے اونچے قیلے پر چڑھ کر اس تمام کیفیت کو دیکھا۔ میں نے دیکھا کہ اُس گلستان ہمیشہ بہار میں جا بجا نہایت ہی قریب کے ساتھ بہت ہی ہر تکلف بہت سے نقش اور آرام چوکیاں پتھر سے بنی ہیں۔ بہت سے لوگ مجھ کو اُن تختوں اور آرام چوکیوں پر بیٹھے ہوئے معلوم ہوئے لیکن نہ میں اُن لوگوں کی صورت پہچان سکا نہ اُن کی ہرلی کچھ سیڑی سمجھ میں آئی مگر سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ لوگ مصر اور فلسطینیہ اور تونس وغیرہ کی طرف کے مسلمان ہیں جو ان چوکیوں سیزہیوں کو بنے کر چکے ہیں اور اب خدا کی رحمت کے مزے لوتے رہے ہیں *

میں اُن بہت سے شخصوں میں سے صرف دو شخصوں کو پہچان سکا جن کے نقش میدان کے کنارے پر اُس مقام پر بیٹھے ہوئے تھے جہاں وہ زینہ ختم ہوتا ہے ایک تخت پر میں نے سید احمد خاں کو دیکھا کہ تہذیب الاخلاق کی بہت سی نفیس نفیس اور سنہری جلدیں اُن کے سامنے رکھی ہوئی ہیں اُن میں سے وہ کسی کسی جلد کو اُٹھا کر کوئی کوئی مضمون ہندوستان کے مسلمانوں کو سنا رہے ہیں اور جس صدمہ مقام پر وہ عرصہ موجود ہیں اور جہاں کی غریبیاں وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں اُس کو بڑی دلہری اور محبت کے ساتھ اُن لوگوں کو سمجھاتے ہیں جو اُس زینہ کے نیچے گروہ در گروہ نہایت بے ترتیبی اور بے سر سامانی کی حالت میں اپنی زندگی بسر کر رہے ہیں اور زبان حال سے یہ کہتے جاتے ہیں :— یا لیسا قریبی

یہاں *
میں نے اُس قیلے پر سے دیکھا کہ کوئی مسلمان جس کے کان میں

سید احمد خاں کی آواز پہنچتی ایسا باقی نہ رہا تھا جس نے اپنی جگہ سے حرکت نہ کی ہو۔ میں نے دیکھا کہ تمام مسلمان ہرلی آواز پر اُٹھ کھڑے ہوئے اور اُس خیال کی ترقی کے زینہ کی طرف کو دوڑے اور جیسی جس کی استعداد اور قوت تھی ویسی ہی اُس نے ترقی کی بعض ضعیف الجثہ اور کم ہمت یا ناپیدا اور لوہے لنگڑے ابھی پہلی سیزہی تک بھی نہیں پہنچے ہیں باقیوں میں کوئی پہلی سیزہی پر ہی کوئی دوسری سیزہی پر کسی نے تیسری سیزہی تک

ترقی کر لی ہے اور کوئی چوتھی سیزہی پر پہنچ گیا ہے اور بعض جو بہت ہی عقلمند اور ذہنی اور حس و چالاک تھے وہ پانچویں سیزہی تک بھی پہنچ گئے ہیں جو لوگ پانچویں سیزہی پر پہنچ گئے ہیں اُنکو سید احمد خاں ہاتھ پڑھا کر اپنی برابر لے لیتے ہیں چنانچہ میں نے دیکھا کہ انہوں نے پانچویں سیزہی پر سے ایک شخص کا ہاتھ پکڑ کر اوپر کو کھینچ لیا وہ بھی اُس پر رضا میدان کی راحتوں اور خوشیوں کا لطف حاصل کرنے لگا اور سید احمد خاں کی برابر اپنی آرام چوکی سے ہاتھ لگا کر کھڑا ہو گیا۔ میں نے جب غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ آٹھ پہلی مولوی سید مہدی علی صاحب ہیں جو اپنی چستی اور رسائی عقل سے بہت جلد چہرے سیزہیاں بن کر گئے اُن کو میں اس صدمہ مقام میں پہنچا ہوا دیکھ کر بہت ہی غرض ہوا مولوی سید مہدی علی صاحب نے بھی ایک جلد سید احمد خاں کے سامنے سے اُٹھا لی اور انہوں نے بھی اُس کے مضامین بار بار پڑھ کر لوگوں کو سناتے شروع کیے جو یا زینہ بن کر رہے تھے یا زینہ کے نیچے اُس پر چڑھنے کی فکر میں کھڑے ہوئے تھے *

میں نے ایک اور مولوی صاحب کو بھی دیکھا جو چوتھی سیزہی سے پانچویں سیزہی پر چڑھنے کی تیاری کر رہے تھے اور منقریب پانچویں سیزہی پر پہنچنا چاہتے تھے مگر انہوں نے مجھے دور سے اشارہ سے منع کیا کہ میرا نام ابھی کسی سے نہ لیتا انہوں نے بھی سید احمد خاں کی ہاں میں ہاں ملانا شروع کر دی اور جو بات وہ سید احمد خاں سے قریب ہونے کی وجہ سے اچھی طرح سنتے اور سمجھتے تھے اُس کو نیچے سیزہیوں والوں کو سمجھانے لگے *

پہلی اور دوسری سیزہیوں والوں کی کیفیت دیکھ کر مجھ کو بے اختیار ہنسی آئی میں نے دیکھا کہ وہ سید احمد خاں کی آواز سنتے ہی دوڑے اور کوئی پہلی اور کوئی دوسری سیزہی اُس زینہ کی بنے کر گیا گویا سید احمد خاں کے منشاء کی پوری تعمیل میں مصروف ہیں لیکن باایں ہمہ وہ سید احمد خاں سے مستطاب ہو کر زبان درازیاں کرتے جاتے ہیں اُن میں سے کوئی کہتا ہے کہ سید احمد خاں کی ایک مس سہو کوئی کہتا ہے کہ بالکل اُس کے برخلاف کام کرو یہ کہتے جاتے ہیں اور اوپر کو چڑھتے جاتے ہیں۔ سید احمد خاں بھی اُن کی اس حالت کو دیکھ کر مسکرا پڑے اور کہنے لگے کہ کیسے پائل آدمی ہیں جس کام کو کرتے جاتے ہیں اُسی کو برا کہتے ہیں جس راحتہ کو دند کرتے ہیں اُسی طرف کو چلتے جاتے ہیں مگر تابہ کے تین سیزہیاں ان کو بھی طے کرنا باقی ہیں سمجھو دار ہوتے جاں طے کر لیتے نادان ہیں پدیر بنے کرینگے *

یہ مزے مزے کی باتیں دیکھ کر میں اُس قیلے پر سے اُتر آیا اور اُس وقت سمجھا کہ سید احمد خاں کے تہذیب الاخلاق نے ہندوستان کے مسلمانوں میں کیا اثر پیدا کیا ہے اور آئندہ کیا اثر پیدا کریگا *

راقم
مشتاق حسین

بمقام علیگڑہ — مطبع علیگڑہ انسٹیٹیوٹ میں چھپا اور حافظ

محمد عبدالرزاق کے اہتمام سے شایع ہوا

THE
MOHAMMEDAN
SOCIAL REFORMER

تہذیب الاخلاق

[جلد پنجم] یکم صفر سنہ ۱۲۹۱ ہجری سنہ ۱۳۰۵ نبوی [نمبر ۲]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اطلاع

بخدمت ممبران و خریداران و ناظرین

تہذیب الاخلاق

اس پرچہ کی بابت جس صاحب کو کچھ خط و کتابت کوئی منظور ہو یا خریداری اس پرچہ کی مد نظر ہو یا کوئی مضمون اس پرچہ میں مندرج ہونے کے لئے بھیجنا ہو یا زر قیمت اخبار یا زر چندہ یا کچھ روپیہ بطور قرضیشن کے عنایت فرمانا ہو تو سید احمد خاں صاحب بہادر سی ایس آئی پاس بمقام پناوس بھیجا جاوے فرستہ تمام خط و کتابت بابت اس پرچہ کے انہی سے کی جاوے کیونکہ یہہ پرچہ علیحدہ میں چھپکر ان کے پاس چلا جاتا ہے اور وہاں سے تقسیم ہوتا ہے اور تمام حساب کتاب اسکا سب ان کے پاس رہتا ہے * اس پرچہ میں صرف مضامین مفیدہ جو مسلمانوں سے متعلق ہیں چھاپے ہوتے ہیں اور اس سبب سے اخبار اصناف و دیار اس میں مندرج نہیں ہوتے — مقصود اس پرچہ کے اجراء سے یہہ ہے کہ مسلمانوں کی حسن معاشرت اور تہذیب کی ترقی ہو اور جو غلط اوہام مذہبی اس ترقی کے مانع ہیں اور درحقیقت وہ مذہب اسلام کے برخلاف ہیں وہ بھی مٹائے جائیں *

اطلاع

تشریح قیمت و مصرف منافع

تہذیب الاخلاق

جسقدر روپیہ بابت اس پرچہ کے بطور چندہ خوارہ بطور قیمت وصول ہو وہ کسی خاص شخص کی ملکیت نہوگا بلکہ اس پرچہ کے اجرا و ترقی میں صرف کیا جاوےگا * جن درستوں نے شریک ہوکر اس پرچہ کو جاری کیا ہے اور ساتھ روپیہ سالانہ اس پرچہ کے اجرا کے لئے بطور امداد دیتے ہیں وہ اس پرچہ کے متعلق معاملات میں بطور ممبر کے متصور ہیں ان کو اختیار ہے کہ اگر چاہیں تو اُور کسی کو بھی بطور ممبر اپنے ساتھ شریک کریں اور جو شخص اس طرح پر شریک ہوگا اُس کو بھی ساتھ روپیہ سالانہ دینا ہوگا * یہہ پرچہ ہر مہینے میں ایک بار یا دو بار یا تین بار جیسا کہ مقتضای مضامین ہوگا چھپا کر یکا خریداروں کو چار روپیہ سالانہ قیمت پیشگی دینی ہوگی اور اخراجات روانگی پرچہ سے ان کو کچھ تعلق نہوگا * اگر کوئی شخص کوئی خاص پرچہ خریدنا چاہیگا اُس کو نی پرچہ چار آنہ سے اخراجات روانگی پرچہ دینا ہوگا *

مضمون نمبر ۱۷۶

اسلام کی دنیوی برکتیں

FOR OBVIOUS EFFECTS WHICH ISLAM
HAS PRODUCED UPON THE WELFARE
OF MANKIND.

ہم اس مقام پر اسلام کی دنیوی برکتیں بیان کرتے ہیں اور دکھاتے ہیں کہ قرآن نے انسان کی اصلاح معاش کی باتیں کیونکر سکھائیں اور یہ کہ ہم کو اپنے ہمجنسوں سے کس طرح سلوک کرنا چاہیئے اور باہم کے معاملات میں کس طرح پر پرتاؤ عمل میں لانا چاہیئے اور حسن معاشرت کی ترقی کیونکر اسلام کی وجہ سے ظہور میں آئی اور بنی نوع کی بہبودی اور سلامتی اور کافہ انام کی جان و مال کی حفاظت کی کیا وصیتیں فرمائیں اور بادشاہ سے لیکر فقیر تک کیسے سب کو آزاد قرار دیا اور جماعہ بنی آدم کے امن و امان سے روکنے اور خدا کی برکتوں سے نائدہ مند ہونے کی کیا سیل ہوئی۔ اس مضمون کو ہم پہلے حفاظت اطفال سے شروع کرتے ہیں *

۴ دختر کشی کی پدرسہ تو قدیم زمانہ سے تقریباً تمام جہان میں پھیلی ہوئی تھی یونان اور روم قبیلہ میں Abolished Infanticide. جہاں بڑے بڑے حکیم اور اہل ناموس گذرے ہیں یہ رسم پسندیدہ اور معروف تھی۔ مگر ملک عرب میں خصوصاً اور آئر ملکوں میں عموماً قرآن نے ہی لڑکیوں کی جان بچائی اور تمام جہان میں جہاں تک اسلام کی دسترس ہوئی اسی نے ان بے رحم والدین کو جو لڑکی کو مار ڈالتے تھے خدا کے غضب اور قیامت کے عذاب سے ڈرایا۔ اسلام ہی کی تعلیم کے اثر سے دختر کشی کی رسم اسلامی ملکوں سے مٹ گئی اسی کی چو تائید اور خوف خدا دلانے والی تفرید سے قتل سرزدہ کی پیخ کنی ہوئی۔ اور جہاں اب اسلام پھیلتا جاتا ہے وہاں یہ رسم نسیاً منسیاً ہوتی جاتی ہے شروع ہی سے قرآن نے اس مہلک رسم کے دفعہ کا وسط کیا *

”إِذَا مَرُودَةُ سُلُطَىٰ ذَنْبٌ قَتْلُهَا“ + [تکریر] *

۳ عرب میں جہالت اور حماقت کے ظلیہ سے لڑکیوں کا رکھنا ایک سخت ذلت اور اہانت تھی وہ کمبخت اُن لڑکیوں کو یا تو ہوتے ہی مار ڈالتے تھے یا پال پرورس کے جیتا کار دیتے تھے *

+ اور جب بیٹی جیتی کار دی کو پرچھے کس گناہ پر ماری گئی۔

”اِذَا يَشْرُو أَحَدَهُمْ بِالْأُنْثَىٰ هَذَا رِجْسٌ مِّمَّا رِجْسٌ وَمَنْ يُفْعَلْ فِيهَا فَقَدْ عَفَا عَنْهُ“
من سوء ما بشره أيمسكه على هون أم يدسه في التراب + (نحل) *
علامہ رازی تفسیر کیوں میں فرماتے ہیں واعلم انہم كانوا مختلفين في قتل البنات فمتهم من يصفى بصفرة ويدفعها فيها الى ان يموت - ومنهم من ترميها من شاهق جبل - ومنهم من تغرقها - ومنهم من يدبصها - ومنهم من يعلقها في شجرة بارقة بغيره والصيغة وقارة عرفا من الفقر والفاقة ولزوم النفقة *

۲ یہ کہ تو ایک خاص صورت لڑکیوں کے قتل کی تھی الا عموماً قتل اولاد بھی قدیم زمانہ سے ہوتا چلا آیا۔ افلاطون اور ارسطو یہ دونوں نامی حکیم قتل اولاد کے حامی تھے ا۔ ارسطو کا قول ہے کہ لنگڑے لڑکوں کا پرورش پاجانا قانوناً روکنا چاہیئے اور جب نرس بنی آدم کو کم کرنا منظور ہو تو جنہیں میں جان پڑنے سے پیشتر اسقاط حمل کرانا چاہیئے۔ ملک اسپارٹا (یونان) میں یہ قانون تھا کہ جب کسی کے یہاں لڑکا پیدا ہوتا تو وہ شخص اُس کو قوم کے وجہ و اہیان کے پاس لے جاتا وہ لوگ اُس کو ملاحظہ کر کے دیکھتے کہ وہ تمام اطفال اور تندرست ہے تو اُسے حکم دیتے کہ اس کی پرورش کرے اور اگر اُس میں کوئی نقص دیکھتے تو کوہ طیبیتوس کے قعر میں گرا دیتے تھے۔ اہل روم میں بھی ایسا ہی دستور تھا کہ بچے کی پرورش اُس کے باپ کی رائے پر موقوف تھی۔ قوم لورس میں بھی ایسا ہی دستور تھا کہ اگر بچے کا باپ چاہے تو اُسے پرورش کرے ورنہ اگر اُس میں ضعف و نقص پادے تو جنگلی جانوروں کو کھلا دے۔ فیجی قوموں میں بھی یہ ہنوز ایک رسم عام ہے۔ ایک سیاح نے بیان کیا کہ ملک وانوا لیورڈ کے بعض اضلاع میں تو قتل اولاد کی تعداد کل باشندوں کی ایک نصف سے بڑے کر ڈر ٹلٹ تک پہنچتی ہے۔ چین اور ہند میں اس کا عام رواج تھا اور ہنوز باقی ہی قرآن نے اس رسم قبیح کی اصل و بنیاد پر کرم کی اور فرمایا ”لَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ خَشِيتُ اسْلَاقَ نَحْنِ قُرُوقِهِمْ وَ إِيَّائِهِمْ أَنْ قَتَلْتُمْ كَانِ خَطَاً كَبِيراً“ (اسری) - ۳۳ *

اولاد کی جان کو ایک اور آفت یہ تھی کہ بے رحم ماہاب اپنے عزیز نہ بچوں کو بتوں کی نذر چڑھاتے اور قربان کرتے تھے۔ علامہ اور ملکوں کے (منزل Human sacrifices superseded. انگلستان و ہندوستان وغیرہ) جہاں انسانی قربانی عمل میں آئی تھی عرب میں بھی ایسے حادثات دائے جاتے ہیں

+ اور جب خورشیدی ملے ایسی کسی کو بیٹی کی سارے دن رہے منہ اُس کا سیاہ اور جب میں گہک رہا چھبتا پھرے لوگوں سے مارے برائی اس خورشیدی کے چر سنی اور اُس کو رہنے دے ڈالنا قبول کر کر یا اُس کو داب دے مٹی میں۔

ج " و اقوال الیتامی اموالہم ولا تتبدلوا لکفایتہ باطریق ولا تاكلوا اموالہم الی اموالکم انہ کان حویلاً کثیراً " — (نساء)

د " ان الذین یاتلون اموال الیتامی ظالماً انما یاتلون فی بطونہم ظاراً " — [نساء]

ه " ولا تقربوا مال الیتیم الا بالثیہ ہی احسن حتی یدلخ اشدہ " — (انعام)

و " و ابتلوا الیتامی حتی اذا بلغوا النکاح فان انستم منهم رشداً فادفعوا الیہم اموالہم ولا تاكلوها اسراراً و بداراً ان یکبروا ومن کان غیفاً فلیستغف و من کان فقیراً فلیأکل بالامروف " — [نساء]

ز " وما یتلٰ علیکم فی الکتاب فی یتامی النساء الذی لانؤتو ثمن ما کتب لہن و ترغبون ان تکتھون والمستغفین من الرجال والنساء الولدان و ان کفرتموا للیتامی بالقسط " — [نساء — ۱۹ع]

ح اس پچھلی آیت سے یہاں پایا گیا کہ جو لوگ یتیم اور یتیمہ کے لئے اور لڑکیوں کے دلی ہوتے تھے وہ ان سے *Guardians interdicted to marry their minors.* اور اور طرح سے جو جو و ظلم کرتے ہی تھے مگر ایک صورت خاص اور رواج عام یہ ہے

یہی تھا کہ یتیم لڑکیوں سے شاید ان کی ناپاکی ہی کے زمانہ میں نکاح بھی کر لیتے تھے اور اُس مذہب ان یتیموں کی کئی طرح سے حق تلفی ہوتی تھی اور جب کہ ان سے مقصد صرف ان کا

ث اور دے قالو یتیموں کو اُن کے مال اور نہ پدار گذار ستورے سے اور نہ کھاؤ اُن کے مال اپنے مالوں کے ساتھ بہہ ہی روا وبال —

ہ جو لوگ یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں وہ اپنے بڑے میں آگ کھاتے ہیں —

و اور پاس نہ جاؤ مال یتیم کے مگر جس طرح بہتر ہو جو بیک وہ پھر نیچے اپنی قوت کو —

ز اور سدھاتے دھو یتیموں کو جب تک پہنچیں نکاح کی عمر کو پھر اگر دیکھو اُن میں ہوشیاری تو حوالہ کرو اُن کے مال اور کھا نہ جاؤ اُن کو آزا کر اور گھبرا کر کہ یہ بڑے نہو جاریں اور جو کوئی غنی ہی تو چاہی بچتا رہی اور جو کوئی محتاج ہی تو کھاوے موافق دستور کے —

ح اور جو تمکو سناتے ہیں کتاب میں سو حکم ہی یتیم عورتوں کا [جن کو تم نہیں دیتے جو اُن کا مقرر ہی اور چاہتے ہو کہ نکاح میں لو] اور مغلوب لڑکوں کا اور یہ کہ قہم دھو یتیموں کے حق میں انصاف ہو —

ہرگز دوس (مورخ ۶۰۰ ع) کہتا ہی کہ المنذر شقیق بادشاہ حواری [جسکو یونانی لہجہ میں المنذر دوس ہو سکیکی کہتے ہیں] بادشاہ حسان کی ایک بیٹی کو قید کر کے لایا یا عزا کی قربانی چڑھا دیا تھا — اور پورک [مورخ ۱۸۰۰ ع] نے اسی بادشاہ کی ایک بیٹی لکھی ہی کہ وہ اپنے دو دوستوں کے قتل کے کفارہ میں ہر سال یوم نھس کو آدمیوں کی قربانی کیا کرتا تھا اسی مورخ اور نیز ایڈرگروس [۶۰۰ ع] نے ایک نعمان کا ذکر کیا ہی کہ وہ اپنے ہاتھ سے آدمیوں کو پتوں کی قربانی کیا کرتا تھا اور پوروسی نے [۳۰۰ ع] مقام سمیتہ میں جسے دو مقابلہ قیاس کیا جاتا ہی اسی ہی قربانی کا ذکر کیا ہی اور دور کیوں جاؤ عیدالطلب کا حضرت عیداللہ کو قربانی چڑھائے جانے کی نذر کرنا اسلامی تاریخوں میں پایا جاتا ہی اور غالباً بالکل بے اصل نہیں ہی اس قسم کی نذر یہود سے عرب میں آئی ہوگی اُن میں یہ دستور تھا کہ بعض اولاد کو صرف دینی کام کے لئے مخصوص کر دیتے تھے حضرت مریم بھی اسی قسم سے تھیں " ذاک امراۃ مردان ربانی نذر لک مانی بطنی مھورا " [۳ ع] مگر عرب کو اس نذر میں کام ہی تمام کر دیتے تھے + اور غالباً اس آیت میں اسی رسم پر اشارہ ہی " ذاک ذین لکثیر من المشرکین قتل اولادہم ہرکا ثیم لیرواہم ولیلوسوا الیہم دیہم " — [انعام ۱۳۸]

ح جب اس طرح لڑکوں کی جان بچانے کا سامان کر دیا تو اب اسلام نے اُن کے مال کی حفاظت اور یتیموں کی جائداد اُن کے متولیوں کی عرصہ برد سے محفوظ رکھنے کے لئے یہ احکام صادر کیئے اور عموماً اُن سے شفقت اور اکرام کرنے کا حکم دیا ہے

ا " لا یلّا تکرہون الیتیم " ذی [نجر]

ب " فاما الیتیم فلا تظہر " [ضحیٰ]

ث اور اردکین مورخ نے پچاسویں باب میں لکھا ہی [ص ۲۱۳ سنہ ۱۸۶۲ ع] کہ انسان کی جان کسی آدمی کے دفعہ کے لئے سب سے عمدہ قربانی ہی نوذیفہ اور مصر اور روما اور قرطاجہ کے مذبح انسانی خون سے آلودہ رہتے تھے اور عربوں میں بھی یہی بے رحم رسم مدت سے جاری تھی اور تیسویں صدی میں ہر سال ایک لڑکا قبیلہ سمیتہ کا قربان ہوا کرتا تھا الخ

ح اور اسی طرح بھلی دھلائی تھی مشرکوں کو اولاد مارنی اُنکے شریکوں نے کہ اُن کو ہلاک کریں اور اُن کا دین ضائع کریں —

ذ پر تم عزت نہیں کرتے یتیم کی —

ح ہر جو یتیم ہو اُس پر قہر نہ کر —

بہلے شہید کا جواب تو ہم یہ دیتے ہیں کہ جبکہ ملک یمین کا اطلاق نکاح پر بھی ہوتا ہے اور نسائے کے لفظ میں تو لونڈیاں بھی آگئیں اصلیت اب مکرر اس لفظ سے لونڈیاں لینی فضول ہیں۔ اور یہ تو بے عقلی کی بات ہے کہ صرف ما صرف غیر ذری العقول کے لیے آتا ہے اور لونڈیاں کچھ انوثیت کی وجہ سے اور کچھ خرید و فروخت کرنے کی وجہ سے بہائم کی قسم میں ہیں کیونکہ اسی جگہ نسائے پر بھی ما کا حرف آیا ہے۔ ”ما طاب لکم من النساء“۔ اور اس کے علاوہ خدا پر بھی یہی لفظ آیا ہے چنانچہ فرمایا ہے ”و لا اثم عابدوں ما ابد“ *

اور دوسرے شہید کا یہ جواب ہے کہ اولاً یہاں پر اؤ بطریق تفسیر بین المعرفین ہی جیسیکے اور جگہ بھی قرآن میں اسی صورت سے آیا ہے چنانچہ ”فقدية من صيام او صدقة ارنسک“۔ پس ایسے ہی اُن لوگوں کو جو اپنی ولایت کی یتیم لڑکیوں سے نکاح کرچکے تھے اختیار تھا کہ یا اُن کو دھن دیتے اور آئندہ کو پرہیز کرتے یا چاہتے تو انہیں سے کثرت کرتے اور ثانیاً اؤ استثنائی صورت میں بھی تو آتا ہے چنانچہ بقرہ ۳۱ ع میں ”و لا جناح علیکم ان طلقتم انسا مالم تمسوا هن او تعرضوا لهن فریضہ“ *

۸۔ چرند کہ قنوت از دایہ قانون قدرت اور نظام الہی کے خلاف نہیں اور بعض ملکوں کی آپ دھرا کی قادیو اور وہاں کے رہنے والوں کی طبیعت کا مقتضا اس کے جواز کا باعث ہے مگر عرب میں یہ اکثر بھی ہے بے موقع اور

Polygamy curtailed and restricted not on one side but on many sides.

حد کے درجہ پر تھا۔ اور چونکہ ازواج کا معاملہ انسان کی تہذیب معاش اور حسن معاشرت میں بہت کچھ دخل رکھتا ہے لہذا اسلام نے اُس میں بھی اصلاح ضروری تصور کی اور کلام الہی میں بڑی حکمت سے ”فانکھروا ما طاب لکم من النساء مثنی و ثلث و رباع“ * میں کثرت ازواج کے عہد کو بہت کم کر کے گھٹا دیا۔ اور نیز ”فان خفتم الا تعد لوا فواحدة“ * میں عدالت کی ایسی سخت اور مضبوط قید لگا دی جو ہر حقیقت ہو ایک کو کثرت ازواج پر جوأت نہ کرنے دیگی اور بعد اس کے خود تنزیل میں ایسی عدالت کے قایم نہ رکھے سکے اور اس کے قایم کرنے کی حرص کرنے پر بھی قاصر رہنے کا مذکور فرما دیا ہے۔ ”و لن تستطیعوا ان تعد لوا بدن النساء و لحو حتم فلا تمیلوا نل المیل فتدروها کا المعاقہ“ * — (نساء)

† اور تم ہرگز عدالت یعنی برابر نہ رکھ سکیں گے، دوتوں میں اگرچہ اسکا شوق بھی کرو سونرے پھر بھی نہ جاؤ کہ قال رکھو ایک کو جسے ادھر میں لٹکتی *

مال لے لینا ہوتا تھا + تو حقوق زوجیت کی بھی رعایت نہیں کرتے تھے لہذا اُن لوگوں کو جن کی ولایت میں یتیم لڑکیاں تھیں منع کر دیا تھا کہ جن کے ولی ہوں اُن سے نکاح نہ کریں چنانچہ جس مقام سابقہ کا حوالہ اس آیت کے الفاظ ”وما یتلی علیکم فی الکتب“ میں ہے وہ یہ ہے ”فان خفتم ان لاتفسطوا فی الیتامی فانکھروا ما طاب لکم من النساء مثنی و ثلث و رباع فان خفتم الا تعد لوا فواحدة او ما طاب لکم من النساء“ — [نساء]

یعنی اگر تمکو اندیشہ ہو کہ یتیم لڑکیوں سے نکاح کر لینے سے اُن میں انصاف نہ کررکے تو نکاح کرلو بالغ دوتوں سے ہر دو تین تین چار چار پھر اگر قرو کہ برابر نہ دکرکے تو ایک ہی یا جن کے [یعنی جن یتیموں کے] تمہارے ہاتھ مالک ہو چکے [نکاح سے] *

چونکہ یہ ہر ایک صاحب شریعت و ناموس و اہل قانون کا دستور ہے کہ قانون کے خلاف جو صورتیں ظہور میں آچکتی ہیں اُن کو اثر تو بحال و برقرار رکھا جاتا ہے اس طرح گو اُن کو یتیموں یا ثا ہاتھوں سے نکاح کرنا (ان قباحتوں کے ظہور کی وجہ سے جنکا بیان ہوا ہے) منع کیا مگر جو یتیم لڑکیاں ان کی ملک نکاح میں آچکی تھیں اُن کو ویسے دھن دیا اور اسی آیت کے اخیر میں عہدہ اور قلموں کے پھر بھی ان ملک نکاح میں آگئی ہونگی یتیم لڑکیوں کے حق میں انصاف کی وصیت فرمائی۔ و ان تعدوا للیتیم بالقسط *

اب یہاں پر عہدہ دو اعتواض وارد ہونگے (۱) یہ کہ مملکت ایسا نکم سے لونڈیاں مراد ہیں (۲) یہ کہ اس تقریب سے چاہے ہم نے معنی لیتے ہیں اؤ یہ معنی اڑا ہوا جاتا ہے *

† و کان الرجل منهم یضم الیتیمۃ الی نفسه و مالہا و ان کانت جمیلۃ تزوجہا و اکل مالہا و ان کانت ذمیرۃ عضلہا من التزوج حتی تموت نثرہا — مدارک التنزیل

صاحب تفسیر معالم التنزیل نے اپنی سند سے روایت کی ہے اخبرنا عبدالرحمد الملیکی انا احمد بن عبداللہ الذہبی انا محمد بن یوسف انا محمد بن اسمعیل انا ابو الیمان انا سعید بن الزہری قال کان مودۃ بن الزبیر یحدث انہ سال عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا و ان خفتم ان لاتفسطوا فی الیتامی فانکھروا ما طاب لکم من النساء قالت ہی الیتیمۃ یکرن فی حجر و یبہا فیرغب فی جمالہا و مالہا و یرد ان یتزوجہا بادی من سائۃ سائہا فتموا من نکاحہن الا ان تفسطوا لهن فی اکل الصدق و امزوا بنکاح من سوا هن من النساء الخ *

† و قبل ان خفتم الا تقسٹوا فی نکاح الیتامی فانکھروا من الیامات یقال طابت المودۃ اے ادراک — (مدارک)

قال امامہ و تھتی غمسة لسرة فسات النبي صلى الله عليه وسلم فقال
فارق واحدة و امسك اربعا *

تاسیس کارلنگل ایک مشہور عالم محقق کا قول اس مقام پر
نقل کرنا ہے موقع نہرکا وہ لکھتے ہیں ”اسلام کی میل الی الشہوات
کی نسبت بہت کچھ تفریہیں اور تھریہیں ہوتیں ہیں اور
یہ اعتراضات انصاف کی حد سے بڑھکر ہیں۔ وہ پروانگیوں جو
ہمکو قبیح معلوم ہوتی ہیں اور جنکی اجازت انہوں نے ہی وہ خاص
انکی ایجاد نہ تھیں انہوں نے ان باتوں کو عرب میں قدیم ایام سے
مروج اور غیر معیوب پایا مگر (محمّد صلی اللہ علیہ وسلم) نے جو کچھ کیا
وہ یہہ کیا کہ ان کو روک دیا کہ صرف ایک ہی طرف سے ہلکے ٹٹی پہلو
سے (لکچر ۲ صفحہ ۶۳ مطبوعہ ۱۸۷۲ء)

۹ سورة نسا کی ۳ آیت جو پچھلی دفعہ میں نقل ہوئی اور
جسکی بحث ۷ دفعہ میں ہوچکی ہے
Concubinage dis-
courageed.
چار سورتوں تک کے حکم میں بہت صاف ہے
اور سورتوں میں آزاد اور غیر آزاد دونوں
داخل ہیں اور ہر ایک شخص جسکو یہود کے مسائل مستحکمہ اور ایام
جاہلیت کی رسم کی تقلید اور سبق ظن نہو وہ قرآن کے لفظوں سے تو
ایسا ہی سمجھیں گے۔ چنانچہ جارج سیل مترجم قرآن [ماں ستہ
۱۷۳۶] نے مقدمہ کتابت اور ذیل سورة نسا میں ایسا ہی بیان کیا ہے
کہ ازدواج اور سراری یعنی بیبیوں اور لورنگیاں یہہ سورتوں اس قید
اربع میں محدود ہیں فقط مگر اب رسم تو یہہ ہوتی کہ لورنگیوں
کے واسطے کوئی تعداد ہی نہیں ۱۱۔ تاہم ہمکو فقہاء اور اہل
الراے کا اسقدر حکم گزار ہونا چاہیئے کہ انہوں نے آزاد سورت پر
لورنگی کو جمع کرنا جائز نہیں کیا۔ امام ابو حنیفہ اسی کے قائل
تھے مگر چونکہ اجتہادی بات قرار پائی اس لیے اور علماء ہیہہ *

† یہہ روایتیں مشکوٰۃ میں ہیں ان کا مطلب یہہ ہی کہ
خیلان کے پاس دس سورتیں تھیں تو نبی صلعم نے فرمایا کہ چار دھنہ
دو باقی کو جدا کرو اور نوٹک کے پاس پانچ تھیں ان سے بھی ایسا ہی
کہا گیا۔

تھہیا اور مؤیر نبیوں نے بھی اس قسم کے حکم دیئے چنانچہ
جن یہودیوں نے خلاف توریہ اجنبی سورتوں سے نکاح کرلیئے تھے وہ
چہر ذرا دہئے [صحیفہ مورا باب ۱۰ درس ۱۱ و ۱۲ و ۱۹]

‡ ای الایہ صریحہ فی انحصار سبب الاہاقہ فی القسمین المذكورین
و ہما الزواج و ملک الیمین علی سبب انفصال الصفیق اے اما زواج
او ملک یمین بھیک لا یجتمعان و لا یرتفعان

نثر الہدق تفسیر آیات الاحکام۔ کتاب النکاح
[ذیل آیت والذین ہم اقربوہم حافظوں]

اور آیت ”ذک ادنیٰ ان لا تموتوا“ میں اسی معنیہ ثبوت ازدواج پر
حسب تفسیر امام شافعی اشارہ پایا جاتا
Polygamy dis-
courageed.
ہی۔ تفسیر بیضاری میں ہی۔ و نسیان
لا یکنر میالکم * * * و لعل المواد بالعیال
الازواج۔ اسی صورت میں اس آیت کے معنی یہہ ہونگے کہ تمہاری
بیبیوں بہت نہو جاریں چنانچہ جس شخص کی سورتوں زیادہ ہوں تو
کہتے ہیں امال الرجل۔ مگر اس معادرتہ پر باب امال یمیل سے
تعمیلا ہونا چاہیئے۔ کہتے ہیں کہ حمیر کی زبان میں ایسا ہی ہوتا
ہے یعنی تمواوا بمعنی تعمیلا۔ یہی تفسیر امام شافعی نے اختیار
کی ہے اور طلحہ بن الطریف نے بھی اس آیت کو تفسیر کے طور پر
تعمیلا بیان کیا ہے اور اسے ہی طائوس نے بھی *

تفسیر معالم التنزیل میں ہی قال الشافعی ان لا یکنر میالکم و ما
لانه احد انما یقال امال یمیل مانہ اذا نثر میالک۔ و قال ابو حاتم
کان الشافعی رضی اللہ عنہ اعلم بلسان العرب منا فعملہ لغة۔ و یقال
ہی لغت حمیر۔ و قد طلحہ بن الطریف ان لا تعمیلا۔ و ہی حجة
لقول الشافعی رضوان اللہ *

اور تھہر کیر میں ہی قال من الشافعی رضی اللہ عنہ انہ
قال ”ذک ادنیٰ ان لا تموتوا“ معنہ ادنیٰ ان لا یکنر میالکم۔ * * *
و من المشہور ان طائوس کان یقر ذک ادنیٰ ان لا تعمیلا۔ اور نیز
امام انکوالدین رازی نے اچھی طرح پر دہ کیا ہے ان اعتراضوں کو جو
بہتے عقائدین نے اس بحث میں امام شافعی پر کیئے تھے (دیکھو
تفسیر سورة نسا آیت ۳) *

مسلمانوں ہی میں ایسے لوگ بہت کم ہونگے جو یہہ سمجھتے
ہونگے کہ اسلام نے کثرت ازدواج میں ایسی اصلاح فرمائی *

ساراری جو ایک فرانسیسی مترجم قرآن ہی سورة نسا کے
ذیل میں لکھتا ہے کہ ”جب یہہ آیت“ فان غنم ان لا تعدلوا فواحدة“
قائل ہوئی تو عرب کے لوگوں میں سے اکثر پاس آتھے آتھے
اور دس دس سورتیں تھیں اور وہ ان سے بد سلوکی سے پیش آتے
تھے ثبوت از دراج کا ممالک مشرقی میں ہمیشہ دستور رہا ہے
محمّد [صلی اللہ علیہ وسلم] نے اُسے کہتا کر بہت کم کر دیا۔ انتہی
اور ہمارے یہاں کی روایتیں یہی اسی کی مؤید ہیں احمد اور ترمذی
اور ابن ماجہ نے روایت کی ہے۔ ان خیال بن سلمۃ النقی لما سلم
وہ مشر نسرة فی الجاہلیۃ فاسام منہ فقال النبی صلعم امسک اربعا
وفارق سائرہن۔ اور ہر اسنۃ۔ یہہ روایت ہی من قر نل بن معاریہ

الاعتد الضرورة والسبب فيه وجوه + * * * فلهذه الرجعة ما اذن الله في كساح الامم الا على سبيل الرخصة —

مگر پھر بھی قلم الہی میں بھی حکم ہی کہ ان تین شرطوں کی رعایت پر اگر لونڈیوں سے نکاح نہ کیا جائے تو بہتر ہی رہے ان تصدیقاً خیر لکم — تفسیر کبیر میں ہی (مسئلہ) الزنا ان نکاح الامام بعد رعاۃ الشراط الثلاثة اعني عدم القدرة على التزوج بالعرة وخوف العنت وكون الامم مومنة الاولى ترك لما بينا من المفسدات العاصلة في هذا النكاح — اور تفسیر مدارک التنزیل نسبی میں ہی وصبرکم عن نکاح الامم مستغنی عن غیر لکم لان فیہ اوراق الولد ولانہا بحاجة ولاجة صالحة مبتدئة وذلک کذا نقصان یرجع الی النافع و مہانتہ والمزہ — صفات المومنین و فی التصدیق الصراخ صالح الیہ والامام ہلاک الیہ *

۱۔ یہاں پر فوراً یہ اعتراض پیش ہو سکتا ہے کہ جب لونڈیوں کی اولاد میں ایسی ذات اور اعانت ہی تو کیا گمان کیا جائے اس بزرگوں کے حق میں مثلاً حضرت اسماعیل جو ہاجرہ سے تھے — حضرت ابراہیم بن النبی جو ماریہ قبطیہ سے تھے یا محمد بن حلیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا شہر بانو رضی اللہ تعالیٰ عنہا مادر اہلبیت تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ہاجرہ کو لونڈی سمجھنا بیوجہ ہے ہی وہ کسی طرح پر لونڈی نہیں ہو سکتیں — *Hagar was not a concubine.* عوام یہود تو ضرور اس امر میں تعصب کرتے ہیں اور مسلمانوں کی روایتیں اس امر خاص میں اس وجہ سے اعتبار کے قابل نہیں کہ اصل لفظ اصحاب یا اہل بیت نے ہاجرہ رضی اللہ عنہا کی نسبت کچھ ہی فرمایا ہو مگر چونکہ راویوں کی عقل اور دماغ میں ملک یہود سما رہا ہے اور یہود نے بھی ایسا مشہور کر رکھا ہے پس وہ

+ لونڈیوں سے نکاح کی ضرورتوں میں پانچ وجہیں امام رازی نے لکھی ہیں جن کو ہم نے متن میں چھوڑ دیا ہے ان کا خلاصہ یہ ہے ہی [۱] جو اولاد ہوگی وہ بھی رقیق ہوگی [۲] وہ لونڈی باہر نکلے پھرنے اور غیروں سے میل جول رکھنے میں نااہل ہو جائیگی (۳) اس لونڈی کے مالک کا حق اس پر اس کے شوہر سے زیادہ ہے پس وہ اپنے شوہر سے باخلاص نہیں مل سکتی (۴) اگر اس کا مالک اس کو کسی اور کے ہاتھ بیچ ڈالے تو یا تو نکاح ثروت جاریگا یا مالک جدید کہیں کا سفر کرے تو وہ ساتھ جاریگی بہر حال شوہر کو بڑی ضرورت ہو تو بیچ کی (۵) اگر اس کا شوہر مقرر ہوا ہوگا تو اسے اختیار ہوگا کہ شوہر بعض دے — ان وجہ پر ہنسی بھی آتی ہے اور دلتا بھی *

و سنی نے کچھ انکار کچھ اقرار کیا مگر اگر ہم قرآن کو تو دیکھیں اس میں کیا ہے پانچویں پارہ کے شروع میں لکھا ہے —
” و من لم یستطع منکم طرلا ان ینکح المومنات ذلک من ما ملک ایمانکم من قتیبا کتم المومنات * * * * * ذلک لمن خشی العنت منکم و ان تصبروا غیر لکم + —

اس میں نو تین مومنات سے نکاح کی اجازت تو ہے مگر قیون شرطوں سے (۱) جب کہ آزاد صورت سے نکاح کا مقدور نہ ہو (۲) بے نکاح رہنے میں زنا میں پڑ جانے کا اندیشہ ہو + (۳) وہ لونڈیاں مسلمان ہوں —

پہلی شرط سے تو وہ پاس جا ہی رہی کہ بیبیایں بھی ہوں اور لونڈیوں کا بھی دھڑ بھڑا جاوے اور تیسری شرط سے وہ پاس جا ہی رہی کہ لڑائی میں مشرک صورتوں کا کچھ پکڑ لے اور ان پر تصرف کیا *

پس لونڈیوں سے نکاح کر لینے کا حکم کسی طرح قابل اعتراض نہیں ہو سکتا بلکہ عین حکمت و مصلحت ہی تھا اور معذرا اس کی قیاحتیں بہت واضح اور صاف ہیں اسی لیے ضرورت شدید اور ناچار کی یہ معج ہی تھا *

امام نصر الدین رازی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں الایۃ دالۃ علی التصدیر من نکاح الامم و انہ لا یجوز اقدام علیہ

+ یعنی جسکو مقدور نہ ہو آزاد بیبیوں سے نکاح کرنے کا تو مسلمان لونڈیوں کو ملک نکاح میں لے آوے * * * * * یہ اس کے واسطے جو کوئی قرے تکلیف میں پڑنے سے اور اگر صبر کرے تو بہتر ہی تمہارے حق میں —

+ و لم یختلفوا فی ان ذلک راجع الی نکاح الامم فکانہ قال لمن ما ملک ایمانکم من قتیبا کتم المومنات ذلک لمن خشی العنت منکم و هو الضرر الشدید الشیاق — قال فیما رخص فیہ من مخالفة الہنامی “ و اللہ یملم المفسد من المصلح ولو شاء اللہ لا منکم لے یشد الامور علیکم والزمکم التمییز طعناکم من طعناہم تلحقکم بذلک ضرر شدید — وقال ودوا ما منتم قد بدت البعوض من افواہہم — لے احبوا ان تقعوا فی ضرر شدید — و للمفسرین فیہ قرآن — احد ہما ان الشیق والشدید والغلة العظيمة ربما یصلہ علی الزنا فیقع فی الصد علی الدنیا والاعذاب العظیم فی الآخرة فہذا ہر العنت *

والثانی ان الشیق والشدید والغلة عظيمة قد یتادی الی اختناق الرحم و اما فی حق الرجال فقد یتادی الی اوجاع الرکب والظہر — و لا تشر علی الرجعة الاول لانه ہو الایق بییان القرآن * تفسیر کبیر

نہیں ہی کہ ماریہ ایک خادمہ ہوتی اور انہیں کی کنیت بھی ام الرباب بھی ہوگی اور اسی کو ابن سعد وغیرہ نے اپنے خیال سے کہہ دیا کہ ان کے نام کا اصل نام مملک ہے۔

زیادہ تعجب کی چند وہ غیر صحیح روایتیں ہیں جن کو اصحاب صحاح نے روایت نہیں کیا مگر اور لوگوں نے روایت کی ہے کہ نزول سورہ تحریم کا سبب ماریہ قبطیہ کو ایک مرتبہ حرام کر لینا تھا۔

That a Chapter of the Coran was revealed in the affair of Maria the coptic is utterly wrong.

یہ روایت جیسا کہ ظاہر ہے سنیات اور احادیث ادب سے خالی نہیں مگر مگر ذیل بھی اُس کی صحیح میں کلام ہے (۱) اس وجہ سے کہ عابد اہل صحاح مثل بخاری و مسلم صاحبیہ وغیرہ نے اس قصہ کی روایت نہیں کی اور اُن کا پورا پورا ضرورت اور حاجت ہے اس قصہ کو طرح دینا اُس کی بے اعتباری کی دلیل ہو سکتا ہے [۲] انہیں اہل صحاح نے اسی سورہ تحریم کی شان نزول میں نہ صرف یہی کیا کہ اس قصہ کو پورا پورا احتیاج چھوڑ دیا ہو بلکہ اس کے معارضہ میں ایک اور ہی سبب یعنی تحریم غسل کی روایت دی ہے [۳] تحریم ماریہ کی سب روایتیں اخبار احاد ہیں [۴] معنی ہیں (۵) بعضی مرسَل بھی ہیں [۶] کوئی بھی ان میں سے مرفوع نہیں — اور ایسی روایتوں سے کوئی بھی احکام کا استنباط ہوا کرے مگر قطعاً واقعہ اور تاریخی حالات کے ثبوت میں یہ ہوا اخبار بالکل غیر مفید علم ہیں *

اب ہم اس میں تہذیبی سی قدح تفصیلی بھی کرتے ہیں [۱] نسائی نے جرائس سے روایت کی ہے اُس میں وارد ہے [۲] کہ اُمّہ یسأھا فام یزل بہ حفصۃ و عایشۃ حتی [۳] کچھ مفید نہیں [۴] بخاری نے زید بن اسلم تابعی سے روایت کی ہے مگر اس روایت میں قطع نظر اس سے کہ ام ابراہیم کی کنیت میں اختلاف ہے ایک بڑا نقص یہ ہے کہ وہ روایت مرسَل ہے اور اسی لیے ضعیف ہے — علامہ سیوطی نے تدریب الراوی شرح تدریب الراوی میں لکھا ہے — ثم المرسل حدیث ضعیف لا یحتج بہ عند جماہیر المحدثین کما حکاہ منہم مسلم فی صدر صحیحہ و ابن عبد البر فی التہذیب و حکاہ حاکم بن مسیب و مالک و الشافعی و کثیر من الفقہاء و اصحاب الرسول والنظر للجهل بحال المحدثون لانه یحتمل ان یکون غیر صحابی و اذا کان كذلك فیحتمل ان یکون ضعیفاً و ان اتفق ان یکون المرسل لا یروى من ذقة فالتوثیق مع الابهام غیر کاف کما سیاتی — ولانہ اذا کان المرسل المسمی لا یقبل فالمرسل صیغہ و حال اولی —

عراق مشرقی روایت بالمعنی میں لفظ جاریہ یا ملک یہیں ہی کہیں گے — مگر یاد رہے کہ ربانیین یہود کی روایتیں اس مضمون کی ہیں کہ ہاجرہ فرعون کی بیٹی تھیں اور اُسے ابراہیم علیہ السلام کی کراست اور بزرگی دیکھ کر اُن کو انہیں دیا تھا — [دیکھو کتاب بردیشک ربہ] — [۵] — مرقہ ازبجی جن مرقوں کی نسبت کتب محد متیق میں لکھا ہے کہ حرم تھیں [جیسے ہاجرہ] تو وہ لفظ فقہ کی اصطلاحی ملک یعنی کے ہم معنی نہیں ہے — وہ تو ہرمی بیبیاں تھیں جو حقوق زوجیت میں پہلی بی بی کی برابر ہوا کرتی تھیں نرق اتنا ہی تھا کہ انتظام خانہ داری میں پہلی ہی بی بی کو دخل رہا کرتا تھا اور اگر یہ دوسری بی بی جو حرم کہلاتی پہلے خادمہ تھی تو بعد نکاح بھی بدستور خدمت کرتی رہتی تھی (دیکھو تفسیر ہارن جلد ۳ حصہ ۲ ب ۳) *

اور ماریہ قبطیہ سے ابراہیم بن النبی کا پیدا ہونا ایسا تاریخی واقعہ اور قطعی مثال نہیں ہے جس سے Maria the coptic was not a concubine—rather an imaginary personage. وہ ذلت اور خرابی لازم آئے جو اولاد ام ولد میں لازم آتی ہے کیونکہ (۱) ماریہ تین مرقوں کا نام روایتوں میں ہے اور یہ

قینوں یا دونوں خادمہ النبی کہلاتی ہیں ابن حجر مسعودی نے ۱۳ نام لکھے ہیں ابن مندہ نے ایک ماریہ جس کی کنیت ام الرباب ہے اور دوسرے ایک اور ماریہ خادمہ النبی الگ الگ لکھی ہیں اور اسے روایت کی ہے مگر ابراہیم نے دونوں کو ایک کر دیا ہے اور ماریہ قبطیہ ہنوز ملحدہ ہیں — ایسے اختلافوں سے ٹھیک نہیں معلوم ہوتا کہ کیا تھا (۲) یہ بھی قطعی نہیں کہ ماریہ کے بچے سے ابراہیم بن النبی پیدا ہوئے ہوں — علی ابن الحسین جنید الرازی نے اپنی تاریخ میں ابراہیم کو بطور عدیبتہ سے لکھا ہے اور ماریہ کا ذکر بھی نہیں کیا اور ابن مندہ نے لکھا ہے ”واستمرے جاریۃ قریظیۃ ولدت لہ ابراہیم“ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابراہیم کسی قید کی ہوئی لونتی یہود قریظیہ سے پیدا ہوئے تھے (۳) ماریہ کی بعض مخصوص روایتیں از قسم ضرب صحاب وغیرہ جو روایتوں میں ہے اُس سے پایا جاتا ہے کہ ماریہ سے لونتیدوں کی طرح پیش نہیں آیا جاتا تھا بلکہ بیبیوں کی طرح — (۴) ایک عیسائی ہادشاہ کا ایک نبی کو دو چھوکریاں تحفہ میں بھیجی معض خلاف قیاس اور تعجب انگیز ہے [۵] ماریہ قبطیہ از قبیل امامت امام نہیں ہو سکتیں وہ کسی لڑائی میں قید نہیں ہوئیں اور نہ وہ خرید یا فروخت ہوئیں بلکہ مدینہ میں آنے سے پیشتر مسلمان ہو چکی تھیں [دیکھو ابن سعد کی روایت کتاب الاصابہ میں] ان وجوہ پر نظر کرنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کچھ بعد

اور حضرت شہر یاتو بھی ملک میں نہیں تھیں بلکہ وہ مدینہ میں آتے ہی قید سے رہا ہو گئیں تھیں دیکھو مناقب ابن ہشام اور بھارتیوں کی ۱۲ جلد *

۱۱ عورتوں کے حق میں آزادی پہنچوہی تہذیب اور صفحہ لباس میں احترام (سورہ نور) اور ان سے گفتگو میں اسلام elevated and improved the state of female sex. ادب (ولا تواعدواہن سراً الا ان تقولوا قولا معروفا — ۲ ح) کے احکام جاری کیئے اور

ایسے احکام ان کی حالت کے موافق اور مناسب صادر کیئے جو حکماء سابقین سے نہیں سکے تھے اور ایسے ایسے احکام جن کو پہنچے اُس خالق حقیقی کے جو مرد اور عورت کی فطرت اصلی سے واقف اور ان کا بنانے والا ہو اور کوئی آگاہ نہیں ہو سکتا — جو بد رسمیں اور قبیح رواج عورتوں کی نسبت تھے اور جو کچھ ان کے حق میں ظلم و زیادتی مردوں کی طرف سے ہوا تو ہی تھی ان سب باتوں کی اصلاح کی — جاہلیت کی بد رسموں میں سے ایک یہ رسم عام تھی کہ باپ کے مرنے کے بعد بیٹا اُس کی سب بیٹیوں کا جبراً اور کرہاً وارث ہوا کرتا تھا اور اُن سے نکاح بھی دیتا تھا مگر ان سب قبیح اور مکروہ دستوروں کو قطعاً موقوف کیا *

”یا ایہا الذین آمنوا لا یصلکم ان ترثوا النساء کواہن“ اور ”ولا تلحدوا ما لکم اباء کم من النساء الا ما قد سلف انہ کان فاحشۃ مقتدا و ساد سبیلاً“ * — (نساء)

ایک مقام پر انجیل ولیم میور صاحب اپنی سیرت مقدسی (ج ۳ ص ۳۰۳) میں اس کا اعتراف کرتے ہیں کہ ایک امر خاص میں محمد صلم نے عورتوں کو ایک سطح اور قدر قرار دیا ہے جسے وہ پہلے تھی کہ بیٹا اپنے باپ کی بیٹیوں کا وارث ہوا کرتا تھا *

۱۲ رسم جیسی کہ قدیم سے ہوتی آئی تھی اُس وقت میں بھی اُس کی ایک مثال ہی یعنی زید بن عمرو بن نفیل اور حضرت عمر ابن خطاب بن نفیل باہم چھیڑے پھاٹی اور ایک حساب سے چھپا بھتیجے تھے یعنی امر نے اپنے باپ کی بیوی جیدہ سے نکاح کیا اور اُس سے زید ہوا جو امر کا بیٹا اور نفیل کی بیوی کا بھی بیٹا ہوا (ایضاً ج ۲ ص ۵۲) جو جو ایسی صورتیں ہوئیں اور جو اُس وقت موجود ہوئیں وہ الامائدساف کے حکم میں ہیں بیٹی اسرائیل بھی ایسا کر بیٹھتے تھے (۲ ص ۱۱۱/۱۱۲)

۱۲ عورت کو قرآن نے جماعہ حقوق اور اختیارات میں مرد کے ہمتیہ اور تمام قابلیتوں میں مردوں کے مساوی قرار دیا ہے *

[۳] طبرانی نے اور ابن مردودہ نے ابوہریرہ سے معنی روایت کی ہے جس میں تحریم ماریہ کا ذکر ہے مگر وہ غیر معنی ہے اور وہ جیسی ہی غیر معتبر ہے جیسی مرسا [۳] طبرانی کی ایک اور روایت میں طریق الضحاک میں ابن عباس الخ ہی اور ضحاک کثیرالرسال ہی اور اُس کی روایت میں ابن عباس سے بلا واسطہ نہیں ہی قال الزین العراقي والضحاک لم یسمع من ابن عباس — اور علامہ سیوطی نے اتفاق فی علوم الآثار میں لکھا ہے و طریق ضحاک بن مزاحم میں ابن عباس منقطعہ قال الضحاک لم یلقہ — پس روایت منقطعہ غیر صحیح ہے — [۵] سعید بن منصور نے ابی مسروق اور حضرت عمر سے جو روایت کی ہے اُس میں ماریہ قبطیہ کا نام نہیں اور وہ روایتیں معنی ہیں پس ضعیف تھرینگی اور کثیر اصل واریوں نے اپنا ماخذ نہیں بیان کیا *

ایک تالیف جدید میں قصہ تحریم ماریہ کے ثبوت میں بڑا اعتماد کیا گیا مگر حاصل کچھ نہیں ہوا — ص ۱۳۱ میں لکھتے ہیں — صحیح بخاری میں ہی باب ”لم تحرم ما احل اللہ لک“ میں سعید بن جبیر انہ اخبرنا عن ابن عباس یقول اذا حرم امراتہ لیس بقبطیہ وقال لکم فی رسول اللہ اسوة حسنة — قال الشارح و اشار ذاک الی قصہ ماریہ انتہی مگر اس میں سارا زور و شور استدلال کا شارج کے قول پر ہی مگر وہ شارج کا صرف خیال ہی ممکن ہے کہ تحریم رسول کی طرف اشارہ ہو *

دوسری روایت انہوں نے نقل کی روي النسائي من سعید بن جبیر ان رجلاً سال ابن عباس فقال انی جعلت امراتی علی حراما فقال کذب لیس علیک الحرام ثم قلت یا ایہا النبی لم تحرم ما احل اللہ لک *

مگر اس میں تو قصہ ماریہ کا کہیں ساں و گمان بھی نہیں — ظاہر ہے کہ ابن عباس نے اس میں عموم لفظ قرآن سے استدلال کیا ہے کچھ ضرور نہیں کہ سبب یہی خاص وہی ایک ہو علامہ سیوطی لکھتے ہیں اختلاف اہل الاصل ہل العیرۃ لعموم اللفظ او بخصوص السبب والاصح عندنا الاول و قد نزلت آیات فی اسباب واتفقوا علی تعدیتها الی غیر اسباب الخ *

اب ان روایتوں کے سوا اگر اور کوئی سند اس قصہ باطل کی پیش ہوگی تو اس میں بھی انہیں ضوابط اور قواعد سے نظر کی جارہیگی * اور والدہ محمد بن حنیفہ کی مثال بھی بالکل غلط ہے کیونکہ وہ لونڈی نہ تھیں اور نہ اُن پر حضرت علی نے لونڈی کے طور پر چڑنا کچھ سید مرتضیٰ علم الہدی نے اپنی تصنیفات میں صاف لکھا ہے ”استہم“ بالسی بل نکحہا و مہرہا *

ہوتی ہے — ملکہ ازبک بعضی باتوں میں مردوں کی رعایت اور مردوں کی حق تلفی بھی ہے — جرائم سنگین میں تو نہیں مگر اگر جرموں میں اگر مردوں اور مردوں کے مرتکب ہوئے ہوں تو مرد سزا یاب نہ ہوگی احصائے کی وجہ سے مرد کو یہاں تک پروا لگی ہے کہ زنا کی سزا سے بھی محفوظ ہے !! — اور اگر مرد اپنے شوہر کا کچھ مال و متاع لپیٹا ہے اس کی پوسہ نہ ہوگی اگر کوئی غیر شخص صرف مال کے لالچ سے (بغیر زنا) مرد کے ساتھ اس کے شوہر کا مال لٹکوا لپیٹا ہے تو انٹر مردوں میں تو دونوں میں سے ایک بھی سزا نہ پادے — فرض یہ سب افراط اور تقیظ کے چے موقع قانون میں جن کی مہذب قومیں پابند ہیں کہ اب اس کے ابطال کے لئے کچھ زور مارتی ہیں اور اُسکی ضمانت اور قباحت رفع کرنے کو حیلے بھی پیدا کیئے ہیں مگر وہ امیروں کے لئے — اوسط اور ادنیٰ درجہ کی قومیں ان سے مستحرم ہیں البتہ اسکاٹ لینڈ کے قانون بعض باتوں میں کچھ معقول ہیں مگر پھر بھی سب کے سب احکام الہی اور وحی کی اصلاح کے محتاج ہیں *

۱۳ تمام ممالک ایشیا میں عرصاً یہودیوں اور یونانیوں میں نکاح ایک قسم کی خرید و فروخت کا معاملہ ہوتا تھا کہ بیابا کوئے والا لڑکی کے باپ کو ایک رقم معین دیتا تھا (پیدائش ۳۲ و ۱۲ اصول ۱۸ و ۲۵ اور ہوسیع نبی نے اپنی بیوی پندرة روپیہ اور قیرہ حدو جو کو خریدی تھی ۲) اور اب تک بھی یہ رسم قروس ترکی اور ملک ہاروان کے عیسائیوں اور بعض اعراب میں ہے مگر قرآن نے نکاح ایک مقد قرار دیا جو طرفین کے اختیار اور رضامندی سے ہوتا ہے ہی اور زر مہر مرد کے باپ کو نہیں ملتا بلکہ خود مرد کا حق ہوتا ہے *

”وَأَتُوا النِّسَاءَ صَدَقَاتِهِنَّ“ † [نساء ۱ ع]

”وَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُواهُنَّ أُجُورَهُنَّ“ (نساء ۴ ع)
بعضی اعتراض کوئے والوں نے لفظ اجر پر اک گزرتے تعریض کی ہے گویا اس کو قانسانب لفظ سمجھے مگر در اصل اس میں اشارہ ہے اس پر کہ زر مہر مرد کا اجر ہے جس کی وہ مستحق ہے نہ کہ اس کی قیمت جو اس کا باپ لے لے *

† اور دے قاتل مردوں کو ان کے مہر عرصی ہے
‡ پھر جو تم کام میں لائے ان مردوں میں سے ان کو دو
آن کے حق جو مقرر ہوئے —

”لَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ“ † (۲ ع)

”لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوا وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ“ ‡
[نساء ۵ ع]

بجز اس ایک قدرتی فرقی کے جو صانع مطلق نے مرد کو مرد پر دی ہے *

”الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ“ § [۵ ع ۳ ع]

”وَالرِّجَالُ عَلَيْهِمُ ذِمَّةٌ“ || [بقرہ ۲ ع ۲۸ ع]

مردوں کے حقوق کے باب میں قدیم رسوم سے قطع نظر کر کے صرف انگلستان کے قانون کو دیکھا جاوے کہ ان لوگوں نے بالینہ اصلاح و تہذیب مردوں کے حق میں کیسے جو اور حیف کو جائز رکھا ہے اور مردوں کی عورت رائی کے تابع کر دیا ہے — نکاح کے بعد بہت سے احکام میں عورت کی ذات ہی نہیں قائم رہتی وہ گریا اپنے شوہر میں مستہلک ہوگئی وہ اپنے نام سے کوئی معاہدہ نہیں کر سکتی اور اس کی ذاتی جائداد جو قبل نکاح سے حاصل کی ہو وہ بھی شوہر کی ملک میں آتی ہے اور اُسے اختیار ہوتا ہے جسے چاہے اُسے صرف کرے — عورت کو اتنا بھی حق نہیں ہوتا کہ وہ اپنے نام سے یا اپنی ذات خاص کے لئے ضروریات خرید کرے یا منگوا بھیجے — مگر مرد پر ان نفقہ عورت کا واجب ہے مگر رسم انگلستان میں اسکی تعمیل کر پانے کا کوئی صاف ذریعہ نہیں ہے اور نہ عورت کو روٹی کپڑے کی تلاش کر سکنے کا حق ہے مگر کچھ ضمنی صورتیں نکالی گئی ہیں — اور نیز بہت سے مدارج بدسلوکی اور اذیت کے ایسے ہیں جن کا کچھ چارہ نہیں نہ عورت کی کوئی فریاد سنتا ہے نہ عدالت کچھ کر سکتی ہے — گو عورت اپنے شوہر سے مفارقت کر کے عرصہ سے الگ رہے مگر جو کچھ جائداد وہ حاصل کر چکی وہ شوہر ہی کی ہوگی اگر عورت پیشتر سے کچھ ہندوستان نہ کرے تو عورت کا وہ مال و اسباب جو اُس نے ایام مفارقت میں حاصل کیا ہے اُسے شوہر کے قرض عداۃ اُسے لے سکتے ہیں — مرد کو اپنی دل جائداد کا اختیار حاصل ہے چاہے وہ اپنے حیات فیروں کو دے جاوے عورت کو کچھ نہیں مل سکتا — جب ایسے دستور جاری ہوں اور مرد تنگ مزاج اور موم کی ٹاک ہو تو عورت کی بڑی حق تلفی

† مردوں کا بھی حق ہے جیسا اُن پر حق ہے موافق دستور کے [بقرہ ۲۸ ع]

‡ مردوں کو حصہ ہے اپنی کمائی سے اور مردوں کو حصہ ہے اپنی کمائی سے [۵ ع]

§ مرد حاکم ہیں عورت پر

|| مردوں کو مردوں پر درجہ ہے

اسلام کی دنیوی برکتیں

تہذیب الاخلاق
پہم صفر سنہ ۱۲۹۱ ہجری
مطابق سنہ ۱۳۰۵ نبوی

اسلام کی دنیوی برکتیں

۱۲ قرآن نے عورت اور مرد کی باہمی گزراں میں کمال عدالت اور محبت کو ہرگز قائم رکھنا ضرور قرار دیا۔
Social affection and comfort of domestic life.
ہی اور مہر کا تصور اور نکاح نسخ ہونے کی صورت میں واجب الہا اور ناقابل نقصان ہونے کی وجہ سے عورت کو خود دل مطمئن رکھنے اور مرد کو اس کا تہاؤمند اور محتاج الیہا ہونے اور ہمیشہ کو ملے رہنے کی تدبیر کردی۔ — اتھار زوجوں کی برکت اور مسرت اور اُس کے نتیجہ میں احسن معاشرت کی حالت سے قرآن عرب واقف ہی *

”وخلقکم من انفسکم ازواجاً لتسکونوا الیہا ورحل بینکم مودة ورحمة“ [روم ۳ ع]
اور پھر اسی طمانیت اور محبت نرم دلی کو جو باہم زوجین میں ہونی چاہیئے ایک دائمی اور غیر قابل انتزاع اور لازوال اور غیر لایق انفصام تشبیہ میں بیان فرمایا *

”ہن لپاس لکم و اتم لپاس لہن“ [بقرہ ۱۸۴]
اور چونکہ اصلی غرض تجویز نکاح سے اقامت تدبیر منزل اور تعاون باہمی انتظام خانہ داری اور تھیں نرج ہی اور یہ باتیں بغیر دائمی نکاح اور آپس میں ملکہ لپاس ایک دوسرے کے محتاج رہنے اور ملے رہنے کے نہیں ہوتیں اس لیے ضرور ہوا کہ غفلت کی راہ سے اُن میں باہم مروت اور رافت خلق کی جاوے — اور یہ سب مصلحتیں جو نکاح کے دائمی قائم رکھنے میں کمال میں آسکتی ہیں ان کو لفظوں میں بیان کر دیں *

”محصنین غیر مسانحین“ [نساء]
اس جملہ کی پہلی غیر محصنین میں تمام حکمتیں اور پہلائیں جو نکاح سے متصور ہیں داخل ہیں اور جزو دوم غیر مسانحین میں تمام قباحتیں جو چند روزہ نکاح اور غیر منصباً طریق سے باہم معاشرت کرنے سے پیدا ہوتی ہیں منع کر دی گئیں — درحقیقت یہ فقرہ موجب جامع اور مانع ہی اور اس میں اثبات اور نفی سے تمام حکمت منزلی کے مصالح اور مفاسد سکھائی ہیں *

۱۵ جبکہ اس بیان سے نکاح کی مصلحتیں معلوم ہوئیں تو اسکی مقتضی سے طلاق کی ممانعت بھی [۱۵]
Divorce discouraged
بعض ناگزیر حالتوں میں [ثابت ہوئی کیونکہ ہوا پر نکاح اور طلاق کی رسم جاری رکھنے میں صرف عورتوں سے لذت حاصل کرنی ہی حالانکہ اسلام نے

+ پناہی تمکو تمہاری قسم سے جرتی کہ جوں پکڑو اُن کے پاس اور رکھا تمہارے پیچ پیار اور مہر
+ وہ ہر شاہک ہیں تمہاری اور تم ہر شاہک ہو اُن کی
۱۶ قہد میں آنے کو نہ مستی نکالنے کو

نکاح کی اصل علت محصنین قرار دی کہ مسانحین — پھر جب کہ نکاح کی بنیاد تعاون دینی اور مرد و عورت باہم باعث اطمینان اور ایک دوسرے کے مددگار دینی اور دنیوی باتوں کے ہونے [جیسا کہ لباس کی تشبیہ سے ظاہر ہی] تو پھر جب طلاق کی رسم نکلی تو یہ بات جاتی رہی — علوہ ازیں اس رسم سے عورتوں کے دلوں پر سے اس عقد اور نظم کی عظمی بھاری جاتی دھتی ہی ایک کو دوسرے پر اطمینان اور اعتماد نہیں رہتا باہم کا اخلاص اور نیاز جاتا رہتا ہی — دلوں میں ثقیان پیدا ہوجاتا ہی اور طلاق کے اندیشہ میں خیانت اور اضطراب اور تریبہ ارادہ میں بالکل بے ترتیبی اور اصلاح منزل میں ابتری پڑ جاتی ہی — اور جہاں جہاں قرآن مجید میں نکاح کا ذکر اور زنا سے ممانعت ہی انہیں مقامات میں ان سب قباحتوں پر بھی اشارہ ہی *

”ہا ولی اللہ صاحب حجة اللہ البالغہ میں لکھتے ہیں (ص ۳۲۵)
اعلم ان فی اکثر من الطلاق و جریان الرسم بعدم المبالاة بہ مفاسد كثيرة و ذلک ان ناساً ینقادون الشهوة الفرج ولا یعتدرون اقامة تدبیر المنزل ولا التمسک فی الارتفاقات ولا تھیں الفرج — و اما مطلع ابصار ہم التلذذ بالنساء و ذوق لذت کل امرأة فیہیجہم ذلک الی ان یکتسروا الطلاق والتمکاح — و لا فرق بینہم و بین الزنا من جهة ما یرجع الی تقویہم — و لا تمیزاً علیہم باقامة النکاح و المرافقة لسیاسة المدينة و ہوتولہ علی اللہ علیہ وسلم انہن الذرائع و الذوات — و ایضا نفی جریان الرسم بذلک اھمال لتوطین النفس علی المہرنة الدائمة او شہوة الدائمة و عسی ان یتح هذا الباب ان یضیق صدرہ و صدرہا فی ہی من معتقرات الامور فیتدفعان الی الفراق — و این ذلک من احتمال اعیاد الصبیحة والامحاج علی ادامة هذا لہم و ایضا فی اعتیاد ہن بذلک و عدم مبالاة الناس بہ وعدم حزمہم علیہ یفتح باب الرخاۃ — و ان لا یجعل کل منہما ضرراً لآخر ضرر نفسه — و ان یضرون کلواحد الآخر — و مہم لنفسہ ان وقع الاقتراق — و فی ذلک ما لا یستغنی —

۱۶ طلاق کی رسم تو ۲۰۰۰ دینوں میں عام اور بکثرت تھی اور موسوی شریعت میں اُسکو شاید مطلقاً جایز کر دیا تھا حتی کہ حضرت عیسی علیہ السلام کو اُسکا عذر کرتا چوا (متی ۱۹) — حضرت مسیح سے کچھ پیشتر نکاح کے باب میں فقہاء یہود میں دو مذہب ہو گئے تھے سامی اور اُس کے مقلدوں کی یہ رائے تھی کہ صرف نعل قبیلہ کے ارتکاب پر یا فاحشہ میبذہ پر طلاق ہی جاوے اور حال اور اُس کے مقلدین کا یہ مذہب تھا کہ ادنی سی خطا پر بھی عورت کو طلاق دیدینی چاہیئے — اُن لوگوں کا یہ قول تھا کہ اگر کسی کو اپنی

پرہیز کرے۔ میں یہاں پر چند اشارے کلام مجید سے طلاق کی
مانعت پر نقل کرتا ہوں *

۱ 'و ما ہر وہاں ہاں بالمعروف فان کرہتموہن نفسی ان تکرہوا
شیئاً و یجعل اللہ فیہ خیراً کثیراً' [نسا ۳ ج]

یعنی گزراں کرر صورتوں کے ساتھ اخلاق سے بہر اگر تمکو وہ
ہر معلوم ہوں تو [اس پر صبر کرو اور اُن کو جدا نہ کرو] شاید
تمکو نہ پسند آدے کوئی چیز مگر خدا نے اسی میں اصلاح اور خیر
اور برکت رکھی ہو۔ دیکھو تفسیر مبارک مندرجہ ذیلہ سابق *

۲ 'و یمرتہن الحق پردہن فی مالک ان ارادوا اصلاحاً'
[بقر ۲۸ ج]

یعنی عدت کے زمانہ میں اُن کے خاوندوں کا حق ہی اُن کا
بہر لینا اگر چاہے صلح کرنی۔ اس میں ترفیع ہی اس پر کہ
ملے رہنے میں اصلاح ہی اور الگ ہو جانے میں فساد *

۳ 'لا یصل لکم ان تاخذوا مما اتیتموہن شیئاً' [البقرہ
[بقر ۲۹ ج]

یعنی تمکو حلال نہیں کہ لے لو کچھ اہل دین ہوا صورتوں کو الخ
اس کو ملاؤ اُس آیت سے جہاں بہر کو قنطار کے لفظ سے تدبیر نہا
ہی یعنی قہیروں پر تعداد پس اس میں بھی مصلحت ہی کہ جب
زر بہر سے کچھ بھی لے لینا حرام نہرا اور ادھر بہر کی کوئی حد
نہیں رکھی تو یہی اسی مانعت طلاق کا ہندوہست ہی *

۴ 'فان طلقا فلا تھلک حتی تنکح زوجاً غیرہ فان طلقا فلا جناح
علیہما ان یتراجعا'۔ یعنی اگر کوئی تیسری بار بھی طلاق دیدے تو
بہر وہ اس پر حلال نہیں ہو سکتی مگر اس صورت میں کہ وہ صورت
کسی اور سے نکاح کرلے اور بہر شاید وہاں سے ایسی ہی نا اتفاقی ہوکر
طلاق تک ٹرید آدے تب ہو سکتا ہی اس میں ہمیشہ حرام ہو جانے
کی دھمکی اسی مانعت طلاق کی تدبیر ہی۔ اور جب ایسی ایسی
تصریریں اور تدبیریں منع طلاق کی ہیں تو دوسری جگہ سے طلاق
کیوں ہونے لگی تھی *

۵ زید نے اپنی بی بی کو طلاق دینا چاہا جناب پیغمبر علیؑ
علیہ وسلم نے قطعاً منع فرمایا 'وامسک عیک زوجک و اتق اللہ'۔
[احزاب ۲۲ ج]

۶ 'والصلح خیر' (نسا ۱۶ ج) یعنی صورت اور سود میں باہم
صلح کر لینا خوب چیز ہی۔

۷ 'لا تدروی لعل اللہ یحدث بعد ذالک امراً' (طلاق)
یعنی کیا معلوم ہی کہ خدا اس کے بعد نیا کام نکالے یعنی اُن
میں صلح کی توفیق اور ترک ارادہ طلاق کی سہیل کر دے *

وہوت ہر معلوم ہو تو اُسے نکال ڈالے [استثنیات ۲۳ و ۱] دینی مقید
کہتا ہی کہ اگر کوئی مرد کسی صورت کو اپنی صورت سے خوبصورت
ہو دے تو اپنی صورت کو نکال دے کیونکہ لکھا ہی کہ اگر وہ اُسکی
نظر میں اچھی نہ معلوم ہو الخ۔ قرآن صریح [اس کے خلاف کہتا
ہی "فان کرہتموہن نفسی ان تکرہوا شیئاً و یجعل اللہ فیہ خیراً کثیراً
+ [نسا ۳ ج]۔ معلوم ہل کہتا ہی کہ اگر کسی کی صورت اپنے
بہر کا کھانا بہت نمک ڈال کے خراب ہو دے یا اُسے زیادہ بہر دے
تو وہ صورت طلاق دیدی جاوے۔ مگر قرآن کہتا ہی۔ "لا تدروی
لعل اللہ یحدث بعد ذالک امراً" + [طلاق]

یورپ کے ملکوں میں رومن کیتھولک مذہب کی رو سے تو جیسا کہ
کونسل آف گرینڈ سنہ ۱۵۶۲ ع میں قرار دیا زنا کے بعد بھی طلاق
نہیں ہو سکتی۔ انگلستان وغیرہ ملکوں میں جب سے اصلاح ہوئی ہی
تب سے قاعدہ طلاق میں کچھ تبدیلی ہوئی کیونکہ ہمارے میں صرف زنا
پر طلاق ہوتی ہی اور اور ملکوں میں زنا پر اور نہایت ظالم سے
بد سلوکی پر اور قصداً مفارقت اختیار کرنے پر اور عرصہ دراز تک
نامعلوم غایب رہنے پر بھی طلاق ہوتی ہی اور انگلینڈ میں طلاق کا
یادہ زنا اور ایذا دہانی ہی ہوتا ہی اور اسکا لیٹ میں زنا یا
قصداً چھوڑ کر چلے جانے سے طلاق ہو جاتی ہی۔ انگلستان میں
قانون وکٹوریا جاری ہونے سے پہلے ایسی صورت کے کہتے جسے اُس کے
خاوند نے قصداً چھوڑ دیا ہو چارہ ہوئی اور داد رسی کی سہیل نہ تھی
اب ایسی صورت میں عدالت سے افتراق ہو جاتا ہی اور اگر مفارقت
کے ساتھ زنا بھی ہمدیاف ہو تو طلاق بھی ممکن ہی *

۱۷ قرآن نے مرد کو بھی اختیار نہیں دیا کہ بلا وجہ شدید
اور بغیر پیشتر کی اطلاع کے دفعۃً واحدة اور
Texts of the Coran discouraging divorce.
مطلقاً اور فوراً اور بلا کسی شرط کے طلاق
دیدے اور معاشرت اور تمدن کی خوبی اور
عوہی اور برکت کو اپنی تنک مزاجی یا شکر رنجی سے کھو ڈالے اور

+ بہر اگر وہ تمکو نہ بہاریں تو شاید تمکو نہ ہو دے ایک
چیز اور اللہ رکھے اُس میں بہت خوبی۔
والمعنی فان کرہتموہن فلا تفرقوا عن بکراۃ الانفس وحدھا رہا
کرہت النفس ما ہو اصل فی الدین و اولی الی التفریق واجب ما ہو
یضد ذلک ولكن النظر فی اسباب الصلاح والماصیح قولہ نفسی ان تکرہوا
جزاً للشرط لان المعنی فان کرہتموہن فاصبرو علیہن مع الکراۃ لعل لکم
فیہما تکرہون خیراً کثیراً ایس فیما تھیرنہ۔ مدارک التذیل نفسی
+ اُس کو بہر نہیں شاید نیا نکالے اللہ اُسکے پیچھے کوئی کام۔

۱۸ قرآن میں دو ہی تین مرتبہ طلاق کے جائز ہو سکے کے ہائے جاتے ہیں اور وہ صورتیں وہی ہیں جو اصل میں اور تدریجی مقد کی فرض اور نکاح کے مقصد کے خلاف ہیں اور ایسی صورتوں میں طلاق کو جائز رکھنا عین حکمت اور مصلحت ہی ہے۔

Divorce permitted not to gratify the levity, caprice or profligacy of either party—but only in the case of unfaithfulness of nuptial vow.

۱ ایک صورت طلاق کو بے الزام جائز رکھنے کی یہ ہے کہ عقد کے بعد اور خلوت ہونے سے پیشتر طلاق دیدی جائے تو اس میں کوئی گناہ یا قباحت عقلمانی نہیں ہے کیونکہ یہہ نکاح کوئی لغوی نکاح نہیں ہے بلکہ اصطلاحی نکاح ہی یعنی وہ ایک معاملہ ہی قول و قرار کا اور اس سے وہ فرض جو فطرت الہی میں خلق ازدواج سے حاصل نہیں ہوئی ہے *

” لا جناح علیکم ان طلقتم النساء ما لم تمسوهن “ (بقرہ ۲۱ ج)

یعنی اگر عورتوں کو جن سے عقد ہوا ہو ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دیدو تو کچھ مضایفہ نہیں ہے۔ الخ — ایسے ہی احزاب کی ۳۱ آیت ج ۶ ایسے اصطلاحی نکاح میں بھی عورت کے لیئے بڑی رعایت اور احسان کیا ہے یعنی جب ایسی صورت میں صبر نہ مقرر ہوا ہو تو دستور کے موافق اس کو خرچ دینا چاہیئے اور اگر صبر مقرر ہو چکا ہو تو نصف صبر دینا چاہیئے اس قدر تو ضروری ہے کہ عورت سب چیزیں دے یا مرد سب دیدے تو اگر بھی بہتر ہے۔ (دیکھو اسی آیت کے بعد کی آیتیں) *

۲ دوسری صورت امکان طلاق کی یہ ہے کہ عورت زنا کرے چوتھ خدا نے نکاح کو تعہدین کا ذریعہ بنایا ہے اور ہر جگہ تعہدین غیر مسافعیوں اور ولا متعذی اعدان کے لفظ فرمائے ہیں + تو جب اس کے خلاف کرٹی فعل ہوگا وہ فطرت الہی وضع ربانی اور شرع اسلامی کے خلاف ہوگا۔ + ” ولا تعذرناہن لئذہبرا بیض ما اتیتہن من الا ان یا قین بفاحشة مبینة “ (نساء ۳ ج) یعنی جائز نہیں کہ تم اپنی بیبیوں کو بند کر رکھو تاکہ ان سے کچھ صبر میں سے چھڑو والو مگر اس حالت میں کہ جب وہ صریح بے حیائی کا کام کریں۔ من الحسن الفاحشة الزنا فان فعلت حل لزوج ان رسالة الشلع (مدارک) یعنی حسن کہتا ہے کہ فاحشة سے مراد زنا ہی اور جب عورت زنا کرے تو مرد کو جائز ہے کہ اس سے خلع چاہے۔ اور یہی مضمون سورہ طلاق کی پہلی آیت میں بھی ہے ” ولا تعذرناہن من یزوجہن

+ نساء ۴ ج (مکرر) اور مائدہ ۱ ج

+ اس کے پہلے کرم پر وقف موجود ہے اور یہہ جملہ مستأنف اور جدید ہے

(۱) ” واللہ تعذرناہن نشوز من فطرناہن و اہبواہن فی المضاجع و اضربواہن فان اطمعنکم ملائکوا علیہن سبیلا “ (نساء ۶) یعنی جن عورتوں کی بد عورتی کا تمکو قدر ہو تو ان کو سمجھا دو اور جدا کر دینے میں اور اگر اس پر بھی نہ مانیں تو مارو (آہستہ سے تادیب) پس اگر مان جائیں تو انہو الزام نہ تلاش کرو (یعنی طلاق نہ دو) *

(ب) ” و ان عقم شقاق بینہما فامشرا حکما من اہلہ و حکما من اہلہا ان یزیدا اصلاحاً یوفق اللہ “ *

یعنی اگر تم قدر کہ وہ دونوں آپس میں ضد رکھتے ہیں تو کھڑا کر ایک منصف مودعواؤں میں سے اور ایک منصف عورت والوں میں سے اگر یہہ دونوں [منصف] چاہیں گے صلح تو خدا ملاپ کر دینا ان میں *

(ج) ” و ان امرأة خانت من بعلہا نشوزاً او امراضاً فلا جناح علیہما ان یصلحا بینہما صلحا والصلح غیر واجب الا انفس الشخ و ان تعسرا و قتلوا فان اللہ کان بما تعملون خبیراً “ [نساء ۱۹ ج]

یعنی اگر کرٹی عورت قرے اپنے خاوند کے لڑنے سے یا جی پھر جائے سے تو وہ دونوں آپس میں صلح کر لیں اور صلح عرب چیز ہے اور جیڑ کے آگے دھری ہے حرص اور اگر تم نیکی کرو ان عورتوں سے [اس طرح جو کہ وہ تمہیں ناگوار ہوں مگر تم صبر کیئے رہو اور ان کی صحبت کی رعایت کرو] اور بچو [لڑنے سے اور جی پھر جانے سے] تو خدا کو تمہارے سب کاموں کی خبر ہے *

بعض اہل علم نے لکھا ہے کہ صریح علیہ السلام نے صرف حرامکاری کی صورت میں طلاق جائز رکھی ہے مگر جس لفظ کا ترجمہ حرامکاری کیا جاتا ہے وہ وہ صرف زنا ہی کے واسطے ہے بلکہ اس سے نشوز اور بیوفائی اور غدر جو عورت کی طرف سے ہو مراد ہے چنانچہ سلفین اور ملتیں نے رسالہ اگزرر میریہ اور اعتقادات میریہ میں بہت سی احادیث و باتیاں پھر کے مہاررے اور کتب مقدسہ کے حوالوں سے ثابت کیا ہے *

۱۹ جبکہ مرد اور عورت میں جو ایک بڑی مضبوط زنجیر اور یکے بعد سے پانڈھی گئی اور فطرت الہی کے قانون کے مستحکم ہیں کرٹی

آپس کی گزراں میں ہر نظم اور ترتیب اولاد میں ابتری روا رکھی مگر اُن لوگوں نے ان حکموں میں کبھی غور سے نظر نہیں کیا کسی فقہ سے احکام پرچہ لیتے یا احکام قرآنی کو اُس کی رائے پر عمل کر لیا اور ظاہر ہی کہ فقہ کا منصب حمایت اسلام و دفع مظالم نہیں ہی اُس کو ہر ایک صورت اور ضرورت کے احکام جو احکام قرآنی اور رائے اور قیاس سے نکل سکیں پتا دینے سے کام لیتے مکملین اسلام کا یہ کام ہی *

طلاق کو ائمہ فاضل اور سلف مرتع پر جس کا ہم نے بیان کیا ہے جائز رکھنا انسان کے حق میں بڑی پیروی اور احسان کا کام ہے ایسے ازواج سے جس میں عورتوں کی زندگی حرام اور عیش تلخ ہو مصلحتی دلانا میں حکمت ہے۔ جو لوگ طلاق کے باب میں بہت سخت ہیں وہ بھی دو ایک صورت طلاق کی جائز رکھتے ہیں پھر جب کسی ضرورت شدید سے اُس کا حوازا ماننا پڑا تو پھر اُس کے احکام علم بند نہ کرنے پے عقی ہیں اور نہ اُن احکام کے بیان سے طلاق کی اباحت ایسی بے پردائی آزادی اور مطلق العنانی سے ثابت ہو سکتی ہے اگر ایام جاہلیہ کی رسوم ازدواج و طلاق کو دیکھا جائے تو ثابت ہر وہ کہ جملہ احکام طلاق ان بد رسوں کی اصلاح اور تہذیب میں صاف ہوئے ہیں جن کی حرکتیں بہائم اور درندوں کی مانند تھیں یا ان شدید التعصب کے وہم باطل کی مرستی کے لیتے تھے جو وقوع زنا پر بھی طلاق کو جائز نہ سمجھتے تھے پس ان سب افراط اور تعریض پر نظر کر کے اُس کی قباحتیں روکی گئیں اور پرائیاں دفع کی گئیں نہ کہ از سر نو اجازت دی گئی ہو یا ابتداً جاری کیا ہو *

۱۱ اپ ہم پھر اُن احکامات اسلام کا بیان کرتے ہیں جو

Beneficial ordinances in the favor of female sex.
بہی نوع انسان پر مفید فرمائے گئے *

ایام جاہلیہ میں طلاق کے حیلہ سے بہت ظلم کیا کرتے تھے مثلاً عورتوں کو حبس میں کر رکھتے تھے یا مطلق چھوڑ دیتے تھے تاکہ وہ زمر میں سے کچھ چھوڑ دیں یا طلاق کے بعد بھی اُن کو اس غرض سے روک رکھتے تھے کہ کسی اور سے نکاح نہ کریں تاکہ زوج سابق کی ذلت نہ ہو مگر قرآن نے ان سب باتوں کو منع کیا اور زن مطلقہ سے کچھ واپس لینا کیسا اولٹا ہے کچھ دنیا واجب ٹھہرایا *

۱۲ ”ولا تمسکوا من ضرراتہن“ و من یفعل ذلک فقد ظلم

نفسہ ”یعنی عورتوں کو بند نہ کرو ستانے کے لپٹے اور جو کوئی ایسا کرے اُس نے اپنے حق میں پرا کیا *

وجہ حدید اور ہامہ قوی نہ ہو سکتے یا فرض اصلی کے نہ حاصل ہو سکتے کا ہر تو نا اتفاقی حدید اور بے لطفی نا قابل برداشت کی حالت میں یا زوج کے ترش مزاج یا تلوں مایع ہوتے کی صورت میں اس عہد موئن اور عہد دائمی کا ایسی آسانی سے دفعتاً اور بقتہ ثوت جا سکتے کا حکم نہیں دیا بلکہ علوہ ان تدارک اور تدبیروں کے جن کا بیان پچھلی دفعہ میں مفصل گذرا جب بظاہری و بجمہوری ارادہ طلاق اور اہد مفارقت کی تربت آ جاوے تب بھی ایک مدت دراز کی مہلت فکر اور غور کرنے کو دی گئی اور اس عرصہ میں بھی کئی ایک تدبیریں صلح کی قائم کر دیں *

۱ ”اذا طلقتم النساء فطلقواہن لعدتہن واحصوا لعدۃ والتموا اللہ“ + [سورۃ طلاق ۱] مدت کے مقرر ہونے میں ایک خاص اور بڑی مصلحت یہی ہے کہ باہم صلح ہو جاوے اور پھر لپٹن احق برہن فی ذالک کا بیان اسی پچھلی دفعہ میں گذرا *

۲ پھر اس مدت میں عورت کو اپنے گھر سے نہ جانے دینا چاہیئے اور نہ وہ عورت گرد جاوے الا یہ کہ زنا کی صورت ہو * لا تضرحوا من من یتربحن ولا یضرحن الا ان یتن بفاحشۃ موبیہہ — [طلاق]

۳ پھر جہاں مرد گرد رہے وہیں مدت والی عورت کو بھی جگہ دے *

”واسکنوا من من حیث سکنتم من وجدکم ولا تضاروا من تضیقوا علیہن“ — (طلاق)

یہ سب تدبیریں اس مصلحت سے ہیں کہ اُن کے باہم سے رنجش دور ہو اور باہم رغبت کریں۔ اور جو کوئی نا عاقبت اندیش ذرا سی سوہ مزاجی یا اختلاف پر طلاق نہ دے بیٹھے *

۴ بالآخرہ سورۃ طلاق میں یہ بھی ہے کہ مدت پوری ہو جانے کے بعد یہ کچھ ضرور نہیں ہے کہ طلاق ہی دی جاوے اور مفارقت ہی اختیار کی جاوے بلکہ یہ حکم ہے *

”واذا بلغن اجلن فامسکوا من یمسکوا من یمسکوا“ — یعنی جب وہ پھر نہ چلیں اپنے وعدہ کو تو یا رکھ لو دستور سے یا جانے دو دستور سے *

۵ انہر مخالفوں نے قرآن میں طلاق کے احکام مکرر دیکھے کہ ”جبھا کہ صاحب قرآن کی نظر میں یہ ایک ہلکی سی بات ہے اور عدم مبالغہ کی نظر سے دیکھ کر سمجھتے ہیں کہ قرآن نے عموماً طلاق کے جواز سے حسن معاشرت کی عوامی تدبیر منزل کا لہا اور باہم

+ جب تم طلاق دو عورتوں کو تو طلاق دو اُن کی مدت پر اور گنتہ رہر مدت اور قرآن اللہ سے —

رسوم پر تھی بلکہ پولوس مقدس کی رائے کا رجحان بھی باوجود
مطالعات کے اسی طرف تھا دیکھو اولاً کرنتھیوں باب ۷ ورس ۸
و ۲۶ و ۳۷ و ۳۸ و ۳۰ *

اور جو قیاحتیں ان بد رسوم کے پیدا ہونے میں اور جو جو
قائدے کلیسا میں بڑے بڑے مہرے پانے والوں کے تجربہ کے لیئے
مقرر ہوئے ان کی ایک بڑی تاریخ ہے۔ عیسوی مشائخ میں سے
جیروم [سنہ ۴۲۰] اور امبروس [سنہ ۳۹۷] اور رومانی اسقفوں
میں سے داما سیرس [سنہ ۳۸۴] اور سری سیوس [سنہ ۳۹۹]
اس کے بڑے حامی تھے اور سنہ ۳۰۵ ع کی کونسل الیورس میں
ہر پشپ اور ڈیکن اور پادریوں کو تجربہ کا عام حکم دیا اور
تولید کی کونسل سنہ ۵۸۹ میں یہ حکم نکلا کہ کلرچی
(پادری؟) کسی صورت سے مشتبہ پایا جاوے تو قاضی اس صورت کو
بیچ ڈالے اور اُس کی قیمت مسکینوں کے صرف میں لاوے۔ اسقف
جرجیس اکبر تجربہ کے مسئلہ کا بڑا حامی تھا اور ایک ثقل مشہور
ہی کہ جب اُس نے اپنا قالب صاف کرایا تو اُس میں چھ ہزار
پیسوں کی کھڑکیاں نکلیں۔ یہ نتیجہ اُس قانون کا تھا جس میں اُس نے
دینی مہر داروں کو مذاکعت سے ممانعت کی تھی۔ اس نتیجہ میں
جو خرابیاں ہوئیں اُن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ پادریوں
کے لئے جو باوجود اس تجربہ کے ہرگز بغیر نہیں رہتے تھے کالعدم قرار
دیئے گئے اور پینڈنٹ ۸ نے کونسل پنویا سنہ ۱۰۲۲ میں اُن لوگوں کو
کالعدم قرار دے کے ہمیشہ کی غلامی میں دیدیا۔ اور ہینشاہ ہنری
۲ نے ان احکام کی تعمیل میں سیاست بھی ہموار کر دی۔ آخر الامر
سینکڑوں برس کے بعد ان خرابیوں کی اصلاح شروع ہوئی۔ اور لوتھر
کو سب سے اول تو نہیں مگر وہ بھی منجملہ منکرین مسئلہ تجربہ
تھے اور سنہ ۱۶۲۵ میں کھترین دین پورا سے جو دائمی تجربہ کی
نذر کرچئے تھے مگر پھر اس سے پھر گئے تھے نکاح کیا۔ قرآن میں
اس وہماتیت کی اصلاح ان لوتھر وغیرہ لوگوں سے صدہا سال پیشتر
ہوچکی تھی۔ اور جو ٹھیک ٹھیک اسکی منشاء اور کیفیت تھی اسپر
اشارہ ہوا ہے *

”وہماتیتہ ابتدواھا ماتیتنا علیہم الا ابتغاد رضوان اللہ فماروھا
حق رعایتھا“ [حدید ۳ ع]

یعنی عیسائیوں نے دنیا چھوڑنا چاہا تھا مگر انہیں واجب نہیں
تھا تھا یہ انہوں نے خدا کی رضامندی کے لیئے نکالا مگر جیسے ناپاکی
چاہتے تھا نہ نپاھا۔

اور لڑھپائیہ فی اسلام بارہ سو برس سے مشہور ہے *

۲ فاذا طلقتم النساء بطلاق اجلبن فلا تعضلواھن ان یتکھن
ازواجھن اذا تراوا بیئھن بالمعروف یعنی جب طلاق دی تمہارے
انکو اور وہ پھر بچ چکیں مدت کو تو اب نہ روکو انکو کہ نکاح کرلیں اپنے
خاوندوں سے جب راضی ہو جائیں موافق دستور کے * (ایضا ۳۰ ع)
۳ اس میں اسباب کا بھی اشارہ نکلتا ہے کہ صورت کے میکے
کے لوگ اُسکو بعد مدت اپنے شہر سے پھر ملجائے کر کہ رکھیں *

۴ ”والله طلاق متاع بالمعروف حقاً علی المتین“ = (بقو ۳۰ ع)
۵ اگر طلاق پانے والی صورت پیٹ سے بھی ہو تو جب تک وہ
بچہ نہ جنم اسکو کھانا پکڑا اپنی حیثیت کے موافق دینا ضرور ہے
اور اگر بچے کو دودھ بھی وہی پلاوے تو پھر اس کی اجرت جداگانہ *
۶ ”وان فی اولاد حمل فانفقوا علیہن حتی یضعن حملن فان
ارضعن لکم فاتراھن اجورھن“ *

یعنی اگر وہ صورتیں پیٹ سے ہوں تو اُنکو ثقہ در جب تک بچہ
ہو اور اگر دودھ پلاریں تمہاری خاطر تو اُنکو دو انکے ٹیک *

۲۲ بیوروں کے نکاح اور لوثقی اور غلاموں کے نکاح کا عام حکم
عرب کی رسم کے خلاف اور رومن کی تہلک
(Objections refuted) کے علی الرغم جاری کیا چنانچہ فرمایا ہے
”واکھروا الیامہ منکم والصالحین من
مبادکم وامامکم = اسیکونوا قواء یغنم اللہ من فضلہ“ + * (نور ۲ ع)

اس آیت کا آخری فقرہ کہ اگر وہ لوثقی اور غلام محتاج ہوئے
تو خدا اُن کو اپنے فضل سے مالدار کر دیگا اس پر دلیل ہے کہ غلام بھی
اپنے مال کے مالک ہوتے ہیں اگلے زمانہ میں اور اب بھی غلاموں کی
بہت عرابی ہے کہ وہ آپ کسی جائداد کے مالک نہیں تصور کیئے
جائے اور اسی وجہ سے غلاموں کے مالک اُن کو ازواج سے بھی محروم
رکھتے تھے *

اہل عرب اپنے باپ کی جوروں کے نکاح میں مضائقہ کرتے تھے
اس طرح کہ وارث خاندان اپنی سوتیلی ماؤں کو رری رکھتا تھا تاکہ
وہ دوسری شادی نہ کریں اور عیسائیوں میں ایک قسم ایسی صورتوں
کی تھی جو تمام عمر بے شہر رہتی تھیں اور ایک فرقہ ایسے مردوں
کا تھا جو مذہبی امور کی پابندی سے تمام عمر نکاح نہیں
کرتے تھے۔ اور عرب اور کونسل کے قریب اس باب میں بہت سی
نیاحتوں کے باعث ہوئے اور اُن کی بنا نہ صرف یورپ کی بدعات اور

+ اور بیاد دو رانقوں کو جو تم میں ہوں اور جو نیک ہوں
تمہارے غلام اور لوثقیوں اگر وہ ہوئے مفلس اللہ اُن کو غنی کر دیا
اپنے فضل سے۔

جواب

ہریمت اسلام کے اصطلاحوں کی عربی اور خصوصاً منزلی تدبیروں کا حسن تب ہی عرب معلوم ہوتا ہے جب جاہلیت کی رسوم اور اداب نکاح اور ملکوں کے بلکہ بلاد ترک کی اب تک کی رسوم ازدواج کو بلا سبق ظن اور تعصب قرآن کے احکام سے مقابلہ کیا جارہے۔ جو باتیں معترض نے منکر خواہی ہو تو اسلام نے ضرورت کو ایک سخت اور شدید غراب حال سے چھوڑا ہے اور کوئی آزاد ضرورت ہریمت اسلام کی رو سے اپنی مرضی کے خلاف نکاح کرنے پر مجبور نہیں ہو سکتی۔ مگر ازدواج کی ضرورت میں جو حیثیت ضرورتوں کی اسلام نے قرار دی ہے وہ ایک ایسی کمینگی اور ذلیل مطلق ہے جو اپنے ہرگز کی خدمت کے لیئے مفارقت کی گئی ہے اور بغیر ایک گھنٹہ کے بیشتر سے خبر دینے کے نکاح دیا جاتی ہے اور خاوند کو ایسا اختیار مطلقاً نورا ہے غرور و کامل طلاق دینے کا دیا ہے مگر ضرورت کے لیئے کوئی رعایت اس قسم کی نہیں دہی وہ تو اپنی مرضی کے خلاف اور معطل ہمیشہ اپنے خاوند کی لڑائی جیٹی ہوئی اور مملکت رہتی ہے۔ جب کہ درحقیقت طلاق ہو جائے تو وہ اپنے مہر کا دعویٰ کر سکتی ہے

اعتراض

یہہ اکثر کہا جاتا ہے کہ اسلام نے ضرورتوں کی حالت میں تہذیب اور اصلاح کی مگر میں سمجھتا ہوں کہ اسلام نے ازدواج کی ضرورت میں یہ نسبت زمانہ جاہلیت کے ضرورت کی حالت زیادہ تر ذلیل اور پست کر دی ہے البتہ ایک امر خاص میں تو یعنی بیٹی کا اپنے باپ کی بیویوں کا وارث ہوتا اس میں تو اسلام نے ضرورت کو ایک سخت اور شدید غراب حال سے چھوڑا ہے اور کوئی آزاد ضرورت ہریمت اسلام کی رو سے اپنی مرضی کے خلاف نکاح کرنے پر مجبور نہیں ہو سکتی۔ مگر ازدواج کی ضرورت میں جو حیثیت ضرورتوں کی اسلام نے قرار دی ہے وہ ایک ایسی کمینگی اور ذلیل مطلق ہے جو اپنے ہرگز کی خدمت کے لیئے مفارقت کی گئی ہے اور بغیر ایک گھنٹہ کے بیشتر سے خبر دینے کے نکاح دیا جاتی ہے اور خاوند کو ایسا اختیار مطلقاً نورا ہے غرور و کامل طلاق دینے کا دیا ہے مگر ضرورت کے لیئے کوئی رعایت اس قسم کی نہیں دہی وہ تو اپنی مرضی کے خلاف اور معطل ہمیشہ اپنے خاوند کی لڑائی جیٹی ہوئی اور مملکت رہتی ہے۔ جب کہ درحقیقت طلاق ہو جائے تو وہ اپنے مہر کا دعویٰ کر سکتی ہے

اور تعجب ہے کہ معترض نے طلاق کو ایسا سمجھا کہ بغیر ایک گھنٹہ کی نوٹس کے بھی

- † سورہ روم ۳ ع
‡ سورہ بقرہ ۱۸۴ آیت
§ نساء ۵ ع
|| بقرہ ۲۸ ع
¶ نساء ۳ ع

۲۲ اس مقام پر چند اعتراضات متعلق مسائل نکاح و طلاق

نقل کرے اُن کا جواب لکھنا بہت ضرور ہے گو میں دیکھتا ہوں کہ مضمون طویل ہوا جاتا ہے۔ مگر ان اعتراضات سے

(Objections refuted ed.)

یہہ ناگدہ ہے کہ عوام ملاؤں کی آنکھیں کھلیں اور جواب سے یہہ ناگدہ ہے کہ اسلام یا قرآن پر سے بیجا تہمتیں دلع ہوں اور اُس کے احکام کی خوبیاں ظاہر ہوں اور نیز جو کچھ خالص احکام قرآن اور رسوم باطلہ میں فرق ہے وہ بھی عیاں ہو جائے *

جواب

اعتراض

لونڈیوں کی تعداد کی کوئی حد مقرر نہیں ہے اُس سے ہر کوئی مسلمان بلا لحاظ اپنی چار ضرورتوں کے اور بغیر کسی رسم ماقبل یا ضمانت ما بعد تصرف کر سکتا ہے اور لونڈیاں بنانے کی رسم اس سے نکاح اُس ضرورت میں تھا ضروری شرط ہے اور کوئی مسلمان جب کہ آزاد ہے نکاح کا مقدر اپنے دل سے یا عروہی سے اس کے نہو پس جب کہ ایک کا وجود پند ہونے پر راضی نہوگا *

ضرورت نہیں ہے اور ہم نے بعض فقہاء کے قول کی طرف بھی اشارہ کیا ہے ادا کاں تھتہ حرة لم یجزلہ نکاح الامۃ [ابو حنیفہ امام مفسر کبیر] پس یہہ اعتراض قرآن پر بیجا ہے۔ اور بغیر کسی رسم کے اُن کا تصرف بھی میں تسلیم نہیں کرتا کہونکہ فائیکھراہن باذن اہلن میں صاف نکاح کا حکم ہے اور پھر دوسرا فقہاء مہضات غیر مہضات † اور ولا متطغنی اعدان اور بھی ضرورتیں مذاوت کی ہیں۔ اور ضمانت کے واسطے مہر کا تعین کلیدیوں سے دیا ہے ہی جیسا کہ آزاد سے و آتوہن اجورہن پالہ معروف اور دینو اُنکو اُنکے مہر موافق دستور کے [نساء ۴ ع] اور یہہ بات کہ مسلمان کبھی اس رسم ملک بیویوں کے پند ہونے پر راضی نہونگے اس کا جواب فقہاء کے ذمہ ہے *

† یعنی وہ لونڈیاں قید میں آتیاں کہ مستی نکالیں اور نہ چپٹی بازی کرتیاں۔

ولا تمسکواہی خوارا لمتدوا (بقرہ ۳۹ ع)
ولا تقنارواہن لتقیقرا علیہن [طالق]

اعتراض جواب

استبدال زوج ہمیشہ ایک صورت کو
مطلق دینا اس فرض سے کہ دوسری
سے نکاح کریں قرآن میں تسلیم
کیا گیا ہے صرف اس شرط سے کہ
مہر پورا ادا کیا جاوے پس جبکہ
ماہا السورہ اس طرح ہے: مہر پورا اور
مقہور اور مقید اور مہر پورا اور
فی الفور دفعہ غصہ میں یا اضطراراً
تکالیفی جاوے تو یہ ہے کیونکہ کہا
جاوے کہ شریعت اسلامی نے صورتوں
کے حق میں پہچانی کی ہے۔ منجھے
اس کہنے میں کچھ کامل نہیں
کہ زمانہ حالیت میں صورت کو
زیادہ آزادی بڑی صحت و تندرستی
زیادہ صحت سے اختیار حاصل تھا۔
مہر کی کوئی حد نہیں رکھی بلکہ
قنطار کے لفظ سے اس کی تعداد کا
بیشمار ہونا ظاہر کیا تو ایسی
صورت میں طلاق کے مقدمے بہت ہی کم
نکلینگے گویا کہ طلاق کو ایک
بڑی مشکل شرط پر موقوف رکھا تو اس کا
مقصود منع طلاق تھا کہ جہاز اور ایک
لطف یہ ہے کہ اردہم کا لفظ فرمایا ہے جس سے
وقوع طلاق کی تسلیم و تصدیق نہیں نکلتی
— خلاصہ یہ کہ اس آیت سے جواز طلاق
[اور وہ بھی ناپسندیدہ اور قبیح طریقہ سے]
پیش کرنا ایک ناقص شہادت ہے۔ اور اس آیت کو
اس طرح بیان کرنا کہ اس سے طلاق کو توہین
ہی ایک بڑی پائی ہے کیونکہ اس کا
مقصد یہ ہے نہیں کہ تم طلاق دیا کرو
بلکہ مصلحت کا یہ ہے کہ اس وقت
زمرہ میں سے کچھ نہ لیا کرو۔ کو ایسا
موقع اسی وقت پیش آویگا جبکہ طلاق
ہوگی مگر اس حکم کی منشاء دیکھنی
چاہیئے کہ طلاق کے جواز کو صرف ضمناً
تسلیم کر لیا ہے نہ یہ کہ اس سے اسکو
بالاستعمال جائز کیا ہو اور اسلئے
اردہم کا لفظ یہی کہا اور معاہدات میں
پسا اوقات ایسا بول جاتے ہیں کہ نتیجہ
میں گفتگو کرنی منظور ہوتی ہے تو سبب کا
ذکر فرض و تسلیم کی صورت میں ہو جاتا
مگر اس سبب کے جائز یا ناجائز ہونے کا ذکر
مقصود نہیں ہوتا۔

کہ اس بات کا عام کہ صورت ایسا
مطلقاً اور فوراً ہو جاتی ہے
دوسری کو سکتی ہے دفعہ مرد کی
دلگرتہ اندیشی اور غصہ کی حالت
راے کہ بدلنے کی ایک ناخوش
میں فوراً فائدہ ہو جاتی ہے
روک تو ہے مگر لڑائیوں کے حق
حالانکہ جو وجوہ اور اسباب نکاح
میں بہت ناقص قید بھی نہیں ہے
کے قرآن میں لکھے ہیں وہ خود
اور مرد کو صرف طلاق ہی کا
ہی مانع طلاق ہیں اور پھر صورت
اختیار نہیں ہے بلکہ حبس کرنے
ناگزیر اور واقع لا علاج جو پامال
اور مارنے کا حکم بھی صاف صاف
نہاں منزل اور موجب انفکاک
دیا گیا ہے دیکھو سورہ نسا کی
نظم ہو اس میں سے ایک یا دو
مرتبہ کی طلاق کو کافی نہیں
سمجھا بلکہ ایک بڑی مدت فکر اور

قائل کے واسطے مقرر فرمائی اور اس میں
صلح کی ترمیم دی اور پھر مدت
اور رجعت اور تیسرے مرتبہ میں اسباب کی
تشریف فائز طلقہا فتہ تھل لہ
حتیٰ تلک زوجا غیرہ سب تدبیریں طلاق کے
حفظ اور ضبط کے واسطے ہیں۔ اور مرد کی
راے بدل جانے کا تدارک طلاق نہیں
قرار دیا بلکہ جھگڑے اور ناخوشی کے رفع
دفع کرنے کی تدبیریں اور
۱۸ دفعہ کی ۳ قسم میں بیان ہوئی ہیں *

اور یہ بھی عجیب ہے کہ معترض نے اس بات سے
انکار کیا کہ گویا طلاق کا صورت کو اختیار نہیں
دیا گیا حالانکہ فلا جناح علیہما
لیما اتمدتا فی میں صاف مسئلہ حل کا بیان ہے *

اور جو صورت کے معلق رہنے یا عموماً
معروض علیہا ہونے میں لکھتے ہیں وہ بھی
خلاف تصریحات قرآنی ہے کیونکہ ہر جگہ
حسن معاشرت پر تاکید ہے فاعذرنا
ہی بالعمروف (۳ ح ۱۲ ع) اور بالتحقیص
اسی مقدمہ میں یہ بھی فرمایا
تلا تملوا کل الہیل تندرہا کالماتہ
اور یہ بھی عجیب ہے کہ لڑائیوں کے حق میں
ادامہ مہر کی شرط نہیں حالانکہ
واتواہن اجورہن بالعمروف (۵ ح ۴ ع)
ہو کرٹی قرآن میں دوا سکتا ہے *

اور نشوز کی حالت میں کمال حکمت اور
مصلحت ہی پہلے تصویب کر دیتا اور اگر اس سے
اصلاً نہ ہو سکے تو ہجرت فی الصلاح اور
جب یہ تدبیر بھی نفاذ ملزومی کی اصلاح کو
کافی نہ ہو تو جناحی اور مصلحتاً تادیب
بھی مناسب ہے اور یہ سب صورتیں طلاق کی
تدبیر سے بہت ہی نرم اور کم ہیں
نہ کہ غورہ گیری کے لائق *

پس ایسا مارنا جس کی تفسیر ضرب
غیر مہرج سے کی گئی ہے اور گویا طلاق کا بدل
ہی صورتوں کی حالت کو نقصان اور مقصد نہیں
چھوڑنا سکتا اور اور جبکہ قرآن میں
صورتوں کو ضرر پہونچانے کی صاف ممانعت ہے
چنانچہ —

جواب

اعتراض

طلاق کے قاعدوں میں ایک قاعدہ
کی نسبت ہے بولے رہا نہیں جاتا
کہ ایک عاقل و بالغ مرتبہ طلاق
دیوید کر تو پھر سکتا ہی مگر
تیسری مرتبہ کے بعد پھر نہیں
سکتا اور یہ عمل کیسا ہی قانع
اور مقرر ہو اور کیسے ہی قصہ کا
نتیجہ ہو اور اس سے کیسا ہی
کچھ نہ اس پر مجرم عورت کو —
نہیں بلکہ اس کے معصوم بچوں
کو اثر پہونچتا ہو اور وہ شوہر
بھی کیسا ہی کچھ اس ظلم کی
اصلاح چاہتا ہو مگر اب وہ
منسوخ ہی نہیں ہو سکتی مگر
یہ کہ وہ طلاق ہی ہوئی عورت
ایک شخص ہوتا ہے وہ آسکتی
ہی کہ پہلے اسکا کسی اور سے
نکاح ہو اور یہ بھی اسے طلاق
دے (پھر ۱۳۱) —
مسلمانوں کی حیا و غیرت کا
اسی پر قیاس کر لیا جاوے کہ مطلقہ
ہائوں کے پھر جائز ہونے کے لیے
ایک مستحل یعنی عارضی شوہر
گوریا اجرت پر رکھ لیا جاتا ہی
اسکی ایک مثل مشہور ہو گئی ہی
الف حق ولا مستحل *
اور بے سببی کا عذر کر سکتا ہی اور
نیا اتنی مدت تک اسکی بد عورتی
مستمر رہیگی — پس اس کو
طلاق میں (اطلاق موقت) اے علی التفریق دون الجمع ***
فان طلقها (اے ثانیہ) (نہ تھک لہ) جو جدا جدا اک عرصہ مستحبہ
کے بعد ہوں عریض نے کوئی عذر اور حیلہ فاکہانی قصد اور فلتہ
ناخوشی کا اٹھا نہیں رہا کہ جس سے اب جلد بازی اور تیز مزاجی
پر قدامت اور انوس ہو بلکہ اک اختیاری عمل ہی کہ اسکا الزام
اپنی ہی عقل و تمیز پر ہو سکتا ہی *

اور حلالہ کا حکم بھی اس رسم طلاق کے کھٹانے اور کم کرنے کی نظر
سے ہوا ہی اور بے شک اسکی دسرانی کسی صاحب غیرت کو ایسے ارادہ

اور در حقیقت اس آیت میں اس منکون مزاج ذامقبت اندیش
کی چھوڑی حرکت ہو جو گھڑی میں گھر بھاڑے اور گھڑی میں بگاڑے
تنبیہ کر دی ہی تاکہ وہ بلا سبب اور بغیر ضرورت بعض لذت حاصل
کرنے کے ایسے استبدال زوج چاہتا ہو — اس صورت میں یہ حکم
اس ارادہ کا قوی مانع ہوگا — پس ان سب تقریروں کے خلاصہ میں
ہم کہتے ہیں کہ زمان چاہلیہ کے اداب میں بلکہ پھرہ اور روسن کی
وسوم میں بھی عورت کی ذات بہت بدتر کمتر ذلیل تر حال میں اکثر
بے اختیار اور قیدی کی طرح بسر کرتی تھی اور حسین معاشرت کے بہت
سے فائدے اور زوجیت کے بہت سے حقوق سے محروم رہتی تھی اور انگلستانی
رسمیں اب تک اسکے حق میں سخت اور شدید ہیں مگر اسلام کے شارع
نے احکام قرآن میں عورتوں کی حالت کو ایام زوجیت اور بیوگی میں
اگلے زمانہ کی حالتوں سے کہیں بڑھ کر بہتر اور برتر کر دیا — اور
عدالت کے حکم اور مشورہ ہالہ معروف کی وصیت اقامت
بیانکم ہالہ معروف کے قیام سے اس سے زیادہ خوش حال اور فارغ الیال
کر دینے سے اس اصلی غرض کو جس پر مصنفین غیر مسافحین
میں اشارہ کیا ہی اس قدر ہی تسکین اور راحت اطمینان کو جو
ہی لباس لکم سے مراد ہی بڑے کامل طور سے پورا کیا *

جواب

اعتراض

اور لونڈیوں کے حق میں جو
مسلمانوں کی غلامی میں ہوں
دشوار ہی کہ انکی حالت مذلت
زیادہ جنس انسان کی اور کوئی
حالت قیاس میں آسکے ان سے تو
کمترین مظلومات کی حیثیت سے
سلوک کیا جاتا ہی — قید و بند
تو ان پر ایسی ہی کر دیا کہ وہ
منکوحہ ہیں مگر حقوق زوجیت
سے وہ صاف صاف محروم ہیں وہ
بالکل اپنے مالکوں کے اختیار میں
ہیں صرف ایک صورت مصلحتی
کی یہ ہے کہ جب وہ ام ولد
ہو جاوے تو یک نہیں سکتی اور [دیکھو اس مضمون کی ۹ دہہ]
مالک کی وفات پر آزاد ہو جاتی
ہی سو بھی قرآن شریف میں نہیں
ہی ماریہ قبیلہ کی مثال پر قیاس
کیا جاتا ہی *

پر جرأت نہ کرنے دیگی یعنی کوئی با حیثیت نہ مطلق باطن دیکھانہ
حالات کی رسوائی اٹھائیکا۔ اور محفل نہ اور محفل کی شہادت
پہلے ہی بیان کرچکی ہے۔ ابھی ہم حجۃ اللہ الباقیہ میں دیکھتے
ہیں امیر رسول اللہ صلعم (اممک و اممک) لہ *

اور یہ تو ایک بڑی قلم فہمی ہے کہ گویا ہر عورت نے اس بے حرم
صاحب مفت کی پردہ دہی اس رسم سے گوارا کی ہو کیونکہ مستحل
صرف اس صورت کو اس فرض سے کہ وہ اگلے شوہر کو اس حیلہ سے
حلال ہو جائے پہلے ہی سے ارادہ کرے تو وہی دین کے لئے نکاح کرے تو
وہ ہو کر درست ہوگا کیونکہ نکاح میں تو مداومت اور تعصبات اور عدم
نکاح اور تعاون فی العشرت اور باہم کی تسکین اور اتحاد مراد اور
مقتصد ہے تو ایسی صورت میں محفل کا نکاح دائمی ہوگا جب تک کہ
کوئی ایسی ہی ناگزیر ضرورت مطلق کی جائے کہ ہر چکا ہی پیش
نہ آوے۔ پس اس صورت کا پائے ہونے کے بعد حلال نہ ہونا اس مرد
کے لئے سزا ہے کہ اس نے عہد الہی اور قانون قدرت کی رعایت نہ کی
موسوی شریعت میں بھی معاملہ اپنے شوہر پر حرام ہو جاتی تھی
وہدأ [سورۃ ۲] مگر قرآن کی نظر میں اتفاق کو ترجیح ہی افتراق پر *
۲۴ حیف ہی اگر اس مقام پر جناب پیغمبر صلعم کی خاص
ازواج مطہرات کے احکام نہ بیان کیئے جاویں تو اس تحریر کی وضع
یہ بے ہمت خارج ہو *

ہر ایک انسان کی عقل ضرور اس امر کی طلبکار ہوگی کہ مصالح
قوم اور ہادی انام نے [جس نے ایسی حکمت اور مصلحت کے احکام
جاری کیئے اور زمانہ جاہلیت کی رسوم قبیلہ اور عادات ضارہ کو
روکا اور کم کیا] خود اپنا نمونہ کیسا دکھایا۔ اور بالفور ہر ایک
شخص کا وجدان اس پر گواہی دے گا کہ خاص مصلحت اور مہذب مذہب
خود بھی ایک نمونہ ہونا چاہیئے تمام اخلاق اور حسنات اور خیرات کا
تاکہ لوگ اس سے نفرت نہ کریں اور یہی امر اصل ہی مسئلہ
مصلحت کی *

جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام ازدواج عجب حکمت کے
احکام تھے جن سے ہم اب بھی اس بات پر استدلال کر سکتے ہیں کہ
کسی متنبی سے ایسے احکام صادر ہونے کی توقع اور احتمال نہیں
کیونکہ یہ احکام بڑی تنگی اور قید نفس اور حرمان شدید کے ہیں۔
اولیٰ سورۃ نساء کی آیت (جس میں عورتوں کی حد مقرر ہے)
نازل ہونے سے پیشتر جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت یہ

+ یہ بات کہ سورۃ احزاب پہلے نازل ہوئی نساء سے اس کے
قبول میں یہ دلیل ہیں [۱] قصیدۃ تقریب المامول فی ترتیب
النزول تصنیف برہان الصمیری کا ایک شعر یہ ہے۔

لحزاب مایۃ استعان والنساء * مع زلزل تم الصدید قامۃ
۲ ابی فریس نے فضائل القراء میں ابن عباس سے روایت

حکم ہوا تھا کہ ازواج مروجہ (جس کا عدد بعد کی مقرر ہے) کو
نصاب سے زیادہ تھا (حلال ہیں) قنریل میں بھی انکی حلت کو
ظاہر فرمایا گیا (۱) اس طرح ہر یا ایہا النبی اذا احاطتک ازواجک اتی
اتیت اجزوتی و ماملکت یمیلک مما اذا اللہ علیک فی ر ہیات مملک
و ہیات مملک [و ہیات خالک و ہیات خالک الی ہجرت مملک]
و امراۃ مومنۃ ان * وہیت نفسا للنبی ان اراد النبی ان یتفککھا
خالصۃ لک من دون المومنین + قد علمنا ما رضت علیہم فی ازواجہم

کی ہے اس میں مدنی سورتیں اس طرح پر ترتیب دی ہیں 'ثم ابتر
ثم لانفال ثم الامران ثم الاحزاب ثم الممتحنہ ثم النساء الخ'

۳ یہی ہے حکمت سے روایت کی ہے دلالت النہیہ میں اس
میں مدنی سورتوں کی ترتیب اس طرح ہے 'ویک للطفیقین والبقرة
و آل عمران والاعمال والاحزاب والاندۃ والممتحنہ والنساء الخ'۔

+ اس اظہار تفسیر سے یہ نہیں ظہر آتا کہ اب تک جو دیکھتے
ہو وہ غیر حلال تھا کیونکہ اب تک جو ہوا تھا اس کی حلت سنہ
یعنی قبل رسول اور انبیاء سابقین کے دستور اور قوم کی رسم اور
قانون قدرت کی مطابقت سے ہوا تھا اور اب اسی تفسیر کا اظہار ہوا
پائے معنی کہ ہم حلال کرچکے ہیں ان کو مگر آئندہ الخ۔

اور ایسی کئی مثالیں مل سکتی ہیں جن میں نزل حکم متاخر
ہی اور عمل متقدم مثلاً آیت وضو جو بالاتفاق بعد ہجرت نازل
ہوئی مگر اس کا حکم مکی ہی ایسی ہی آیت جمعہ جو مدنی ہی
مگر جمع کی فرضیت مکی ہی ایسے ہی فرضیت زکوٰۃ کا حکم پہلے
متاخر ہی اور اس کا عمل اولیٰ ہجرت سے ہی دیکھو اتفاق میں ایک
خاص باب اسی بیان میں ہی متاخر نزول من حمۃ [نوع ۱۲]

اور یہاں تو سب صیغے ماضی کے ہیں اور وہ بھی امر کی ضرورت
میں نہیں ہیں بلکہ خبر کے طور پر ہیں پس یہ آیت سابق ہی کی
حلت ظاہر ترقی ہے۔ آئندہ کے واسطہ کوئی حکم نہیں دیتی۔

۲ تفسیر جلالین میں صا اذا مالک کی تفسیر میں صلیۃ اور
جریزہ کا نام لکھا ہے اور یہ دونوں مشہور ہیں کہ ارادی کی حالت
میں نکاح میں نہیں آتیں۔

|| ہیات ہم سے نہ و تریش مراد ہیں۔

۴ ہیات حال سے نساء پائی ظہر مراد ہیں۔

* "ان وہیت"۔ کوئی ایسی عورت مدینہ میں آں حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہ تھی۔ من عبد اللہ ابن عباس
و مجاہد لم یکن عبدالنہی امراۃ و عیت نفسا منہ۔ [معالم التنزیل]
اور کہ اس میں کوئی حکم مستعمل کا ہے۔ بچہ ضرور نہیں
نہ ان شرطیہ ہو محضول ہی کہ "قد" کے معنی میں ہو اور تعلیل کے
واسطہ ہو۔ پس حضرت خدیجہ مراد ہوگی اور فکرہ ممکن ہی
کہ تعظیم کے لئے ہو۔

+ یعنی سورۃ فرقان اور مومنوں اور یقر میں جرحہ ازدواج
کی نسبت احکام اور وصیت ہوئی۔ اور یہ سورتیں مقدم ہیں
احزاب پر دیکھو قصیدۃ تقریب المامول فی ترتیب النزول اور ابن فریس
کے رسالۃ فضائل القراء میں ابن عباس کی روایت۔

ولوا امحبک حسنہن الا ما ملکت یمنک ۱۱ ط (احزاب ۲۱)

یعنی اس وقت سے سب برکتیں تجھے پر حرام ہیں اور اسلئے
اُن برکتوں کے [جن کا ذکر ہوا] بدائے اور برکتیں کرنی بھی (اسی
نقل کیا ہے ان الیقہ ضبطت من النبی صلی اللہ علیہ وسلم ترتیب اے
کے سورۃ و مواضعہا و مراتب مواضعہا کما ضبطت منہ نفس القرآن و ذات
التلاوة الخ —

مقررہ ازیر جس آیت کو اُس کا نسخ ہونا تفسیر بیضاوی کہ الیہ
اور معالم میں نقل کیا ہے یعنی ترجیح من ثمة منہم و تروی الک من
تشاد اس میں ایک حرف بھی اس پر دلالت نہیں کرتا کہ ازواج
موجودہ کے سوا اُن کے غیر سے نکاح کیا جائے — بعض نے اور بھی
ترقی کر کے یہ کہا ہے کہ اس ۲۱ آیت کی اور بھی پہلے کی یعنی ۲۹
آیت اس کی نسخ ہے — لاجل ولا قرۃ نسخ کیا ہوا ایک وہا ہے
کہ پہچان ہی نہیں چھوڑتی — بلا دلیل اور بغیر ضرورت اُلٹی پلٹی
باتیں خلاف تحقیق جو جی میں آتا ہے صرف بات کی وجہ پر ٹھہرتے
ہیں — ابنتہ رجما بالغیب ایک قول حضرت عائشہ کا نقل کرتے
ہیں کہ مامات رسول اللہ حتی احل لہ النساء یہی الفاظ ہیں تفسیر
کشاف و کبیر اور صحیح ترمذی کے اور اس سے روٹی حرف زیادہ نہیں
ہی اور یہ صحیح ہی اس میں اشارہ ہے اس پر کہ جناب پیغمبر
صلی اللہ علیہ وسلم کی کثرت ازواج کی حالت تنزیل میں ظاہر
ہو چکی ہے اس نسخ کا مذکور تو نہیں خواب و خیال میں بھی
نہیں ہے — اب اگر اس پر بھی کہ مائیں اور حضرت عائشہ کے
قول کو یہ ہمارے اپنے ہی مطلب ہو گریں تو اُس کے معارضہ میں
ہم انس کا ذکر پیش کریں گے جو کہتا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ
وسلم کے مرنے تک وہی حکومت کا حکم جو لایصل لک النساء من بعد
میں تھا قائم رہا چنانچہ تفسیر معالم التنزیل میں ہے قال انس و ما
علی التہذیب —

قائد الاسلام مطبوعہ سنہ ۱۸۷۳ کے ص ۱۰۸ و ۱۰۹ میں ہو
روایت ترمذی سے اس مطلب کے لئے نقل ہوئی ہیں کہ سورۃ احزاب
کی ۲۱ آیت کے بعد ۲۹ آیت نزل ہوئی یہاں زیادہ تفصیل کی
کنجائش نہیں مگر اس قدر تنبیہ کرنی ضرور ہے کہ یہ دونوں
روایتیں صحیح نہیں ہیں کیونکہ وہ حسن ہیں اور حسن صحیح سے
کمتر ہے اُس کے راوی درجہ عدالت تک نہیں پہنچے گو داسق بھی
نہیں — اور دوسرے یہ کہ وہ روایتیں صرف عبدالحمید بن ہریرہ
کے واسطے سے ہیں اور اُس نے عبداللہ بن موسیٰ سے روایت کی ہے مگر
عبد بن حمید کی روایت جو منقول ہے وہ وہی جو شہر بن حرب
سے ہو چنانچہ ابو عیسیٰ ترمذی نے ان روایتوں کے بعد لکھا ہے
سمعت احمد بن الحسن یذکر عن احمد بن حنبل قال لا بأس بحدیث
عبدالحمید بن ہریرہ من شہر بن حرب — اتھے پس وہ روایتیں کہی
اس لائق نہرنگی نہ وہ نظام و ترتیب قرآن کو مشتعل کردیں یا کسی
راہِ راست اور متحرک مضمون کی اُن سے قائل ہو سکے —

† ایک مخالف نے یہ اعتراض کیا کہ گو اس آیت میں پیغمبر
صلی اللہ علیہ وسلم کو ازواج کی اجازت نہ ہوئی مگر ملک یہیں

و ما ملکت ايمانہم لکیلا یکر علیک حرج ط [احزاب ۲۹] — یعنی
میں حال میں تجھ کو قیدی برکتیں [یا ہم جائز کرچکے ہیں تجھ کو
قیدی برکتیں] جن کے سوا تو دے چکا اور جن کا تو مالک ہو چکا
ہے کے لئے حرج ہے [اب جو سوا دے چکے کی وجہ سے حلال نہیں
اُن کی تفصیل ہے] قیدی چچا زاد اور بھائی کے قبیلہ کی برکتیں
اور مومن زاد اور خالہ کے قبیلہ کی برکتیں جنہوں نے ہجرت کی
تیرے ساتھ — اور وہ برکت جس نے اپنے آپ کو عرض کیا
فیئنی پر اور نبی نے بھی چاہا اُس کو نکاح میں [سواہ غدیبہ رضی
اللہ عنہا] [یہ احکام جن میں اس وقت موجود برکتوں کے جائز
رکھنے کا حکم ہے اس طرح پر کہ میں ان برکتوں کا اور ذات شخصہ
اُن برکتوں کی حلال ہو چکی اس حیثیت سے کہ اُن میں تغیر اور تبدل
نہیں ہو سکے] خاص تیرے ہی لئے (تاکہ تو ضبط اور قید میں نہ رہے
ہو اوروں کو اور تاکہ اُس سے ظاہر ہو قیدی عدم متابعت نفس اور
مجبوری احکام الہی کی گو وہ خلاف ہوں خواہش ہائے بشری کے)
سوائے سب مسئلوں کے (کیونکہ) ہم کو معلوم ہے جو اُن پر حکم
ہوا ہے اُن کی نسبت جو اس کی برکتیں ہیں اور اُن کے ہاتھ
کے مال ہیں (مسلمان لونڈیاں) (وہ یہ کہ اُن کے لئے ذات مملکت
نہیں اور اُن میں تغیر و تبدل اور کمی بیشی معروف طور پر
ہو سکتی ہے مگر تیرے لئے خاص اُن برکتوں کی تفصیل ہے
جن میں کمی بیشی اور تغیر اور تبدل نہیں ہو سکتا) تاکہ تجھے پر
گناہ نہ ہو (ان خوردہ گوروں کی نظر میں جو بعض کثرت پر نظر کو کے
طعن کریں کہ نبی نے متابعت نفس کے لئے ایسا کیا حالانکہ اصل
حقیقت اُن کی قوم کے خلاف ہے چنانچہ پور فرمایا) مگو —
”لا یصلک النساء من بعد ط ولا ان تبدل بہن من ازواج

† من بعد انتسح و ہو فی حقہ دلایع فی حداد او من بعد الذرم
حتی لو مات واحدہم تجزئہ نکاح ادری — (بیضاوی)

بعض لوگوں کو اس آیت میں بڑی غلط فہمی واقع ہوئی ہے —
یعنی اس آیت کو منسوخ بتلاتے ہیں مگر قطع نظر اس سے کہ نسخ قرآن
میں ہوا ہے یا نہیں ایک اُڑ لطف یہ ہے کہ اس کا نسخ اس سے
پہلے ہی — ان ہذا لغتی معجب — حالانکہ آیات کی ترتیب ترقیبی
ہی اور اُس پر اجماع بھی ہے — اور یہ بتراثر ثابت ہے کہ جناب
پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح سے قرآن پڑھتے تھے جس طرح
اب آیتیں مرتب ہیں — پس ممکن نہیں کہ اُن آیتوں کی ترتیب
میں ایسی صریحی تاریخی غلطی ہو گئی ہو — علامہ سیوطی اتفاق
میں فرماتے ہیں — الاجماع والنصر المتواترۃ علی ان ترتیب الایات
توقیفی لا یجوز فی ذالک امالاجماع نقلہ فیہ واحدۃ منہم الزر کہی
فی البرہان و ابو جعفر بن الزبیر فی مناسباتہ و عبارتہ ترتیب الایات
فی سورہ راتع بتوقیفہ صلی اللہ علیہ وسلم وا وہ من غیر خلاف فی ہذا
قولہ المسلمون — انتہی — اور پھر قاضی ابوبکر (الباقانی) کا قول

تخصیص تھی منکوحات کی کہ نہ تو ان عورتوں سے زیادہ کوئی اور نکاح کر سکتے تھے اور نہ اُن کے بدلے میں نکاح کر سکتے تھے۔ پس ظاہر ہے کہ جناب پیغمبر کو نکاح کے باب میں اُور مسلمانوں کی یہ نسبت زیادہ حق اور قید اور ممانعت تھی اور اسی لیے ان کی لائق بھی تھا۔ پس یہ صریح استثنائی احکام اور قہر نفس اور تعصبات ہمدید کے جو مقتضائے شریعت پر صبر اور میلان قلبی پر بھی جبر کرنے کے ہیں اُن سے صاف ثابت ہے کہ جناب پیغمبر صلعم نے جوئے اور احکام تنزیل وحی کے مسلمانوں کی صفات اور پرمیزگاری کے بیان فرمائے اُن سے زیادہ اپنی مخالفت نفس کے احکام ظاہر فرمائے۔ اس تقریر سے قین پرست اور فاندز صاحبوں کے اعتراضات کو باطل ہو ہی گئے مگر بعض نا فہم مسلمان جو اسلام کے نادان ہوسہ ہیں اُن کی دیک توجیہات اور خام خیالات یہی باطل ہو گئے واللہ العبد علی ذلک *

۲۵ اور منجملہ برکات اسلام ایک یہ ہے کہ اپنی جان کی حفاظت اور مہلکوں سے صیانت کا حکم

Suicide and gladiatorial shows mitigated. ہی *

[۱] ولا تقاتلوا بائدیکم الی التهلكة + — [ہر ۱۹۱]

[۲] ولا تقتلوا انفسکم — [۵ ج ۷ ع]

خود کسی جس پر اس پھیلی آپس میں اشارہ ہے جاہلیت کے زمانہ میں عرب و روم وغیرہ آباد ملکوں میں جہاں سیاست اور قانون بنی تھے بے روک ٹوک جاری تھی اور بعضی صورتیں آپ سے آپ مرجانے کی عیادت میں داخل تھیں *

ایک قدر — اہل کی رسم ممالک فرنگ میں عجیب رسم تھی کہ دو آدمی باہم مقاتلہ کرتے تھے اور گواہ بھی حاضر رہتے جو ان کے ہاتھ میں آلات حرب دیتے اور اور انتظام کرتے تھے — اور اُس کی بنا یہ امتیاز ہوا کہ ضرور ہی کہ خدا ظالم کو بلا واسطہ سزا دے اور مظلوم کی نصرت کرے چنانچہ یہاں تک یہ رسم پڑھی کہ مقتدمات حقیقت میں اسی رسم کو معک عدالت اور عیار حقیقت قرار دیا اگر ایک اقتادہ زمین پر تنازع ہے تو انہوں نے کہا کہ آؤ لڑیں جو جادے وہ غیر حق پر تھا — کیا عرب عدالت تھی اور کیا اچھا فیصلہ ہوتا تھا اسلام میں شروع سے اُس کی اصلاح ہوئی اور صرف

+ انصار العلماء و التوکیل صاحب نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ محمد صلعم نے بالکل رائے کی آزادی کی تعلیم دی — اتنے در حقیقت رائے کی آزادی بہت بڑی نعمت ہے اور اُس کا ثمرہ قوم اور ملک کی اصلاح پر بہت مفید ہے *

حالات میں کہ اُن میں سے کوئی مر جاوے یا طلاق والے) حرام ہوئیں مگر اوروں کی ضرورت پسند بھی ہو [تب بھی تجھ کو یہ سخت قید اور بند اور مشقیات نفس کے خلاف بلکہ میلان قلب کے بھی خلاف حکم دیا گیا جس میں تپنی کا ضبط اور سادہ مسلمانوں سے عفت اور مخالفت نفس میں استقلال اور برتری ظاہر ہو اور یہ بھی معلوم ہو جاوے کہ کوئی جھوٹا آدمی ایسے احکام اپنی فرض کے خلاف صادر نہیں کر سکتا] مگر یہ حرمت اُن عورتوں سے متعلق نہیں ہے جو تیری ملک نکاح میں آ چکی ہیں [کیونکہ پہلے سے فعل نبی اور عطاے مہر سے نکاح میں بطور معروف آ چکی اور پھیلی آیت میں ان کی تشہیل بھی ظاہر ہو چکی ہے] *

پس اب اس بیان سے ظاہر و ثابت ہوتا ہے کہ اِس پہلی آیت میں [احزاب ۵۹ آیت] نہ تو کسی قبیہ یا قوم کی ایجاد ہے اور نہ کسی امر غیر موجودہ کے پیدا ہونے کا حکم اور نہ آئندہ کو کسی نئی بات کا استعناق ہے اور نہ کوئی مفید مطالب پروانگی ہے اور جو کچھ تخصیص میں دونوں اہل و عیال اور عفت اور قید کی ضرورت ہے نہ کہ آزادی اور بے قیدی کی کیونکہ عوام مسلمانوں کے لیئے صرف عہد کا تعین تھا نہ کہ منکوحات کا اور ممکن ہے کہ موت یا طلاق کی ضرورت میں ہمیشہ بدل ہوتا رہے مگر جناب پیغمبر صلعم کی نسبت

میں تو آزادی حاصل ہے — اس مقام پر جو لفظ اذلیبی تم اصل اعتراض میں ہے وہ تو ایک تیر جگر دروڑ ہے — مگر عامہ مسلمین کو اس کی کیا پروا ہے — الا در حقیقت کوئی یہ پڑھے کہ حضرت ملک یمن افسا کی راہ سے ارتقی کو کہتے ہیں یا یہ لفظ منقول شریعی یعنی نقیہ کی اصطلاح ہے پہلی صورت کی سند لائیئے اور دوسری صورت میں قرآن کے الفاظ کو نقیہ کی اصطلاح پر معبرہ و معبرول نہ فرمائیئے — ابی العالیہ اور سعید بن جبیر اور عطا اور صدی متقدمین مفسرین نے تصریح کی ہے کہ ملک یمن نکاح میں بھی پڑتی جاتی ہے [دیکھیئے تفسیر مجمع البیان اور نیز تفسیر کبیر] پس چونکہ مضمون عدم حلت نساء زنان موجودہ و منکوحہ پر بھی جاری تھا نہ اس وقت کے بعد سے تمپر عورتیں حلال نہیں — اس لیئے الامام ملک یمن تک کہنا ضرور ہوا کہ جو عورتیں ملک نکاح میں آچکی تھیں وہ مستثنیٰ رہیں —

اور ملک جو ماضی کا صیغہ ہے وہ تو حقیقت میں ماضی جو دلائل کرتا ہے اُس کو مستقبل پر حمل کرنا مجازی طور پر ہے اور حقیقت سے مجاز کی طرف جانے کے لیئے کوئی قرینہ صارف من الظاہر ضرور ہونا چاہیئے — ایک صاحب فارسی کا یہ شعر تو دہتے ہیں چار جا ماضی بیاید معنیش مستقبل الخ مگر کوئی صاحب حقیقت سے عدول کرنے کی ضرورت ہمدید اور مانع قوی اور قرینہ واضح بیان نہیں کر سکتے — اور ظاہر ہے کہ صرف بیاید کچھ کام نہیں آسکتا — تندہر بلا تکن من الجاہلین و تامل حتی یاتیک الیقین —

اور ما باپ سے نیکی کرو اور جو کوئی ان دونوں میں سے ہٹتا ہو جادے تو نہ کھوک اور نہ جھوک اُن کو اور اُن سے ادب کی بات کہہ۔ اور جھکا اُن کے آگے کنبھے عاجزی کر کے پیار سے اور کہہ اے رب ان پر رحم کر جیسا پالا اُنہوں نے مجھے چھوٹا سا۔

[۴] ”و آت [۳] فی القربی حقہ [۵] والمساکین [۶] وابن السبیل۔“

یعنی اور دیدے پالنے والوں کا حق اور محتاج کا اور مسافر کا [ایضا]

[د] ”ولایاتل اولوالفضل منکم والسعة ان یوتوا [۴] اولی القربی [۵] والمساکین [۶] والہاجرین فی سبیل اللہ۔“ [تورا]

اور قسم نہ کھاؤں بڑائی والے تم میں سے اور کشمکش والے نہ تاتے والوں محتاجوں اور خدا کی راہ میں وطن چھوڑنے والوں کو مال نہ دیں۔

[ز] ”و وصینا الانسان [۲] ہراندیہ احسانا حملتہ امہ کرہا و وضعہ کرہا۔“ [احقاف ۲ ع]

اور ہم نے تنہید کیا ہی انسان کو اپنے ما باپ سے بھلائی کا پیٹ میں رکھا اُس کو اُس کی ماننے تکلیف سے اور جدا اُس کو تکلیف سے۔ (ج) ”لا اتعصم العقبۃ و ما ادراک مالہ عقبۃ (۱۱) فک رقبۃ او اطعام فی یوم ذی مسغیۃ [۳] یتیمہ ذامقربۃ او (۵) مسکینہ ذامقربۃ۔“

اور انسان نہ ہو کہ سکا کھاتی کو اور وہ کھاتی کیا ہی۔ آزادہ کرنا غلام کا یا کھانا کھانا پھوک کے دن میں بے باپ کے لڑکے کو جو تاتے دار ہی یا محتاج کو جو خاک میں رلتا ہی۔ (۱۱) [پلد] (۱۱) ”فاما الیتیم فلا تقہروا اما السائل فلا تنہرو۔“ [ضعی] سو جو یتیم ہو اُس کو نہ دبا اور جو مانگتا ہو اُس کو نہ جھوک۔

ان احکام کو جو جملہ طبقات ناس کی ہر ایک قسم پر جاری ہیں تربیت اور انجیل اور حکماء سلف کی وصیتوں سے مقابلہ کرلو ایسی جامعیت اور تفصیل ایسی عمدہ ترتیب اور قدرتی نظام کی رعایت اور عموماً احسان کے احکام نہ پاؤ گے۔

۲۷ غلاموں کی حالت بالخصوص بڑی اصلاح کی محتاج تھی اُن کی آزادی اور آئندہ کے سدباب کے لیے بڑی کوشش اور اہتمام ہوا۔ اور کتاب کا امر محکم اور حکم لازم صادر کیا۔

Islam liberated slaves not as only a merit, but as strict and an indispensable duty.

گراہوں پر یا قسم پر عیار عدالت قرار پایا۔ اور نیز ذاتی تنازعات خارج از عدالت بھی اسی قدر ایل سے طے ہوا کرتے تھے۔ اسلام میں پہلا آرڈر ہوا تو مباہلہ ہوا۔

کہتے ہیں کہ سنہ ۵۰۱ ع میں جرمن کنڈیوانڈ بادشاہ نے اس رسم کو قسم کی جگہ فصل خصومات میں مقرر کیا۔ ان دونوں قسم کے قوانین یعنی ایک تو عدالت کی حیثیت سے دوسری مغایر عدالت کئی طرح پر جاری رہی یعنی تزاروں سے لڑنا اور پستروں سے گولی مارنا۔ اور ہر اینٹی ایک زہر آلود ایک روٹی کی بنی ہوئی کھانا۔ انگلستان کے بادشاہوں نے آخر زمانہ میں اس رسم کے پلند کرنے کا بڑا اہتمام کیا لیکن فرانس میں اُس کا رواج کثرت سے رہا۔

۲۶ اور کئی ایک احکام بڑی تاکید سے ہر ایک طبقہ کے انسان

سے نیکی اور رعایت کرتے کے قرآن میں بکثرت ہیں۔

Islam inculcates to show kindness to parents, to kindred, to orphans, to poors, to neighbours whether kinsmen or strangers, to a fellow traveller, to slaves and captives &c.

پھر سورۃ بقرہ میں ہے۔

(ب) ”و اتی المال علی حیدہ ذوی القربی والیتامی والمساکین وابن السبیل والسائلین و ذی الرقاب۔“ (۲ ح) اس میں [۱ و ۲] والدین سے نیکی کرنی [۳] رشتہ داروں سے [۴] یتیموں سے [۵] محتاجوں سے احسان کرنا [۶] دوسری تاتے والے سے [۷] اور پھانٹے دوسری سے [۸] اپنے رفیق سے [۹] مسافر سے (۱۰) غلاموں سے خادموں سے (۱۱) غلاموں سے ایک سلوک کرنا اور اُن کو اپنا مال دینا بڑی تاکید سے واجب قرار دیا ہے۔

اس میں کوئی قسم جنس انسان کی ایسی باقی نہیں رہی جس پر اسلام نے شفقت کرنے اور نیکی سے پیش آنے کا حکم نہ دیا ہو۔ نہ صرف ایک یا دو ہی جگہ بلکہ مختلف طور سے اور جدا جدا تقریب سے ان احسانات اور کھراوت کو بیان فرمایا ہے۔

(ج) ما انفقتم من غیر (۲) نلوالدین (۳) والاقربین (۴) والیتامی [۵] والمساکین [۶] وابن السبیل۔“ (۲ ح) [۵] ”[۲] وبالوالدین احساناً واما یتامین عندک الکبر احداہما فلا تفل لہما اف ولا تلہوہما وقل لہما قولا کریماً۔ واخفص لہما جناح الذل من الرحمة وقل رب ارحمہما کما ربیانی صغیراً۔“ [۱۵ ح]

سنہ *** و حجة الشانہ ظاہر قولہ و اقو ہم من مال اللہ الذی اقا کم
والامر للوجوب الخ *

اور چونکہ امر وجوب کے واسطے ہی تو اب ہمارا استدلال اس
آیت سے ہے کہ جبکہ غلاموں کی آزادی کتابت کے قریب سے واجب
تھوڑی گئی تو جو چیز اس آزادی کی ضد ہے یعنی تمام دنیا وہ حرام
اور منع تھوڑی گئی کیونکہ اصل میں مسلم مسئلہ ہی — وجوب الشی
یقتضی حرمتہ ضدہ *

اور اصطلاحات پر بنا نہ رکھی جارے تو یہی عقلاً ظاہر ہی کہ جس
چیز کے گھٹانے کم کرنے دیکھ اور موقوف کرنے کے واسطے تدبیریں کی
جاری تھیں تو ایسی ہی کا زیادہ کرنا یا ابتداء کرنا پڑھانا اور رواج دینا
ضرور ممانع ہوگا پس جب کہ اسلام نے تک رقیہ اور عتاق اور مکاتبہ
کے احکام وجوبی صادر کیے تو اُسکی ضد استرقاق کو ضرور منع کیا *

ایک شبہ یہاں پر ہے کہ ہو سکتا ہے کہ مکاتبہ کر کے چھوڑ دیئے
میں قید لگائی گئی ہی ان علمت فہم غیرا کی پس ہرما کے مفقود
ہونے پر بدستور غلامی کی حالت قائم رہیگی *

مگر یہ شبہ بے اصل ہے کیونکہ ضرور نہیں کہ ہر جگہ ان شرطیں
ہو ان اور طرح بھی قرآن میں کئی جگہ آیا ہے منجملہ اسکی تامل

نہیں پڑتی — اُنکے ذہن اور طبیعتوں ایسی ہست اور دہی ہوئی ہیں
کہ انسان کی بھلائی اور فطرتی آزادی اور غلاموں کے آزاد کرنے کے
معائن اور اسلام کا مقصد اصالی غلاموں کے حق میں رعایت اور
احسان کرنا اور اس امر خاص میں تمام دنیا کے مذاہب اور شرایع پر
توقیف اور قضیہ پانا اُن کی سمجھ ہی میں نہیں آتا — کتابت کے
معاملہ کو بھی اُنہوں نے قرضہ کا سا معاملہ سمجھ لیا حالانکہ اُنہیں
کے اصول موضوعہ پر کتابت کا روپیہ کوئی دین صحیح نہیں ہی کیونکہ
آقا کا غلام پر کوئی قرضہ نہیں ہو سکتا *

اصل حقیقت یہ ہے کہ مکاتبہ کا روپیہ آقا کو دارائے کا حکم
صرف اُس کے آنسہ پڑھنا ہیں ورقہ ادھر تو آقا کو حکم واجب ہی
کہ مکاتبہ کو اپنے مال میں سے دو *

اور لطف یہ ہے کہ امام شافعی اس ” و اتواہم من مال اللہ الذی
اتاکم “ کو واجب جانتے حالانکہ یہ قریب ہی کتابت کی پس مکاتبہ بھی
واجب ہوگا کیونکہ واجب کا مقدمہ بھی تو واجب ہی *

علاوہ ازیں ایک اور اعتراض اس حکم کے مندوب ہونے پر ہے
ہی کہ مندوب در حقیقت ماموریت ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ مندوب
میں ایجاب نہیں ہی اور امر ایجاب ہی کے واسطے حقیقت میں
ہوتا ہی — اور اگر مندوب ماموریت ہو سکے تو ترک مندوب گناہ ہوگا
حالانکہ ترک مندوب بالاتفاق معصیت نہیں تو ’ مندوب ماموریت بھی
نہیں ہو سکتا دیکھو مسلم الثبوت مقالہ ۲ باب ۲ اور کشف المحجوب
[ص ۱۸۸ تا ۱۹۰]

پس ثابت ہوا کہ اس آیت میں امر ایجاب کے واسطے ہی —

” والذین یبتغون الکتاب بما ملک ایمانکم فکاہلواہم ان علمتہم
فہم عہد و اتواہم من مال اللہ الذی اتاکم “ — [نور] +

یعنی جو کوئی لونقی یا غلام یہ کہے کہ میں اتنی مدت میں
اس قدر روپیہ کا دوں گا مجھے ابھی آزاد کر دو تو اُن کو اقرار لکھ دو
اگر اُن میں نیکی دیکھو اور ہو اُن کو اللہ کے مال سے جو تمکو دیا
ہی *

اور جب مالک سے اس طرح اقرار نامہ ہو جائے تو پھر سب پر
[جہاں مالک بھی ہی] واجب کیا کہ اس کا زر کتابت پورا کر دیں اور
مالک کو بھی لازم ہوا کہ اس اقرار میں سے ایک مقدار کثیر چھوڑ دے
چنانچہ الہی اور مقاتل اور نضی نے بھی تفسیر کی ہی اور امام
عالمی کا بھی مستند ہے کہ مالک پر واجب ہی کہ مکاتبہ کو مال دیوے
کیونکہ امر وجوب کے لئے ہی *

تفسیر کبیر میں ہی — قالہا ان ہذا امر من اللہ تعالیٰ للسادۃ
والناس ان یعینوا مکاتب علی ما کتابتہ یمکنہم و ہذا قول الکلبی و
مکرمہ والمقاتل والنضی *** قال الشافعی یجب علی المولیٰ ایتمام مکاتب
و ہو ان یعطی عنہ جزؤ من مال الکتابت او بد نفع الیہ جزاً مما اخذ

+ داؤد الاصفہانی وغیرہ (جن کو یہ اہل الرائے اصحاب الطواہر
کہتے ہیں) اور اور علماء یہ کہتے ہیں کہ یہ امر کتاب کا ایجاب
کے واسطے ہی یعنی جب غلام درخواست کرے اپنی آزادی کی اقرار نامہ
پر اور مالک سمجھے کہ اس میں اُسکی بہتری ہی تو فوراً آزاد کر دے *

اور حقیقت یہ بھی ہے کہ جب اسلام کی اصلی نیکی اور خیر
اور صلاح پر نظر کرتے ہیں تو بالضرور ہم اپنے وجدان سلیم سے یہی پاتے
ہیں کہ یہ حکم وجوب کے واسطے ہی کئی وجہ سے [۱] یہ کہ امر
تو ایجاب کے واسطے ہوتا ہی اور اسکا سبب نزول بھی اسیکی تائید
کرتا ہی کہ خود طیب بن عبدالعزی کے غلام نے جسکا نام صبیح تھا
کتابت چاہی تو اُس کے آقا نے انکار کیا اس پر یہ حکم ہوا پس
ظاہر ہی کہ انکار کے مقابلہ میں حکم دیا تو ضرور ہی کہ وہ حکم
واجب ہو [۲] حضرت عمر نے ایک شخص کو مکاتبہ کرنے کا حکم
دیا اُس نے انکار کیا تو اُنہوں نے اُسکی تعزیر کی پس اگر کتابت
واجب نہ ہوتی تو اُسکو مارتا جبر اور ظلم ٹھہرتا حالانکہ اصحاب
میں سے کسی نے اُن پر اعتراض نہیں کیا تو گویا یہ مسئلہ اجماعی
ہو گیا [۳] عمر ابن دینار و طاو و داؤد بن علی اور محمد بن حریز
یہاں پر وجوب کے قائل ہوئے ہیں — پس ان سب قرائن پر نظر کرنے
سے یہی ثابت ہوتا ہی کہ کتابت واجب ہی اور درحقیقت یہ بڑی
فیصلہ ہی اسلام کی *

جو لوگ کہتے ہیں کہ یہ امر مندوب ہی اُنکی راہبات سی
حجت اور نامعقول سا قیاس ہی وہ کہتے ہیں کہ مکاتبہ کرنا اور بیچ
ڈالنا برابر ہی اور بیچ کرنا واجب نہیں ہی تو مکاتبہ کرنا بھی واجب
ہوگا کو مستحب ہو مگر انہوں نے اُنہوں نے حکم کتابت کی خوبی

غلام سے صرف گھر کا معمولی اور آسان کام لیا جاتا تھا۔ یہہ کیفیت میں اسوقت کی بیان کرتا ہوں جب ہندوستان میں انگریزی سلطنت کی جانب سے غلاموں کی حالت میں دست اندازی نہیں ہوئی تھی (دیکھو رسالہ مکانات معلومہ ولسن) ہمکو اس بات کے ثبوت ہیں کہ مسلمانوں کے مذہبی مسائل کا ہر تاجر بھی غلاموں کے حق میں بہ نسبت اور قوموں کی شریعت کے بہت نرم اور ملایم ہی یہہ قول پیش کرنا ضرور ہی کہ جب ہندوستان میں مسٹر رچارڈسن ہندوستان کے جج اور مسٹر رچرٹ نے سنہ ۱۸۱۰ء میں انسداد رسم غلامی میں ایک مسودہ قانون تصنیف کیا تو اس میں انہوں نے یہہ رائے دی کہ اگر ہندوستان میں سے رسم غلامی کو قطعاً موقوف کر دینا مناسب نہ ہو تو ہندوؤں کے شاستر کے احکام ترک کر کے انکی جگہ ہر ایک بات میں شریعت اسلام کے احکام کو رواج دیا جاوے کیونکہ وہ غلاموں کے حق میں بہت ہی ملائم ہیں *

۱۹ یہہ سب تدبیریں تو اس وقت کے موجود غلاموں کی ازادی

کی تھیں اور ہر چند کہ عقل خیر اندیش کو

آئندہ غلام بنانا اس سے منع پایا جاتا

مگر اس وقت کے اذہان اور عقول انسان

کے فطرتی آزادی کا ادراک اچھی طرح

نہیں کر سکتے تھے اور ہر ایک بشر کا وجود

سلیم اس پر گواہی دیتا ہی کہ وہ کبھی اپنی

ذات یا عزیزوں کے لئے غلامی پسند نہ کرے گا

اور یہہ ایک قدرتی دلیل ہی اُسکے نظریے

The Coran (Chap. XLVIII v 4) abolished future slavery and concubinage by ordering that the Captives of war to be either dismissed freely or ransomed. A law of universal obligation.

الہیہ کے خلاف ہونے کی کہ اس کی ناجوازی اور ناگوازی انسان کی طبیعت اور جبلت میں رکھ دی گئی ہی الا رسم قدیم جاہلیت کی گواہی سے عوام لوگ اسکے مہاسن عقاب کو خوب نہیں پاتے تھے اور ایسے امور کی اصلاح صرف علوم کی بتدریج اشاعت اور تزکیہ اور حکمت کی تعلیم سے ہو سکتی ہی تاکہ ہر ایک قوم احکام الہی کے بصیرت اور عقل کی قیادت سے دریافت کرے کہ درحقیقت تمامی خلق اللہ کی بہبود اور عافیت اور عقاب اور مذہبی تمدنی اور حسن عشرت کی اصلاح اسی آزادی پر موقوف ہی اسلئے ضرور ہوا کہ آئندہ کی رسم غلامی کے موقوف اور مسدود ہونے کے لئے صاف صاف حکم دیا جاوے چنانچہ سورہ محمد میں فرمایا —

”مَنْ أَمْلَكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا فَعَرَبُوا الرِّقَابَ حَتَّىٰ إِذَا اسْتَعْمَرُوا مِنْهُدُوا

الرِّقَابَ فَمَا مَلَكَ مِنْهُدَا فَمَا فُتِحَ حَتَّىٰ تَصْرَحَ بِحُرِّهِمْ أَوْ يَكُونُوا

حُرًّا كَمَا كُنْتُمْ أَنْتُمْ فِي دِينِكُمْ وَالْأَسْلَابِ”

چونکہ لڑائیوں کے قیدی غلام بنائے جاتے تھے غلامی کی رسم کی ابتدا بھی معلوم ہوتی ہی اور اسوقت کی رسم میں لڑائی کے قیدیوں

اور قد کے معنی میں اور جس چیز کا نعلہ مستحق الوقوع ہو وہاں

تعلیل ہی کے معنی مناسب ہونگے دیکھئے —

۱ لَتَدْخُلْنَ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ *

۲ اَتُفَرِّقُونَ إِنْ كُنْتُمْ مُرْمِئِينَ *

۳ وَ اَتُمْلَأُونَ إِنْ كُنْتُمْ مُرْمِئِينَ *

اور قد کے معنی اس آیت میں

۴ لَذِكْرُ إِنْ تَعْلَمَ الذَّكَرُ *

اس میں شرط کے معنی صحیح نہیں کیونکہ ذکر اور وصف تو ہر

حال میں مامور ہے ہی ایسے ہی مکاتیب میں بھی شرط کے معنی

صحیح نہیں کیونکہ کتاب تو مامور ہے اور امر و جرم ہی پس آیت

کے معنی بہت چسپاں اور مناسب ہونگے کہ جو تمہارے غلام تم سے

آزادی پر اقرار نامہ لکھوانا چاہیں اُن کو لکھ دو کیونکہ تم اُن میں

پھلائی جان چکے ہو —

اور اس تفسیر پر ان علامہ خیراً میں اس بات پر بھی

اشارہ ہی کہ مکاتیب تو واجب ہی ہی مگر بلا درخواست کتابت

بھی فی نفسہ غلام کی آزادی واجب ہی *

۵ اور لفظ اِنْ کی بھٹ میں ہر فرد چاہے اسی آیت کے

بعد کی آیت میں دیکھئے اِنْ کیا معنی دیتا ہی *

وَلَا تَكْرَهُوا تَقْطِئَتْكُمْ عَلَى الْبَغَاءِ إِنْ أَرَدْتُمْ تَحْصِنَ —

۶ نہ صرف ایک مکاتب کرنے کا ہی حکم دیا بلکہ بہت سے

احکام جن سے غلاموں کی سختی جاتی

رہی اور اُن کی حالت میں بہ نسبت سابق Treatment of slaves among Mahomedans more liberal than in other nations.

کے بہت کچھ آسائش اور بہبودی میں

ترقی ہو گئی چنانچہ ہمارے یہاں کی

کتب صحاح و مسانید و مجامع میں

بہت سی حدیثیں اور فقہ کی کتابوں میں بہت سے مسائل ایسے

مدہ اور ثروت سے ہیں کہ اگر اسی قدر ہی احکام ہوتے تو بھی

بہ نسبت اور قوموں کے رسم قانون کے مسلمانوں کی رسم و قانون

میں بہت ترقی اور آسانی تھی اور انہیں احکام قرآنی اور مسائل

فقہ کی بدولت ہند کے مسلمانوں میں غلاموں اور خدمتگاروں

میں صرف نام کا ہی فرق رہ گیا تھا — اور چونکہ اسلام کو غلاموں

کے حق میں زیادہ رعایت منظور رہی ہی اسلئے غلام کو اس ملک

میں اپنے ما بھتیج کی فکر نہیں کرنی پڑتی تھی اور نہ اسکو

اپنے مال بچوں کی طرف سے تردد رہتا تھا اسکے مسلمان آقا کو خود

ہی اسکی تمام ضروریات کی فکر واجب و لازم ہوتی تھی اور اس سے بہ

رسمی اور ملائمت سے پیش آیا جاتا تھا — اور اس اتفاق کے بدائے میں

اور (۱۲) امام شافعی و (۱۵) مالک و (۱۶) حنبلی تو اس
آیت کو مخصوص بھی نہیں بتلاتے چہ جائے کہ منسوخ - چنانچہ محلے
شرح صوطا میں لکھا ہی - قوله فاما ما بعد و اما فداء - الخ اے فاما
تمنون منا بالاملاق و اما تقدرون فداء بالاسترقاق و هو ثابت عند الاثمة
الثلاثة منسوخ عند ابي حنيفة لقوله اقتلوا المشركين حيث وجدتموهم
لأن سورة براءة آخر ما نزل او مخصوص بغير بدر و يتعين عندهم
القتل والاسترقاق فالسنة لا غير - یعنی یا تو اُن کو احسان
دکھ کر چھوڑ دو اور یا بمقابلہ استرقاق کے اُن سے فدیہ لیں اور یہ
آیت تینوں اماموں کے نزدیک غیر منسوخ ہی اور ابي حنيفة کے
دیکھ منسوخ ہی اقتلوا المشركين سے کیونکہ سورة براءة آخر نازل ہوئی
یا بدر کی لڑائی سے مخصوص ہی اور اُن کے نزدیک قتل اور استرقاق
متعین ہی پس من کے معنی بجز چھوڑ دینے کے اور کچھ نہیں
ہیں *

(ج) بحث نسخ

امام شافعی اور مالک اور احمد تو اس آیت کو ثابت مانتے ہیں
الا حضرات حنفیہ اس کو منسوخ سمجھتے ہیں اور نسخ اس کا سورہ
پرواۃ کی پانچویں آیت کو قرار دیتے ہیں *

نسخ کی بحث میں تاریخ کا تعین تو ضرور ہی کیونکہ منسوخ
کو زمانہ میں تقدم ہونا چاہیئے اور نسخ کو تاخو — مگر امر تنقیح
طلب میں کسی قدر بے انتظامی ہوتی ہی اور عموماً یہ کہا جاتا
ہی کہ سورہ پرواۃ آخر مائزل ہی مگر یہ حجت ٹھیک نہیں ہی
آیتوں کے باب میں تو روایتیں ہوت ہی مختلف ہیں اور ہر ایک
نے اپنے نام اور نام سے بعضی بعضی آیتوں کو آخر مائزل قرار دیا ہی
الا صورتوں میں بھی اختلاف ہی *

اخرج مسلم عن ابن عباس رضي الله عنه قال آخر سورة نزلت اذا
جاء نصر الله والفتح —

اخرج الترمذي والحاكم عن عائشة قالت آخر سورة نزلت المائدة —
واخرجوا أيضاً عن عبد الله بن عمر قال آخر سورة نزلت سورة مائدة
والفتح — [اذا جاء نصر الله]

و في حديث عثمان المصنف برواۃ من آخر القرآن نزلت — [اتفاق
قوع ۸]

[عن البراء ابن عازب آخر سورة نزلت كاملة برواۃ بخاري]
اگر یہ روایتیں صحیح ہوں تو ان اختلافات کی تطبیق اس
طرح ہو سکتی ہی کہ ہر ایک شخص نے اپنی معلومات کو بیان
کیا پس اس میں کوئی بات قطعی نہیں ہی *

قال البيهقي يجمع بين هذه الاختلافات ان صحت بان كل واحد
اجاب بما عنده —

قال ابو بكر في الانتصار — هذه الاقوال ليس فيها ريبي مرفوع
الى النبي صلى الله عليه وسلم وكل قاله بفرض من اجتهاد و غلبة الظن
يحتمل ان كلامهم اخبر عن اخر ما سمعوا من النبي الخ — [اتفاق ۱۲]
پس تنقیح طلب اس امر کو قرار دینا چاہیئے کہ [۱] ایا دونوں
آیتوں میں یعنی سورہ محمد کی ۳۲ آیت اور سورہ پرواۃ کی ۲۲ آیت
میں ایسا اختلاف ہی کہ بغیر تسلیم نسخ کے جمع ہی نہیں ہو سکتا
اور [۲] ان دونوں میں کونسی آیت [نہ کہ سورہ] مقدم ہی
تاریخ نزول کے اعتبار سے [نہ کہ تاریخ اختصار یا قراءت خاص کے
اعتبار سے] *

ہم نے جو یہ دو امر تنقیح طلب قرار دیتے ہیں اُن کو سب
محققوں نے نسخ کے لیئے ضروری قرار دیا ہی — ابن العصار نے
کیا عرب تقریر کی ہی *

انما يرجع في النسخ الى نقل صحيح من رسول الله صلى الله عليه
وسلم او من صحابي يقول آية نذا نسخت نذا * * * * * وقد يجهل

یہ عند وجہ التعارض المقطوعہ مع علم التاريخ المعروف بالتقدم
والتاخر * * * * * ولا يعتمد في النسخ على قول مرام المفسرين بل
ولا اجتهاد المجتهدين من غير ثقل صحيح ولا معارضة بينة لنسخ
يتبين رفع حكم او اثبات حكم تقرر في هذه صلی الله عليه وسلم
نالمتمد فيه النقل والتاريخ دون الراء والاجتهاد — یعنی نسخ میں
تو صرف رسول کے بیان صاف ہو یا اصحابی کے قول پر نہ اس آیت
نے اُس آیت کو منسوخ کیا رجوع ہو سکتا ہی اور جبکہ دونوں آیتوں
میں قطعی تعارض پایا جاوے اور ساتھ ہی اُس کے تاریخ سے اُن کا
اگے پیچھے نازل ہونا بھی ثابت ہو جاوے تب نسخ مانا جا سکتا ہی
اور یوں نسخ میں مرام مفسروں کا قول اعتبار کے لائق نہیں ہی
بلکہ مجتہدوں کے اجتہاد کا بھی اعتماد نہیں ہی کیونکہ نسخ میں
ایک حکم کا جو رسول کے وقت میں مقرر تھا اُٹھانا یا ثابت ہونا ہوتا
ہی پس اس میں نقل اور تاریخ ہی پر اعتماد ہو سکتا ہی نہ کہ
راء اور اجتہاد پر *

پس اب ہم ان دونوں تنقیحوں کی نسبت یہہ لکھتے ہیں کہ —
۱ ان دونوں آیتوں میں کوئی تعارض واقع نہیں ہی سورہ
محمد کی چوتھی آیت میں قیدیوں کا حکم ہی کہ جب لڑائی کے بعد
بقیۃ السیف رہ جاویں اُن قیدیوں کو یا تو احسان رکھ کر چھوڑ دیا
جاوے اور یا نذیرہ لیکر چھوڑ دیا جاوے اور سورہ پرواۃ کی چوتھی
آیت میں حکم ہی کہ مشرکوں کو جنہوں نے ہمد ٹوڑا ہی قتل کیا
جاوے — پس ان میں کچھ تعارض نہیں ہی *

۲ کوئی حدیث صحیح جناب پیغمبر صلی الله عليه وسلم سے
آج تک مدعیان نسخ نے نقل نہیں کی جس سے یہہ معلوم ہوتا کہ
پرواۃ کی چوتھی آیت سے سورہ محمد کی چوتھی آیت کو منسوخ کیا *

۳ کسی صحابی سے کسی غیر واحد یا ضعیف میں بھی یہہ
منقول نہیں ہی کہ اس آیت نے اُس آیت کو منسوخ کر دیا اور نہ
مدعیان نسخ کوئی ایسی روایت بتلائے — البتہ اوزامی کا ایک
قول پیش کیا گیا ہی چنانچہ قوسنی نے لکھا ہی — قال الازامی
بلغني ان هذه الآية قواه تعالى فاما ما بعد ر اما نداء نستغفها فاقبلواهم
حيث تفرغتموهم — مگر اوزامی ہوں یا کوئی اور ہوں اُن کو ایسے
بے ہر کی خبریں ملے کریں ایسی خبروں سے کیا ہوتا ہی جب تک
ہ نقل صحیح اور روایت صحیح جناب پیغمبر صلی الله عليه وسلم سے
نہر ایسی خبریں صحیح ہو سکتی ہیں *

۴ نسخ کا امکان انہیں احکام میں ہو سکتا ہی جو غیر موقت
ہوں اور سورہ محمد کی چوتھی آیت تو موقت ہی حتیٰ قبح الحرب
اوزارہا پس یہہ کسی طرح منسوخ نہیں قرار پاسکتی — علامہ سیوطی
نے قہر اتفاق قوع ۲۷ میں لکھا ہی — وقسم هر قسم منصوص

صحیح نہیں ہے کہ یہ آیت اسی قدر اور اسی وقت نازل ہوئی تھی کیونکہ تاریخ کی راہ سے سورۃ قمر سنہ ۸ ہجری کے قبل کی ہے اور ۲۶ اور ۲۸ آیت کے سیاق سے بھی اُس کا ملحدہ ہونا بے موقع معلوم ہوتا ہے مگر ہاں نزول یا تو وہی اصطلاح ہے کہ بتقسیم ذلک الحکم یا راوی نے اُسکو اسیر وقت سنا ہو یا اور سلسلہ کے راویوں نے اسکو غیر منقبط طور سے بیان کیا فرض اس سے قطع نظر کر کے نفس روایت کا مفسر جیسا میں سمجھتا ہوں میں حق و صواب ہے اور اُس وقت کے مسلمانوں کا اندیشہ و کامل بھی اُنکی احتیاط اور پرمیزیگاری پر مال ہے *

لشکر میں تو سب ہی قسم کے لوگ ہوتے ہیں خصوصاً اوطاس وغیرہ لڑائیوں میں سکے کے لوگ جو ابھی جدید الاسلام تھے بہت جمع تھے اور اوطاس کے قیدیوں میں عورتوں کو دیکھ کر بعض نے ایام جاہلیت کی رسم + پر قبضہ کا ذکر کیا مگر اور اصحاب نبی نے اس امر کو گناہ سمجھا اس لیے کہ ان عورتوں میں سے ہر ایک کے ازواج بھی مشرکوں میں موجود تھے (اور بعض بے شوہر بھی ہونگی اور بعض کے شوہر بھی قید میں ساتھ ہی ہونگے) — کیونکہ قید ہوجانے سے نکاح تو نسخ نہیں ہوسکتا پس وہی ۲۷ آیت سورۃ نساء کی اسوقت بڑھی گئی جو ۲۶ آیت سے متعلق ہے اور جس کے معنی یہ ہیں کہ زنان عقیقہ تمپر حرام ہیں مگر وہ عورتیں جنکو تم ملک نکاح میں آئے — اور اس طرح سے اُن لوگوں کو حکم الہی سناتو اُس ارادہ قبیح سے باز رہنا *

مگر بعض جاہلیت کی سی توہین اور طبیعت والے راوی اپنے سبق ظن کی وجہ سے اس واقع کو اولٹا سمجھے یا قصداً اسی رسم کی طرف اسے پھیرنے لگے مگر بعض راویوں نے جنہو تہذیب اسلام نے زیادہ اثر کیا تھا اتنا قعرہ شوح کے طور پر بڑھایا اذا انقضت عدتہن فی حالانکہ اس آیت میں مخصصات سے زنان شوہردار مراد ہی نہیں ہوسکتیں پھر عدت کے کیا ضرورت ہے — پھر بعض مفسروں نے اس میں ایک اور حکم الہی کی مخالفت دیکھ کر یہ تادیب کی کہ وہ قیدی عورتیں مسلمان ہوجاویں تب اُن پر یہ حکم جاری ہو ورنہ مشرک سے تو ملک یمین کے طور پر مباحرت جائز نہیں [دیکھو تفسیر الجلالین ۵ ج آیت ۱]

+ ایام جاہلیت میں جس عورت کو قید کر لیتے لڑائی میں اس کے اگلے نکاح کو نسخ سمجھ کر اس سے بے تکلف اور بلا توقف تصرف جائز سمجھتے تھے اسلام میں اسکی بڑی ممانعت ہوئی —

‡ قال ابو حنیفہ لو سبی الزوجان لم یرتفع النکاح و لم یحل لسانی [تفسیر بیضاوی] —

§ اہل ملکہ الہامی کی ایک روایت میں یہ فقرہ بڑھا ہوا ہے اور اسکی اور روایتوں میں نہیں ہے —

لا من قسم المسوخ و قد امتی ایہ العربی بتحریرہ فاجاد قلولہ ان الانسان لقی خسر الا الذین آمنوا — والشعراء يتبعهم الغاؤون الا الذین آمنوا — فامفروا واصفحوا حتی یاتی اللہ بامرہ — وغیر ذلک من الایات الی غصص باستئذان او غایۃ وقد اخطا من ادخلها فی المنسوخ — ومنہ قولہ ولا تنکحوا المشرکات حتی یرمن — قبل انہ نسخ بقولہ والمحصنات من الذین اوثر الکتاب و انما هو منصوص بہ — انتہی

۵ آیتوں کی تاریخ نزول معلوم ہوئی بہت دشوار ہے اور ہر ایک راوی اپنے علم اور قیاس سے کہتا ہے — اور اُس کے علاوہ سبب نزول کی اصطلاح ایسی غیر منقبط اور وسیع مقرر ہوئی ہے کہ جس بات پر کسی آیت سے استدلال کیا جاتا ہے یا اُس آیت کی مراد بیان کرنی مقصود ہوتی ہے وہاں بھی بولتے ہیں نزول فی کذا پس اکثر گو ایسی روایتیں بعض راویوں کے اجتہاد اور رائے پر ہیں کہ تاریخ حیات اور نقل واثبات پر — ان تیسرے نے لکھا ہے قولہم نزول الایۃ فی کذا مراد یہ قارۃ سبب نزول و مراد یہ قارۃ ان ذلک داخل فی الایۃ و ان لم یکن السبب لما تقول منی ہذہ الایۃ کذا — اور زکشی نے یہاں میں لکھا ہے — قد عرف من مادة الصحابہ والتابعین ان احدهم اذا قال نزول ہذہ الایۃ فی کذا فانتہ یرید بذلک انہا تنفسن ہذا الحکم لا ان ہذا کان السبب فی نزولہا نہو من جنس استدلال علی الحکم بالایۃ لا من جنس النقل لما وقع — پس جب کہ مفسرات کی یہ کیفیت اور اطلاقات کی یہ ضرورت ہو تو دشوار ہے کہ واقعی سبب نزول دریافت ہوسکے *

۱ کسی موقع خاص یا مشہد عام پر چند آیات کا پڑھا جانا یہ نہیں ثابت کرتا کہ وہ آیت اسی وقت نازل ہوئی ہو — جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو سورۃ ہرمت کے شروع کی آیتیں دیکر بھیجا تھا کہ حج اہل کے دن سنہ ۹ ہجری میں پڑھ سنانا اس سے یہ لازم نہیں آیا کہ سورۃ ہرمت کی وہ آیتیں اسی وقت نازل ہوئی تھیں *

(د) والمحصنات من النساء کی تفسیر

بعض لوگوں نے سورۃ نسا کی ۲۷ آیت اس مراد سے پیش کی ہے کہ سورۃ محمد کے بعد بھی آزاد عورتوں کی جو قید ہو آویں لڑکتی بنانے کی اجازت ہے [استغفر اللہ] اور حضرت ابو سعید خدری کی روایت پیش کی ہے جس کا ماحصل پرواہ مسلم و قرمذی نسائی اور اہل دارؤ [قطع نظر از زیادت و نقصان الفاظ] یہ ہے کہ اوطاس کے قیدیوں میں عورتیں بھی پکڑی آئیں تو مسلمانوں نے اُن عورتوں سے مباحرت کرتے کو گناہ سمجھا اور خوف کھایا کیونکہ اُن کی ازواج موجود تھے اس پر یہ آیت نازل ہوئی والمحصنات من النساء الا ما ملک ایمانکم الخ اس میں نزول کا لفظ ان معنوں میں تو

۱۴ ان الله يامرکم ان تؤدوا الامانات الی اهلها و اذا حکمتکم بین الناس ان تحکموا بالعدل ان الله ذمما یحکمکم بہ — [نساء]

۱۵ لا تصعرو عدک للناس ولا تمشی فی الارض مرحاً ان الله لا یحب من خوان قفر و انصد فی مہیک و اغضض من صوتک — [لقمان]
۱۶ ولا تمشی فی الارض مرحاً انک لن تضرق الارض ولن تبلغ الجبال طرباً — [اسراء]

۱۷ یا ایہا الذین آمنوا لا یستخفروکم من قوم مسی ان یرکبوا غیرا منهم ولا نساء من نساء مسی ان یکن خیرا منهم ولا تملؤوا انفسکم ولا تباہزوا بالاقاب ہنس الاسم المنسوق بعد الايمان — [حجرات]

۱۸ یا ایہا الذین آمنوا اجتنبوا ثلثا من الاثام ان یغضبوا انکم انکم لا تصبروا ولا یفتب بہمکم بعضا ایہب احدکم ان یاکل لیسع الخبث میتا فکرمتموه — (حجرات)

۱۹ اطيعوا الله واطيعوا الرسول و اولی الامر منکم
۲۰ ان طائفتان من المؤمنین اقتتارا باصلھما یاں بہما احدیھما علی الاخری فقاتلوا التی تبغی حتی تفتنی الی امر الله فان فاضل فاضلھما یاں بہما و افسدوا ان الله یحب المقسطین — (افعال و مہجور)
۲۱ اخرق فاضلھما ایمن الخویم — (حجرات)

اور بھی چند متفرق احکام جو مصالح دینیہ کے قایم رکھنے اور ان میں باہم دیگر تعینات کی رعایت اور پابندی کے لئے ضرور ہیں

۲۱ ان الله یامر بالعدل والاحسان وایتاد فی القربی و ینہی عن الفحشاء والمنکر والبغی [نحل]

۲۲ یا ایہا الذین آمنوا ائما الشہر والیسر والانصاب والارلام رجس من عند الشیطان فاجتنبوا لعلکم تفلحون انما یرید الشیطان ان یزق بینکم العداۃ والبغضاء فی الشہر والیسر و یصدکم من ذوالہ و من الصلوة فہک اقم مقتبہون — [مائدہ]

۲۳ طعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم و طعمکم حل لہم + ایضاً

+ شیخ الاسلام مہدی الدین ندوی نے شرح صحیح مسلم [ص ۱۰ جلد ۲ مطبع منشی نورکھور] میں لکھا ہے و طعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم قال المفسرون الدراۃ انہما لم یستثن منها شیئاً لالھما رۃ حصما رۃ غیر و فیہ حل ذبائھ اهل کتاب و هو مجمع علیہ وام یضاف فیہ الاطعمۃ و مذهبنا و مذهب الجمهور ایاحتہا مراد سموا الله قہالہم لا — وقال قوم لا یحل الا ان یرسوا الله تعالی فاذا ذہبوا علی اسمہ المسیح او کفیتہ و تھروہا فلا یحل تلک الذبیحۃ منذ ذابہ قال جماہیر العمامہ — یعنی مفسرین نے کہا ہے کہ اس آیت میں ذبیحہ کی حالت مراد ہے اور کوئی چیز اس میں سے مستثنی نہیں ہوئی نہ گوسفند نہ چربی نہ کچھ اور اس میں اہل کتاب کے ذبیحہوں کی حالت ہے اور اس پر

حالانکہ کتب سیر و مغازی میں اوطاس کی قیدی عورتوں کے مسلمان ہو جانے کا ذکر نہیں ہے *

اور نہ انکی استیوار کا زمانہ پورا ہونے پایا کیونکہ یہاں تھوڑے ہی عرصہ میں انکی قید اور رہائی احسان کے طور پر حسب حکم سورہ محمد آیت ۳ ہو گئی تھی *

فرصت کے تاریلوں اور خلاصتیں ان معنوں پر اٹھانی پڑتی ہیں جو بعض راویوں اور قیدیوں نے اپنے سبق ظن سے اختیار کر لی ہیں ورنہ کلام الہی تو ہر ایک عیب و قصور سے پاک ہے *

۲۱ معاملات میں سچائی اور عدالت دیانتداری ایفا سے

اور وزن اور پیمانہ میں راستبازی اصلاح منزل اور اطاعت حکام اور منع بخل و فساد اداے امانت کے احکام غرض جو چاہیں حسن معاشرت کے اصول اور بنیاد ہیں اور جن پر ریاستوں اور سلطنتوں میں امن و امان قائم رہتا ہے اور جن پر خلافت کی پوری منہور ہے انکی نسبت صاف صاف تعلیم ہوئی ہے *

۱ و یل لاملغفین الذین اذا قاتلوا علی الناس یستوفون و اذا کالواہم او وژواہم یحسرون [تطفیف]

۲ لا تطعوا نبی الامیزان — ائیموا اورژان بالقسط ولا تصبروا الامیزان (رحمن)

۳ ولا تقبل تبریرا — ان المیزان کانوا احران الشیاطین و کان الشیطان لوز کفورا [احزاب]

۴ ولا تبدل یدک مملوۃ الی مملک ولا تبسطها کل البسط تنفذ لہما مفسرہ —

۵ اوفوا بالعہد ان العہد کان مسرلاً — [ایضا]

۶ افرانکیل اذا کلتم وژنوا بالقسط المستقیم — (ایضا)

۷ و اوفوا بالعہد اذا عاہدتہم ولا تذاض الیمان بعد توکیدھا — ولا تنقضوا ایمانکم دخلا بینکم فتزل قدما بعد تبرقھا — [احزاب]

۸ یا ایہا الذین آمنوا لا تنقضوا اللہ و الرسول و تقربوا اماناتکم (انفال)

۹ و اذا قنتم لاعدلوا و لو کان ذاقربی و بعد اللہ اوفوا فلتکم و حکم بہ — [انعام ۱۹]

۱۰ یا ایہا الذین آمنوا اوفوا بالعقود — (مائدہ)

۱۱ و احفظوا ایمانکم — (مائدہ)

۱۲ یا ایہا الذین آمنوا کوڑا قوامین بالقسط شہداء للہ ولا یجور منکم شنان قوم علی ان لا تعدلوا — اعدلوا ہوا قرب للتقری — (ایضا)

۱۳ یا ایہا الذین آمنوا کوڑا قوامین بالقسط شہداء للہ ولو علی انفسکم اوالوالدان والاقربین — [نساء]

Islam enjoins charity, truthfulness in testimony, honesty in weights and measures and the faithful observance of covenants.

۲۴ قل لا اجد فیہما ارحی الی معہما علی ما ہم یظنہا الا ان یرکب
سینۃ او دماً مسفوحاً او لہم عذیر فانہ رجس او نسفاً اھل لظہور اللہ بہ
لہن اضرار غیر باغ ولا مال فان رجب فہو الرحیم — [اتمام]
اور نیز سورہ مائدہ کی ۳ آیت *

(یہی حکم پہلے انجیل میں ہی دیکھو اعمال الصالحین ۵/۱۱ فرق
اٹھا ہی کہ حال کے نسطروں میں مقابلہ لہم عذیر لفظ (زنا) ہی مگر
قیاس اس کا مقتضی ہی کہ اصل عبارت انجیل میں کوثر قیاس [لہم
عذیر تھی] جس کی صورت حال کے نسطروں میں کوثر قیاس [زنا]
ہوگئی ہی کیونکہ اس وقت حواریوں میں یہود کی رسمی عریضہ کی
پھٹ تھی نہ کہ اخلاقی احکام کی پس زنا کو عرو اور کھوتے جاتے
اور بتوں کی قربانی سے کیا مذاہب تھی اس کا ذکر تو خارج از محل
سب کا اجماع ہی کسی نے اس میں خلاف نہیں کیا مگر شیعوں نے
اور ہندو اور سب مسلمانوں کا یہی مذہب ہی نہ ان کے ذہن میں
ہیں عروا وہ خدا کا نام لیں یا نہ لیں — اور کچھ لوگوں نے کہا ہی
کہ جبھی حلال ہوگا جب کہ خدا کا نام لیں اور جب مسیح کے نام پر
یا ان کی کتب پر ذبح کریں تو حلال نہیں — اور اسی بات کو سب
علماء نے کہا ہی *

البتہ امامیہ مذہب والہ اس مسئلہ میں متفق ہیں مگر بعض
مقدم اور رئیس علماء مثلاً شیخ مفید و ابن جنید و ابن ابی عمیر
انہ اس میں خلاف منقول ہی — اور بعض روایتیں اس کے جواز
میں ہیں چنانچہ صحیحہ جمیل و محمد بن حمران میں ہی
انہما سالا ابا عبد اللہ علیہ السلام عن ذیابح الیہود و النصارى والمجوس
قال کل و قال بعضهم انہم لایسرون فقال ان حضر تمواہم فلم یسروا
فان قاتلوا و اذا غاب کل — اور روایت عبد الملک قال قلت لابی عبد اللہ
علیہ السلام ما تقول فی ذابح النصارى فقال علیہ السلام لا یاس بها قلت
انہم یذکرون علیہ المسیح فقال انما ارادوا بالمسیح اللہ — یعنی راوی نے
ابا عبد اللہ سے پوچھا کہ یہود و نصاری و مجوس کا ذبیحہ کھاجانا
چاہیئے تو حضرت نے فرمایا کہ کھا پھر راوی نے عرض کیا کہ وہ خدا کا
نام نہیں لیتے تو فرمایا کہ اگر تمہارے سامنے خدا کا نام نہ لیں تو
کہ کھاؤ اور اگر غیب میں ذبح کریں تو کھاؤ — اور عبد الملک کی
روایت میں ہی کہ ہم نے ابا عبد اللہ علیہ السلام سے پوچھا کہ اب یہود
و نصاری کے ذبیحہ کی قسم کھا فرماتے ہیں تو ارشاد کیا کہ کھاؤ
تب میں نے عرض کیا کہ وہ لوگ مسیح کا نام لیتے ہیں تو انہوں نے
فرمایا کہ مسیح سے بھی ان کی مراد خدا ہی ہی — اور زکریا بن
ابراہیم سے روایت ہی قال دخلت علی ابي عبد اللہ علیہ السلام فقلت
انی رجل من اهل الكتاب و انی اصاب و بقی اہل کلہم علی النصرانیۃ
و انما معہم فی بیت واحد لم یفارقہ بعد قال من طعامہم فقال لی
ان کلون لہم العذیر قلت لا و لکنہم یشربون الضمر فقال لی کل معہم
و اشرب — انتہی

اور بے موقع تھا — البتہ ہر قیاس یعنی لہم عذیر وغیرہ جہزوں پر
جسے یہود کی رسمی عریضہ میں حلال اور حرام متعلق تھی بعض
ہوئی تھی کہ غیر قوم عیسائیوں پر بھی اس کا بار ڈالا جاوے یا نہیں
ہمارے اس قیاس کی تائید اس سے زیادہ قوی ہوئی ہی کہ ڈاکٹر
ہیٹلی اور مسٹر ریوس یہ دونوں معتمد جنہوں نے انجیل کے
نسطروں کے اختلاف اور تصدیق میں بڑی محنت اور تحقیق کی ہی
اسی عبارت کو قیاس کو ترجیح دیتے ہیں) *

۲۵ ولا تقتلوا النفس التي حرم الله الا بالحق ومن قتل مظلوما
قد جعلنا لولیہ سلطانا لا یسوف فی القتل انہ کان منصوراً — (امدی)
۲۶ یا ایہا الذین آمنوا انما الضمر والمیسر والانصاب والاکرام
رجس من عمل الشیطان فاجتنبوا لعلکم تفلحون — انما یرید الشیطان
ان یزق بینکم العداۃ والبغضا فی الضمر والمیسر ویصدکم عن ذر اللہ
و من العداۃ فہل انتم متفہون — [مائدہ]

۳۲ صبر اور تحمل کے احکام اور پرائی کے بدلے میں پہلے
کرنا اور مخالفوں کی تصویروں سے درگزر
کرنا اور اپنے دشمنوں کے حق میں دعا کرنا
یہ تائید اور تکرار سے سکھایا گیا ہی —
Universal forgiveness and forbearance has invariably been inculcated in the Quran.

- ۱ ولا تستوی الحسنۃ ولا السيئة ادفع بالتي هي احسن فاذا لقي
بیک و بینہ عداۃ کائنہ ولی حمیم — (حم سجدہ)
 - ۲ فاعفوا و اصغروا حتی یاتی الہ الامر — [بقرہ]
 - ۳ و اعفوا و اصغروا (ان تصیروا ان یغفر اللہ لکم — [نور]
 - ۴ یا ایہا الذین آمنوا کونوا قوامین للہ فہدای بالسط ولا یجور
منکم شأن قوم اعلی ان لا تعدلوا اعدلوا ہو اقرب للتقری — (مائدہ)
 - ۵ یا ایہا الذین آمنوا ان من ازواجکم و اولادکم مدولکم ذلنواہم
و ان تعفوا و تصغروا فان اللہ غفور الرحیم — (تغابن)
 - ۶ فاعف عنہم و قل سلام — [زخرف]
 - ۷ فاعف عنہم و اصغ ان اللہ یحب المحسنین — [مائدہ]
 - ۸ و اعرض عنہم و اعظم و قل لہم فی نفسہم قولاً بلیفاً — (نساء)
 - ۹ قل للذین آمنوا یغفروا للذین لا یرجون ایزام اللہ — (جائدہ)
- قرآن میں اس کی پیشین گوئی ہوئی تھی کہ مسلمانوں کو
مخالفوں سے بڑی اذیت پہونچیکی اور ان کو ہدایت ہوئی تھی کہ وہ
صبر کرتے رہیں *
- ۱۰ ولتبلغون فی اموالکم و انفسکم و لتسمعن من الذین ارتوا کتاب
من قبلکم و من الذین اخرجوا اذی ثبیرا و ان تصیروا و تقوا فان ذلک
من عزم الامر — (ح)
- [باقی آئندہ]

بمقام علیگڈہ — مطبع علیگڈہ انسٹیٹیوٹ میں چھپا اور حافظ

محمد عبدالرزاق کے اہتمام سے شایع ہوا

THE MOHAMMEDAN SOCIAL REFORMER

تہذیب الاخلاق

جلد پنجم [یکم ربیع الاول سنہ ۱۲۹۱ ہجری سنہ ۱۳۰۵ نبوی] نمبر ۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اطلاع

بخدمت ممبران و خریداران و ناظرین

تہذیب الاخلاق

اس پرچہ کی باہی جس صاحب کو کچھ خط و کتابت کوئی منظور ہو یا خریداری اس پرچہ کی مد نظر ہو یا کوئی مضمون اس پرچہ میں مندرج ہونے کے لئے بھیجنا ہو یا زر قیمت اخبار یا زر چندہ یا کچھ روپیہ بطور توثیق کے منایا فرمانا ہو تو سید احمد خاں صاحب بہادر سی ایس آئی پاس بمقام پٹاروس بھیجا جاوے غرضکہ تمام خط و کتابت باہی اس پرچہ کے اُنہی سے کی جاوے کیونکہ یہہ پرچہ ماہانہ میں چھپکر اُن کے پاس چلا جاتا ہے اور وہاں سے تقسیم ہوتا ہے اور تمام حساب کتاب اسکا سب اُن کے پاس رہتا ہے اس پرچہ میں صرف مضامین مفیدہ جو مسلمانوں سے متعلق ہیں چھاپے ہوتے ہیں اور اس سبب سے اخبار امصار و دیار اس میں مندرج نہیں ہوتے — مقصد اس پرچہ کے اجرا سے یہہ ہی کم مسلمانوں کی حسن معاشرت اور تہذیب کی ترقی ہو اور جو غلط ارہام مذہبی اس ترقی کے مائع ہیں اور درحقیقت وہ مذہب اسلام کے برخلاف ہیں وہ بھی ستائے جاویں *

اطلاع

تشریح قیمت و مصرف منافع

تہذیب الاخلاق

جسقدر روپیہ باہی اس پرچہ کے بطور چندہ خواہ بطور قیمت وصول ہو وہ کسی خاص شخص کی ملکیت نہوگا بلکہ اس پرچہ کے اجرا و ترقی میں صرف کیا جاوےگا * جن دوستوں نے شریک ہوکر اس پرچہ کو جاری کیا ہے اور ساتھ روپیہ سالانہ اس پرچہ کے اجرا کے لئے بطور امداد دیتے ہیں وہ اس پرچہ کے متعلق معاملات میں بطور ممبر کے متصور ہیں اُن کو اختیار ہے کہ اگر چاہیں تو اور کسی کو بھی بطور ممبر اپنے ساتھ شریک کریں اور جو شخص اس طرح پر شریک ہوگا اُس کو بھی ساتھ روپیہ سالانہ دینا ہوگا * یہہ پرچہ ہر مہینے میں ایک بار یا دو بار یا تین بار جیسا کہ مقتضای مضامین ہوگا چھپا کر یکا خریداروں کو چار روپیہ سالانہ قیمت پیشگی دیتی ہوگی اور اخراجات روانگی پرچہ سے اُن کو کچھ تعلق نہوگا * اگر کوئی شخص کوئی خاص پرچہ خریدنا چاہیگا اُس کو ہی پرچہ چار آنہ سے اخراجات روانگی پرچہ دینا ہوگا *

(تیسرے مضامین نمبر ۱۷۶)

BENEFICIAL EFFECTS OF ISLAM.

اسلام کے وعظ اور اصلاح کی تاثیر

”اسلام جس طرح کہ اخلاقی اور روحانی نیکیاں تعلیم کرتا ہے۔ نہیں نہیں جس طرح کہ اخلاقی اور روحانی نیکیوں کو دل میں بٹھا دیتا ہے اس طرح تینوں اور حسن معاشرت کی جو نیکیاں ہیں انکو بھی اپنے پیروں کے ہرگز میں ایسا ملا جلا دیتا ہے کہ کسی طرح ان سے الگ نہیں ہو سکتیں اور ہر طور فطرتی عادتوں کے پہلائی دیتی ہیں اور طبیعت ثانی ہونے سے پہلے بڑھکر اصلی طبیعت ہو جاتی ہیں“

سید احمد

(پڑھتے تہذیب الاخلاق جلد ۲ نمبر ۱۰)

اسلام کی اصلاح و تہذیب تھی تو اب ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی اصلاح نے جو بڑی دولت اور مشقت اور کمال رافت اور شفقت سے ہوئی تھی کیا کیا نتیجے پیدا کیئے اور اس سے کبھی تعجب انگیز اور عظیم الاتر تاثیریں ظہور میں آئیں اور کس طرح سے اُس نے قوسوں اور ملکوں میں اسایش اور عافیت اور خلاق کی بہبودی کو از سر نو زندہ کیا اور کس طرح سے مہلک اور مضر رسوم کو نیست و نابود کیا اور کئی ایک اور خرابیوں کو جو بالکل سہ قہیں گئیں یہاں کچھ اُن کی اصلاح اور درستگی کی۔ اور ان سب کا اثر انسانوں کی ذات واحد اور جماعت اور ریاست پر کیسا نفع بخش اور سود مند ظہور میں آیا اور آتا جاتا ہے ؟

۳۲ اسلام کو شروع ہوئے ابھی تھوڑا ہی زمانہ گزرا تھا کہ

نکار مکہ کی افیت اور تکلیف دہی سے

کئی ایک مسلمان ملک ابھی سینیا کو چلے گئے وہاں کے عیسائی بادشاہ ٹیگوس [نیپاشی] کے دربار میں حضرت جعفر نے

جو تقریر دلپذیر فرمائی ہے وہ ایام جاہلیت اور ابتدائے زمانہ اسلام کا حال خوب آئینہ کر دیتی ہے جس سے جو لوگ ان مسلمانوں کو دیکھ لائے گئے گئے تھے اُن کے مقابلہ میں حضرت جعفر کی تقریر یوں ہوتی ہے۔

”ہم لوگ جہالت اور پست دوستی اور بد کاری میں زندگی بسر کرتے تھے۔ زور اور کمزور پر ظلم کرتا تھا۔ ہر لوگ چہرے کے عافی تھے اور عداوت مہمان نوازی کی رعایت نہیں کرتے تھے۔ تب ایک

نبی قائم ہوا جس کو ہم لوگوں سے جانتے تھے اور جس کے حسن اخلاق دیانت اور طریق عمل سے ہم لوگ خوب واقف تھے اُس نے ہمکو سکھایا کہ عداوت واحد کی عداوت کریں عہد اور میثاق اور قسم کو پورا کریں اپنے قریب داروں کی مدد کریں عوام مہمان نوازی کو پورا کریں اور جملہ ظالم چہیزوں اور کفر و غداري سے پرہیز کریں۔ ہم اُس پر ایمان لائے اور ہم نے اُس کا ساتھ دیا لیکن ہمارے ملک کے لوگوں نے ہمکو اذیت دی ہم پر ظلم کیا اور ہم سے ہمارا مذہب چھوڑا نا چاہا اور اب ہم اپنے آپ کو بادشاہ کی حمایت میں لے آئے ہیں“

۳۳ یہ تقریر تو ایک انگریزی کتاب سے لی گئی ہے مگر سیرت کی کتابوں میں مفصل لکھا ہوا ہے۔ [دیکھو سیرت شامی صفحہ ۲۱۹ و ۲۲۰ مطبوعہ لندن سنہ ۱۸۶۵ء] اور کتاب سبیل الہدی والرشاد فی سیرت خیر العباد مشہور سیرت شامی میں اس طرح پڑھی ہے۔ [ج ۱۹] ”قال الجعفر ایہا الملک کنا قوما اهل جاهلیة نعبد الاصنام وناكل الميتة و قاتل الفواہش و نسي البوار و ناكل القوي الضعیف نکنا علی ذلک حتی بعث اللہ الینا رسولاً منا نعرف نسیة و صدقة و امانتہ و صفاتہ فمدنا الی اللہ للوحدة و تعددہ و نضج ما کنا نعبد نحن و آبائنا من دونه من العصابة والارثان وامرنا ان نعبد اللہ وحده لا شریک بہ حیثاً و امرنا بالصلاة والزكاة والصیام فعدہ علیہ امرہ الاسلام ثم قال و امر بصدق البعید و اداء الامانة وصلة الرحم و حسن البوار و الکف من المہارم والدماء و لہانا من الفواہش و قول الزور و اکل مال الیتیم و قذف المعصنة فصدقناہ و اتبعنا علی ما جاءہ من اللہ تعالیٰ فمدنا اللہ تعالیٰ وحده ولا شریک بہ و حرمتنا ما حرم اللہ علینا و احلنا ما حل لنا فعدا ہینا قومنا فمدبونا و فتنونا من دیننا لیوحدنا علی عبادة الاوثان من عبادة اللہ تعالیٰ و ان نستعمل ما کنا نستعمل من العصابة فلما تہوتنا و ظلمونا و ضیقوا علینا و حالو بیئنا و بین ہینا خرجنا الی بلادک و اخترنا علی من سواک و رغبتنا فی جوارک و وجعنا ان لا نطعم عندک یا ایہا الملک“

۳۵ مکہ کی تیرہ و قریب حالت جو قبل اسلام تھی اور پھر زمانہ اسلام میں اہل مکہ میں اخلاقی اور روحانی نورانیت اور سرور و قیام ایمان بالہ اور حسن اخلاق کی روشنی ایسی تعجب انگیز اور حیرت خیز ہے کہ ایسی تاثیر الہی اور برکت دہانی کا اقوار ہمارے مطالعوں کو بھی ہے۔ والفقہ ما شہد بہ الامداد۔

۳۶ ولیم میرو صاحب قصیر فرماتے ہیں کہ ”ایک زمانہ فامہلوم

۳۷ مکہ اور تمام جزیرہ عرب کی روحانی

Previous dark and torpid state of Mecca and Arabia

یقیناً بالکل بیخس ہو گئی تھی کو ایک عقیف اور ناچار سا اثر یہودیہ نصرانیہ

ایک سو سو اور سو تترس نے اپنے ایمان عزیز سے انکار نہ کرے اپنا گھر بار چھوڑ کر جب تک کہ یہ طوفان مصیبت اور ہوسے حبشہ کو ہجرت کر چکے تھے۔ اور اب پھر اس تعداد سے بھی زیادہ آدمی اور اُن میں نبیؐ بھی اپنے عزیز ہر کو اور مقدس کعبہ کو [جو اُن کی نظر میں تمام دوسے زمین پر سب سے زیادہ مقدس تھا] چھوڑ کر مدینہ کو ہجرت کر گئے۔ اور یہاں بھی اسی عجیب تاثیر نے ۲ یا ۳ برس کے عرصہ میں ان لوگوں کے واسطے ایک برادری جو نبیؐ اور مسلمانوں کی حمایت میں جان دینے کو مستعد ہو گئے طیارہ کر دی۔

” اہل مدینہ کے کانوں میں یہودی حقانی باتیں عرصہ سے گوش گزار ہو چکی تھیں مگر وہ بھی اُس وقت تک خوابِ سرگوش سے نہ چونکے جب تک کہ روح کو کپکپا دینے والی باتیں نبیؐ عربی کی نہیں سنیں۔ تب البتہ ذمہً ایک نئی اور سوگرم زندگانی میں دم بھرتے لگے۔ “ (ج ۲ ص ۲۶۹ — ۲۷۱)

اس تقریر کے بعد مصنف نے سورۃ نرقان کی چند آیتوں کے واسطے مسلمانوں کے مصائد و اوصاف میں ترجمہ کی ہیں اُن کو ہم جداگانہ مقام پر لاؤنگے *۔

۴۶ اسلام کی اصلاح کی قوت تاثیر کے ثبوت میں طبقہ اول کے مسلمانوں کا حسن اخلاق اور نیک بردار اُن کے ظاہری اور باطنی اعمال و احوال میں ایک تعجب انگیز لیکن مطمئن کرنے والی مثال ہے کہ اس تعلیم الہی کی تاثیر سے وہ لوگ کیا تھے کیا ہو گئے تھے ہرچند کہ قرآن کا منشاء یہ ہے کہ اس زمانہ کے لوگوں کا تفکر یا تاریخ لکھے مگر نیکوئیوں پر رعب اور اور منکرات سے منع کرنا احادیث بعض مقامات پر جو اگلے زمانہ کے مسلمانوں کی کیفیت بیان ہوئی ہے اس سے ظاہر ہے کہ وہ لوگ کمال درجہ میں اخلاق اور فضائل سے آراستہ و مہذب تھے اور دینی اور دنیوی برکتوں سے معمور تھے اور یہی غرض تھی نبیؐ کی بعثت سے

Mighty effects of Islam on the conduct of early Moslems as described in the contemporary records of the Quran.

[۱] ۲۴ الا المصلین

۲۳ الذین ہم علی صلاتہم دائمون

۲۵ والذین فی اموالہم حق معلوم للسائل و المکرم

۲۶ والذین یصدقون بیوم الدین †

† (۱) مگر وہ نمازی جو اپنی نماز پر قائم ہیں۔ اور جنکے مال میں حصہ ظہر و ہا ہی حایل کا۔ اور درمائدہ کا اور چنکو (تصاف کے دن کا پتہ) ہے۔

یا فلسفہ کا عرب پر ہوا تھا جو سیکھ ایک دریاچہ فیرواں کی سطح کا ادھر ادھر لہر کھانا سکر کہ میں محض بے حس و حرکت رہتا۔ تمام عرب تو ہمارے و ظلم اور بدکاریوں میں غرق ہو رہے تھے یہ عام رسم تھی کہ بڑا بیٹا اپنے باپ کی پیروی کو جو اور جائداد کی مانند میوات میں آتیں بیٹا لیتا۔ اُن کے غرور اور افلاس سے رسم سختو کشی بھی اُنہیں جاری ہو گئی تھی جیسے ہندوؤں میں۔ اُن کا مذہب حد کے درجہ کی بے پرستی تھا اور اُن کا ایمان ایک مسیہ (السیاب مالک علی الاطلاق) پر نہ تھا بلکہ غیر مرئی ارواح کے توہم باطل کی سی ہیئت کا اُن کا ایمان تھا انہیں کی وضامندی ملاتے تھے اور اُنہیں کے قاراضگی سے احتراز کرتے تھے قیامت اور جزا و سزا جو بدل یا ترک کا پامان ہو اُس کی اُنہیں خبر ہی نہ تھی۔ “

” ہجرت سے ۱۳ برس پیشتر تو مکہ اس طرح سے ایسی ذلیل حالہ میں بیچارہ پڑا ہوا تھا۔ مگر ان تیرہ برسوں نے کیا ہی اثر عظیم پیدا کیا Effect produced on the Moslem converts by the thirteen years of Mahomet's ministry at Mecca. سیکڑوں آدمیوں کی جماعت نے بے پرستی اور اپنے اعتقاد کے موافق دینی الہی کی ہدایات کے مطیع و متقاد ہو گئے۔ اُسی قافر مطلق سے بکثرت و شدت دعا مانگتے اسی کی رحمت پر مغفرت کی اُسید رکھتے اور حسدات و عیوالت پر دھیز گاری اور انصاف کرنے میں بڑی کوشش کرتے تھے۔ اب اُنہیں شب و روز اُسی قافر مطلق کی قدرت کا خیال اور یہ کہ وہی رزاق ہماری ادنیٰ حوائج کا خبر گیراں ہے۔ ہر ایک قدرتی یا طبعی کیفیت میں ہر ایک امور متعلقات زندگانی میں اور اُن کی خیریت اور جارت کے ہر ایک حادثہ یا تغیرات میں وہ اُسی کے بد قدرت کو دیکھتے تھے۔ اور اُن پر پالا وہ لوگ اس نئی روحانی حالہ کو جس میں وہ غر وصال اور حمد و ثناء رہتے تھے خدا کے فضل خاص و رحمت با اختصاص کی علامت سمجھتے تھے اور اپنے کان اہل ہجر کے کفر کو خدا کی تقدیر کیئے ہوئے خدایان کی نشانی جانتے تھے مصعد [مسلم] کو وہ اپنا احیاء تازہ ہضمت والا سمجھتے تھے جو کہ اُنکی ساری امیدوں کے واسطے مآخذ تھے اور انہیں کی مذاسب اور کامل اطاعت کرتے تھے۔ “

” ایسے تھوڑے ہی زمانہ میں مکہ اس عجیب تاثیر سے دو حصوں میں منقسم ہو گیا تھا جو بلا لحاظ قبیلہ و قوم ایک دوسرے کے ہرچے مخالفت و ہلاکت تھے۔ مسلمانوں نے مصیبتوں کو تحمل اور شکیبائی سے برداشت کیا اور گو ایسا کرنا اُن کی ایک مصلحت تھی مگر تو بھی ایسی عالی ہمتی کی بردباری سے وہ لوگ تعریف کے مستحق ہیں۔ “

- ۶۸ والذین لا یدعون مع اللہ إلہا آخر ولا یقتلون النفس
التي حرم اللہ الا بالحق ولا یزنون و من یفعل ذلک
یقابق انما
۶۹ (یضامف لہ الذاب یوم القیامۃ و یضامف لہ ما
۷۰ الامن قاب و آمن و عمل صالحا فاولیک یدلک
اللہ سیئاتہم حسنات و کان اللہ غفور الرحیم
۷۱ ومن قاب و عمل صالحا فانه یتوب الی اللہ متابا)
۷۲ والذین لا یسجدون الزرر و اذا مروا بالاشجار مروا کراما
۷۳ والذین اذا ذکرر بآیات ربہم لم یطغروا علیہا صما
و صماتا
۷۴ والذین یقولون ربنا ہب لنا من ازواجنا و فریقنا
قوة امین واجعلنا للمتقین اماما
۷۵ اولئک یتجزون الخرقۃ بما صبروا و یلقون فیہا تھتہ
و سلاما — [فرقان]

- ۲۷ والذین ہم من عذاب ربہم مشفقون
۲۸ [ان عذاب ربہم غیر مامون]
۲۹ والذین ہم لغرورہم حاقطون
۳۰ الا علی ازواجہم ارمالک ایمانہم فانیہم غیر ملو من
۳۱ فمن ابتغی وراء ذلک فالتک ہم العادون
۳۲ والذین ہم لاما قائم و مہد ہم راعون
۳۳ والذین ہم بشہاداتہم قایمون
۳۴ والذین ہم علی صلاتہم یحافظون
۳۵ اولئک ہم فی جنات مكرمون — (معارج)
[ب] ۶۳ و مہادالرحمان الذین یمشون علی الارض ہونا واذا
خاطبہم انجا ہلون قالوا سلاما
۶۴ و الذین یبیتون لربہم سجدا و قیاما
۶۵ والذین یقولون ربنا اصرف عنا عذاب جہنم ان عذابہا
کان غراما
۶۶ انہا ساءت مستقر و مقاما
۶۷ والذین اذا انفکروا لم یسرفوا و لم یقتروا و کان بین
ذلک لواما

- ۶۸ اور وہ جو نہیں پکارتے اللہ کے سوا کسی حاکم کو اور
نہیں ہوتے کرتے جان کا جو منع کیا اللہ نے مگر جہاں چاہے اور بدکاری
نہیں کرتے اور جو کوئی کرے کچھ کام وہ بھڑے گناہ سے
۶۹ ہوتا ہو اُس کو عذاب دن قیامت کے اور پڑا رہی
اُس میں عذاب ہو کر
۷۰ مگر جس نے توبہ کی اور یقین لایا اور کیا کچھ کام
نیک ہو ان کو بدل دیگا اللہ برائیوں کی جگہ پہلائیاں اور ہی
اللہ بخشنے والا مہربان
۷۱ اور جو کوئی توبہ کرے اور کرے کام نیک سو وہ
تہرایا ہی اُس کی طرف تہرانا
۷۲ اور وہ جو شامل نہیں ہوتے جہنم کے کام میں اور جب
ہو نکلیں کھیل کی باتوں پر تو تکل جاوے بزرگی رکھ کر
۷۳ اور وہ جب اُن کو سمجھائے اُن کی وب کی باتیں کہ ہو
پڑیں ان پر بھڑے اندھے
۷۴ اور وہ جو کہتے ہیں اے رب سے ہم کو ہماری
مورتوں کی طرف سے اور اولاد کی طرف سے آنکھ کی تھنک
اور کر ہم کو پوہیزگاروں کے آگے
۷۵ اُن کو بدلا ملے گا کرتھوں کے جہنم کے اس پر کہ تہرے
دھے اور لیتے آویں گے اُن کو وہاں دعا اور سلام کہتے
(فرقان)

- اور جو اپنے رب کے عذاب سے ڈرتے ہیں (بیشک ان کے رب کے
عذاب سے بے خوف نہر جانا چاہیئے) — اور جو ارگ اپنی نفسانی
غراہوں کو قابو میں رکھتے ہیں (مگر اپنی پیہڑوں پر یا حرم میں
جو ملک نکاح میں آچکیں) اور جہت سے کہ اُن کو معصنات سے
نکاح کا مقرر نہیں) اور جو ان سے بڑے جاوے تو وہی ہی حد سے
بڑھنے والے — اور جو ارگ اپنی امانتیں اور اپنا قول پورا کرتے ہیں
اور جو اپنی گراہی پر قابو میں — اور جو اپنی نماز سے خبردار
ہیں وہی لوگ جنت میں ہیں عزت سے —
[ب] ۶۳ اور بندے رحمان کے وہ ہیں جو چلتے ہیں زمین
پر دپے پاؤں اور جب بات کرتے ہیں اُن سے بے سمجھ لوگ تو نہیں
صاحب سلامت *
۶۴ اور وہ رات کاتے ہیں اپنے رب کے آگے سجدے میں
یا کھڑے
۶۵ اور وہ جو کہتے ہیں اے رب ہٹا ہم سے درخ کا
عذاب بیشک اُس کا عذاب بڑی چٹتی ہی
۶۶ وہ بڑی جگہ ہی تہراڑ کی اور بڑی جگہ رہنے کی
۶۷ اور وہ کہ جب خرچ کرنے لگیں کہ ازادیں اور نہ
تنگی کریں اور ہی اس کے بیچ ایک سیوہی گنراں

- ۹ و یطعمون الطعام علی حبہ مسکینا و یتیمًا و اسیرا
۱۰ انما یطعمکم لوجہ اللہ لا لیرید منکم جزاء و لا شکورا
۱۱ انما یطعمکم من رحمۃ اللہ لعلکم یشکروا (دھر)
(و) کنتم غیر امة اخرجکم للناس قانرون بالمعروف و قانرون منکر و توفی منون باللہ — (ال عمران ۱۲ ع)
۳۷ یہ کہ کیفیت تو انسان کے ذاتی اعمال اور خصال کی اصلاح اور
تہذیب کی تھی اب دیکھنا چاہیئے کہ
Its beneficial effects on the political state of the world.
جماعت قوم پر اسلام نے کیا اثر کیا یعنی
تمدن کی حیثیت سے کوئی بڑی برکت
اور غیر کثیر ظاہر ہوئی *

اسلام کے قبل تمام قوم عرب باہم توڑ پھوٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو رہی تھیں مگر اسلام نے انکو ایک رشتہ برادری میں منسلک کر کے سب کو بھائی بنادیا — انکی عداوت تبدیل ہو گئی اور وہ باہم کے شب و روز کے کشمکشوں ایک لفظ مسدود ہو گئے اور صلح اور آسان اور اتفاق قومی ہر قوم اور قبیلے میں پایا گیا *

لا تفرقوا و اذکروا نعمت اللہ علیکم ان کلتم اعداء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا — [ال عمران ۱۰ ع]

ایسا تصرف انسان کے دلوں پر ایک عجیب الشان تصرف ہی اور ہے نظیر مثال جسکے حاصل کرنے میں سالہا سال کی ملکی قدیمیں اور نظام سلطنت قاصر ہو جاتے ہیں *

والف بین قلوبکم لوانفقنا مالی الارض جمیعاً ما الف بین قلوبکم ولكن اللہ الف بینہم — [انفال ۸ ع]

۹ اور کہلاتے ہیں کہانا اس کی معیت پر محتاج کر اور بے باپ کے لئے اور قیدی کو

۱۰ ہم جو تمکو کہلاتے ہیں تو اللہ کا منہ چاہیئے کہ تم سے ہم چاہیں بدلا نہ چاہیں شکر کذابی

۱۱ ہم کرتے ہیں اپنے وہ سے ایک دن اور اس کی سستی سے — [دھر]

(و) تم ہو بہتر سب لوگوں سے جو پیدا ہوئے ہیں حکم کرتے ہو اچھی بات کا اور منع کرتے ہو بری بات سے اور ایمان لائے ہو اللہ پر — [ال عمران ۱۲ ع]

† اور پھر نکالو اور یاد کرو احسان اللہ کا اپنے اوپر جب تمہیں تم آہیں وہی دھن پھر اللہ ہی تمہارے دلوں میں اب ہو گئے اس کے فضل سے بھائی — [ال عمران ۱۲ ع]

‡ اور ان کے دل میں اللہ ڈالی اگر تو خرچ کرتا جو سارے ملک میں ہی تمام کہ اللہ دے سکتا ان کے دل میں لیکن اللہ نے انہی ڈالی ان میں — [انفال ۸ ع]

- (ج) ۱ کذا بلع المؤمنون †
۲ الذین ہم فی صلا تم خاضعون
۳ والذین ہم عن اللغو معرضون
۴ والذین ہم للزکوة فاعلون
۵ والذین ہم لفردجہم حافظون
۶ الا علی ازواجہم او ما ملک ایما نہم فانہم فیو عارمین
۷ فہن اجتہی وراہ ذلک فارتکب ہم العادون
۸ والذین ہم لساناتہم و مہد ہم راعون
۹ والذین ہم علی صلواتہم یحافظون
۱۰ اولئک ہم الوارثون

۱۱ الذین یرثون الفخوس ہم فیہا خالدون (مومنون)
(د) ۲۰ الذین یوفون بعمد اللہ و لا یخلفون الامیثات
۲۱ والذین یصلون ما امر اللہ بہ ان یصل و یحفظون وہم و یحفظون سورہ الحساب

۲۲ والذین صبروا ابتغاء وجہ ربہم و اقاموا الصلوة و انفقوا مما رزقنا ہم سراراً علانیۃ و یدرون بالصنۃ الحسنۃ السیئۃ اولئک ہم عقبی الدار — [ومد]

۸ ۱۰ یدرون بالخذ و یحفظون یوما کان ہرہ مستطیرا

[ج] † فلاح پائی ایمان والوں نے — جو اپنی نماز میں نوبہ ہیں اور جو کسی بات پر دھیان نہیں کرتے اور جو زکات دیا کرتے ہیں اور جو اپنی خواہشوں کو تھامتے ہیں مگر اپنی ضرورتوں پر یا اپنے ہاتھ کے مال پر سو ان پر الزام نہیں پڑے جو کوئی قہر و نقہ اس کے سرا وہی ہیں حد سے بڑھنے والے اور جو اپنی امانتوں اور اقارب سے بے خبردار ہیں اور جو اپنی نماز سے بے خبردار ہیں وہی ہیں میراث لینے والے جو میراث پارینگہ باغ تھنتی چھاؤں کے وہ اسمیں سدا رہینگے [مومنون]

(د) ۲۰ اور وہ جو پورا کرتے ہیں اقارب اللہ کا اور نہیں کرتے اقارب

۲۱ اور وہ کہ جرتے ہیں جو اللہ نے فرمایا جرتا اور کرتے ہیں اپنے رب سے اور اندیشہ رکھتے ہیں بڑے حساب کا

۲۲ اور وہ جو ثابت رہے چاہتے توجہ اپنے رب کی اور کھڑی رکھتی نماز اور خرچ کیا ہمارے دین سے

کہنے اور چہچہ — کرتے ہیں برائی کے مقابل بھائی ان لوگوں کو ہی پچھلا کر

(د) ۸ ۱۰ پوری کرتے ہیں منہ اور کرتے ہیں اس دن سے کہ اس کی بڑائی بھیل بڑیگی

اسلام کی دنیوی برکتیں

مہذب الخلاق
پہم و بیع الاول سنہ ۱۲۹۱ ہجری
مطابق سنہ ۱۳۰۵ نبوی

اسلام کی دنیوی برکتیں

یہہ کیسا کچھ اسلام کا فیض ہوا کہ جس کے نتیجے میں عربوں کے خون خرابے اور باہم کے جدال و قتال موقوف اور معدوم ہو گئے اور ایک دوسرے سے فیاضی اور ہمدردی کرتے ہیں سامی اور سوکرم ہو گئے اور نہ صرف خونریزی اور مقاتلات کو روکا بلکہ کینہ کشی اور غرور کی جو کائی اور تمام ملک میں امن و آسان و صلح و اشتی قائم کر دی *

جس شخص کو ایام عرب پر نظر ہوگی وہ عرب سمجھتا ہوگا کہ عرب کی قومیں اور قبیلے باہم ایسے متفرق اور ایک دوسرے سے بے نیاز ہو رہے تھے کہ ان میں کوئی امید مذہبی اصلاح اور اتحاد قومی کی نہ تھی اور یہہ وجہ یہی تھی کہ کبھی کسی غیر ملک والے یا رئیس کو ان پر تسلط اور تمکن حاصل نہیں ہوا کیونکہ جب جماعتیں ایسی متفرق ہوں کہ کوئی انکا راس و رئیس نہ ہو تو انکا دستور اور منہاج کر لینا بہت دشوار ہوتا ہے *

The prospects of Anti-Mahometan Arabia were unfavorable to the hope of political union or national regeneration.

یہہ بھی تو عرصہ سے عرب کے اطراف و جوارب میں ہلکے وسط عرب میں دھتے تھے اور عیسائیوں کی کئی ریاستیں اور سلطنتیں قرب و جوار عرب میں مثل سلطنت مصر و شام و حبشہ تھیں اور نیز خاص عرب میں حرا و فسان اور یمن کی عیسائی بادشاہتیں اور نجدات میں بنی حارث اور یمامہ میں بنی حنیفہ اور تیمہ میں بنی طی اور نیز بنی تغلب یہہ سب عیسائی قومیں دھتی تھیں مگر اُن سے نہ تو کچھ عرب کی حالت تمدن میں اصلاح نہ آئے احلاق میں کچھ اثر نہ آئے اوضاع و اطوار میں عیسائیت نہ آئے رسم و رواج میں تغیر واقع نہ ہوسکا — اور مذہب میں تو سب برابر ہی سے تھے *

عرب غرور کرو اعراب کی حمیت اور مصیبت کی کینہ کشی اور عداوت کی رسم کو اور پھر دیکھو اسلام کی صلح اور عفو کے احکام کو اور اس کے نتیجے میں ملاحظہ کرو عرب کی مذہبی اصلاح رسوم کی قہذیب اور موافقت عام ملکی اتحاد اور قومی یگانگت گریا از سر نو ایک طیفہ جدید پیدا ہو گیا وہ خلفت ہی بدل گئی وہ جہلت ہی جاتی رہی *

Islam united the hostile tribes of Arabia in a brotherly union.

اگر حضرت موسیٰ کے انتظام سیاست میں تہذیب بھی غرور کرو تو یہہ فرق پاؤ — حضرت موسیٰ ایک ایسی قوم اور جماعت پر گئے جو باہم متحد تھے اور اسپر طرہ یہہ کہ ایک دہر بادشاہ کی قلمی میں گرفتار اور کسی ادنیٰ سے معرک یا چہرائے والے کے وقت انتظار

تھے — حضرت موسیٰ کو کچھ یہی تکلف نہیں کرنا ہوا اور اُس قوم نے دُی آرزو اور اخلاص سے اُنکو اپنا سردار اور قبضات دھندہ قبول کر لیا کیونکہ وہ تو مضطرب اور بے بس تھے اور توبتہ کو تنکے کا سہارا بہت ہونا ہی اور بالہنہمہ وہ لوگ رہ گئے ہائے ہستہ و منقاد نہوئے اصل قرض تیرہ ہاری اور توحید الہی کے کئی بار خلاف ظہور میں آیا یو خلاف عرب کی قوم کے — ان میں حد کے مرتبہ کا تفرق اور مہانتت تھی اور جناب پیغمبر صلعم ان کے جہلہ دین و آئین کو گمراہی قرار دیتے تھے ان کے خداؤں اور بتوں کو بیکار محض ہتلاتے تھے اور وہاں کے کسی ایک قبیلہ نے بھی کلیتہً جناب پیغمبر کو تسلیم اور قبول نہیں کیا شروع ہی سے مشرکوں کا معارضہ اور مقابلہ ہونے لگا مگر آخر کو قرآن کے احکام و نصایح کی تاثیر یہہ ہوئی کہ انہیں لوگوں میں سے ہزاروں اور لاکھوں ایمان لائے اور اپنے عزیز بتوں اور پیارے تھانوں اور عہد بھر کے مسجود اور شب و روز کے معبود کو ترک اور موقوف کردیا اور وہ قومی تفرق اور طبعی بغض و عناد سب جمعیت واحدہ اور قومی اتحاد اور اخوت سے بدل گیا *

۳۸ اور منجملہ مصالحہ قومہ اور امور مفید عام احکام صدقات اور خیرات اور خدا کی راہ میں مال دینے اور فقیروں اور محتاجوں کی امداد کرنے کے ہیں خصوصاً صیغہ وقف جسے زمانہ جاہلیت میں کوئی نہیں جانتا تھا اور اس امر خاص میں مسلمانوں کی فیاضی اور سخاوت تواریخ دہر اور صفحات عالم پر تیس ہی *

Instituted charitable design.

اقدار دیکھیں صاحب ایک مشہور اور عالیقدر مورخ لکھتے ہیں کہ [جلد ۶ پ ۵۰] ”مسلمانوں کی نیکیاں [خیرات] جانوروں تک کے حق میں ہوتی ہیں اور قرآن میں محتاج اور مسکین کی امداد کرنیکی مکرر تاکید ہوئی ہے اور اس کو نہ محض تبرع و نواب کے طور پر بلکہ فرض اور حکم ناگزیر کے طور پر واجب قرار دیا ہے شاید محمد (صلعم) ہی صرف ایسے صاحب شریعت ہیں جانوروں نے خیرات کا ٹھیک ٹھیک اندازہ کیا ہو اس کی مقدار معین جائداد کی نوعیت اور مقدار پر بدلتی ہے مثلاً زر نقد غلہ یا مویشی اثمار و اسباب تجارت مگر جب تک کہ مسلمان اپنے مال کا دسواں حصہ نڈے اسنے شریعت کی تکمیل نہ کی — درحقیقت فیاضی بنیاد ہی عدالت ہی اور جن لوگوں کی امداد ہمہ لارم ہے اُنکو ضرور پہونچانا ، نوع ہی — کوئی نبی عالم لاہوت اور بونخ کے مہیبت و اسرار بیان کیا کرے مگر احسانیات کے احکام میں اسکو ہمارے ہی دل کے احکام بیان کرنے ہرنگہ “ *

اس مقام کے حاشیہ پر گین صاحب لکھتے ہیں کہ مراثی نے تعصب کے مارے رومن کیتھلیکوں کی زیادہ خیرات اور صدقات کا شمار کیا

ہی جو عورت اس کے کہ ارعادات الہی اور احکام ربانی کا مصدر ہی معلوم حکمیۃ عقلیۃ اور حکمت الہیہ کا بھی معدن ہی — بعد اس زمانہ فزول وحی اور انتشار علوم الہیہ کے مسلمان کئی ایک جلیل القدر اور عظیم الشان علوم کے موجد اور ماعذ ہوئے اور علوم متعارفہ کو بھی کچھ تہذیب و اصلاح کر کے دور دور کے ملکوں میں پھیلایا اور دنی ایک ملک کے مالک مسلمانوں کی پدراہ اہل علم ہو گئے اور جس زمانہ میں کہ اور سب قومیں جہالت کے تیرہ و تاریک قعر میں پڑی تھیں مسلمانوں ہی میں علم کا رواج پایا جاتا تھا *

۲۰ [۱] منجملہ علوم مشتملہ قرآن مجید ٹیچرل فلاسفی اور

ٹیچرل تھیالوجی ہی — ٹیچرل فلاسفی جس

سے مراد علم مناظر قدرت و مظاہر فطرت

ہی اس سے قرآن مجید مالا مال ہی اس

میں حقایق موجودات اور معائن کائنات

کا بیان کثرت سے پایا جاتا ہی اور یہو

ان سے وجود واجب تعالیٰ اور اس کے علم و قدرت پر استدلال ہر جگہ ہوتا گیا ہی *

۱ + انا صبیحنا الماء صبا — ثم خلقنا الارض سقا فانبتنا فیہا

حبار عنباً و زیتونا و نخلاً — و حدائق فلان — و وادیہ
و ابا — [عیس]

۲ انا یمنظرون الی الابل کیف خلقت — والی السموات کیف

رفعنا — والی الجبال کیف نصبنا و الی الارض کیف سطحنہا (فاشیہ)

۳ انا جعلنا الارض مهادا — والجبال اوتادا — و خلقناکم

ازواجاً — و جعلنا نومکم سباتاً — و جعلنا الیل اپاساً — و جعلنا النهار

معاشاً — و بنینا فرقتکم سبعا عداواً — و جعلنا سراجاً و ہاجاً — و انزلنا

من الممہرات ماء نجاساً — لنخرج بہ حیا و نہاتاً — و جذات القانا —

[نیا]

۱ + ہم نے قالا پانی اڑھ سے — اور پھر حیرا زمین کو — پھر

اُگایا اُس میں اناج انگور اور ترکاری اور زیتون اور کھجوریں — اور

گھنے باغ اور میوہ اور درہ —

۲ کیا نہیں نگاہ کرتے اونٹوں پر کیسے بنائے ہیں اور آسمان پر

کیسا بلند کیا ہی اور پہاڑوں پر کیسے کھڑے کیئے ہیں اور زمین پر

کیسی صاف بچھائی ہی —

۳ کیا ہم نے نہیں بنائی زمین بچھونا اور پہاڑ پہنچوں اور تمکو

جوڑی جوڑی اور پھائی قیند تمہاری دنع ماندگی اور بنائی رات

اور دن اور بنایا دن روزگار کو اور چنی ہم نے اڑھ سات چٹائی

مقبوطہ اور بنایا ایک چراغ چمکتا اور اتارا نچڑتی بدلیوں سے پانی

کا ریزہ کہ نہالیں اُس سے اناج اور سبزہ اور باغ پتوں میں اُپٹے ہوئے جا

ہی کہ ۱۵ ہزار ہذا خانے ہزاروں بیہاروں اور زینوں کے لیئے بنے ہوئے
ہیں اور ۱۵ سو سو درختوں کو ہر سال چھیز ملتا ہی ۵۶ مدرسے حیوانی
بنے ہوئے ہیں اور ۱۲۰ جلسے برادران ایمانی کے اپنے بھائیوں کی
امانت کرتے ہیں وفیرہ وغیرہ — اور لندن کی فیاضی کو اس سے بھی بڑا کر
ہی مگر مجھے اندیشہ ہی کہ بہت کچھ اس میں سے لوگوں کی
انسائیکل کی طرف منسوب ہو سکتا نہ یہ کہ مذہب کی حیثیت سے
ہو — انتہی *

(۱) سورة بقرہ میں ہی ” ان تبدوا الصدقات فنعماہی و ان
تکفواہا و ترقوها الفقر لہو غیر لکم “ (۲ ح)

(۲) ” الذین ینفقون اموالہم فی سبیل اللہ ثم لا یتبعونہا
انفقوا مثلاً اذی لہم اجرہم عند ربہم ولا خوف علیہم ولا ہم یمہزون “ —

قول معروف ومغفۃ غیر من صدقۃ یتبعہا فی اللہ غنی حلیم [۲ ح]

(۳) ” والذین یبذروا الدار والایمان من قبلہم یمہزون من ہاجر
الیہم ولا یجدون فی صدورہم حاجۃ مما اوتوا و یؤثرون علی انفسہم
واو کان بہم عمامہ “ (حشر ۹)

ابراہیم ریس کے صحیح العلوم میں ایک جگہ لکھا ہی کہ عیارات
دینہ میں انکار اور اس کے ترغیب دینے میں مسلمانوں کے مذہب سے

زیادہ سرگرم کوئی مذہب نہیں ہی — قرآن نے قبول دعا کے واسطے
عیارات کرنے کو واجب قرار دیا ہی اور خلیفہ مہر بن عبدالعزیز کہا

کرتے تھے کہ : نماز ہم کو آدھے رستہ تک پہنچاتی ہی اور روزہ ہم کو
عرش الہی کے دروازے تک ایجتاتے ہیں اور عیارات سے ہم کو خدا کے

گھر تک بار ملتا ہی — عیارات کو اہل اسلام بہت ہی ثواب کا کام
سمجھتے ہیں اور بہت سے مسلمان عیارات دینے کی نہرت میں

ضرب المثل ہیں — پالخصیص حضرت حسن بن علی جو کہ محمد [صلی]

کے نواسے تھے روایت ہی کہ انہوں نے اپنی حیات میں ۳ مرتبہ اپنا

مال محتاجوں کو نصف نصف بانٹ دیا اور دو مرتبہ تو سب جو کچھ
تھا دے دیا — اور عوام مسلمین نیکیاں کرنے کے ایسے مادی ہو رہے
ہیں کہ حیوانات تک سے وہ نیکی کرتے ہیں *

[دیکھو سائیکلو پیڈیا ریس لفظ آموز]

قرآن کے معدن حکمت اور مسلمانوں کے مصدر
علوم ہونے کا ذکر

LITERARY BENEFITS OF ISLAM.

۳۹ زمان جاہلیہ میں تمام عرب میں کسی عام کی کوئی
کتاب نہ تھی اور بجز علم انساب اور شعر کوئی کے اور کوئی تعلیم نہ
تھی پس پہلی کتاب مستطاب جو عرب میں مدرن ہوئی وہ قرآن مجید

۸ ان فی خلق السموات والارض لآیات للہدیین - و فی خلقکم و ما یبیک من دایۃ آیات لقوم یوقنون - و اختلاف الیل والنہار وما أنزل اللہ من السماء من رزق فأحیہ بالارض بعد موتہا و تصریف الریاح آیات لقوم یعقلون - + [جاثیہ]

۹ و آیتہ لہم الیل تساخ منہ النہار فإذا هم مظلمون - والشمس تجري لمستقرہا ذلک تقدیر العزیز العلیم - والقمر قدر ثلث منازل حتی ما کالمرجورن القديم - والشمس یبغی لہا ان تدرك القمر واللیل سابق النہار - و کل فی فلك یسبحون - [یس]

۱۰ ألم تر ان اللہ أنزل من السماء ماء فأخرجناہ ذرات مختلفا الرانہا و من الجبال جدد بیض وحمراء مختلفا الوانہا و غرابیبہ سرور و من الناس والدراب والانعام مختلفا الوانہ - [فامر]

۱۱ خلق السموات بغير عمدأ ترونها واتقی فی الارض رواسی ان تمیدیکم ویک فیہا من کل دایۃ و أنزلنا من السماء ماء فأنبتنا فیہا من کل زوج کریم [لقمان]

+ ۸ بیشک آسمانوں میں اور زمین میں بہت ہتھ پتھ ہیں مانند والوں کو اور تمہارے بنائے میں اور آؤ جانوروں کے پھیلنے میں ہتھ ہیں لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اور بدلتے میں رات دن کے اور وہ جو اتاری اللہ نے آسمان سے روزی پھر چٹائی اس سے زمین کو مرگئے پیچھے اور بدلتے میں ہواؤں کے ہتھ ہیں ان لوگوں کو جو پر جھتے ہیں -

۹ اور ایک نشانی ہی اکثر رات اٹھتی لیتے ہیں ہم اس سے دن پھر دھجکتے ہیں اندھیرے میں اور سورج چلا جاتا ہی اپنی تہری راہ پر پھر سادھا ہی اس زبردست باغیو کا اور چاند کو ہم نے پانک دی ہیں منزلیں کہ پھر آ رہے جیسے تھنی پرائی پہنچتے سورج کو پہونچے کہ پکڑے چاند کو اور نہ رات آئے پھر دن سے اور ہو کوئی ایک ایک گھیرے میں تیرتے ہیں -

۱۰ کرتے نہ دیکھا کہ اللہ نے اتارا آسمان سے پانی پھر نکالے اس سے میوے طرح طرح کے انکے رنگ اور پہاڑوں میں گھاٹیاں ہیں سفید اور سرخ طرح طرح کے انکے رنگ اور کالے بھجک اور آدھیوں میں کیڑوں میں چرباڑوں میں گئی رنگ کے ہیں -

۱۱ بنائے آسمان پے ٹیکي اُسے دیکھتے ہو اور آگے زمین پر بوجھ کہ تمکو کیکر جھک نہ پڑے اور پکھڑے اُس میں سب طرح کے جانور اور آقارا ہمنہ آسمان سے پانی پھر اُگائے زمین میں ہر قسم کے جڑے -

۳ والارض وضعہا الانعام - فیہا فاکہۃ والنخل ذات الاکام والحب ذو العصف والریحان *** مرج البھریں یلتقیان - بیہما یلأخ لا یبغیان + [رحمان]

۴ ایلہم یظنرؤا الی السماء فرقم کفہم بنہماہا و زیناہا و ما لہا من فردج - و اقرض مددناہا والقیناہا فیہا رواسی

وانبتنا فیہا من کل زوج بھیم - تبصرۃ و تکرى لکل مبد منہب و نزلنا من السماء ماء مبارکاً فأنبتنا بہ جنات و حب العصفید - والنخل اسقات لہا طلع ثقیل - رزقا للعیاد و احییناہہ بلدۃ مہتا - (ق)

۵ والخی خلق الأزواج کلہا و جعل لکم من الفلك والانعام ما ترون الاستواء علی طہورۃ تم تذکروا نعمۃ ربکم اذا استویتم علیہ و تقولوا سبحان الذی سخر لنا هذا و ما کنا لہ مقرنین - وانا الی و ہنا لستقلبون - [زمر]

۷ ومن آیاتہ الجوار فی البھر کالاعلام ان یشاء یسکن الریح فیظلل روادک علی طہورۃ - ان فی ذلک لآیات لکل صبار شکور - [ہود]

+ ۳ اور زمین کو رکھا واسطے خالق کے اس میں سورۃ ہی اور کھجوریں جس کے سورۃ پر خلاف ہیں اور اناج جس کے ساتھ یس ہیں اور پھل عوہر کے **** چلائے دو دریا جو آدھیں ملکر جاتے ہیں انکے بیج میں ہی ایک پردہ زیادتی نہیں کرتے -

۴ کیا نگاہ نہیں کیا آسمان کو اپنے اوپر کیسا ہمنہ بنایا اسکو اور رونق عی اور اس میں نہیں کوئی سورخ اور زمین کو پھیلایا اور آگ اس میں بوجھ اور آگائی اس میں ہر قسم کی رونق کی چیز سر جھاتے کو اور یاد دلانے کو اس بندے کو جو رجوع رکھے اور اتارا ہمنہ زمین سے پانی برکت کا پھر اُگائے ہمنہ اس سے باغ اور اناج کہنے کھیت کا اور کھجوریں لٹبی اُن کا گاہا ہی تہ پر تہ روزی دینے کو پندوں نے اور چلایا اس سے ہمنہ دیس مردہ -

۶ جس نے بنائے سب چیز کے جڑے اور پھاد پئے تمکو چربائے اور کشتی جس پر سوار ہوتے ہو تا چوہہ بیٹھ اسکی پیٹہ پر پھر یاد کر اپنے رب کا احساس جب بیٹھ چکو اُسپر اور کہو پانڈاٹ ہی وہ جس نے پس میں دیا ہمارے پے اور ہم کہ تھے اسکے مقابل ہوتے رالی اور ہمکو اپنے رب کی طرف پھر جانا ہی -

۷ اور ایک اسکی نشانی ہی چلتے جہاز دریا میں جیسے پہاڑ اور چاہے تھام دے ہوا پھر وہ جاریں سارے دن تھرے اس کی پیٹھ پر مقرر اس میں پتہ ہیں ہر تھرنے والے کو جو حق کی بات مانتے -

من العیال ائفانا وجعل لكم سراييل تلتیکم العز و سراييل تلتیکم باسکم
کذلک یتدبیر لکم تلتیکم علیکم لکم تشکرون (نعل)

۱۶ والانعام خلقها لکم غیہادف و منافع و منها قائلون و لکم
فویا جمال حیون تریحون و حیون تسرحون — و تھمل ائف لکم الی بلاد
لم تکرثوا بالغیہ الا بشق الانفس ان ربکم لرؤف الرحیم — والاعمال
والیغال والھمیر اترکواھا بزینہ و یطابق لکم ما لاتعلمون (نعل)

۱۷ ولہ العیال المنافع فی البصر کالامام (رحمان)

۱۸ ولا اقسام بالکفایس البصر انکس [کورت]

فرض کہ اسی طرح تمام قرآن میں فیصلہ ہے اور یہی اور نیچرل
تھیاجی کے اصول کی مفصل کیفیتیں اور مکرر اشارتیں ہیں مگر
یورتانیوں کی علمی والہی کی نہیں بلکہ حقیقی باتوں کی اور نیز دیگر
علوم حکمیہ کے اشارے خصوصاً علم حیاتیات کے اصول پر نثر سے
حوالہ ہوا ہے مگر جن لوگوں نے اس علم کا نام بھی نہ سنا ہو وہ
اُس کے استنباط پر کیسے قادر ہو سکتے ہیں *

۲۱ [۲] دوسرا ایک عظیم الشان علم جو خاص مسلمانوں

میں ایجاد ہوا وہ علم اسماء الرجال ہے
Mahomedan Bio-
graphies. جس کو یونانی زبان میں بیوگرافی کہتے
ہیں — جس کثرت سے مسلمانوں کے

اس علم خاص پر توجہ کی اور جس دلچسپی سے ہو ہر اہل علم
اور راویوں کے حالات ضبط کیے اور اُن کے مولد اور منشاء کا بیان اور
مزاج کی وقعت اور رائے کے تغیرات اور علم دینیہ کے حالات کو قہورنگہ
اور بڑی بڑی مجلد کتابوں میں قلمبند کیا وہ آج تک کسی قوم میں
اور کسی مذہب میں نہیں ہوا *

اور اللہ نے بنیادی تمکو اپنی پائی چیزوں کی چھائیں اور بنیادی تمکو
بہاروں میں چھپنے کی جگہ اور بنیادی تمکو کرتے جو بچاؤ ہیں
گرمی کے اور کرتے جو بچاؤ ہیں لڑائی کے اسی طرح ہوتا ہے اپنا
احسان تمپر شاید تم احسان مانو —

۱۶ اور چھپائے بنا دیئے تمکو اُن میں جوارل ہی اور کتفہ فائدے
اور بعضوں کو کھاتے ہو اور تمکو اُن سے رونق ہی جب شام کو پہنچ
لاتے ہو اور جب چراتے ہو اُٹھا لیجھتے ہیں بوجہ تمہارے اُن شہدوں
تک کہ تم نہ پہنچتے وہاں تک مگر جان توڑ کے بیشک تمہارا رب یوا
حقیقت والا مہربان ہی اور گھوڑے بنائے اور خچروں اور گدھے کہ اُن پر
سوار ہو اور رونق ہو اور بناتا ہی جو تم نہیں جانتے —

۱۷ اور اُس کے ہیں جہاز اُنچے کمرے دریا میں جیسے پہاڑ

۱۸ سو قسم کھاتا ہوں میں پیچھے سے جانے سیدھے چلنے دیکھ
جانے والوں کی —

۱۲ اللہ الذی یوسل ارباح تئیدو سحابا فیسمطہ فی السہد کیف
یسمطہ ویجملہ کما تری الردق یخرج من خللہ فاذا اصاب بہ من یشاہ
من مبادہ اذاہم یتشہرون + (درم ۲۵)

۱۳ و ان لکم فی الانعام لہجرۃ نسقیکم مما فی ہارثہ من بین
فوت ودم لہذا خالہا سٹغا اشارین — ومن ثمرات النضیل والاعناب
تتخذون منہ سکرا و رزقا حسنا (نعل)

۱۴ و اوحی ربک الی النعل ان اتغنی من العیال بیوتاً و من
الشجر و مما یمرون — ثم لکی من ذل الثمرات فاصکي سبل ربک
ذلا یخرج من بطونہا شراب مطعنا لوانہ فیہ شہد للناس (نعل)

۱۵ واللہ اخرجکم من بطون امہاتکم لاتعلمون ہذا وجعل لکم
السمع والابصار والافئدۃ لکم تشکرون — ان یورای العلیو مسخرات فی
جوالسماء ما یمسکون الا اللہ ان فی ذلک لایات لقوم یوقنون — واللہ
جعل لکم من بیوتکم سکنا وجعل لکم من جلود الانعام بیوتا
تستشفونہا یوم ظنکم و یوم اقامتکم و من اصوائہا و اوجارہا و اھوارہا
اثاثا و متاعا الی حیث — واللہ جعل لکم مما خلق ظلالا وجعل لکم

+ ۱۲ اللہ جو چھپاتا ہے درانیوں پر اور ہارتا ہی بدلی پھر چھپاتا
ہی اُس کو آسمان میں جس طرح چاہے اور دھکتا ہی اُس کو
اُڑے پر کہ پھر تو دیکھے مینہ نکلتا ہی اُسکے ہاتھ سے پھر جب اُس کو
پھر چھپایا جس جگہ چاہے اپنے بندوں میں تبہی وہ لکے خورشیاں
کرتے —

۱۳ اور تمکو چھپاؤں میں مہر کی جگہ ہی پڑتے ہیں ہم
تمکو اُس کے بیت کی چیزوں میں سے گریز اور لہر کے بیچ میں سے
دودہ ستھرا رچتا پینے والوں کو اور میروں سے کھجور کے اور انگور کے
پڑتے ہو اُس سے نشا اور رزق خاصی —

۱۴ اور حکم بھیجتا تیرے رب نے شہد کی سکھی کو کہ بنائے پہاڑوں
میں گہر اور درختوں میں اور جہاں چھتیاں ڈالتے ہیں پھر کھا
ہر طرح کے میروں سے اور چل راہوں میں اپنے رب کی صاف بڑی ہیں
نکلتی ہی اُن کے بیت میں سے پینے کی چیز جس کے کئی رنگ ہیں
اس میں آراہ چنگے ہوتے ہیں آدمیوں کے *

۱۵ اور اللہ نے کمالا تمکو تمہاری ماں کے بیت سے کچھ نہ جانتے
تھے اور دیئے تمکو کان اور آنکھیں اور دل شاید تم احسان مانو کیا نہیں
دیکھتے اُرتے جانور حکم کے ہاندھے آسمان کی ہوا میں کوئی نہیں
تھام رہا اُن کو اللہ کے سرا اس میں پتہ ہیں اُن لوگوں کو جو یقین
لاتے ہیں اور اللہ نے بتا دیئے تمکو تمہارے گھر بسنے کی جگہ اور
بنیادیئے تمکو چھپاؤں کی کھال سے ڈیرے جو ہلکے لگتے ہیں تمکو
جس دن سفر میں ہو اور جسدن گھر میں ہو اور اُنکی اُردن سے اور
پہریوں سے اور بالوں سے نئے اسباب اور برتن کی چیزیں ایک وقت تک

کتابوں میں تصنیف علامہ حلی و تقی الدین بن داؤد و شیخ شہید ثانی اور ان کے بعد فاضل معتمد استرآبادی و میر شرف الدین علی [صاحب کتاب ایضاً المقال] مشہور و معروف ہیں *

اور مستحقین اہل سنت میں متاخرین کی مشہور کتابیں مثلاً استیعاب ابن عبدالباق اور میزان الاستدال فی نقد الرجال حافظ شمس الدین ذہبی فی اور نیز کاشف اور کتاب الضعفاء المتروکین اور شیخ الاسلام معنی الدین قزوینی کی کتاب تہذیب الاسماء و تقریب اور اصاح ابن حجر عسقلانی کی تہذیب التہذیب و تقریب التہذیب و لسان المیزان اور اصایہ فی تمیز الصحابة اور علامہ سیوطی کی تہذیب الراوی شرح تقریب الراوی اور اُور کتابیں نامی اور مستند ہیں *

۲۴ [۳] ایک اور علم جلیل الشان علم حفظ اسناد اور اصول

درایت ہی دوسری صدی ہجری سے

مسلمانوں میں حدیثوں کے قلمبند کرنے اور

روایتوں کو جمع کرنے لکھنے کا شوق ہوا اور

پیسوں تصنیفیں روایتوں کی جمع ہرگز

اسلیئے ان کے تنقیہ اور راویوں کی شرح

و تعدیل عرب ضبط اور تحقیق سے نہیں ہرے حتی کہ اہل صحاح

نے اس میں بڑا ضبط اور اہتمام کیا مگر متقدمین و رجال کی نظر

میں ان میں بھی بہت سے رادی متکلم نہاد اور مجروح نکالے *

Preservation of traditions and their critical examination not to be found in any other nation.

البتہ جو طریقے اصول درایت کے قائم کیئے اور جس طرح روایتوں کو اصطلاحی قسموں پر تقسیم کیا اُن سے اُن کی وقت نظر ہر ایک بیانی نہایت اور عدم تقلید عرب ثابت ہی — ابتدا میں رامہرمزی نے ایک مختصر تصنیف فن درایت میں لکھی پھر حاکم نیشاپوری معروف بابن البیہ نے معرفت حدیث میں کتاب لکھی اور پھر احمد بن عبد اللہ ابو نعیم اصفہانی نے کتاب النہایۃ فن حدیث میں لکھی اور خطیب بغدادی نے چنگی شہرت اور کافی بالذہول تمام علماء اسلام میں ظاہر ہی اس فن میں کتاب کفایۃ لکھی اور کتابیں مثلاً شرف اصحاب الحدیث والسابق و لاحق والمتفق والمفترق والمؤلف والمختلف و تلخیص المتشابه و غنیۃ المقتبس فی تمیز الملتبس و تمیز المتصل الاسانید وغیرہ ذاک تصنیف کیں اور جیسیکہ اپنے زمانہ میں خطیب تمام ایشیا میں بے مثل تھے ایسے ہی انہیں کے معاصر ترکستان میں [ہانتچوہیں صدی میں ہی] ابن عبدالباق صاحب کتاب الاستیعاب حافظ مصر تھے *

یہ عام صداقت سلسلہ روایت کی تحقیق اور راویوں کی تقابض مسلمانوں ہی سے مخصوص ہی — پھر نہایت میں احادیث اور روایتوں پر عمل رہا اور کتاب قالمرد اور مشنا وغیرہ کتب یہود

دائرہ اس پر فکر صاحب جن کی مہارت علوم عربیہ میں مشہور ہی اور بڑے صاحب نظر تھے انہوں نے جب صاحبان کورٹ آف ڈائریکٹس کی ہدایت اور کلکتہ ایضاً ایک سرسیتی کے زیر اہتمام کتاب الاصابة فی تمیز الصحابة تصنیف علامہ شیخ ابن حجر عسقلانی [مات ۸۰۰] پہنچا پتی شروع کی تو اُس کے پہنچا میں ہزبان انگریزی یہہ مقصود لکھا کہ ”مسلمانوں کے علوم کی عزت علم اسماء الرجال ہی نہ تو کوئی ایسی قوم گذری اور نہ کوئی اب ہی جس نے مسلمانوں کی مانند پاورہ سر پورس کے عرصہ میں ہر ایک اہل علم کے حالات زندگی قلمبند کیئے ہوں — اگر مسلمانوں کی کتب رجال جمع کی جائیں تو غالباً ہر ایک پانچ لاکھ علماء مشاہیر کا تذکرہ مل جاوے — ان کی تاریخ میں کوئی قرن یا نامی جگہ ایسی نہیں ہے جس کا کوئی آدمی اس تذکرہ میں نہ ہو —“ انتہی *

لن رجال میں تحقیق و تلاش کی ترقی ابن سعد کے زمانہ میں شروع ہوئی جس کی کتاب اسماء رجال و احوال وراث کے طبقات ابن سعد کے نام سے مشہور ہی — اور معتمد بن اسماعیل بخاری اور ابن ابی عیثم نے اپنی اپنی تاریخوں میں اور ابن ابی حاتم نے کتاب المجروح و التمدیل میں عموماً راویوں کی بیگزانی لکھی اور مجلی اور ابن حبان اور ابن شہیر نے ثقہ راویوں کو الگ چھانٹا اور ابن عمی اور پھر ابن حبان نے مجروح اور ضعیف راویوں کو جدا کیا — اور بعضوں نے خاص خاص کتب حدیث کے راویوں کے طبقات اُن کے موالید اور ولایات ملحدہ ملحدہ لکھے مثلاً ابن نصر الکلا بادی نے بخاری کے راویوں کو اور ابن بکر منجریہ نے مسلم کے راویوں کو اور ابن الفضل بن طاهر نے دونوں بخاری اور مسلم کے راویوں کو اکٹھا جمع کیا اور عبد اللہ بن المقدسی نے کل صحاح ستہ کے راویوں کو کتاب الکمال فی معرفۃ الرجال میں ضبط کیا اور پھر مزی نے اس کتاب کا خلاصہ کیا جسکا نام تہذیب الکمال ہی — اور علامہ ابن حجر عسقلانی نے اسکو خلاصہ کر کے اور اور بہت کچھ اس پر زیادہ کر کے تہذیب التہذیب نام کی کتاب لکھی *

اور فرقہ امامیہ میں بھی اس فن کی تدوین قدیم زمانہ سے ہوئی چنانچہ حسن بن علی بن فضال اور عبد اللہ بن حبیلہ نے [سنہ ۲۰۰] اسماء رجال میں کتابیں لکھیں اور حمید بن زیاد نیشاپوری نے [سنہ ۳۰۰] رجال کی شرح و تعدیل میں کتاب لکھی اور معتمد بن عدسی بن عبید بن یقین نے بھی اس فن میں کتابیں لکھیں اور ایسے ہی شیخ معتمد بن یعقوب کلینی اور شیخ صدوق معتمد بن بابویہ قمی اور بھی اور نجاشی اور شیخ ابو جعفر طوسی نے کتابیں لکھیں اور متاخرین کی

یونان بھرا ہوا ہے۔ اور بعد میں فلسفہ کو یہود میں بہت ترقی ہوئی۔ اور اسی فلسفہ کی بنا پر ان میں کئی فرقے مثلاً صدراتی فریسی وغیرہ ہو گئے اور حضرت عیسیٰ کے زمانہ میں فریسیوں میں بھی کئی فرقے اور ہوجائے تھے اور اسی زمانہ میں ہلک یہود میں حکیم اور فیلسوف اور شامی [یونانی سمیاس شاید سمعون — ارق ۲ و ۲۵] اور گمیلک [اعمال ۲۲] و کلمہ شاید وہی جو استاد ہرولس مقدس تھا [بہت نامی زبردست اور صاحب مذاہب متبعہ گذرے]

جب سے فلسفہ یونان یا کالڈینیاں نے رواج پایا تھا یہودیوں کے روح کے تنازع اور غیر فانی اور ہمہ سے پیدا ہوجانے کے مسئلہ کو تسلیم کر لیا تھا + یہودیوں فیثاغورس و امپدقورس بلکہ انطون سے بھی مسئلہ تنازع + و تقدم خلق ارواح کے فی ایجاد ہوئے انہیں سے یہودیوں نے اور ان سے عیسائیوں نے سیکھا اور اسی طور سے مسئلہ وجود لوگوس یعنی کلمہ اس طرح پر کہ وہ عین ذات الہی اور قدیم ہی عیسائیوں نے فلسفہ یونان سے حاصل کر کے اپنے دینی مقاید کے مسئلوں میں شامل کر لیا جتنی کہ حواریوں کے زمانہ میں فار یہودی فیلسوف جسطور کہ فلسفہ یونان کے تتبع پر لوگوس کا مسئلہ بیان کرتا تھا ہمہ اسی طور پر حضرت یوحنا حواری نے جیسا کہ مشہور ہے اپنی انجیل کے ہیچاچہ میں [باب اول ۱ — ۱۴] اسے درج کیا

+ دیکھو تاریخ رویت الکبرا مصنفہ کین باب ۲۷

+ تنازع کا سا مسئلہ حواریوں مسیح کے اعتقاد میں بھی معلوم ہوتا ہے دیکھو انجیل یوحنا ۱۰

۱ عالم ارواح کا مسئلہ یعنی سب روہیں آدمیوں کے پیدا ہونے سے پہلے پیدا ہو چکی تھیں مسلمانوں میں بھی ایسا اعتقاد ہے کچھ اُن کی الہیات میں خلک نہیں رائج ہوا کیونکہ اُس کا اثر ذات الہی کے متعلق مسئلوں پر کم پورہ پڑتا ہے مگر ہرچند کہ حوام یا متفلسفین نے اسے قبول کیا الا محققین اسلام اور جامع معقول و منقول ملکہ مثلاً سید مرتضیٰ علم الہدی و امام غزالی نے اس سے انکار کیا اور حوام الناس جو سرور اعراف کی [۱۷۱] ایت اور بعضی روایتوں سے جن کو اصحاب مراد بہت پڑھتے ہیں اس پر غلط استدلال کیا تھا اچھی طرح پر اُس کے صحیح معنی ظاہر کیئے ہیں چنانچہ سید مرتضیٰ نے کتاب دروغر میں اور امام غزالی نے کتاب النفع والتسریۃ [المصنوع بہ علی غیرہ] میں اُس کی تفصیل کی ہے۔

|| ” ابتدا میں کلام تھا اور کلام خدا کے ساتھ تھا اور کلام خدا تھا وہی ابتدا ہے خدا کے ساتھ قیما “ (انجیل یوحنا) مگر یاد رہے کہ نسخہ کلیمنس الکسندریانوس میں یہاں آیت یوں ہے : * * اور کلام خدا میں تھا * * پس حال کی عبادت سے جو تمدن قدما لازم آتا ہے جاتا رہتا ہے۔ اور دوسری آیت تو چند قدیم اور معتبر نسخوں میں جو محققین گیزر پیماخ اور میتھائی نے مقابلہ کی پائی نہیں جاتی *

روایتوں کے مجموعہ ہیں ان میں سے مشنا کی روایتیں ہجری صدی ہجری میں قلمبند ہوئیں اور تالورد ہجرت سے سو برس پیشتر لکھی گئی مگر سلسلہ اسناد گویا کہ ندارد ہی ہے چہ جائے ان میں وہ پارہیکیاں اور نازک خیالیاں اور خبر کے افادہ علم کرتے یا مفید ہوتے کے معقول قاعدے معلوم ہوتے ہوں *

۲۴ [۲] ایک اور علم مہتمم بالظان علم کلام ہی یونانیوں

میں علوم عقلیہ و حکمت کی اشاعت سن

ہجری سے پانچ یا چھ سو برس پیشتر ہو گئی تھی اس لیے یہودیوں عیسائیوں اور مسلمانوں کے مذہب پر یونانی فلسفہ کا

Grecian philosophy and its influence on the people of the Book.

گہ و بیش ضرور اثر ہوا یہود کی دینی کتاب یعنی توراہ میں تو اسکا کچھ اثر نہیں پایا جاتا کیونکہ اسکی تالیف یا تصنیف اس فلسفہ کی اشاعت سے سالہا سال پیشتر کی ہے البتہ مصریوں کے علوم و فنون کا تعلق توراہ کے احکام سے اگر کوئی شوق کرے تو دریافت ہوسکتا ہے مگر یونانی فلسفہ کی اشاعت ہوجانے کے بعد یہود کے عقاید میں بہت کچھ فلسفیت آگئی تھی اور عیسائیوں نے تو اول و اول عقاید کو اسی طرز پر قائم کیا اور حضرت یوحنا اور ہرولس نے اور ہمارے نے بھی شاید عموماً یونانیوں کی زبان اور علوم کی شہرت اور رواج سے اور خصوصاً فار یہودی سرآمد فلسفہ و جامع معقول و منقول کی معاشرت اور کچھ مصاحبت سے بھی تعدد قدما کا مسئلہ بالتخصیص لوگوس یعنی کلمہ کی ازلیت اور واجب الوجود سے اُس کی مہمہ و عیسیٰ ہی اعتقاد کرنے جیسی فار یہودی فیلسوف اور یونانیوں نے کی تھی *

یہود میں علم حکمت و معقولات کا رواج حضرت داؤد اور سلیمان

سے ہوا — حضرت سلیمان کے رسالہ حکمت کے مختلف علوم کے بعد سے محفوظ نہیں [علم حیوانات میں سے بالتخصیص علم منطق الطیر کا ذکر قرآن مجید میں بھی آیا ہے — یہہ آرتے جانوروں کا علم ایک شاخ ہے فیچرل مسطری کی — اور منطق کا لفظ یونانی زبان کے ارجی کے مقابلہ میں ہی جس کے معنی ہیں علم حیوان — حیولوجی — ذولوجی فزیولوجی میں اور اسی منطق الطیر اور دیگر علوم بایمانی کا ذکر کتاب اسلامیں باب ۵ پسر ۱۲ (نسخہ میراثی) میں ہے] مگر بعد زمانہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے یہودیوں نے علوم حکمیہ میں بہت کم ترقی کی — قید کے زمانہ میں انہوں نے بہت سی نئی باتیں حاصل کیں اور بعد میں فلسفہ یونان میں سے بہت کچھ حق اور باطل باتیں حاصل کیں — اور کتاب حکمت سلیمان میں فلسفہ

کے طالب علم جرق جرق آنداس کو آئے شروع ہوئے اور ریاضی اور
طب عربیوں سے سیکھنے لگے۔ آنداس میں ۱۲ مدرسے اور ۵ بڑے بڑے
کتب خانے جن میں سے حاکم کے کتب خانے میں ۶ لاکھ کتابیں تھیں
جمع ہوئے۔ یہ کیفیت ترقی عالم کی وجہ کہ اُس زمانہ سے ملٹی
جاریہ جو قبل زمانہ (مستند مسلم) گذرا تو ڈھپا ہوتا ہی کہ جیسا کہ
عرب توحیات میں سبق کرتے تھے ایسے ہی ترقی علم میں یہی ہے
لڑک تیز رفتار تھے *

”جغرافیہ تاریخ فلسفہ طب طبیات اور ریاضی
میں مسلمانوں نے بڑا ہی کام کیا۔ اور عربی الفاظ جو اب تک
علوم حکمیہ میں پورے جاتے ہیں مثلاً الکحل عظیمہ زینۃ داور
اور بہت سے ستاروں کے نام وغیرہ فلک اس بات کی دلیل ہیں کہ
یورپ کے انتساب علوم پر قدیم سے مسلمانوں کو بہت دخل و تصرف
ہوا۔ مگر بعد کے زمانہ میں ان سے جغرافیہ کا علم بہت کچھ یورپ
کو حاصل ہوا۔ ایشیا اور افریقہ میں جغرافیہ کی بہت اشاعت ہوئی
اور علم جغرافیہ میں پرانی عربی کتابیں اور سفر و سیاحت کے واسطے
تصنیفات ابوالفدا افریقی لیو افریقانوس ابن بطوطہ ابن
فصلان ابن جبیر البرونی المنجم اور ادروں کی تھریزیوں اب تک
مفید اور گراں قدر ہیں“ *

”علم تاریخ بھی مکتب سے حاصل کیا گیا اور قدیم عربی مورخ
جس کا حال ہم کو ملتا ہی محمد الکلبی ہی (جو سنہ ۸۱۹ ع
میں مرگیا) مگر اسی زمانہ میں ارد کئی ایک مورخ گذرے۔ اور
دسویں صدی کے شروع سے تو عرب نے علم تاریخ پر بہت توجہ کی اور
جن لوگوں نے تمام جہان کی تاریخ لکھنے کا ارادہ کیا اُن میں اول
مسعودی۔ طبری۔ ہمزہ۔ اصفہانی۔ اور یحییٰ بن خلیفہ اسکندریہ
ہیں (مسعودی کی تاریخ کا نام مروج الذہب و معدن الجواہر ہی)
ان کے بعد ابوالفرح اور جارج المافین [جو دو عیسائی] اور ابوالفدا
وغیرہ ہیں۔ نویری نے جزیرہ سقلیہ کی تاریخ ایام سلطنت عرب کی
لکھی۔ بہت سے ابواب عربی تاریخوں کے جن میں عیسائیوں کی
جنگ مقدس کا بیان ہی فرانسیسی زبان میں ترجمہ ہوئے ہیں
اور آنداس میں مسلمانوں کی سلطنت کے حالات ابوالقاسم قرطبی
[ماہ ۱۱۳۹ ع] تہذیب وغیرہ نے متعدد کتابوں میں لکھے ہیں
جس کسی کو ان حالات کے دروضہ کرنے کا زیادہ شوق ہو تو قلمبر
کی تصانیف خاصہا ان ہی کی کتابوں پر رجوع کرے“ *

* * * * *

”عرب کے فلسفہ کو جو یونانی اصل تھا قرآن سے بھی نسبت تھی
جو اوسط زمانے کے مقررہات کو عیسائیوں کی کتب مقدسہ سے تھی

اس سے پایا گیا کہ فلسفہ کا بہت بڑا اثر پھر وہیں اور علی الخصوص
عیسائیوں پر ہوا مگر مسلمانوں نے فلسفہ یونان کے مقابلہ میں علم
کلام ایجاد کیا اور عمدہ عمدہ کتابیں اصول عقاید کی لکھیں اور
اُس کی تردید اور تطبیق میں فرغش کی *

Real progress of
Moslems in Scien-
ces.

سنہ ۱۲۳ ع کے بیان میں لکھا شرع امام الاسلام
فی هذا العصر فی تدریس التحدیث والفقه والتفسیر نصف ابن جریر
بمکتب و مالک الموطا بالمدينة والروای پاشام و ابن ابی عروبہ
و حماد بن سلمہ و غیرہما بالبصرہ و محمد باليمن و سفیان
الثوری بالکوفہ صنف ابن اسحاق الغازی و صنف ابو حنیفہ رحمۃ اللہ
الفقه والراے ثم بعد یسیر صنف ہشیم و الفقه و ابن لہیع
ثم ابن المبارک و ابویوسف و ابن وہب و کثیر تدریس العلم و ترویجہ
و دونت کتب العربیہ و الفقه و التاريخ و ایام الناس [تاریخ
الخلافا سیرطی] -

جیہاں کے سائنس دانوں میں ایک مختصر سی کیفیت اسلام میں
ترقی علم و فنون کے بیان میں لکھی گئی ہے اُس کا کچھ انتساب
یہاں نقل کیا جاتا ہے *

”سنہ ۷۲۹ ع میں خلفاء عباسیہ کے عہد میں علم ادب و فنون
حکومت کا ظہور ہوا اور المنصور [سنہ ۷۵۲ — ۷۷۵] کے ایام
حکمرانی سے ہارون الرشید [۷۸۶ — ۸۰۸] تک بڑی فیاضی سے
اُن کی ترویج ہوئی بہت سے ملکوں سے اہل علم طلب کیئے گئے اور
بادشاہانہ سفارت سے اُن کی بہت کچھ داد و دہش کی گئی اہل یونان
و شام و ایران قدیم کی عمدہ عمدہ کتابیں عربی میں ترجمہ ہو کر
مستور اور شایع ہوئیں خلیفہ مامون نے [جس نے ۸۱۳ سے ۸۳۷
تک سلطنت کی] سلطان روم کو سائنس ہارے من سونا اور ہمیشہ کی
صلح اس شرط پر منظور کی کہ لیو فیلسوف کو اجازت دی جاوے کہ
چند عرصہ کے لیئے وہ یہاں اکر مامون کو فلسفہ و حکمت سکھا جاوے
فلسفہ حاصل کرنے کے لیئے ایسے زر خطیر صرف کرنے کی بہت کم مثال
ملیگی۔ اسی مامون کے زمانہ میں بغداد بصرہ بظارا اور
کوفی میں بڑے بڑے مدرسوں کی بنا پڑی اور اسکندریہ بغداد اور
قہرہ میں عظیم الشان کتب خانے بنائے گئے۔ اچیزوں میں مدرسہ
اعظم مقام قرطبہ کا بغداد کی علمی ذہرت کی ہمسری کرتا تھا۔ اور
معمراً دسویں صدی میں جہاں دیکھو وہاں مسلمان ہی علم کے
حفاظ اور سکھانے والے نظر آتے تھے۔ فرانس اور ارد مالک نرسٹاں

ہی [؟] — علم طب میں یہ لوگ بڑے نامی مشہور ہوئے اہارون
الکندی — ابی سینا جس نے قانون لکھا اور ایک عرصہ تک اس
فن میں یہی ایک کتاب درس میں رہی — علی بن عباس — اسحاق
بن سیمان — ابوالقاسم — اور دوسرے جس نے طب کی تکمیل کی
اور علی ابن عیسیٰ وغیرہم *

”ریاضی میں اہل عرب نے بڑی ترقی کی اور الجبرورالمقابلہ کو
وسعت دی بغداد اور قرطبہ کے مدرسوں اور رصدگاہوں میں علم ہیئت
کمال شوق سے پڑھا جاتا تھا الحسن نے علم مناظر و مرایا میں تصنیف
کی اور نصیر الدین طوسی نے اصول اقلیدس کا ترجمہ کیا جبر ابن
مقلہ نے بطالیہ درس کے علم مثلث پر شرح لکھی اور نظام بطالیہ درسی کی
کتاب محسوطی کو الہازی [؟] اور سر جیورس نے سنہ ۸۱۲ میں عربی
میں ترجمہ کیا — اور دسویں صدی ع میں الباتن نے زمین کے دائرہ
مظلیہ کے ارتفاع پر نظر کی اور محمد بن جبر الباتی نے رفتار
شمس کی دریافت کی — الپطراجیوس نے قراپس کے بیان میں کتاب
لکھی اور ابوالحسن علی نے آلات علم ہیئت میں تصنیف کی “ ائمہ

۳۵ اسلام کی علمی فیض بخشی در و دراز ملکوں میں بھی
ہوئی اور ممالک فرنگستان کے رہنے والے بھی
Literary benefits
of Islam to most
distant provinces.
فرنگستان کے عیسائیوں کو مسلمانوں کی

وجہ سے عربی زبان اور عرب کے اخلاق و عادات کے علم سے بہت بڑا فائدہ
دینی یہ ہوا کہ عہد متیق کی کتابیں جن کی زبان عبرانی مدت سے
متروک الاستعمال ہی بہت سے مقامات پر عربی کی استعانہ سے صاف
صاف سمجھ میں آنی شروع ہوئیں — کیونکہ عہد متیق میں بہت سے
ایسے معادرات صرف ہوئے ہوں اور ایسے عادات کا بیان ہی جو

+ قانون فی الطب عبرانی زبان میں بھی ترجمہ ہوا — اور
لامینی زبان کا ترجمہ سنہ ۱۵۹۵ میں چھپا اور اور فلسفہ کے رسالے
لامینی زبان میں ترجمہ ہو کر سنہ ۱۳۹۰ و ۱۵۲۳ و ۱۵۶۳ ع میں شہر
رینس میں چھاپے گئے — اور قانون کا عربی متن سنہ ۱۵۹۳ ع میں
روما میں چھاپا گیا — چ غ

+ یعنی ابن رشد جن کا پورا نام ابوالرئید محمد بن احمد
بن محمد ابن رشد ہی ولادت سنہ ۱۱۲۹ ع مقام قرطبہ اور وفات
۱۱۹۸ یا ۱۲۰۶ ع میں — ابن رشد کی تصنیفات سے ترجمہ حکمت
ارسطائیس اور شرح ارسطاطالیس اور طب میں کلیات مشہور ہیں اور
انٹر لمان میں ترجمہ ہوئی اور جرمن میں اصل بھی چھپی چ غ

یعنی فلسفہ کو دینیات کا خادم سمجھا جاتا تھا عربوں نے ارسطاطالیس
کی تصنیفات کو بہت پڑھا اور اسپین میں اُس کی بڑی شہرت ہوئی
اور بالآخر تمام فرنگستان میں عربی زبان سے لاطینی میں ترجمہ کے
ذریعہ سے اس کی اشاعت ہوئی گو عرب کو خود ہی عہد عباسیہ میں
ترجمہ کے وسیلے سے حاصل ہوا تھا — منطق اور علم مابعد الطبیعیہ
پر زیادہ تر توجہ ہوئی — اور مسلمانوں میں مشاہیر اہل فلسفہ یہ
لوگ ہوئے ہیں الکندی بصری جو نویں صدی عیسوی میں تھا الفارابی
جس نے سنہ ۹۵۲ میں اصول [؟] میں کتاب لکھی ابن سینا
[مات ۱۰۳۶] جس نے منطق اور علم مابعد الطبیعیہ اور طب کو
جمع کیا اور علم کیمیا و تشقیص امراض اور شناخت ادویات نباتی
میں بڑی ترقی کی — ابن یحییٰ جس کی تحقیق کی بڑی شہرت ہوئی —
الخزالی [مات ۱۱۱۱] جس نے کتاب تہافت الفلاسفہ تصنیف کی —
ابوبکر ابن طفیل (مات ۱۱۹۰) جس نے اپنے قصہ حی ابن یقذان
[مطبوعہ پوکوک مقام اسکورت سنہ ۱۶۷۱] میں انسانوں کا حیرانوں
سے ظہور میں آنے کا مسئلہ بیان کیا اور اس کا شاگرد ابن الرشد جو
ارسطاطالیس کے مفسر ہوئے میں بڑا مشہور اور گرامی ندر تھا — ان
لوگوں کا اور ان کے مسلک کا بیان شہر مدرس اور رقر کی کتابوں
میں مفصل ملے گا *

”بہت سے ان عرب فیلسفوں میں طبیب بھی تھے ان کے علم
خواص ادویہ میں مہارت کامل حاصل کرنے کو ہنرولف نے معلومات
جغرافیہ سے منسوب کیا ہی * * * * *
* * * * * علم طب اس حیثیت سے کہ وہ ایک علم ہی عرب ہی
کی ایجاد ہی جنکر نہایت قدیم اور وسیع ماعت یعنی ہندی طبیب
شروع ہی سے مل گئے تھے — معجون بنانے کی کیمیائی ترکیب عربوں
نے ہی ایجاد کی اور دواؤں کے مرکب کرنے اور فلسفہ لکھنے کی ایجاد
بھی انہوں سے ہوئی — اور مدرسہ سمرقہ کے ذریعہ سے یہ علم فرنگستان
چندربی میں پھیل گیا [دیکھو رسالہ کوس موس مصنفہ ہنرولف جلد
۴ ص ۵۸۱ ترجمہ بونھن] دواسازی اور قراپادین کی وجہ سے علم
نباتات اور کیمیا کی حاجت پڑی — اور قین سو برس تک یعنی ۸
سے ۱۱ صدی ع تک اثر سے ان علوم کی تحصیل ہوتی رہی — اور
چندسار بغداد اصفہان فیروزآباد بلخ کونہ بصرہ اسکندریہ
قرطبہ وغیرہ میں فلسفہ اور طب کے مدرسے جاری ہو گئے — اور طبابت
کے ہر ایک صیغہ میں بجز علم تشریح کے بڑی ترقی ہوئی — اس کے
استثنا کی یہ وجہ ہی کہ قرآن میں اجسام کی تشریح منع کی گئی

جن سے ایسی مسرت حاصل ہوتی ہے بہت کم ترجمہ ہوتی ہیں۔ اور فی الحال ہم کو کیسی ہی فضیلت ایشیا کے علوم و فنون پر حاصل ہو مگر جہاں سے ہم نے اپنے معاشی علوم کو حاصل کیا تھا اُس کا دریافت کرنا ہے سرہ نہر کا۔ اس نسبت میں ہم کو تسلیم کرنا چاہیئے کہ ایشیا کی زمیں فرنگستان کی بڑی بہن اور معلمہ ہے۔ اور اگرچہ وحشیوں کے ایک گروہ نے اُس کے ملک عرب و شمال سے میلپ کی مانند پھیل کر کے اُس کی روشنی کو بچھا دیا مگر تو بھی ہم لوگ غرناطہ قرطوبہ اور سیڑلی کی مسلمان سلطنتوں کے مسلمان احسان ہیں جنہوں نے پھر علم کی روشنی قائم کی کیونکہ یورپ نے پہلے سے وہ علوم و فنون جو اب اُس نے بڑے اعلیٰ درجہ پر پہنچائے ہیں ابتدا میں وہیں سے حاصل کیئے تھے۔ ریاضی اور طب کی ایشیائی تصنیفوں سے قراب شاید کچھ علم نہ حاصل ہو مگر جب کہ یونانیوں سے علم جاتا رہا تو خافہ کے عہد میں ان علوم کی ترقی کا نشان پانا علم کے شایق کو بے مذاق نہ معلوم ہوگا کیونکہ یونان کی مشہور کتابیں خلفاء بغداد نے عربی میں ترجمہ کرائیں تھیں تو کچھ بچھڑ گئیں کہ یونانیوں کی ہمہی مغرب کتابیں اب عربی لباس میں لائی جا رہی الخ *

۳۶ یہ کیفیت ترقی کی مسلمانوں کی چند صدیوں تک رہی

مگر ثقافت کی ثروت اور ثقہ میں پیچیدہ توکل

ہونے سے وہ ترقی رک گئی اور زوال

شروع ہو گیا۔ اور اب اس اخیر زمانہ

میں جہل اور اُس کی وجہ سے تکیہ اور

فلک مسلمانوں کے نصیب حال ہوئی

جس طرح پر کہ متقدمین مسلمانوں نے

حکمت قدیم اور فلسفہ یونان کی تحصیل و تحقیق میں جرأت اور

ذہانت دکھلائی اور اپنے اصول عقاید سے اُس کی تطبیق یا تردید

کرنے میں ناصوری حاصل کی اسی طرح واجب اور لازم تھا کہ متاخرین

اہل اسلام بھی حکمت جدید اور فلسفہ مجددہ کو حاصل کر کے اپنی

فضیلت اور اسلام کی حقیقت تمام دنیا پر ظاہر کرتے کیونکہ ان دنوں

علوم جدیدہ کی تحصیل بہت آسان ہے اور نیز حکمت جدید

مذہب اسلام کی مؤید اور مصدق ہے اور فلسفہ نرنک میں وہ دقتیں

All this culture of early ages of Mohamadanism presents a strong contrast to the ignorance which now prevails among them.

اہل یورپ نہیں سمجھتے تھے مگر عرب میں اُن کا استعمال اور پوچھا تھا۔ مگر انہوں نے یہاں کے مسلمان باوجود خدمت احتیاج زبان عربی یا یونانی نہیں سیکھتے اور بڑے بڑے اعلیٰ الفضل یہ نہیں جانتے کہ فارسیط کس زبان کا لفظ ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے زمانہ کے اکثر علماء دین اور نیز مقبولین سابقین چہارم قرآن کے مفسرین کو اس وجہ سے اچھی طرح نہیں سمجھ سکے کہ اُن کو یہود کی زبان اور رسوم و عادات مذہب و خیالات طریق معاشرت اور اُن کی تہذیب دینی پر اطلاع نہیں +

ہندی لوٹیس نے ہستری آف فلسفی میں لکھا ہے کہ۔

”مسلمانوں کی وجہ سے یورپ میں علم اور فلسفہ پہنچا

اس امر خاص میں یورپ اُن کا مسنون احسان ہے اور اس سے بڑا

احسان عرب کا یورپ پر یہ ہے کہ اُن لوگوں نے علم ہندسہ اور

ہیئت اور طب اور کیمیا میں بڑی کوشش کی اور انہیں کی بدولت

اسپین سے فرانکس ہو کر فرنگستان میں عام پھیلا۔“ +

اور گینٹل ٹرانسلیشن کہتی ہے اول تجریر میں اس امر کا

اعتراک ہے کہ شاید عربوں اور فارسیوں سے زیادہ کسی قوم میں علم

تاریخ و تذکرہ و فن ہدیج کے ذخیرہ جمع نہیں ہوں۔ اُن کی

تاریخوں اور تذکروں کی کتابیں جن میں اُن کے ارہ گرد کے ملکوں

کے حالات لکھے ہوں وہی کتابیں اصلی ماخذ ہیں اُن ملکوں کی تاریخ

اور نامی اخصاص کے تذکرہ کی۔ اُن کی تاریخیں جنگ مقدس کے

بیان کی جن میں صحیح صحیح حالات لکھے ہوئے ہیں اُن کے پڑھنے

میں ہر ایک پڑھنے والے کا دل لگیگا اور اہل تاریخ کو اُن سے بڑی

مدد ملیگی۔ ان ادب اور خصوصاً قصص و حکایات میں تو کوئی

اُن سے بڑھ کر نہیں ہوا اور جو کچھ ایسی کتابیں فرنگی زبانوں میں

ترجمہ ہوئی ہیں اُن کے پڑھنے سے انہوں نے اُن کی ایسی کتابیں

+ وارکمر مع الرانہیں [پقر ۵۰] کی تفسیر میں مفسرین

متھور ہیں اور بعضی بڑے مفسر لکھتے ہیں ”لا الہود لقرع فی

صلاواتہم“ اور ایسا ہی تفسیر بیضادی - معالم - کمالین وغیرہ

میں ہے !!!

+ ہرچہ تہذیب الاخلاق جلد ۴ ص ۱۲۲

۲۷ یہ مختصر تحریر اسلام کی دنیوی نعمتوں کے بیان میں

جیسی کہ مفضل اور متین چاہیئے تھی نہیں ہوسکتی اور یہاں سے معائنہ ملی و مدنی اور اخلاق اور معاشرت کی خوبیاں جو اسلام کی وجہ سے مسلمانوں میں پھیل گئیں وہ اچھی طرح سے تحریر میں نہیں آسکیں اور جو نائنے غیر قوسوں اور دور و دراز کے ملکوں کو اسلام کے نور سے

A brief review of the positive benefits produced by Islam on the moral and political society and in private life shows that it is of heavenly origin, and a blessing to the world.

حاصل ہوئے اُن کا بھی استفادہ اس تحریر میں نہیں ہوسکا کیونکہ ان سب مقامات کے لئے ایک ضخیم کتاب اور اُس کے لئے بہت بڑا سامان چاہیئے اور نیز حراکوں اور سندوں کے بیچ میں اُڑنے سے سلسلہ کلام اور تقریر کے نظام میں خلل پڑ جاتا ہے مگر تاہم جس قدر اسلام کی خوبیاں اور اُس کے اثر میں بددنیوی نتائج ہونے بیان کیئے ہیں اُن سے ثابت اور ظاہر ہے کہ جماعت اور قوم کے تمدن اور اخلاق پر اور نیز شخصی تہذیب اور تزکیہ میں اسلام کی جو تاثیر ہوئی اور جو اصلاح اُس کی مد نظر رہی وہ اُس کے متجانب اللہ ہونے کی مضبوط دلیل ہے — اور وہیں خوب معلوم ہے کہ کسی فیلسوف کی حکمت یا کسی مزرور کی جھڑپی باتیں ایسی الہی تاثیر اور عام اصلاح نہیں پیدا کرسکتیں *

اس قدر کہ میں اس شہادت پر ختم کرتا ہوں جو اقبال العلامہ

ریورینڈ راکویل صاحب نے قرآن کے حق میں لکھی ہے — ہر چاند کہ وہ اس پر تجریز غریزی و غصی وغیرہ کے بغیر صحیح الراحات لگاتے ہیں مگر اُس کے کریمانہ اخلاق اور حکمت بالغہ کو تسلیم کرتے ہیں اور بالآخر لکھتے ہیں کہ ”عرب کے سیدھے سادھے بیوقوفان چرانے والے خانہ بدوش بدو لوگ ایسے بدل گئے جیسے کسی نے سحر کر دیا ہو — وہ لوگ مملکتوں کے ہاتھی مہانی اور شہروں کے بھانے والے اور [جنہ کتاب خانہ اُنہوں نے خراب کیئے + تھے اُن سے

+ معلوم نہیں مصنف نے کس حادثہ پر اشارہ کیا ہے — لوگوں

کے ذہن اُسی طرف جارہے کہ اسکندریہ کے کتاب خانہ کی ویرانی جو مورخین کے ہاتھ سے غایقہ ثانی کے حکم سے ہوئی ہے مگر

جو فلسفہ پستیہ قیاسیہ میں تپیں نہیں ہیں اور فلسفہ شہودہ جس کی ہذا عیان و شہود پر ہی بہت مفید اور کار آمد ہے —

اس زمانہ میں بعض دور اندیش درہمند اور مستعد مسلمانوں نے یورپ کے علوم جدیدہ کا اقتساب اور Modern writers have attempted to imitate European forms of thought and sentiments. علوم اسلامی سے اُس کی تطبیق دینی چاہی ہے اور طرز معاشرت اور شایستگی عادات و طرز تحریر اور طرز تعلیم میں

یورپ کا تتبع اختیار کیا ہے چنانچہ میکانک صباغ شامی جن کی کتاب ”پایان عربی و فرانسیسی“ پاریس [۱۸۰۵ ع] میں چھپی اور شیخ رفاعة القاہری جنکی متعدد تصنیفات نئی طرز پر قاعود اور پاریس میں منطبع ہوئیں اور اُن میں ایک کتاب تلخیص الابریز فی تلخیص الہاریز ہے جس میں نوائل کے سیر و سفر کا حال لکھا ہے — اور سیف افندی بیروتی جس نے ڈی ساسی کے چواپے مرتبہ مقامات ہریوی [سنہ ۱۸۲۴ ع] پر مستقائد نظر کی اور جنرل خیرالدین احمد وزیر ممالک تونس (تونس) جن کی کتاب اقوم المسالک فی احوال الممالک کا اردو ترجمہ بھی یہاں مشہور ہونے والا ہے — اور شیخ احمد افندی جن کی کتاب کشف المظاہر عن فہرہن او رہا جس کی نواب لفتنٹ گورنر بہادر ممالک مغربی و شمالی نے کتب درسیہ میں داخل ہونے کی تجویز کی ہے — اور مولوی کریم علی صاحب جرنپوری جتولی امام پورہ محسنیہ ہوگلی صاحب رسالہ ماخذ علوم معہ ضمیمہ عمدہ مصنفین ہیں — اور مولوی مہدی علی صاحب کی نرزانہ اور درہمند تقریریں اور حکیمانہ تحریریں مسلمانوں کی درہ انگیز حالہ پر نہایت مرتبہ پر تاثیر ہوتی ہیں — خصوصاً جناب مولوی سید احمد خاں بہادر کی کوششیں جو مختلف طرز سے پانچواں شتی مسلمانوں کی خراب حالت اور نکبت و فلاکت کی اصلاح اور درستی اور علوم جدیدہ کی اشاعت اور حمایت اسلام میں بیروے کار آ رہی ہیں اُنہوں نے اکثر مخالف اور موافق کے پڑسودہ بلکہ مردہ دلوں میں تحریک پیدا کر دی — اور ہندوؤں کے تنگ و تاریک خیالات کو حقیقی نور کی آبیاری سے ترو تازہ کرنے کا سامان کیا — اور بالتخصیص مدرستہ علوم المسلمین کی بنیاد ہمارے دین اور دنیا کی آراہش اور آسائش کا سرچشمہ ہے *

ہوگا کہ مسلمان قنصلوں نے بہت سے پھولے پھلے مشرقی کلیسے
دھا دیئے مگر اسی وقت اس بات کو نہ بھولنا چاہیئے کہ یورپ نے
منطقی فلسفہ کا علم — طبابت اور فن عمارت — عربوں ہی سے حاصل
کیا — اور مسلمانوں نے عیش و عشرت کے بہت سے سامان اور مفید
چیزوں کو ایک ملک سے دوسرے ملک کو پہنچاتے ہیں مشرق اور
مغرب کے قلابہ ملا دیئے —

(دیباچہ ترجمہ قرآن ص ۲۴ مطبوعہ سنہ ۱۸۶۱ ع)

واقہ —

چراغ علی

لکھاؤ — ۸ ذی قعد سنہ ۱۲۹۰ ہجری

عبدالمطیف (۱۱۶۴ - ۱۲۳۱) صاحب تاریخ مصر سے ہوئی
اس کے بعد ابوالفرجیوس (۱۲۵۶ - ۱۲۸۲) عیسائی مورخ ارسطو
اسقف کے ذریعہ سے بہت شہرت ہوئی اور احمدالقرنی القاہری [۱۳۶۰]
[۱۳۴۲] اور ابن خلدون وغیرہ مورخوں نے مقادائد نقل کیا — مگر
یونیکپوس مصری بطریق اسکندریہ (۸۷۶ - ۹۴۰ ع) اور چارچ
الماسین مصری مورخ [۱۲۲۳ - ۱۲۷۳ ع] ان دونوں عیسائی
قدیم و جدید مورخوں نے اور شاہ اسمعیل ابوالقدا (۱۲۷۳ - ۱۳۳۱)
مسلمان مورخ اور نیز اوروں نے اس امر کا ذکر نہیں کیا — اور
اوتارک کین [۱۷۳۷ - ۱۷۹۳] اور الکندر ۵۵ بولت جرمنی نے
بڑی قوت سے اس کا انکار کیا ہی [دیکھو تاریخ رومیہ جلد ۶ صفحہ
۳۳۶ مطبوعہ سنہ ۱۸۶۲ ع] [اور جلد ۲ کتاب کاس موس ص ۵۸۲
سنہ ۱۸۶۳ ع] *

مجھے ایک خبرت ہی کہ جب کہ کتب خانہ اسکندریہ ۱۳۲
میں چل گیا تھا تو نسخہ قدس اسکندریہ جو قبل ہجرت کا لکھا
ہوا کہلاتا ہی کیونکہ بح دھا ہوگا ! — ح غ *

(زیادہ) کتب خانوں کے جمع کرنے والے ہو گئے — اور لسطاط — بغداد
قوطیہ اور دلی کے شہروں کو وہ قوت ہوئی کہ عیسائی یورپ کو
چمکپا دیا — اور قرآن کی قدر ہمیشہ اُن تبدیلیوں کے اندازہ سے
ہوئی چاہیئے جو اُس نے اپنے (طرماً یا کرماً) ماننے والوں کے عادات
اور اعتقادات میں داخل کیں — بہت درستی کے مٹانے — جنات
اور مادیات کے شرک کے عوض اللہ کی عبادت قائم کرنے — اطفال
کشی کی رسم کو نیست و نابود کرتے — بہت سے توہمات کو دور کرنے
اور ازواج کی تعداد کو گھٹا کر اُس کی ایک حد معین کرنے میں قرآن
بے شک عربوں کے لئے پرکٹ اور قدوم حق تھا گو عیسائی مذاق پر وحی
آہو — اور چونکہ ہر ایک عیسائی کو ضرور اس امر پر افسوس

اہل یورپ میں اب تو یہ عام رائے ہی کہ یہ قصہ دروغ محض اور
بے بنیاد ہی — جیہپرس کے انسائیکلو پیڈیا جلد ایک میں اسکندریہ
کے کتب خانہ کے بیان میں لکھا ہی کہ — متعصب عیسائیوں کے ایک
گروہ نے پسرکود کی ایک بٹب تھیروفلیس حملہ کر کے سنہ ۳۶۱ ع میں
جو پتروساپیس کے ہتھکانہ کو قلعہ بندی اور غالباً وہاں کے علمی خزائنہ
یعنی کتب خانہ کو بھی برباد کیا — اور یہ اُس وقت میں ہوا کہ
کتب خانہ کی تباہی شروع ہوئی نہ کہ سنہ ۶۳۲ ع میں عرب کے
ہاتھوں سے خلافت عمر رضی اللہ عنہ میں — وہ قصہ جس میں یہ
ہی کہ عربوں کو بہت سی کتابیں جو چھ مہینے تک حمام گرم کرنے کے
لئے کافی ہوں وہاں مل گئیں تھیں — سترہ کے طور پر مبالغہ بیان
کیا گیا ہی — مورخ اڈریس جس نے اس مقام کو بعد ازاں کہ
عیسائیوں نے اسے عراب کو قالا تھا ملاحظہ کیا لکھتا ہی کہ اُس نے
اُس وقت کتب خانہ کی صرف عالی الماریاں دیکھیں *

مسلمانوں میں تاریخی واقعات میں تسامح اور مساہات بہت
ہوئی ہی اس وجہ سے بے تکیہ آجاتے ہں شاید اس قصہ کی ابتدا

بمقام علیگڈہ — مطبع علیگڈہ انسٹیٹیوٹ میں چھپا اور حافظ

محمد عبدالرزاق کے اہتمام سے شایع ہوا

THE MOHAMMEDAN SOCIAL REFORMER

تہذیب الاخلاق

جلد پنجم [یکم ربیع الثانی سنہ ۱۲۹۱ ہجری سنہ ۱۳۰۵ مری] نمبر ۴

بسم اللہ الرحمن الرحیم

إطلاع

بخدمت ممبران و خریداران و ناظرین

تہذیب الاخلاق

اس پرچہ کی بابت جس صاحب کو کچھ خط و کتابت کرنی منظور ہو یا خریداری اس پرچہ کی مد نظر ہو یا کوئی مضمون اس پرچہ میں مندرج ہونے کے لیے بھیجنا ہو یا زر قیمت اخبار یا زر چندہ یا کچھ روپہ بطور قوتیض کے منایا فرمانا ہو تو عید احمد خاں صاحب بھادر سی ایس آئی پاس بمقام بنارس، دھبھا جوسے ڈسٹرکٹ تمام خط و کتابت بابت اس پرچہ کے ابھی سے کی جارہے کیونکہ یہ پرچہ ایکٹو میں چھپکر اُن کے پاس چلا جاتا ہے اور وہاں سے تقسیم ہوتا ہے اور تمام حساب کتاب اسکا سب اُن کے پاس رہتا ہے * اس پرچہ میں صرف مضامین مہذبہ جو مسلمانوں سے متعلق ہیں چھاپے ہوتے ہیں اور اس سبب سے اخبار و اصناف و دیار اس میں مندرج نہیں ہوتے۔ مقصود اس پرچہ کے اجراء سے یہ ہے کہ مسلمانوں کی حسن معاشرت اور تہذیب کی ترقی ہو اور جو خط ارہام مذہبی اس ترقی کے مانع ہیں اور درحقیقت وہ مذہب اسلام کے برخلاف ہیں وہ بھی مٹائے جائیں *

إطلاع

تشریح قیمت و مصرف منافع

تہذیب الاخلاق

جستدر روپیہ بابت اس پرچہ کے بطور چندہ خراجہ بطور قیمت وصول ہوا کسی خاص شخص کی ملکیت نہ ہوتا بلکہ اس پرچہ کے اجرا و ترقی میں صرف کیا جاوے گا * جن دوستوں نے شریک ہو کر اس پرچہ کو جاری کیا ہے اور سالانہ روپیہ سالانہ اس پرچہ کے اجرا کے لیے بطور امداد دیتے ہیں وہ اس پرچہ کے متعلق معاملات میں بطور ممبر کے متصور ہیں اُن کو اختیار ہے کہ اگر چاہیں تو آؤر کسی کو بھی بطور ممبر اپنے ساتھ شریک کریں اور جو شخص اس طرح پر شریک ہوگا اُس کو بھی ساتھ روپیہ سالانہ دینا ہوگا *

یہ پرچہ ہر مہینے میں ایک بار یا دو بار یا تین بار چھپا کر مقتضائے مضامین ہوگا چھپا کر یگانہ خریداروں کو چار روپیہ سالانہ قیمت پیشگی دینی ہوگی اور اخراجات روانگی پرچہ سے اُن کو کچھ متعلق نہ ہوگا * اگر کوئی شخص کوئی خاص پرچہ خریدنا چاہیگا اُس کو بھی پرچہ چار آنہ مع اخراجات روانگی پرچہ دینا ہوگا *

مضمون نمبر ۱۷۷

حب ایمانی

اور

حب انسانی

کسی شخص کا قول ہی کہ مصیبت کسی حیثیت سے ہر ایک ایسی چیز ہے کہ مصیبت کی دوستی دل میں بٹھا دیتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ کافروں سے دوستی و مصیبت کسی وجہ سے کیوں نہ ہو ممنوع ہے جس سید احمد خاں جو یہ بات کہتے ہیں کہ مذہب اسلام کی رو سے کافروں سے صرف وہی دوستی ممنوع ہے جو من حیث الدین ہو اور اسکے سوا کسی کی دوستی اور سچی مصیبت جو ایک انسان کو دوسرے انسان سے ہوسکتی ہے کافروں سے کرنی حراماً ممنوع نہیں تو ہم نہیں سمجھتے کہ دوستی و مصیبت میں ان دونوں حیثیتوں کی تمیز ہم کیونکر کرسکتے ہیں *

مگر ایسا کہنا اور ایک پند یہی امر میں تمیز نہ کرنا کافی ضرور ہے خود نہ کرنے کا نتیجہ ہے۔ ان دونوں حیثیتوں سے جو مصیبت اور دوستی انسانوں میں ہوتی ہے وہ ایسی پند ہے کہ ہر شخص اعلیٰ و ادلیٰ عالم و جاہل اس میں تمیز کرتا ہے *

فرمان کر کے کوئی شخص کسی سے مصیبت رکھتا ہے ہم اس سے سوال کرتے ہیں کہ تم اس سے کیوں مصیبت رکھتے ہو وہ اس کا جواب دیتا ہے کہ وہ میرا بڑا محسن ہے اس نے بڑے مشکل مشکل وقتوں میں مجھے احسان کیلئے ہیں گنگی کے وقت روپیہ سے مدد کی ہے بیماری کی حالت میں میری تیمار داری کی ہے دوا دارو علاج معالجہ میں بڑی کوشش کی ہے۔

یا وہ اس کا یوں جواب دیتا ہے کہ ہم اور وہ مدت تک ساتھ رہے ہیں دن رات آپس میں اٹھنا بیٹھنا کھانا پینا ساتھ رہا ہے روز روز کی ملاقات بات چیت ہنسی مذاق دل لگی مزاح کی پابھی موانعت کے سبب آپس میں دوستی و مصیبت ہوگئی ہے۔

یا وہ یہ کہتا ہے کہ جس فن کا مجھ کو شوق ہے اس فن کا مجھ کو شوق ہے اس فن کے کمال کے سبب جس کا مجھ کو شوق ہے اس شخص سے دلی مصیبت اور جانی دوستی ہوگئی ہے۔

یا اس کا سبب وہ یہ بتاتا ہے کہ وہ شخص نہایت غریب و محتاج ہے اس کے حسن و جمال نے میرے دل میں اس کی مصیبت بلکہ اس کا عشق پیدا کر دیا ہے *

پھر ہم اس سے دوسرا سوال کرتے ہیں اور کسی بزرگ کا بزرگان دین میں سے نام لیتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ تم ان بزرگ سے بھی مصیبت رکھتے ہو وہ ضرور جواب دیتا ہے کہ ہاں کیوں نہیں *

تب ہم اس سے کہتے ہیں کہ وہ بزرگ تو تم سے کئی سو برس پہلے گزر چکے ہیں انہوں نے کوئی تمہارا احسان نہیں کیا کسی مشکل کے وقت میں تمہارے کام نہیں آئے کبھی گنگی کے وقت میں تمکو کچھ نہیں دیا کبھی تمہاری تیمار داری نہیں کی کبھی تمہاری دوا دوسرے علاج معالجہ میں کوشش نہیں کی کبھی وہ اور تم ساتھ نہیں رہے نہ کبھی ساتھ آئے بیٹھے نہ کبھی آپس میں ملاقات بات چیت ہوئی نہ کبھی ہنسی مذاق ہوا نہ باہم مزاحی موانعت ہوئی جس فن کا تمکو شوق ہے وہ اس کا نام بھی نہیں جانتے تھے نہ تم نے ان کو دیکھا کہ ان کے حسن و جمال نے تمکو فریفتہ کر لیا ہو پھر کیوں تم ان سے مصیبت رکھتے ہو *

اس سوال کا وہ نہایت ناراض ہوکر اور دل مومنا کرکر قصہ بھری آواز سے جواب دیتا ہے کہ میں وہ بزرگان دین تھے خدا کے ہاں ان کا بڑا درجہ ہے وہ دینداری میں یگانہ وقت تھے خدا پرستی اور زہد و تقویٰ و عبادت میں یگانہ تھے ایمان کامل ان کو نصیب تھا دین میں سب کے سرور تھے اس لیئے ان سے مصیبت رکھتے ہیں *

اب میں بتاتا ہوں کہ یہی پچھلی مصیبت و مصیبت من حیث الدین ہے جس کو میں حب ایمانی کہتا ہوں اور یہی مصیبت غیر مذہب سے رکھتی شاماً ممنوع اور حرام بلکہ کفر ہے اور پہلی مصیبت جس کو میں حب انسانی کہتا ہوں حراماً ممنوع نہیں اور دونوں قسم کی مصیبت میں بالبداهت تفرقہ و تمیز موجود ہے کہ ایک قسم کی مصیبت ان اسباب ظاہری کی باعث تھی جو بمقتضائے فطرت انسانی ایک کو دوسرے کے ساتھ پیدا ہو جاتے ہیں اور دوسری قسم کی مصیبت باوجود معدوم ہونے ان تمام اسباب ظاہری کے صرف من حیث الدین تھی اب کون شخص ہے جو ان دونوں قسموں کی مصیبت میں تمیز نہیں کرسکتا *

اس دن لوگوں کا یہ خیال ہے کہ غیر مذہب والوں سے سچی دوستی اور دلی مصیبت کرنا ممنوع ہے یہ ان کی محض غلطی ہے جو چیز کہ خدا تعالیٰ نے انسان کی فطرت میں پڑائی ہے وہ بوجہ اور بالکل سچ ہے مگر تمام دوستوں سے گو وہ کسی مذہب کے ہوں سچی دوستی اور دلی مصیبت رکھنی اور پرتتی چاہیئے مگر وہ تمام مصیبت اور دوستی حب انسانی کے درجہ پر ہو کہ حب ایمانی کے کیونکہ حب ایمانی بلا اتھاہ مذہب بلکہ بلا اتھاہ مشرب ہوئی غیر ممکن ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہی ہدایت ہوگی ہمارے سچے مذہب اسلام نے کی ہے۔ واللہ درمن قال *

ما قصہ سکندر و دارا نخواستہ ایم

از ما پچھڑ حکایہ مہر و ونا مہر

راہِ

سید احمد

نمبر ۱۷۸

افسوس

مسلمانوں کے حال پر

ناصرالخیار دہلی نے قسطنطنیہ کے اخبار سے کچھ حال
جیہا المقدس کے مسلمانوں کا لکھا ہے ہم بھی اُس کو اپنے اس پرچہ
میں نقل کرتے ہیں اس سواد سے کہ ہمارے بھائی ہندوستان کے
مسلمان اُس پر فور کریں اور اپنی قوم کی بھلائی و بہتری و ترقی کی
کوشش کریں۔ دیکھو تمام دنیا کے مسلمانوں کا اور اُن کا بھی جو
خود مسلمان بادشاہوں میں رہتے ہیں تمسب و جہالت و نادانی اور
کم نہمی سے کیا حال ہو گیا ہے اور آئندہ کیا حال ہونے والا ہے
پس اب کون سی بات اور غرابی باقی ہے جس کے آنے کی خوشی
میں بیٹھے ہو۔ دیکھو غریب دار ہو رہا ہمارا جو راء ہم نے
مدرستہ العلوم قائم کرنے اور مسلمانوں کی تعلیم و تربیت کی سوجھی ہے
وہی راء اُن کی بھلائی ہی ہے۔ دیکھو اُس کی امداد سے غافل ہو
کر ہش کرو اور دل و جان سے اُس کے لیئے چندہ جمع کرو۔ دیکھو
ہماری ٹاچیز کرشموں سے ایک لاکھ ساٹھ ہزار سے زیادہ چندہ ہو گیا
ہے اگر اور لوگ بھی دل سے کوشش کریں اور باہمی نفاق اور اختلاف
کو نکال کالیں تو مسلمانوں کے حق میں زیادہ تر مغیروں کا کیا
تعجب کی بات ہے کہ جو کوئی یہ خیال کرے کہ اگر مسجد
مدرستہ العلوم قائم نہ ہو تو سید احمد کو جنت ہوگی سید احمد کو
جنت ہو یا نہ ہو اس میں کچھ شک نہیں کہ ہندوستان کے تمام
مسلمانوں کو تو منہ دکھانے کی جگہ نہیں رہنے کی اور یہ بھی
ہم اپنی عزیز قوم کو سمجھائے دیتے ہیں کہ اگر یہ تدبیر کارگر نہ ہوئی
اور انجام کو نہ پہنچی تو یقین جانی لینا کہ پھر بھی مسلمانوں کی
بھلائی و بہتری کی ترقی نہیں ہو سکتی پس یہ اغیر دوا ہے خدا کو
مانو اس کو ہوتے ہو اپنی قوم کے حق میں اپنے ہاتھوں کاٹتے مس پور
اگر مسئلہ مسائل میں پتہ ہے یا مخالفت ہے تو ہم سے مدرستہ العلوم
کو اُس سے کیا تعلق ہے گنہگار ہوں تو میں ہوں تقصیر وار ہوں تو
میں تمام مسلمانوں نے اور اُن کی اولاد نے اور خود تمہاری اولاد نے
تمہارا کیا قصور کیا ہے جو مدرستہ العلوم کی مخالفت ہے یا اُس میں
مدد نہ کرنے سے اُن کے ساتھ دشمنی کرتے ہو *

اُس اخبار میں لکھا ہے کہ اس زمانہ سے بیشتر ہندو قدس میں
ایک لاکھ سے زیادہ مسلمان آباد تھے اور تین سو ساٹھ سے زیادہ مدرسے
تھے چنانچہ اب تک اُن کے نشان موجود ہیں اور بڑا حال اس
مضمون کے کرنا ہے کہ سوائے خدا کے سب ہی کو تغیر و زوال ہے اور

اب اُس دور میں تیس ہزار سے زیادہ باغی تھے نہیں ہیں جنہوں سے
اتوار ہزار یہودی اور پانچ ہزار مسلمان ایک ہزار کاتھک اور تین ہزار
رومی اور مسکری اور ایک ہزار ارمنی و قبطی اور سریانی و حبشی اور
ایک ہزار الگریز پروٹسٹنٹ اور ایمانی اور ایک ہزار اور مختلف قومیں
ہندی اور عجمی ہیں *

انٹو مکتب یہودی اور نصرانیوں کے ہیں اور مسلمانوں کے مکتب
کا پتا بھی نہیں ہاں ایک مکتب رشیدیہ خاص اُن کا ہے مگر ایسا
مکتب ہے کہ جس دن سے وہ مکتب کھلا ہے جسکو سات برس کا عرصہ
گزرا ہے کوئی طالب علم اُس میں ایسا نہیں نکلا جو عربی لکھنا جانتا ہو
چہ جائیکہ ترکی یا فرانسیسی یا اور کوئی زبان بھی جانتے اس واسطے
تمام سوداگر اور اہل حرفہ یہودی ہیں یا نصاریٰ ہیں لیکن کوئی لکھنے والے
اور لکھنے والے اور توکاری والے اور مزدور مسلمان ہیں۔ فاضل و فاضلہ یا
اولی الاہاب *

پس ہم اپنے بھائی ہندوستان کے مسلمانوں سے ہمتا عرض کرتے
ہیں کہ اس واقعہ سے نصیحت چکریں اور اپنے بھائی مسلمانوں کی
تعلیم و تربیت کے لیئے جو مدرستہ العلوم قائم ہونا ضروری ہے اُسکے
لیئے چندہ فراہم کرنے کی کوشش فرمائیں *

یہ حال جو لکھا گیا اُن مسلمانوں کا تھا جو خاص سلطان دوم
کی مہلداری کے دھم والے ہیں ہندوستان کے مسلمانوں کا حال بھی
ایسا ہی ہے یا ایسا ہی ہونے والا ہے میور گزٹ میں پنجاب ریاست کے
ایک ملازم نے ایک واقعہ چھاپا تھا جسکی اس مقام پر مرقعہ تہذیب
لکھتے سے بعینہ نقل کی جاتی ہے اُس واقع کا راقم لکھتا ہے کہ میں
پنجاب ریاست کے کارخانہ سے متعلق ہوں اندرون و سواقیوں کے رکھنے
کی ضرورت پڑی۔ کیا عرض کروں جس کثرت سے اُسیدوار آئے ہیں
یوں ہمارے ہاں تو روز بروز دوچار تاک میں آگے رہتے ہیں لیکن
اندرون اس کثرت سے آئے جیسے مسلمان لوگ نہیں نیاز کی رہتیاں
تقسیم ہوتی ہوں اور وہاں ادھر تلے کرے ہوتے ہیں دو سو
آدمی رکھے بھی گئے مگر ابھی تک لوگ اُسی طرح چلے آتے ہیں
مجلس قلائدوں کو دھک دیکر لکھوایا جاتا ہے مگر پیفیرت دروہے
روز پور اُسیدوار اُن سرحد ہوتے ہیں۔ میں خوب غور سے
دیکھتا ہوں کہ مسلمان ہی بہت آتے ہیں اور ہندو بہت کم
سید اور حافظ اور ملا اور پٹے لکھے پڑے خاصہ منشی ان قلیوں کی
فوکری کرنے کے لیئے میرے پاس آتے جو دو آدمی ملازم رہتے گئے
ہیں اُنکا حال بھی سن لیجئے دو ٹکٹ مسلمان ہیں اور ایک ٹکٹ
ہندو کل ہمارے میں سید چوتھائی سے زیادہ ہونگے۔ سو قلی کے کام
پر لگائے گئے اور پھر لوہار اور اُسی مستری کے کام پر۔ لوہاروں

اور مستویوں میں مینے دیکھا تو بڑی تشوہاۃ پانے والے لفظ دو مسلمان نکلے ورنہ سب ہندو ہیں — اس سے ہم پتہ پایا گیا کہ مسلمان لوگ سوائے ساک ہات پیچھے اور رزیک تو روزگار کرنے کے دستکاری کے کاموں میں بھی اور اقوام کے برابر توجہ نہیں کرتے ہیں میں شہر میں رہتا ہوں ہر روز سیکڑوں آوازیں سنتا ہوں کہ ہا سید آل رسول کو لے ایک روٹی دو مینے ہمہ حال آپکی خدمت میں ادا کرنے لکھ بھیجا ہے کہ مسلمان لوگ اسے دیکھ کر فرا ہو سائیں اور اپنی حالت دوست کرنے اور اپنے تئیں مروتا لعل پنانے کے اسباب حاصل کرتے میں ہمہ تن مصروف ہو جاویں کیا غصہ ہے کہ آل رسول کھلائیں اور اپنے آپ کو ایسا ذلیل بنائیں — رسول خدا کو کیا جواب دیئے اور اس شریف آل کو جو زکوۃ کا مال اپنے اوپر حرام سمجھتے ہیں (گداہی تو ایک طرف) کیا مروتہ دکھاویئے ؟

اب ہم اپنے مسلمان بھائیوں سے پوچھتے ہیں کہ اس سے زیادہ اور کیا بدبختی اور بدقسمتی ہوگی جس آپسکی مخالفت کو چہرہ زور اور اپنی قوم کی دستگیری پر پکڑل ہوکر متوجہ ہو ؟

واستم

سید احمد

نمبر ۱۷۹

مدرستہ العلوم مسلمانان

ایک ہمارے دوست نے ہمکو نصیحت کی کہ تم جو مدرستہ العلوم کی کمیٹی کی روئدادیں تہذیب الاخلاق میں چھاپتے ہو اس سے لوگ سمجھتے ہیں کہ تہذیب الاخلاق اور مدرستہ العلوم ایک چیز ہی آئندہ سے متعلق ہے — اول تو ہمکو اس بات کے سننے سے تعجب ہوا پھر ہم نے خیال کیا کہ شاید یوں ہی ہو اسلیئے جواب دیا کہ بہت خوب مگر شاید اس کے حالات کی خبر لکھنا کچھ جرم نہ ہو ؟

مدرستہ العلوم کی حالت مزایا "ہی سے بہت اچھی ہے روز بروز اس کے چندہ کو ترقی ہوتی جاتی ہے انتہا میں مارچ تک اس کا چندہ ایک لاکھ ساٹھ ہزار آٹھ سو ستور روپیہ آٹھ آنہ ہو چکا ہے نہایت نیک اور خدا پرست باذرع متقی عالم لوگوں نے بھی چندہ دیا ہے اور کمیٹی کی مہربانی بھی قبول کی ہے نہایت خوشی کی بات ہے کہ ہمارے شیخ بھائی بھی اس مدرستہ کا قائم ہونا دل سے چاہتے ہیں ہمکو جناب مجتہد المصو سید علی محمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ سے اس معاملہ میں بہت کچھ امداد کی توقع ہو رہی ہے

حضور عالی حاجی حرمین شریفین ثواب محمد قلب علی خاں بہادر والی راجپور نرژن داپنڈو دولت انگاشیہ کمیٹی مدرستہ العلوم کے پیٹرن ہنسی و مہربانی سے ہرے ہیں اور پندرہ ہزار روپیہ نقد اور بارہ

سو روپیہ سالانہ کی جاگیر وقفی قیمتیں تیس ہزار روپیہ کی بطور سرمایہ مدرستہ مرحمت فرمائی ہے اور نوٹیشن کے اخراجات جو پانچ ہزار روپیہ سے کم فہرنگ اپنے ذمہ قبول فرمائے ہیں اور اس عطیہ کی میزائل پچاس ہزار روپیہ کی ہوتی ہے *

گورنمنٹ اضلاع شمال و مغرب نے ایک نہایت عمدہ اور وسیع قطعہ زمین تمدنی ہونے پر سو بیگہ پختہ کا واسطے تعمیر مکان مدرستہ اور باغ متعلق مدرستہ کے مرحمت فرمایا ہے *

کمیٹی نے فی الفور باغ کی درستی کی تدبیریں شروع کی ہیں اور بنظر اُن صلیات و امداد کے جو حضور سر ولیم میور صاحب بہادر ایل آئی کے سی ایس آئی ثواب لفتننٹ گورنر بہادر اضلاع شمال و مغرب نے فرمائی ہے اس باغ کا نام "دی مہر پارک" رکھنا تجویز ہوا ہے *

اب ہم اپنے بھائی مسلمانوں سے عرض کرتے ہیں کہ جو لوگ اس خیال سے ہمت ہارے ہوئے تھے کہ اتنا بڑا کام کیونکر انجام دے گا اُکر غور کرنا چاہیئے کہ بہت کچھ اس کام میں ہوتا جاتا ہے اب ہمت ہارنی نہیں چاہیئے اور مستند ہوکر اس کام کے انجام میں کوشش کرنی ضرور ہے ہمت مردان مدد خدا مشورہ مقراء ہی ہمت کو اور جوقدر بڑا کام اور جوقدر زیادہ مسکن ہو اُٹنی ہی زیادہ کوشش کرو خدا سب مشکلوں کا آسان کرنے والا ہے —

مشکلے نیست کہ آسان نشود
مرد باید کہ ہراساں نشود

راقم

سید احمد

نمبر ۱۸۰

مباحثہ

نئی تہذیب اور پرانے خیالات کا

ایک دوست ایک اپنے قدیم دوست پاس آئے اور دیکھا کہ وہ قدیم دوست کس قدر نئی تہذیب میں ہیں کچھ دل میں آزردہ ہوئے اور کہا کہ آج تک ہندوستان میں تہذیب کی بڑی دھوم دھام ہی کوئی کہتا ہے کہ پتلون پٹنا اور چھری کاٹے سے کھانا پیڑ سے پٹھنا بہت بڑی تہذیب ہے اور بہت لوگ کہتے ہیں کہ یہ سب باتیں دین اسلام کے برخلاف ہیں اپنے بزرگوں کے دستوروں کو چھوڑنا بہت بڑی بات ہے پھر فرمائیے تو کہ آپ کس رنگ میں ہیں *

جواب — آپ نے اخلاق نامہ اور اخلاق جلالی ضرور ملاحظہ کی ہوگی اُس زمانہ میں علامہ اسلام نے حکماء یونان کے اقبال کو نہایت اچھا سمجھا تھا اور اُن کو اختیار کیا تھا اور جو کہ حکماء یورپ کے

دیکھو ہندوستان میں بیٹھنے کی چیز پہنچتی تھی لڑکیاں اور
لڑکیوں اس کی تہذیب میں چہرے کی جامدانی تمام ہندوستان میں
مدہ چیز کئی جاتی تھی اب چہرے کے پکس اور انواع اقسام کے برت
میتلو اور بیک اس کی تہذیب ہی کات کے صندوق سب استعمال کرتے
تھے اس کی تہذیب خانوں دار الماری ہی جس میں سب چیز ملاحظہ
ملاحظہ احتیاط سے رہتی ہی *

ہندوستان میں قرعہ دار صندوق اور اخیر کو پتھرنگ کے شیر بچہ
تھے اب دیکھئے کہ اس کی تہذیب ہوکر کیسی کیسی مدہ ہندوئیں اور
عجیب و غریب طبعیہ ایجاد ہوئے ہیں آپ نے ہندی کی طرف سے
بہرنے والی ہندوئیں دیکھیں جن کا کاروس خرہ آٹا جاتا ہی اور
چھوڑنے کے بعد گرد گر رتا ہی اور پیچورنگک اور ہٹا لگائے چل
جاتا ہی *

آپ ہندوستانی گڑی اور بکے و رتھ پر ضرور سوار ہوتے ہیں
جس میں بھینجا تک ہل جاتا ہی اس کی تہذیب بکھی و چرت ہی اور
اس وقت ریل سب سے اعلیٰ ان کی تہذیب کا درجہ ہی پس ان ناسہذب
چیزوں کا استعمال تہذیب ہی یا مہذب چیزوں کا *

سوال — بے شک ان تہذیب یافتہ چیزوں کا استعمال تہذیب میں
داخل ہی اور دور دور م قوموں میں اور مسلمانوں میں اُنکے استعمال
ہوتا جاتا ہی مگر برت اور کوٹ پتلون پہننا اور میز کرسی پر چہری
کالٹے سے کھانا خاص انگریزوں کا دستور ہی ہم کو ان کی تقلید کرنی
کیا ضرور ہی جالب یہ غمخوار خدا صائم نے چہری کالٹے سے میز پر
بٹھوکر انہیں کھایا علاوہ اس کے جو لوگ ایسا کرتے ہیں ان کی نسبت
علامہ ابن تیمیہ بقوم کی دلیل سے نفی کا فتویٰ دیتے ہیں *

جواب — آپ نے تو بہت سی باتیں گڈ مڈ کر دیں مگر سب کا
الگ الگ جواب سنئے *

انگریز اس دلیل سے تو میز کرسی پر کالٹے چہری سے نہیں بھاتے
کہ حضرت عیسیٰ یا حواریوں نے اس طرح پر کھایا ہی پھر آپ کیوں دنیاوی
پوتاؤ کی باتوں میں جناب رسول خدا صائم کا ذکر لاتے ہیں جو حالت
اور جو طریقہ زندگی اور گذر اوقات اور کھانے پینے کا جناب رسول خدا
صائم کا قہارہ کسیکا ہی جو کچھ چیزیں آپ کھاتے ہیں اور پیتے ہیں
اور قروی سے کھینچے ہوئے دہنک پر سوتے ہیں اور چار چار چالدار
نکیر ادھر ادھر ہوتے ہیں اور ہر دو گل قیہ اس پر مزید ہیں دن
رات پان بازی ہوتی ہی جو گھٹتا پلاؤ فرش ہوتا ہی — کبھی جناب
رسول خدا صائم نے بھی ایسا کیا ہی پس ایسی باتوں میں آنحضرت
صائم کا قام مبارک لیتے ہوئے ہم کو حرم کرنی چاہئے ہمارا منہ اس
لائیق نہیں ہی — یہ سب امور دنیوی ہیں عقل و حکمت سے علانیہ

اقوال ان سے بھی مدہ ہیں اس لئے اس زمانہ کے مسلمانوں کو لازم
ہی کہ یورپ کے حکماء کے اقوال کی عزت کریں *

سوال — آپ نے تہذیب کے کیا معنی سمجھے ہیں *

جواب — وہی جو اخلاق جلالی و اخلاق قاصری میں لکھے ہیں
یعنی سیاست نفس سیاست منزل سیاست مدن مگر اتنا فرق ہی کہ
اس زمانہ کے لوگوں نے لکھا پر کیا کچھ نہیں یورپ کی قوموں نے
ان قیہوں باتوں کو بدوجہ کہ ل پھرنچا دیا *

سوال — کیا تہذیب انگریزی برت اور کالا کرت ہی پہننے میں
ہی جسد لوگ ملتے ہیں اور برا کہتے ہیں *

جواب — ہنسنا تو ایک حماقت کی بات ہی مگر سمجھنا چاہئے
کہ ہر ایک چیز کی جدا جدا تہذیب ہی لباس اور روزمرہ کے دستورات
کی تہذیب ہنزلہ اف ہے کے ہی اگر یہ شروع نہ ہو تو سبق تہذیب کا
آگے چل نہیں سکتا *

میں نے جو یہ کہا کہ ہر ایک چیز کی جدا جدا تہذیب ہی اس کی
چند تمثیلات سنو ہندوستان میں پہلے سب آدمی مٹی کے چراغ میں
تیل کا کر طاق میں رکھتے تھے جس سے طاق چمکا اور دیوار کالی ہوتی
تھی ہزاروں پتنگے اس میں چمک کر رہ جاتے تھے اس میں تہذیب
ہوئی اور لکڑی کا دیورت بنایا گیا صحن کا چمکا دھوا اور دیوار کا کالا
ہونا تو موقوف ہوا مگر دیورت ایک ایسی بے قول چیز تھی جس پر
سبوروں چمک جم جاتا تھا ہزاروں جانور چمک چمک کر مرجاتے تھے
چہ اڈھا کو دوسری چمک لپچھاؤ تو ہاتھ کالا اور چمکا ہوجاتا تھا پھر
اس میں بھی تہذیب ہوئی کہ دیورت پٹایا اور قتل روز اسکا
دام رکھا اس میں بھی رہ سب نفس تو رہے مگر اتنا ہوا کہ انہویں
دسویں روز صلیب والے گھروں میں پہرل ڈاکو اور مانجھہ کو صاف کراہتے
تھے اب حکماء یورپ نے اس کی اور زیادہ تہذیب کی کہ اب نکالا جسکا
تیل سب چمکا ہوا ہی ایک دل کے ہلانے سے پتی اور تے چڑا اتر آتی
ہی پھر روشنی کی چیز میں قرنی کی کراہیں کا تیل نکالا جس میں
سب چمکائی نہیں پھر اس سے بھی بڑا کر گاس نکالی کہ وہ صرف ایک
ایسی صاف ہوا ہی جو نظر بھی آتی ہی مگر نہایت مدہ پیچ تیل پتی
کے جاتی ہی اور اب ایک آذر قسم کی روشنی نکلتی ہی جو ان سب سے
بڑا کر ہی پس یہ تمام درجے جو میں بتائے چراغ کی تہذیب کے
تھے اگر ہمارے ملک کے لوگوں سے کہا جاتا کہ چراغ میں تہذیب کر
تو وہ انہی نادانی سے ہنستے اور کہتے کہ چراغ میں کیا تہذیب ہوگی
تہذیب کی باتیں تو آذر ہیں اسی طرح وہ لوگ بھی لاحق ہیں جو
یہ بات کہتے ہیں کہ لباس نمسہ برخاست میں کھانے پینے میں کیا
تہذیب ہی تہذیب کی باتیں تو آذر ہیں *

دکھتے ہیں دین و مذہب سے انکو کچھ تعلق نہیں ہی ہم کب کہتے ہیں کہ تم انگریزوں کی تقلید کرو بلکہ دنیوی باتوں میں جو عقل کے نزدیک بہتر ہو اُس پر چلو *

آپ اور تمام ہندوستان کے لوگ انگریزوں کا بنایا ہوا کپڑا پہنتے ہیں کیونکہ وہ نہایت عمدہ ہوتا ہی لباس سے جو چیزیں متعلق ہیں ایک کپڑے کی عمدگی جس کا لباس بنایا جاوے دوسرے لباس کی قطع پہلی بات کو تو آپ قبول کرتے ہیں کہ انگریزی کپڑے سے بہتر کپڑا نہیں مگر انگریزی لباس کی جو قطع ہی اُس سے بہتر کوئی قطع بھی نہیں جس طرح کہ خدا تعالیٰ نے انسان کے بدن کو بنایا ہی اسی طرح انگریزی لباس کی قطع ہی اور یہی سبب ہی کہ انگریزی لباس ہر عضو کے موافق اور بدن میں قہیک و چسب ہوتا ہی برخلاف ہندوستانی لباس کے کہ ایک اُس کی قطع بھی اعضاء بدن کے موافق نہیں ہی پس اس طرح ہر لباس کی قطع کرنا بھی ایک صنعت ہی جس طرح کہ ہزاروں آدمی کپڑے کی صنعت کو پسند کرتے ہیں اسی طرح بہت سے آدمی قطع کی صنعت کو بھی پسند کرتے ہیں *

یہاں تک گفتگو ہوئی تھی کہ صاحب خانہ نے ایک کتاب اٹھالی اور کھول کر دیکھا کہ یہ تصویر سلطان عبدالعزیز خان مرحوم ایضاً روم کی ہی اور یہ تصویر نلسن شہنشاہ روس کی ہی اب پتاؤ کہ ان دونوں کے لباس میں کیا فرق ہی — چند صفحہ الٹکر سلطان عبدالعزیز خان سلطان حال کی تصویر دکھائی یہ تصویر اُس وقت کی تھی جب وہ لندن گئے تھے پھر ایک ورق اُٹھ کر اسماعیل شاہ خدیو مصر کی تصویر دکھائی پھر عبدالسلام بادشاہ مراکو کی تصویر دکھائی کہ سب انگریزی قطع کا لباس کت پتلون پہنے ہوئے ہیں اور کہا اب تمام مسلمان ملکوں کے سرداروں اور امیروں نے بھی لباس اختیار کیا ہی کیا یہ سب کانر ہیں — نمود پالہ *

ایک آؤر صاحب جو وہاں بیٹھے ہوئے چپکے چپکے باتیں سن رہے تھے بول اُٹھے کہ صاحب جس حالت میں سلطان روم اور تمام مسلمان بادشاہ اور اُنکے اُمراء اور وزراء ایسا لباس پہنتے ہیں جہاں بڑے بڑے علماء بھی موجود ہیں اور خود سلطان عادل کا مرتبہ مجتہد سے فائق ہی تو اب اس میں بھٹ کرنا + متعصن ضرور ہی *

سوال — صاحب یہ سب سچ مگر کیا کیجیئے ہندوستان کے ملکہ تو من تشبہ بقوم کا فتویٰ دیکر کانر پٹائے دیتے ہیں *

جواب — جناب یہ ملاحظہ فرمائیں بلکہ تھو ملاں ہیں یہ ترجمہ در مختار کا جسکو مولوی محمد احسن صاحب نے چھاپا ہی موجود

+ اس مباحثہ کے وقت سید احمد خاں کے کسی دوست کی روح وہاں حاضر تھی وہ بول اُٹھی کہ اسی لیے یہ تقلید مسلمانان سید احمد خاں نے بھی یہ لباس اختیار کیا ہی — ۱۲ مہتمم

ہی حنفی مذہب میں یہ کتاب نہایت معتبر ہی اور اسی پر حنفی مذہب کا مدار ہی اس کی جلد اول صفحہ ۸۲۵ میں یہ عبارت لکھی ہی کہ ”مشابہ ہونا اہل کتاب سے ہر چیز میں مکروہ نہیں مثلاً کھانا اور پینا اور دوسری ضروریات مدنی مسلمانوں اور اہل کتاب کی یکساں ہیں تو مشابہت سے کچھ ہرج نہیں بلکہ یہی بات میں مشابہت مکروہ ہی“ علامہ اس کے احادیث شریف میں بھی آیا ہی کہ جناب پیغمبر خدا صلعم نے اور ملکوں کا لباس پہنا ہی یعنی جبکہ شامیہ اور جبکہ رومیہ اور کسورانیہ اور قباے نروچ جسکا پیچھے سے دامن چاک تھا زیب تن مبارک فرمایا ہی اور انہی دلیلوں سے علماء روم نے فتویٰ دیا ہی ہندوستان کے ٹھہر ملا اگر تعصب سے اپنی آنکھیں بند کرلیں تو اسکا کیا علاج ہی بعد اسکے کتاب قدح الامم اور قدح الشام کھولی اُس میں لکھا تھا کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ ملائی لباس حاکم ہملپک کا پہنے ہوئے تھے پھر کیمیاے سعادت نکالی اُس کے رکن سوم اصل دہم میں لکھا ہوا تھا کہ جناب سلطان الانبیا صلعم کے واسطے کفار جو کپڑا ہدیہ بھیجتے آپ اُسے بھی پہن لیتے مشابہت کیا بھی جو کپڑا کفار کی لوث میں پاتے بے تکلف پہن لیتے *

ایک صاحب حاضرین میں سے بول اُٹھے کہ جب ہندوستان کے بھٹا لوگ متفق ہو جاویں گے تب قدیم لباس چھوڑا جاویگا ورنہ قدیم چال چھوڑنی لازم نہیں *

صاحب خانہ نے کہا کہ حضرت ہزار مائل تو ایک بات پر متفق ہو جاتے ہیں مگر جہاں دو بھی ایک بات پر متفق نہیں ہوتے ہندوستان میں تو ہمارے باطلد بہت ہیں ممکن نہیں کہ ایک بات پر گو وہ کیسی ہی اچھی ہو چند شخص متفق ہو جاویں ایک زمانہ تھا کہ کھڑکی دار پگڑی اور گھیردار جامہ اور گھوٹلہ جوتے کا رواج تھا پھر نیمہ بھی پہننے لگے اور رنگ پرنگ کے چیرے اور لپٹراں پتھیاں پاندھنے لگے پھر دوپٹائی ٹرپی اور چھٹا لپٹا انگریز اور غرارہ دار جامہ شروع ہوا کسی کمیٹی نے یہ لباس نہیں شروع کیا تھا کسی ایک شخص نے اُس کو جاری کیا دیکھا دیکھی سب کرنے لگے مگر جو لوگ جامہ اور نیمہ پہننے کے عادی تھے وہ ان لوگوں کو ہزاروں نام دکتے تھے اور برا بھلا کہتے تھے پھر چند روز کے بعد انہیں جامہ پہننے والوں نے اُس لباس کو پہنا اور اُن کی اولاد نے تو بالکل اُسی کو اختیار کرلیا اب انکو کوئی جامہ پہنکر نکلے تو ان کے قالیاں بھٹاکر دیکھنے پڑ جاویں میرا لباس دیکھئے کہ اگرچہ ہندوستانی لباس سے کسی قدر فرق ہی مگر انگریزی قطع کا بھی نہیں ہی صرف قدیمی لباس میں کسی قدر ترمیم کی ہی خفتان ایک قدیمی لباس ہی اُس کا طول نصف قد کی برابر رکھتا ہوں کلیاں چوبندہ پدستور ہندوستانی قطع کا ہی انکوں میں

شروع کیا مولوی صاحب کے ہاتھوں پر شوربا پہنے لگا اور وہ بار بار جانتے لگے یہ دیکھ کر وہ انگریز پہلے تو ہنسا آخر اُس کو اس قدر کھن آئی کہ کھانا چھوڑ کر کمرے سے باہر نکل گیا جیسا آپ ہندوؤں کو فتنے بدوں چرکے میں بیٹھا دیکھ کر اُن کی طرز خوردہ پر حقارت سے ہنستے ہیں ایسا ہی انگریز ہم لوگوں کے کھانے کے طریقہ کو حقارت کی نظر سے دیکھتے اور اُس پر ہنستے ہیں اور کھانے والوں کو گزار کہتے ہیں *

مہمان نے کہا یہ تو آپ نے سچ فرمایا کیونکہ جب کئی مسلمان باہم کھانا کھاتے بیٹھتے ہیں تو اُن میں سے بعضے ایسے پہلے پس سے کھاتے ہیں جسکو دیکھ کر نفرت آتی ہے انگلیاں ہررت سے پھرتی جاتی ہیں اور وہ چاتے جاتے ہیں پلاؤ میں شربت ہاتھ سے ملتے ہیں اور اُسی لٹمرے ہوئے ہاتھ سے اُسکو کھاتے ہیں چاروں انگلیوں سے فرنی کے سڑپے پھرتے ہیں جی تو چاہتا ہے کہ میں بھی چھری کاغذ سے کھایا کروں مگر لوگوں کے برا کہا سے تر لگتا ہے *

جواب — یہ آپ کا خیالی ڈر ہے لوگوں کا یہ دستور ہی ہے پہلے تو ایک شخص پر ہنسا کرتے ہیں اور پھر آپ بھی ویسے ہی ہو جاتے ہیں *

سوال — انگریزوں کے ساتھ کھانا کھانا کیسا ہے *

جواب — انگریزوں کے ساتھ کھانا خدا اور رسول کے حکم سے جائز ہے قرآن شریف میں صاف حکم موجود ہے طعمہ الذین اوتوا کتاب حل لکم اور خود جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مساقا زینب یہودیہ کی دعوت کھائی جس نے گرشا میں زہو ملا لیا تھا چنانچہ اُس زہو کے اثر نے بہت سے تکلیف جناب رسالت مآب کو دی اور بھی یہودیوں نے دعوت کی ہے اور آنحضرت صلعم نے قبول فرمائی ہے اور جب کبھی جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اور اپنے عہد خلافت میں حضرت عمر رضی اللہ اہل کتاب یعنی یہود یا نصاریٰ سے صلح کرتے تو شرائط صلح میں یہ شرط بھی اُنسے قبول کرتے کہ جو کوئی مسلمان اُنکے یہاں جارے اُسکی مہمانی اور دعوت کیا کریں حضرت ابو بکر صدیق کے عہد خلافت میں جب حاطب بطور ایلچی کے سقرس بادشاہ مصر کے پاس گئے جو نصرانی تھا اور دسترخوان بچھایا گیا اور اُس پر سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا چنا گیا اور سب کھانے پر بیٹھے تو حضرت حاطب سے کہا گیا کہ تم بھی کھاتے ہو اُنہوں نے انکار کیا تب بادشاہ نے مسکرا کر کہا کہ میں جانتا ہوں جو قبضہ حلال ہے اسلئے سوائے گوشت پرندوں کے کوئی اور چیز حرام ہم تمکو نہ کھلا دینگے حاطب نے جواب دیا کہ میں سونے چاندی کے برتنوں میں نہیں کھاتا اللہ تعالیٰ

مخدري کہ ساز لگا ہوا ہے بعض میں ہنس ہیں اور بعض پلیٹ دار ہیں ہونوں طرف سینہ پر اور پشت پر وہ آنچھہ چوڑی پلیٹ ہے یہ خاص توکوں کا ایجاد ہے اور کمر کی پٹی بھی توکوں کا دستور ہے اور ہاجامہ مہموری وضع کا ہے ہارک کپڑے بسبب نفرت کرتے سرور گرم ہوا کے انسان کے لیٹے مضر ہے اس لیٹے خف کپڑے کی پروھاک پٹاقا ہوں جازے میں بانٹ اور کشمیر کا لباس پہنتا ہوں *

سوال — ہندوستان میں جو لباس مروج ہیں اُس میں کیا برائی ہے اور اُس میں تبدیل اور تہذیب کی کیا ضرورت ہے *
جواب — آپ کو گاڑی اور دتھ کے بدلے چرت اور بکھی رکھنے اور قیوت اور فٹیک سوڑ کے بدلے لہپ اور فانوس چلانے کی کیا ضرورت ہے صرف اُن کی مددگی کے سبب سے تبدیل کی گئی ہے پس لباس کے تبدیل کرنے کی بھی یہی ضرورت ہے ذلیل لباس آدمی کو چست نہیں رکھتا اور جازے میں رضائی یا دوشالہ میں لپٹ کر آدمی آدمی نہیں رہتا بلکہ ایک گھٹری ہو جاتا ہے *

مہمان نے کہا کہ اس میں کچھ شک نہیں کہ اونچا لباس اور چست سب طرح سے اچھا ہوتا ہے سواری شکاری میں بھی فائدہ دیتا ہے مگر یہ تو فرمائیں کہ چھری کاغذ سے کھانے کی کیا ضرورت ہے بلکہ خلاف سنت ہے اور ہاتھ سے کھانا سنت ہے *

جواب — ہاتھ سے کھانا سنت مروجہ نہیں ہے جس کے ترک میں گناہ ہو آپ ہزاروں کام سنت مروجہ کے خلاف کرتے ہیں اور کچھ خیال بھی نہیں کرتے مگر ہاتھ سے کھانے کی سنت آپ کو یاد ہے جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں چالیس چالیس روز تک چھوڑا اور پانی کے سرا اور کچھ نہرتا تھا جر کے پندر چھنے آئے گی دوٹی اکثر فرش فرماتے تھے مگر آپ روز سوا درومہ اور پلاؤ اور متنجن دریائی مڑنر فیروینی وغیرہ مرغی سے مرغی کھانے نوش فرماتے ہیں کبھی مسنون کھانا کھانے کا خیال نہیں آتا مگر کھانے کے مسنون طریقہ پر بھٹا ہوتی ہے اور وہی تھیک مثل آپ پر صادق آتی ہے جو حامی اسلام سید احمد خاں نے کہی ہے کہ کھانے فرعونی اور طریقہ مسنونہ — ایک طرف دس انگریز اور ایک طرف دس مسلمان اور ایک طرف دس ہندو کھانا کھانے کو پتھا دو کہ اپنے اپنے طریق پر کھالیں اور تمہارے دل میں جو باتیں سمائی ہوئی ہیں اُنکو تھوڑی دیر کے واسطے ملحدہ طاق میں رکھ دو اور سرخوس کی آنکھ سے پلا تمصب دیکھو کہ تینوں قمریوں میں سے کس کے طریقہ میں نفاست اور صفائی ہے میرے تین دروس ایک انگریز کے یہاں مہمان ہوئے ایک اُن میں سے سر گھٹے ہوئے مولوی صاحب بھی تھے انگریز اپنی چیز و کرسی پر یہ تینوں اُس کے سامنے فرش پر بیٹھے اور کھانا کھانا

نے اُن کا عمدہ ہم سے جنت میں کیا ہی پس بدل دیا اُنہوں نے کھانا
مٹی کے برتنوں میں اور حضرت حامی نے کھایا اور ہمیشہ سے ہمارے
مسلمان روم اور خدیو مصر اور شاہ ایران اور اُن کے امراء اور رعایا
ہر کوئی اہل کتاب یعنی انہیں انگریزوں اور یہودیوں کے ساتھ کھاتے
ہیں اور کچھ پڑھیں نہیں کرتے *

سوال — اہل کتاب اس زمانہ میں سرور کا گوشت کھاتے ہیں
اور شراب پیتے ہیں تو پھر کونکر ہم اُن کے ساتھ کھا سکتے ہیں؟
جواب — یہ کوئی بات نہیں ہے اہل کتاب ان چیزوں کا
استعمال پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی کرتے تھے
اگر اُن کے استعمال کی وجہ سے اُن کے ساتھ حلال چیزوں کا کھانا
چیز نہ ہوتا تو قرآن شریف میں اُن کے کھانے کی حلت کا حکم نازل
نہوتا اور جناب رسالت مآب کبھی کسی یہودی یا نصرانی کی دعوت
قبول نہ فرماتے اب ہندوستان میں بھی جات وغیرہ بعض ہندو
گوساں سر کھاتی ہیں اور کایتہ کثرت سے شراب پیتے ہیں اور ہندو
گائے کا پیشاب بھی پاک سمجھ کر پی لیتے ہیں اور ہم دیکھتے ہیں
کہ کوئی مسلمان اُن کے گھر کا اور اُن کے ہاتھ کا چمکا ہوا کھانا کھانے
میں کچھ بھی کراہت نہیں کرتا *

سوال — سینہ سنا ہے کہ جو کھانا کھاتا ہے اور
آپ برت پھینکے بیٹھے ہیں کیا اسی طرح آپ نماز بھی پڑھ لیتے ہیں؟
آپ نے اس سے سنا ہے کہ جو کھانا کھاتا ہے نماز پڑھنا منع اور گناہ ہے؟
لوگوں کی زبانی سنا ہے؟

جواب — آپ نے راجی مسلمانوں کی زبانی سنا ہے کہ جو
احکام دیں ہر رسم و رواج کو مقدم سمجھتے ہیں درمستار میں صاف
لکھا ہے مسجد میں جانے والے کو چاہیئے کہ اپنے جوتے کو دیکھ
یہاں لے نہ کہیں نجاست سے الودہ تو نہیں ہے اور جوتہ اور مرزہ
پہن کر نماز پڑھنا بشرطیکہ وہ ظاہر ہوں افضل ہے اور وجہ
افضلیت کی یہ ہے کہ طہرائی نے ایک حدیث اس مقدمہ کی روایت
کی ہے کہ جو کس کو پہنکر نماز پڑھو اور پھر کسی مشابہت سے کور
ہاں شامی نے ایسے لکھا ہے کہ جو کھانا کھاتا ہے اور مسجد میں جاتا اس
زمانہ کے عرف میں داخل ہے ادبی ہے اور مسجد کے فرش کی آلودگی
کا خوف ہے مگر یہ تو فرمائیئے کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا
حکم واجب التعمیل ہے یا شامی اور عراقی کا شامی درمستار کا خارج
ہے اگر اُس نے اپنی رائے یا زمانہ کا دستور لکھ دیا تو وہ اصل
شرعیت کا حکم نہیں ہو سکتا اس دستور کے قیام ہرگز کی وجہ سے
ہے کہ جناب پیغمبر صاحب کے زمانہ میں عرب میں فرش بچھانے کا
دستور نہ تھا مگر جب مسلمان عرب سے باہر گئے اور شام اور مصر

اور ایران فتح کیا تو اپنی طہرائی طرز معیشت کو چھوڑ کر اچھے
لباس پہننے اور عمدہ فرش مکانوں میں بچھانے لگے اُس فرش کو
صاف رکھنے کے لحاظ سے زیادہ پھرتے کے بعد جوتا اوتار کر فرش پر
آئے اور بیٹھنے کا دستور ہو گیا وہی دستور مسجد میں بھی جاری
ہو گیا مگر خلفائے بنی امیہ کے ہاں اس کا رواج نہیں ہوا اُن کے
دور جو کھانا یا مرزہ اوتار کر جاتا ہے ادبی میں داخل تھا مجھ کو آپ
دیکھتے ہیں کہ اس کمرہ میں فرش ہے اور قلیں بھی بچھا ہے
جس پر میں برت پھینکے بیٹھا ہوں جب نماز کا وقت آتا ہے تو اسی
طرح برت پھینکے نماز پڑھ لیتا ہوں *

مہمان نے کہا اب مجھ کو بتائیں ہوا کہ جو کچھ عرف عام میں
مشہور ہے متعصفا ہے اور وجہ اس غلطی کی یہ ہے کہ لوگ
علم دین سے ناواقف ہوں ترہمات میں پھنسے ہوئے ہیں مگر اب انہی
کتاہیں اُردو میں ہوتی جاتی ہیں تو مولوی صاحب کی بھی ضرورت
گھتی جاتی ہے اب تو میں بھی ایسا ہی ٹوٹکا کہ مکان پر جوتا پھینکے
نماز پڑھا کرونگا لیکن مسجد میں رعایت عام کی وجہ سے جوتا اوتار
دیا کرونگا تاہم جامل تکرار کریں — میں نے کہا کہ بعض فاضلانہ
جامل اس قدر متعصب نہیں ہوتے جس قدر کہ لکھ بڑے جاہل متعصب
ہوتے ہیں *

سوال — یہ تو فرمائیئے کہ انگریز مذہب اور ہندوستان کی فاضلانہ
لوگوں کہتے ہیں؟

جواب — اس بات کی تحقیق نہایت آسان ہے ایک ایسے انگریز
اور ہندوستانی کے گھر میں جا کر دیکھو جو یکساں عمدہ رہتے ہوں
یا برابر تنخواہ پاتے ہوں تو تم انگریز کے پنکھا میں دیکھو کہ وہ
پنکھ کے تمام اطراف نہایت صاف ہیں احاطہ کے دروازے سے پراختہ نک
عمدہ سرک بنی ہوئی ہے ایک چوڑا سا حصن لگا ہوا اور خوشنما
روسیں اور پتیلیاں ہیں پنکھ کے اندر ہر کمرہ میں نہایت صاف اور
اچھا فرش پھیلا ہے جس فرش کے نیچے جو کمرہ ہے اُس میں اُسی
قسم کا ساز و سامان پھیلا ہے میزیں اور کرسیاں اور الماریاں اور
ہمیشہ آگ سے اپنے اپنے موقع سے سجی ہیں بچہ اور اُن کی آیا
نہایت صاف اور اچھا لباس پہنتے ہیں کھانے کے وقت کھانے کی میز
نہایت خوشنما ہے اور صاف ہے آراستہ ہوتی جو دیکھنے سے قلب
رکھتی ہے خاصا خاصا خدمتدار تو جرات یوں تک سائیس اور خاکروب
تک لباس اور وردی سے زیبک اور درخت ہوئے ہتیار اور سولہی غرضت
ہر ایک چیز نہایت نفیس اور صاف ہوتی ہے اور ہندوستانی کے یہاں
ہر چیز برعکس اس کے خراب اور مٹی اور پتھر پائے جس کی تفصیلاً
کہنا مناسب نہیں *

مہمان نے کہا کہ فی الواقع یہہ مثال تو آپ نے بہت ہی تھوہک
بیان کی بیشک یہہ جہالت اور نادانی کا سبب ہی جو ہم اچھی باتوں کے
حاصل کرنے سے انکار کرتے ہیں اور اپنی موجودہ خراب حالت کو اچھا
جانتے ہیں *

میں نے کہا کہ تمام مسلمان ترک روم اور شام اور مصر اور تونس
وغیرہ کے مدت سے بیدار ہو چکے ہیں اور اور ملکوں کے مسلمان بھی
بیدار ہوتے جاتے ہیں مگر ہندوستان کے مسلمانوں کا حال کمال
افسوس کے قابل ہے کہ یہہ خراب فضا میں پکی ٹینڈ میں پائوں
پھیلائے سوتے ہیں اورچہ تہذیب الاخلاق اُنکو جگاتا ہے مگر جیسے سوتا
ہوا غافل آدمی جگانے والے سے قراض ہو کر لاتیں مارتا ہے پراتا ہے
اُنکے یہی جو کچھہ مرنے میں آتا ہے پکتے ہیں مگر اُنکھیں نہیں
کھولتے ہاں جن لوگوں کی ٹینڈ بہت فضا کی ٹوٹن تھی وہ بیدار ہو کر
کوشش کرتے لگے ہیں اور اوروں کو جگاتے ہیں *

راقم
فارقیط اللہ

اشہار

ہمارے دوستوں نے یہہ صلاح دی ہے کہ اس نظر سے کہ
تہذیب الاخلاق کے مضامین سے زیادہ تر لوگ فائدہ اوتھاؤں
اُس کی پچھلی جلدوں کی قیمت جو بتو تہذیب ہمارے پاس
موجود ہیں کم کر دی جاوے پس ہم اشہار دیتے ہیں کہ
آئندہ سے اگر کوئی شخص پچھلی جلدیں مکمل خرید کر لے
چاہے تو بقیہ مکمل ذیل اُسکو مل سکیگی اور محصول
ڈاک بھی خریدار کو دینا نہوگا ہمارے ذمہ ہوگا *

تہذیب الاخلاق روز اجراء سے یعنی یکم شول
سنہ ۱۲۸۷ ہجری سے لغایت آخر سنہ

۱۲۸۸ ہجری بابت سوا برس کے ... سے

تہذیب الاخلاق بابت سال تمام سنہ ۱۲۸۹ ہجری سے

تہذیب الاخلاق بابت سال تمام سنہ ۱۲۹۰ ہجری سے

راقم

سید احمد منیچر تہذیب الاخلاق

از مقام بنارس

سوال — یہہ تو آپ نے صحیح فرمایا انگریز تہذیب صفائی سے
مددہ طرز پر رہتے ہیں گویا دنیا کی زندگی کا لطف اُنہیں کو حاصل
ہی مگر یہہ تو فرمائیے کہ ہندوستانی انگریزوں کو دیکھتے ہیں وہ
کپڑے نہیں صفائی سے زندگی بسر کرتے *

جواب — خدا تعالیٰ نے انسان میں ایک قسم کی عودینی پیدا کی ہے
جسکے سبب سے ہر ایک شخص اپنی ہر ایک بات کو گورہ کیسی ہی
پڑی کپڑے تھوہر پسند کرتا ہے اور دوسروں کی باتوں کو گورہ کیسی ہی
اچھی نہیں سمجھتا ہے اچھی نہیں جانتا دیکھو حبشی اپنے کالے رنگ سوتے
ہر رنگ پہیڑ کے سے بالوں کو مددہ اور خوبصورت سمجھتا ہے — میں
آپ کو ایک مثال سے اسی بات کو سمجھتا ہوں آپ نرم قہر کے لوگوں کے
پاس جائیے جو بالکل غیر مہذب بلکہ وحشی ہیں اور اُنکو سمجھائیے
کہ تم یہوس کے تہذیب خراب چھوڑو میں رہتے ہو ایک لنگوٹی
پاندھے ہو اسباب خاندان داری تمہارا تہذیب خراب ہی زمین پر پھسکا
مار کر بیٹھے ہو اس سبب سے تمہارا بدن میلہ ہی تمکو چاہیے اچھا
مکان پناؤ اچھے کپڑے پہنو اپنی ارادہ کو علم پڑھاؤ پاک صاف رہو تو
وہ لوگ آپ کی ان باتوں کی ہنسی اُڑا دیں گے اور سمجھیں گے کہ آپ کو
جلوں ہو گیا ہے اور یہہ جواب دیں گے کہ ہماری موجودہ حالت بزرگوں
سے ایسی ہی چلی آتی ہے یہی بہت اچھی ہے اگر آپ اُنکی طرز
میشیت اور دستوروں کی کچھہ پرانیاں بیان کریں گے تو آپ کو دھکے
اور کالیاں دیکر نکال دیں گے کچھہ بھی نہیں سنیں گے مگر اُنہوں میں سے
ایک نوجوان قہر کو پولیس میں کانسٹیبل مقرر کر دے اور اُسکو اُردو
لکھنا پڑھنا حسب دستور پولیس کے سکھڑ تو اُسکو ردی کے پہنے رہنے
سے چند روز میں تنگہ پھرنے کی عادت چھوڑ جائیگی اور کچھہ ضابطہ
فوجداری بھی یاد کر لے گا اسکے بعد مددہ ہیڈہ ہمارے یہاں تک کہ انسپکٹری
کے مددہ پر ترقی پاوے اور کچھہ انگریزی پڑھے تب اُس سے آپ
دریافت کریں کہ جب ہم تمہارے گھر تمکو سمجھانے گئے تھے تو تم
اور تمہارے بھائی بھادر اپنی موجودہ حالت کو اچھا جانتے تھے اور اب
تم مددہ لباس پہنے ہو مددہ اسباب رکھتے ہو مددہ مکان میں رہتے
ہو اور اب کہو کیا کہتے ہو تو آپ یقین فرمائیے کہ وہ ضرور کھینکا
کہ مجھکو اُسوقت عقل اور تمیز نہ تھی میرے اہل برادری سب احمق
اور جاہل ہیں وہ حال کسی طرح اچھی نہیں ہو سکتی مددہ حال
یہی ہے جو اب میری ہے اب میرا ارادہ ہے کہ مال کا قانون یاد
کر کے تحصیلداری کا امتحان دوں صاحب کلکٹر میری کارگزاری سے تہذیب
خوش ہوں فوراً تحصیلدار کر دیں گے اور اُمید قوی ہے کہ پھر چند روز
میں قہتی کلکٹر ہو جاؤنگا *

اشتہار

کتاب مفصلہ ذیل واسطے فروخت کے ہمارے
میس موجود ہوں اور محصول قاک کا علاوہ
اس قیمت کے جس صاحب کو خریدنی
منظور ہوں وہ خرید فرمائیے

وہ کتابیں جن کی قیمت مدرسۃ العلوم مسلمانان کی
کمپنی میں جمع ہوگی *

کتاب جان قیرون ہرت متضمن حمایت اسلام بزبان
انگریزی قیمت فی جلد ...

کتاب حمایت اسلام ترجمہ کتاب گڈفری ہیگنس
متضمن جواب اعتراضات عیسائیوں بزبان اردو
قیمت فی جلد ...

کتاب خطبات احمدیہ مؤلفہ سید احمد خاں
بزبان انگریزی قیمت فی جلد ...
اگر کوئی غریب مسلمان انگریزی خراں خطبات
احمدیہ کو خاص اپنے پڑھنے کے لیے چاہے تو
اس کو نصف قیمت پر ملجادیگی *

کتاب مباحثہ مذہبی پادری فیکر صاحب و ڈاکٹر
وزیر خاں و مولوی رحمت اللہ صاحب بزبان
اردو قیمت فی جلد ...

جواب کتاب ڈاکٹر ہنگر صاحب مؤلفہ سید احمد
خاں انگریزی میں ترجمہ اردو قیمت فی جلد ...
حصہ اول تاریخ ہندوستان زمانہ ہندوان مؤلفہ
منشی محمد ذکاء اللہ صاحب بزبان اردو قیمت
فی جلد ...

وہ کتابیں جن کی قیمت کمیٹی خواستگار ترقی
تعلیم مسلمانان میں جمع ہوگی *

کتاب رپورٹ سلیکٹ کمیٹی اردو و انگریزی میں
خلاصہ رسالہ ہائے موصولہ کمیٹی قیمت فی جلد ...

وہ کتابیں جن کی قیمت دوسری کمیٹی مسلمانان
میں جمع ہوگی *

جواب کتاب ڈاکٹر ہنگر صاحب مؤلفہ سید احمد
خاں بزبان انگریزی قیمت فی جلد ...

اسباب بغاوت ہندوستان مؤلفہ سید احمد خاں
بزبان انگریزی قیمت فی جلد ...

تہذیب الاخلاق من ابتداء شوال سنہ ۱۲۸۷
ہجری لغایت سنہ ۱۲۸۸ ہجری قیمت ...

تہذیب الاخلاق باہت سنہ ۱۲۸۹ ہجری قیمت ...

دستخط

سید احمد خاں سکریٹری

کمیٹی ہائے مذکورہ

بمقام علیگڈہ — مطبع علیگڈہ انسٹیٹیوٹ میں چھپا اور حافظ

محمد عبدالرزاق کے اہتمام سے شایع ہوا

THE MOHAMMEDAN SOCIAL REFORMER

تہذیب الاخلاق

جلد پنجم [۱۵ ربیع الثانی سنہ ۱۲۹۱ ہجری سنہ ۱۳۰۵ نبوی] نمبر ۵

بسم اللہ الرحمن الرحیم

إطلاع

بخدمت ممبران و خریداران و ناظرین

تہذیب الاخلاق

اس پرچہ کی بابت جس صاحب کو کچھ خط و کتابت کرنی منظور ہو یا خریداری اس پرچہ کی مد نظر ہو یا کوئی مضمون اس پرچہ میں مندرج ہونے کے لئے بھیجنا ہو یا زر قیمت اخبار یا زر چندہ یا کچھ روپیہ بطور قونیشن کے منایا فرمانا ہو تو سید احمد خاں صاحب بھادر سی ایس آئی پاس بمقام بنارس بھیجا جاوے غرضکہ تمام خط و کتابت بابت اس پرچہ کے انہی سے کی جاوے کیونکہ یہہ پرچہ علیگتہ میں چھپکر اُن کے پاس چلا جاتا ہی اور وہاں سے تقسیم ہوتا ہی اور تمام حساب کتاب اسکا سب اُن کے پاس رہتا ہی * اس پرچہ میں صرف مضامین مفیدہ جو مسلمانوں سے متعلق ہیں چھاپے ہوتے ہیں اور اس سبب سے اخبار امصار و دیار اس میں مندرج نہیں ہوتے — مقصود اس پرچہ کے اجرا سے یہہ ہی کہ مسلمانوں کی حسن معاشرت اور تہذیب کی ترقی ہو اور جو غلط ارہام مذہبی اس ترقی کے مانع ہیں اور درحقیقت وہ مذہب اسلام کے برخلاف ہیں وہ بھی سٹائے جاویں *

إطلاع

تشریح قیمت و مصرف منافع

تہذیب الاخلاق

جسٹدر روپیہ بابت اس پرچہ کے بطور چندہ خراجہ بطور قیمت وصول ہو وہ کسی خاص شخص کی ملکیت نہوگا بلکہ اس پرچہ کے اجرا و ترقی میں صرف کیا جاوےگا * جن دوستوں نے شریک ہوکر اس پرچہ کو جاری کیا ہی اور ساتھ روپیہ سالانہ اس پرچہ کے اجرا کے لئے بطور امداد دیتے ہیں وہ اس پرچہ کے متعلق معاملات میں بطور ممبر کے متصور ہیں اُن کو اختیار ہی کہ اگر چاہیں تو اور کسی کو بھی بطور ممبر اپنے ساتھ شریک کریں اور جو شخص اس طرح پر شریک ہوگا اُس کو بھی ساتھ روپیہ سالانہ دینا ہوگا * یہہ پرچہ ہر مہینے میں ایک بار یا دو بار یا تین بار جیسا کہ مقتضای مضامین ہوگا چھپا کرینگا خریداروں کو چار روپیہ سالانہ قیمت پیشگی دینی ہوگی اور اخراجات روانگی پرچہ سے اُن کو کچھ نہاں نہوگا * اگر کوئی شخص کوئی خاص پرچہ خریدنا چاہیگا اُس کو ہی پرچہ چار آنہ مع اخراجات روانگی پرچہ دینا ہوگا *

مفسرین نمبر ۲۸۱

تفسیر السموات

حررہ اللہ المفتقر الی اللہ الصمد السید احمد

ہم کو یہ بات معلوم نہیں ہے کہ علماء اسلام نے کوئی خاص علم ہیئت ایسا مقرر کیا ہے جس کی بناء قرآن مجید یا حدیث پر ہو جہاں تک ہم کو معلوم ہے وہ یہی ہے کہ جو علم ہیئت یونانی حکیموں نے اختیار کیا تھا وہی ہم نے بذریعہ ترجموں کے جو یونانی زبان سے عربی زبان میں ہوئے ہم مسلمانوں میں بھی پھیل گیا — جب قرآن مجید کی تفسیریں لکھی گئیں اور قرآن مجید کی کسی ایک میں کوئی ایسا مضمون آیا جو علم ہیئت سے ملتا رہتا تھا تو انہوں نے اُسکی تفسیر اُسی یونانی علم ہیئت کے اصول پر کی یہاں تک کہ قرآن مجید میں سات آسمانوں کا ذکر تھا اور یونانی نو آسمان مانتے تھے تو علماء اسلام نے اُن سات آسمانوں میں عرش اور کرسی کو ملا کر پورے نو کوئیے پس ہم سمجھتے ہیں کہ علماء اسلام نے یونانی علم ہیئت کو تسلیم کیا اور اُسی کے اصول کو مذہبی کتابوں اور قرآن مجید کی تفسیروں میں داخل کر دیا رفتہ رفتہ وہ مذہب کے ساتھ اور مسائل مذہبی میں ایسا مل جل گیا کہ یونانی علم ہیئت سے انکار کرنا گریا مسائل ضروریہ مذہب سے انکار کرنا خیال میں سما گیا پس جہتہ کہ ہم انکار ہی اُنہی مسائل علم ہیئت یونانیہ سے ہی جنکو علماء اسلام نے مسائل مذہبی و تفسیر قرآن مجید میں شامل کیا ہے *

یونانی حکیم آسمانوں کا ایک ایسا جسم مانتے ہیں جو نہایت مضبوط و مستحکم ہے اور وہ ایک مکان کو گھیرے ہوئے ہے اور وہ مثل کورے کے گول اور اندر سے خالی ہے جیسے انتہے کا چھلکا اور دنیا کے چاروں طرف کو گھیرے ہوئے ہے اور تمام دنیا اُن کے اندر ایسی ہی جیسیکہ انتہے کے چھلکے میں اُس کے اندر کی زرہی و سفیدی *

وہ کہتے ہیں کہ پستوں بیچ میں زمین اسطرح ہے کہ جیسیکہ انتہے میں انتہے کی زرہی اُس کے اوپر پانی ہے مگر جس طرح کہ برقی دھمک انتہے اربالتے میں اُس کی زرہی ایک طرف کو ہرجاتی ہے اور سفیدی سے باہر نکل آتی ہے اسطرح زمین بھی بیچ میں سے نکلتی ہے اور پانی کے ایک طرف نکل آتی ہے جس کے اوپر ربح مسکون یعنی دنیا ہے + پھر وہ کہتے ہیں کہ پانی پر ہوا ہے اور ہوا پر کراہ آتش ہے اور کراہ آتش پر اول آسمان ہے جس میں چاند ہے پھر دوسرا آسمان ہے جس میں عطارد ہے پھر تیسرا آسمان ہے

+ یونانیوں کو اسیات کی خبر نہ تھی کہ اس دنیا کے نیچے دوسری دنیا آباد ہے اگر اس کی خبر ہوتی تو ایسا خیال نکرتے ۱۲

جس میں زہرا ہے پھر چوتھا آسمان ہے جس میں آفتاب ہے پھر پانچواں آسمان ہے جس میں مریخ ہے پھر چھٹا آسمان ہے جس میں مشتری ہے پھر ساتواں آسمان ہے جس میں زحل ہے پھر آٹھواں آسمان ہے جس میں یہ کہ لاکھوں کواکب جڑے ہوئے ہیں پھر نواں فلک الافلاک ہے جو سب کو محیط ہے *

وہ کہتے ہیں کہ فلک الافلاک کے اوپر کچھ نہیں ہے یعنی فلک الافلاک کے اوپر مکان کا اطلاق نہیں ہے اور اسی سبب سے وہ کہتے ہیں کہ فلک الافلاک کی سطح محدب کسی ماس ہے یعنی اُس کے اوپر کیا ہے مگر یہ کہتے ہیں کہ اُسکی سطح مقعر فلک اہم کی سطح محدب کی ماس ہے اور اسطرح تمام آسمانوں کی سطح مقعر اُس کے نیچے کے آسمان کی سطح محدب سے ماس ہے اور اسلئے وہ قائل ہیں کہ زمین سے فلک الافلاک تک کہیں خلا نہیں ہے *

وہ اسکی بھی قائل ہیں کہ تمام آسمان ماس کواکب کے جو اُن میں جڑے ہوئے ہیں زمین کے گرد پھرتے ہیں اور زمین اُن میں مثل مرکز کے ہے کہ ماس انہی اصولوں کو علماء اسلام نے بھی اختیار کیا ہے اور انہی اصول پر قرآن مجید کے مفسروں نے قرآن کی تفسیر کی گوکہ بعض بعض باتوں میں کچھ اختلاف بھی کیا ہو مگر نظام یہی تسلیم کیا ہے — اس تصویر کے ساتھ جو ایک پرچہ شامل ہے اُس میں جو شکل نمبر اول کی مندرج ہے اُس سے بظاہر تصور آسمانوں اور ستاروں کی سمجھہ میں آسکتی ہے جس طرح پر کہ یونانی حکیموں نے مقرر کی ہے *

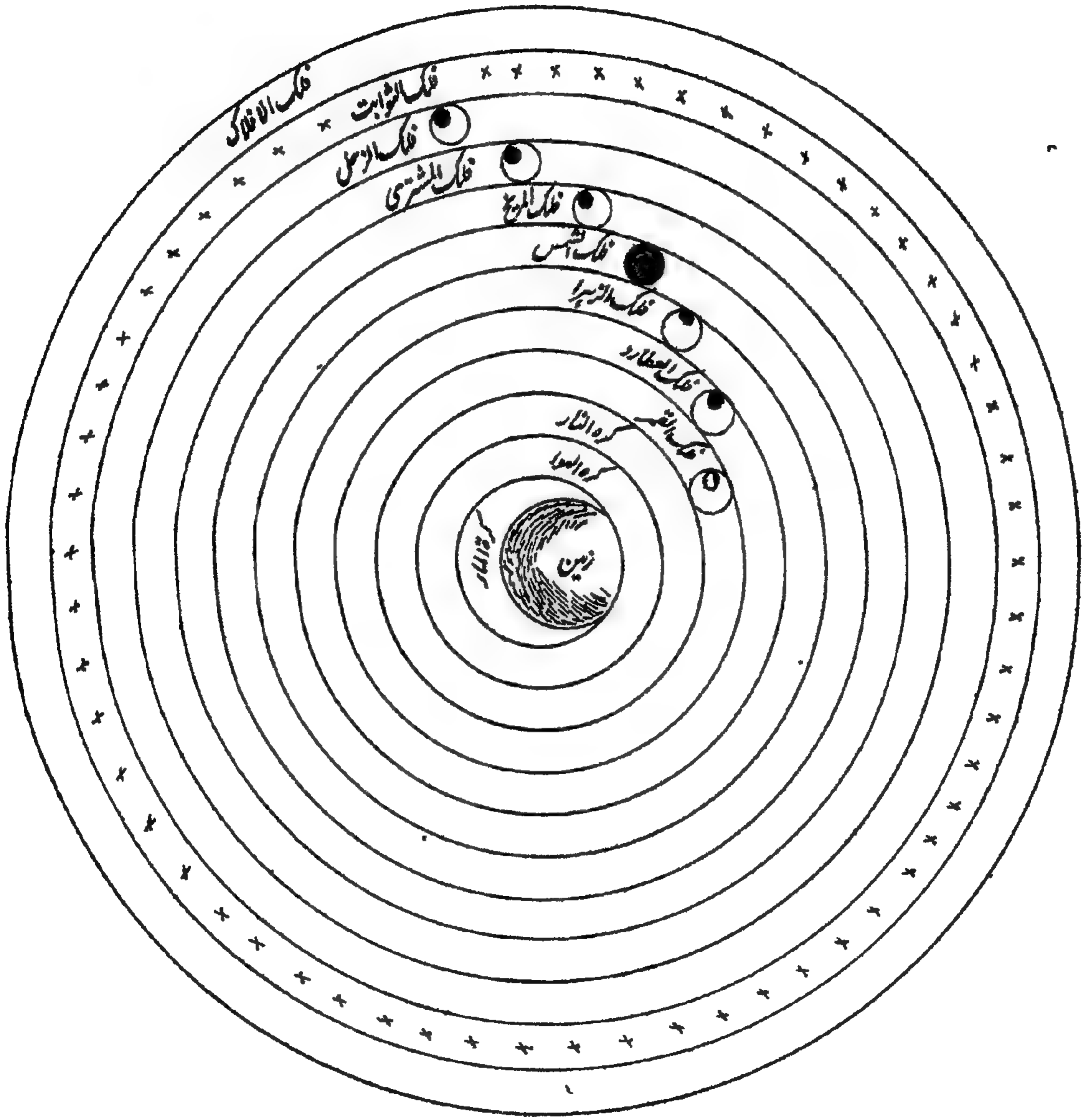
اب ہم یہ دہری کرتے ہیں کہ جس طرح کہ یونانی حکیموں نے آسمانوں کا مجسم ہونا تسلیم کیا ہے اور اُن کو ماس کواکب زمین کے گرد پھرتا مانا ہے یہ بالکل غلط اور خلاف واقع ہے اور علماء اسلام نے بڑی قاطعی کی ہے جو انہی اصولوں کو اپنے مذہبی مسائل میں ملا دیا ہے اور قرآن مجید کی آیتوں کی تفسیر اُسی یونانی علم ہیئت کے مطابق کی ہے کیونکہ وہ بناء فاسد علی الفاسد ہے *

ہم کو مشاعرہ سے بذریعہ دوربین کے (جو ہمارے نزدیک اور ہر ایک انسان کے نزدیک جو فرا بھی واقفیت اور عقل رکھتا ہے دلیل قطعی ہے) برخلاف اُس کے ثابت ہوا ہے جو آسمانوں اور کواکب نظام یونانی حکیموں نے قرار دیا ہے اور جس کی تفصیل ذیل میں مندرج ہے *

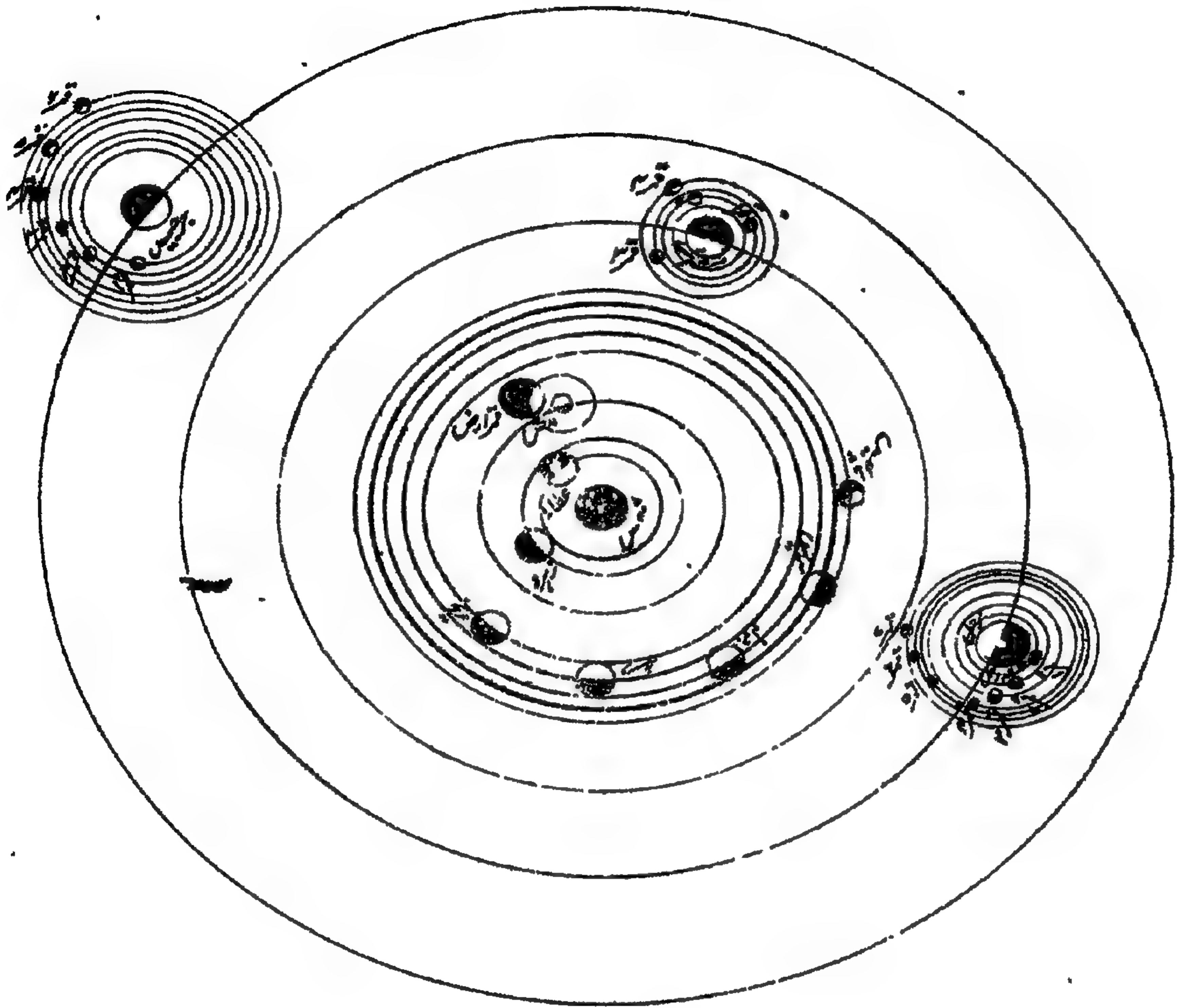
اول — ان سات سیاروں کے سرا جن کو ہر کوئی دیکھتا اور جانتا ہے اور جن کے لیئے یونانیوں نے سات آسمان مثل انتہے کے چھلکے کے قرار دیئے تھے اُڑ رہے ہیں بذریعہ دوربین کے دکھائی دیتے ہیں جو اب تہذیب میں دس یا گیارہ ہمارے ہوئے ہیں پس یونانیوں نے جو

شکل اول

نظام عالم مطابق قیاس یونانیوں کو



شکل دوم
نظام عالم مطابق مشاهده بذریعہ دوربین



مشاہدہ سے اور تمام دلیلوں سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ایک وسعت میں خواہ اُس میں کوئی جسم لطیف سیال ہو یا نہ ہو تمام کرات جو کواکب دیکھائی دیتے ہیں پھیلے ہوئے ہیں یہ زمین بھی اُنہی کی مانند ایک کرہ ہے اُن کی مثل ایسی ہی جیسے کہ ہم راستہ کو مختلف مقامات میں یہاں سے غبارے اڑا دیتے ہیں اور وہ اوپر چلے جاتے ہیں اور معلق تھوڑے ہرٹے اور چلتے ہوئے دیکھائی دیتے ہیں اسی طرح یہ سب کرے کواکب کے معہ ہماری زمین کے خدا تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے ایک وسعت میں پکھڑ دیتے ہیں جو اپنی اپنی جگہ میں ہیں اُن سب کے بیچ میں آفتاب ہے اور وہ سب اُس کے گرد پھرتے ہیں اور نہیں معلوم کہ ایسے آفتاب اور کتنے ہیں اور کتنے ستارے اُن کے ساتھ ہیں جو اُس کے گرد پھرتے ہوئے کیونکہ خدا تعالیٰ کی قدرت اور وسعت بے انتہا ہے *

ہمارے مخالفوں کو اور ہم پر مسئلہ وجود آسمان پر قوی کفر دینے والوں کو ذرا غور سے انصاف کرنا چاہیئے کہ خدا کی قدرت اور عظمت اُس کو صرف اس دنیا کا جو اُن کے نزدیک مثل ایک انتہے کے محدود ہے خدا اور خالق ماننے میں ہی یا اُس کو ایسی بے انتہا مطلق کا خالق اور خدا ماننے میں ہی جس کی انتہا مثل اُس کی قدرت کے بے انتہا ہے جیسا کہ ہماری دنیا ہی جس کے لئے یہ آفتاب ہے اور جس سے یہاں سے کواکب سہارے متعلق ہیں اسی طرح اور یہاں سے بے انتہا ہوس میں جن کا نظام ہی جدا ہے اور مثل ہماری دنیا کے بلکہ اُس سے بھی زیادہ عجیب ہے انتہا نظام ہوس جس کے مجموعہ کو ہم دنیا کہتے ہیں موجود ہیں اور وہ اُن سب کا خالق اور سب کا ایک خدائے واحد ذوالجلال ہے جس کا نہ کوئی تدبیر اور نہ کوئی ضد — تعجب ہے کہ صرف ایک چوڑا کے انتہے کے برابر چیز کا خدا کو خدا اور خالق جاننا تو اسلام ہو اور اُس کو ایسا قادر مطلق اور بے انتہا مطلق کا خالق اور اُس سب کا خدا ماننا کفر ہو نہایت ہی بات لمثل هذا الاسلام و مرجعاً ثم مرجعاً لمثل هذا القول ولله در من قال —

گر مسلمان ہو میں اس کے راعی دار

و اے گر در پس امروز پرد فرمائے

ہاں بلا شبہ اب ہم کو اس بات پر غور کرنا پائی ہے کہ جس چیز کا ہم نے مشاہدہ کیا ہے اور جس کو ہم نے دلیل قطعی یعنی مشاہدہ سے واقعی بیان کیا ہے قرآن مجید یا وہ احادیث صحیحہ جو بدرجہ یقین یا قریب بدرجہ یقین یا قریب بظن غالب پھر نہی ہیں اور کوئی نقص یا کوئی وجہ اُن کے انکار کی بھی نہیں ہے وہ تو اُس کی مخالف نہیں ہیں کیونکہ اگر وہ اُس کی مخالف ہوں تو درکاروں

یہ کہیں کہ اُس کے واقعی ہونے کا کچھ ثبوت ہمارے پاس نہیں ہے ایسی بات سے کیا فائدہ ہے جسکے واقعی ہونے کا دل میں تو یقین نہ ہو مگر صرف زبان سے اقرار کیا جاوے ہمارا ایمان تو قرآن مجید پر ایسا مستحکم ہے کہ ہم تمام حقایق موجودہ کو اور قرآن مجید کو مطابق دل سے یقین کرتے ہیں *

چہارم — ہم بذریعہ دوربین کے زہرہ کو اور اُس کے سوا اور ستاروں کو بھی دیکھتے ہیں کہ مثل چاند کے بدر و ہلال ہوتے ہیں پس اگر وہ ستارے آفتاب کے گرد پھرتے نہ ہوتے بلکہ زمین کے گرد پھرتے ہوتے تو اُن کا بدر و ہلال ہو کر ہم کو دکھائی دینا غیر ممکن ہوتا یونانی حکیموں کو یہ بات معلوم ہی نہیں ہوئی تھی کہ اُرد ستارے بھی بدر و ہلال ہوتے ہیں *

پنجم — ہم بذریعہ دوربین کے اپنی آنکھ سے دیکھتے ہیں کہ عطارد اور زہرہ جب آفتاب کے پاس آجاتے ہیں تو کبھی تو وہ آفتاب سے اسی طرح پر مل جاتے ہیں کہ آفتاب نیچے ہوتا ہے اور وہ اُس کے اوپر ہوتے ہیں اور کبھی آفتاب اوپر ہوتا ہے اور وہ اُس کے نیچے ہوتے ہیں اور یہ بات ہو نہیں سکتی جب تک کہ آفتاب ساکن نہ ہو اور تمام سیارات معہ زمین کے اُس کے گرد نہ پھرتے ہوں اگر آفتاب چرٹھے آسمان میں جزا ہوا ہوتا اور وہ دوروں اُس سے نیچے ہوتے یعنی عطارد دوسرے آسمان میں اور زہرہ تیسرے آسمان میں اور وہ سب زمین کے گرد پھرتے ہوتے تو ممکن نہ تھا کہ عطارد و زہرہ کبھی آفتاب کے اوپر آفتاب سے جا کر ملتے یونانی حکیموں کو یہ بات معلوم ہی نہیں ہوئی تھی کیونکہ اُس زمانہ میں دوربین ایجاد نہیں ہوئی تھی مگر اس زمانہ میں اُنکا مقدور علم ہیئت مشاہدہ سے غلط ثابت ہوتا ہے پس اس سے زیادہ انسان کی نادانی کیا ہوگی کہ قرآن مجید کی تفسیر ایسے اصول پر کرے جنکی غلطی علانیہ ہو اور ایسے اصول پر تفسیر کرے کہ کفر سمجھے جو بالکل واقع کے مطابق ہو *

علامہ اس کے اور یہاں سے دلیلیں ہیں جنسے بظریہ ہمزلہ عرب الیقین بلکہ حق الیقین کے ثابت ہوتا ہے کہ یونانیوں نے آسمانوں کا جیسا جسم مانا تھا اور کواکب کو اُنیں جزا ہوا تسلیم کیا تھا اور یہہ جانتے تھے کہ تمام آسمان معہ کواکب کے زمین کے گرد حرکت کرتے ہیں اور زمین ساکن ہے یہہ بعض غلط اور خلاف واقع ہے مگر وہ دلیلیں فی الجملہ مشکل ہیں اور آلات رصدیہ کی واقف کاری اور علم طبیمات کے جائزہ پر موقوف ہیں اور ہم سمجھتے ہیں کہ عام لوگ جو اُن علوم سے بعض ناواقف ہیں سمجھتے نہیں سکتے کہ اس لئے ہم نے اُن کو بیان نہیں کیا اور صرف چند مرقی مرقی باتیں بیان کی ہیں جو ہر سمجھدار آدمی کی سمجھ میں آسکتی ہیں خواہ وہ اُن علم سے واقف ہو یا نہ ہو *

کلام کام میں لاتا ہی جس سے نتیجہ رہی حاصل ہو جائے جو اُس وقت حاصل ہوتا اگر اُس مطلب کی تعبیر کے لیے کوئی لفظ کسی قوم کی زبان میں ہوتا *

اسکی مثال یہ ہے سمجھو کہ قرآن مجید میں خدا کی نسبت ہاتھ کا پاؤں کا منہ کا لفظ آیا ہی یہ تینوں لفظ انسان کی زبان میں ایک خاص ہی کی تعبیر کرنے کے لیے ہیں مگر چونکہ خدا کی ذات ہمارے ادراک سے خارج ہی تو ہرگز ان لفظوں کے وہ معنی ہم نہیں لے سکتے جو یہ در اور ساق اور وجہ کے لیے ہیں بلکہ ان لفظوں کے مفہوم سے ہم واقف ہیں البتہ ان لفظوں سے وہ نتیجہ حاصل کرتے ہیں جو اُس وقت حاصل ہوتا اگر خدا کی ذات کی تعبیر کے لیے کوئی لفظ ہوتے *

پس جو لوگ یہ بات کہتے ہیں کہ ہم قرآن مجید کے الفاظ سے ہر مقام پر وہی معنی لینگے اور وہی حقیقت سمجھینگے جو عرب کی زبان میں اُنکے لیے معنی ہیں یہ اُنکی بعض غلطی ہی بلکہ انعام مستعملہ قرآن مجید کے معنی کو دیکھنا چاہیئے کہ اگر وہ معنی ایسا ہی جو ہمارے ادراک کے محدود احاطہ میں داخل ہی تو بلاشبہ اس کے ہم وہی معنی لینگے جو زبان عرب میں حقیقتاً یا مجازاً موافق معادرتہ زبان عرب کے اُس کے لیے ہیں اور اگر وہ معنی ایسا ہی جو ہمارے ادراک سے باہر ہی تو ہم اس لفظ کے حقیقتاً وہ معنی نہیں سمجھنے کے جو انسان کی زبان میں ہیں بلکہ ہم اُس سے صرف اُس نتیجہ کو حاصل کریں گے جو نتیجہ ہم کو اُس وقت حاصل ہوتا اگر اُس حقیقت کی تعبیر کے لیے کوئی لفظ ہوتا — خدا مالاہمینی ربی والحمد لله علی ذلک و صلی اللہ علی حبیبہ محمد وآلہ اجمعین *

چوتھے — یہ کہ قرآن مجید اگرچہ خالق ال کائنات کا کلام ہی مگر جو کہ وہ بطریق اعجاز انسان کی زبان میں بولا گیا ہی اس لیے اُس کے معنی اور مراد لینے میں فصاحت اور بلاغت کے لحاظ سے رہی امور اُس کے لوازم میں شمار کئے جاویں گے جو ایک اعلیٰ درجہ کی زبان عرب میں معتبر ہوں نہ اُز کچھ — پس جس طرح کہ نصیح و یلیغ انسان آپس میں بول چال کرتے ہیں اور جو طرز اُنکی بول چال کا ہوتا ہی اسیکا نہاد قرآن مجید میں بھی ہمیشہ رکھنا چاہیئے *

ان اصول اربع کے سمجھنے کے بعد ہم کو یہ دیکھنا چاہیئے کہ عربی زبان میں صمد کا لفظ کن کن معنوں میں آیا ہی اور اُن ہوز عرب کس چیز کو اس اسم کے معنی سمجھتے تھے *

میں سے ایک کام ضرور کرنا پڑیگا یا اُس مشاہدہ کو غلط مانتا ہوگا یا تعریف بالاء اسلام کو غلط تسلیم کرتا ہوگا مگر میری دانست میں نہ قرآن اور نہ کوئی حدیث صحیح اُس کے برخلاف ہی جس کا ہم مفصل بیان کرتے ہیں *

مگر اُس کے بیان کرنے سے پہلے چند باتیں بیان کرنی ضرور ہیں کیونکہ وہی ہمارے اصول ہیں جن پر ہمارا بیان مبنی ہوگا *
اول — یہ کہ ہم اس بات کو تسلیم نہیں کرتے کہ ہمارا بیان اس لیے غلط ہی کہ مفسرین نے اُس کے برخلاف بیان کیا ہی کیونکہ ہمارے نزدیک مفسرین نے قرآن مجید کی تفسیر اُنہی اصولوں پر کی ہی جو حکماء یونان نے مقرر کیئے تھے اور جن کی غلطی ہم کو مشاہدہ سے ثابت ہوئی ہی *

دوسرے — یہ کہ الفاظ قرآن مجید کے وہی معنی لینگے جو اُن ہوز اہل عرب اُن کے معنی حقیقی یا مجازی موافق اپنی بول چال کے سمجھتے تھے نہ وہ معنی کہ کسی نام کے عالموں نے بموجب اپنی اصطلاح کے قرار دیئے ہیں کیونکہ خود خدا نے فرمایا ہی کہ ”وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ“ *

تیسرے — یہ کہ قرآن مجید بلسان قوم عرب نازل ہوا ہی زبان اہل عرب بلکہ تمام دنیا کی قوموں کی زبان اُنہی الفاظ پر محدود ہی جن سے وہ اپنے مافی الضمیر کو تعبیر کرتے ہیں اور انسان کے خیال میں یا دل میں بھی وہی چیزیں آسکتی ہیں جنکو وہ حواس خمسہ ظاہری و باطنی سے جان سکتا ہی پس جس چیز کو یا اُسکی مثال کو ہم نے نہ کہی دیکھا ہو نہ چہوا ہو نہ چکھا ہو نہ سونگھا ہو اور نہ ہمارے کان کی قوت سامع نے اُسکا حس کیا اور نہ ہمارے خیال میں آئی ہو اُس کا بیان کسی زبان کے الفاظ سے نہیں ہو سکتا اُسکے بیان سے انسان جبکہ وہ کسی قوم کی زبان میں تکلم کرے یقیناً عاجز ہی اور خداوند پاک بھی ایسے لفظ کو استعمال نہیں فرما سکتا جس کے سمجھنے سے وہ ہی قوم عاجز ہو جسکے سمجھانے کے لیے وہ لفظ بولا گیا ہو خدا کی ماہیت ذات ہم کسی لفظ سے بیان نہیں کر سکتے اور نہ خدا ہم کو اپنی ماہیت ذات عربی زبان کے یا اُز کسی زبان کے لفظوں میں بتا سکتا ہی کیونکہ کسی زبان میں کوئی لفظ اُس کی اصلیت پر مطابقت کرنے کے لیے نہیں ہی *

اسی طرح جتنی چیزیں ایسی ہیں کہ وہ نہ ہمارے دل میں آسکتی ہیں نہ ہمارے خیال میں اُن کی تعبیر کے لیے کوئی لفظ کسی زبان میں نہیں ہوتا اور جبکہ کوئی شخص اور وہ بھی جو اُن چیزوں کو جانتا ہی کسی قوم کی زبان میں اُنکو نہیں بیان کر سکتا تو ایسا طرز

نیلی نیلی چیز کی وسعت میں پرتوں کو آتا ہوا دیکھتے ہیں جسکا نام ہمکو خدا نے سماہ بتایا ہے *

پھر سورۃ روم آیت ۴۷ میں فرمایا ہے ”اللہ الذی یرسل الریح لتبثیر صلابا فیسطہ فی السماہ یعنی اللہ وہ ہے جو چلاتا ہے ہواؤں کو پھر اُٹھاتی ہیں بادلوں کو پھر پھیلاتا ہے اُس کو آسمان میں“ پس ہم دیکھتے ہیں کہ اسی نیلی نیلی چیز میں ہوا چلتی ہے اور اس میں بادل اُٹھتے ہیں اور اسی میں پھیلتے ہیں اور اسی نیلی نیلی چیز کا نام خدا نے ہمکو سماہ بتلایا ہے *

پھر سورۃ سبا آیت ۹ میں فرمایا ہے ”انہم یدروا الی ما بین یدیم و ما خلفہم من السماہ و الارض ان نشاء نضسف بہم الارض او نسقا علیہم کسفا من السماہ“ یعنی کیا اُنہوں نے اُس چیز کو نہیں دیکھا جو اُنکے آگے ہے اور جو اُن کے پیچھے ہے آسمان اور زمین سے اگر ہم چاہیں تو اُنکو زمین میں دھنسا دیں یا اُنپر آسمان سے ٹکڑا ڈالیں“ پس ہمارے چاروں طرف یہی نیلی چیز ہے جو ہمکو دھلائی دیتی ہے اور جس طرح کہ ہمکو زمین میں دھنس جانے کا خیال آتا ہے اسی طرح اس نیلی نیلی چیز کے اوپر سے قوت ہونے کا خیال ہوتا ہے اور اسی نیلی چیز کا نام خدا نے سماہ بتایا ہے *

پھر سورۃ ق آیت ۶ میں فرماتا ہے ”انہم ینظروا الی السماہ فراقہم یعنی کیا نہیں دیکھا اُنہوں نے آسمان کو اپنے اوپر“ پس یہی نیلی چیز ہمکو اوپر دیکھائی دیتی ہے اور اسی کا نام خدا تعالیٰ نے ہمکو سماہ بتلایا ہے *

پھر سورۃ حج آیت ۶۴ میں فرمایا ہے ”و یمسک السماہ ان تقع علی الارض یعنی تھام رکھتا ہے آسمان کو زمین پر گرنے سے“ پس وہ کیا چیز ہے جو ہمکو زمین پر گرنے سے تھام رکھی ہوئی معلوم ہوتی ہے یہی نیلی نیلی چیز ہے جسکا نام خدا نے ہمکو آسمان بتلایا ہے *

پس لفظ سماہ جو قرآن مجید میں آیا ہے وہ تو اُسی چیز کو برا کیا ہے جس کو اہل عرب سماہ سمجھتے تھے — ہمارے حقیق جب چاہتے ہیں کہ سماہ کے معنی کچھ اور بدل دیں تو وہ نہایت خفگی سے فرماتے ہیں کہ ”یہہ نیلی جھٹ جھڑی اور ہن من بیت العکبروت مثک ہوا و دغای کے کیا سماہ منصرفہ قرآن یہی ہے اور اسی کی نسبت قرآن میں وارد ہوا ہے ”انتم اھد خلقا ام السماہ بناھا رفع سکھا“ و السماہ بنینا ہا باید — وہ یہی آسمان ہے جس کی نسبت فرمایا ہے ”لقد جعلنا فی السماہ ہرجا و زینا للماطرین“

قاموس میں جو لفظ زبان عرب کی کتاب ہے صرف اتنا لکھا ہے کہ ”السماء معروف“ یعنی آسمان وہ ہے جسکو سب جانتے ہیں پس اب ہم پوچھتے ہیں کہ وہ کیا چیز ہے جسکو سب آسمان جانتے تھے یا جانتے ہیں بجز اس نیلی یا سبز چیز کے جو ہمکو دکھائی دیتی ہے اور کسی چیز کو کوئی شخص (بشرطیکہ وہ مروری نہ ہو) نہ آسمان جانتا تھا اور نہ آسمان جانتا ہے یہی نیلی یا سبز چیز جو ہمکو دکھائی دیتی ہے سماہ کا مسمیٰ سمجھا جاتا ہے *

اس مقام پر میرے شرط و ذکر بے فائدہ لگائی کیونکہ اگلے بزرگوں اور عالموں کے نزدیک بھی سماہ کا مسمیٰ یہی نیلی یا سبز چیز تھی *

ایک بزرگ نے اپنی حاتم کی روایت پسند قاسم ابن بڑہ ہمارے سامنے پیش کی ہے کہ ”قال لیست السماء مربعہ لکنھا مقبوضۃ یراھا الناس خضرا“ یعنی آسمان مربع نہیں ہے مگر قبضہ بنا یا گیا ہے دیکھتے ہیں اُس کو لوگ سبز“ *

پھر دوسری روایت ثعلبی کی پسند ضحاک پیش کی ہے تفسیر کوفہ قاف میں ”انہ جبل مصیط بالارض من زمرہ خضرا خضرة السماء ملہ“ یعنی قاف پہاڑ ہے مصیط ساتھ زمین کے زمرہ سبز سے سبزی آسمان کی اُسی سے ہے *

پھر تیسری روایت ابوالحیرزا کی پسند ابن عباس پیش کی ہے کہ ”قال ابن عباس قاف جبل من زمرۃ خضراء مصیط بالعام فتنضرة السماء ملہا“ یعنی قاف ایک پہاڑ ہے زمرہ سبز کا مصیط ہے ساتھ عالم کے پس سبزی آسمان کی اُسی سے ہے *

اگرچہ ہم ان روایتوں کو نہیں مانتے اور ضعیف بلکہ موضوع سمجھتے ہیں مگر اتنی بات ان سے ضرور پائی جاتی ہے کہ اگلے زمانہ کے لوگ لفظ سماہ کا مسمیٰ اسی چیز کو جو نیلی نیلی یا سبز سبز دکھائی دیتی ہے سمجھتے تھے *

خدا تعالیٰ نے بھی آسمان کے ہمکو یہی معنی بتائے ہیں بلکہ اس طرح بتاتا ہے کہ یہہ آسمان ہے اسکو دیکھو *

سورۃ ہک آیت ۱ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ”انہ ینظرون الی الابل کیف خلقت والی السماہ کیف رفعت“ یعنی پھر کیوں نہیں دیکھتے اور نہ کہ کیسا بنا یا گیا ہے اور آسمان کو کہ کس طرح اونچا کیا گیا ہے“ پس خدا اسی چیز کے دیکھنے کو جو اونچی اور نیلی ہمکو دکھائی دیتی ہے فرماتا ہے اور اسی کا نام سماہ لیتا ہے *

پھر سورۃ نحل آیت ۸۱ میں فرمایا ہے ”الم یروا الی الطیر مستقرات فی جو السماء یعنی کیا نہیں دیکھتے اڑنے والے جانوروں کو کہ فرمانبردار کیٹے کئے ہیں آسمان کی وسعت میں“ پس ہم اسی

جناب مولوی محمد علی صاحب نے اپنے رسالہ میں جو ہم گمراہوں کی ہدایت کے لیئے لکھا ہے ارقام فرمایا ہے کہ ”ہمارا اعتقاد نسبت آسمانوں کے یہ ہے کہ وہ ایسی چیزیں ہیں کہ خدا نے اُن کو بنایا ہے اور ہمارے اوپر ہیں اور خلقت اُن کی ہماری خلقت سے محکم تو اور شدید اور وہ بے ستون محض قدرت کاملہ سے مرتفع ہیں اور شمس و قمر و نجوم کے مغایر ہیں اور شمس و قمر و نجوم اُنہیں ہیں اور قابل انشقاق اور انفطار ہیں چہرہ لکھتے ہیں کہ ہم اس اعتقاد کے منکر کر منکر آیات قرآن سمجھتے ہیں“ *

کسی کو منکر آیات کہہ دینا تو بہت آسان بات ہے ہر شخص ایک آیت کے کوئی معنی اپنے نزدیک ٹھہرا کر دوسرے کو کہہ سکتا ہے کہ اس معنی کے ثبوت ماننے والے کو ہم منکر آیات قرآن سمجھتے ہیں جیسے مثلاً مفسرین کے دو فرقوں میں سے ایک اس بات کا قائل ہے کہ آسمان سقف مسطح ہے اور اُس کے ستون کواکب پر کھڑے ہوئے ہیں اور دوسرا اس بات کا قائل ہے کہ آسمان مثل مرغی کے انقاع کے گول ہے پس اس صورت میں جو فرقہ اس کے مسطح ہونے کا قائل ہے وہ کہہ سکتا ہے کہ جو شخص آسمان کو مثل انقاع کے اعتقاد کرے وہ منکر قرآن ہے اور جو اس کو انقاع کے مثل کہتے ہیں وہ کہہ سکتے ہیں کہ جو شخص آسمان کو مسطح کہے وہ منکر قرآن ہے حالانکہ یہ دونوں مضامین فرقے اب تک مسلمان مفسروں میں شمار ہوتے ہیں اور اُن کے مذاہب بطور تحقیق و اختلاف آزاد بڑی بڑی تفسیروں میں نقل کیئے جاتے ہیں پس مولوی محمد علی صاحب کے قواعد کے موافق ان میں سے بھی ایک تو ضرور منکر قرآن ہوگا مگر اس سے کسی کا کچھہ نائدہ نہیں بلکہ اپنا ہی کچھہ نقصان ہے *

مگر جو کچھہ مولوی صاحب نے فرمایا اگرچہ وہ کسیقدر ترمیم کے قابل ہے مگر ہم کو اُس سے انکار بھی نہیں بیشک آسمان ایسی چیزیں ہیں کہ خدا نے اُن کو بنایا ہے اُن پر کیا موقوف ہے تمام چیزوں کا یہاں تک کہ جناب مولوی صاحب کا بھی بنانے والا خدا ہی ہے دوسرا کوئی نہیں ہے شک وہ ہمارے اوپر ہیں مگر یہاں ذرا غلطی ہے کیونکہ وہ ہمارے پاؤں تلے بھی ہیں بے شک وہ ہماری خلقت سے محکم تو اور شدید ہیں لیکن اگر لفظ محکم اور شدید سے یہ سمجھا جاوے کہ جیسے کچھ مٹی کی دیوار اور ایک ریختہ کی یا اردعات کی دیوار یا جیسے ایک مٹی بڑی ہوئی چوہ اور ریختہ کی ذات لگی ہوئی تو اس سے ہم کو معاف رکھیں کیونکہ ہمارے نزدیک قرآن مجید کے اُن لفظوں کا یہ مطلب نہیں ہے — بے شک وہ بے ستون محض قدرت کاملہ سے مرتفع ہیں یہاں صرف اتنی بات ہے کہ جناب مولوی صاحب کو یہ نہیں معلوم ہوا کہ وہ قدرت کاملہ

و حفظاھا من کل شیطان رجیم * الازیما السماء الدنيا یزینة الکواکب وحفظاھا من کل شیطان مارد لا یسمعون الی الاملاہ الاملی * و من ایتا کہ ان تقرم السماء و الارض بامور * کیا یہ منجمد اُن کئی کے ہی جس کی نسبت قرآن میں ہے یوم تطوی السماء کطی السجل للکتب * کیا اسی کی نسبت ہے کہ السماء ان تقع علی الارض * و یوم تشق السماء بالقیام * یوم تمور السماء صرورا * یوم ذاتی السماء بدخان میں * اسی کی نسبت فرمایا ہے تبارک الذی جعل فی السماء پروجا و جعل فیہا سراجا و قمران منیرا یہی ہے جس کی نسبت قرآن میں ہے و انشق السماء فبی یوم مثلاً و اعری و الملک علی ارجائها * یوم تکون السماء کالہل * یوما یجعل الوالدان شیبا السماء منقطریہ * اذا السماء فرجت * و فتفتت السماء نکات ابروا * اذا السماء کشطی * اذا السماء انفطرت * اذا السماء انشقت * و السماء ذات البروج * و السماء ذات الارجح *

مگر ہم ادب سے کہتے ہیں کہ حضرت خفا ہونے کی کوئی بات نہیں ہے فرمایا تو اسی کی نسبت ہے کیونکہ یہ سب باتیں بقول آپ کے سما کی نسبت ہیں اور اسی نیلی نیلی سبز سبز چیز کو اہل عرب سما جاتے تھے پھر یہ ہم پر غفگی کیا ہے اگر خفا ہوتا ہے تو خدا پر خفا ہو جیئے کہ اُس نے اس نیلی چھت چنبری اڑھن من بیت العنکبوت پر کیوں ان صفتوں کا اطلاق کیا جو اُس پر صادق نہیں آتیں یا اسی چیز کو ایسا مانیئے جس پر یہ صفتیں صادق آجاریں یا ہمارے ساتھ ہو جیئے اور ایسے معنی اختیار کیجیئے کہ خدا پر بے نعرہ ہالہ لذب کا الزام آئے *

یا وفا یا خبر وصل تو با مرگ رقیب

بازی چرخ ازیں یک دو سے کارے بکند

ایک ہمارے شفیق نے نہایت خوشی سے ہم کو الزام دیا ہے کہ تم کہتے ہو کہ ”لا وجود للسماء جسمانیاً“ اور اگر یہی سلف چنبری مصداق آیات ہو تو اُس کا ہی تو جسم ہے پھر خرد تمہارے اقرار سے تمہارا قول غلط ثابت ہو گیا *

یلا شبہ یہ الزام ہم پر بہت بڑا الزام ہے جس کو ہم بھی تسلیم کرتے ہیں مگر جناب آسمانوں کی ایسی جسمانیات ماننے میں ہم کو کچھہ عذر نہیں ہے تو اُس جسمانیات کے منکر ہیں جس کو حکماء یونان نے قرار دیا ہے اور جس کی تقلید علماء اسلام نے کی ہے گو کہ پسپ کسی خاص وجہ کے اُن کی ایک آدہ بات سے اختلاف بھی کیا ہے *

لفظ بادل بمعنی ابر ہر بولا گیا ہی مگر ہمارے شفیق فرماتے ہیں کہ ہم قرآن کے معنی بدل دینگے اور کہینگے کہ اس سے من جانب السماء مراد ہی مگر میں نہیں سمجھتا کہ سورۃ ہود کی ۵۲ آیت کی تفسیر کیا فرما دینگے جہاں خدا نے فرمایا ہی ”یرسل السماء علیکم مدرارا یعنی بھیج دینگا آسمان کو یعنی ابر کو تم پر دینے والا“ پھر ۲۶ آیت میں فرمایا ہی و قیل یا ارض ایلہی مادک و یا سماء ایلہی یعنی اور کہا گیا اے زمین نکل جا اپنا پانی اور اے آسمان یعنی ابر توں جا — تفسیر کیجیو میں لکھا ہی اقلع السماء بعدا مہارت اذا امسکت یعنی عرب کے متاورہ میں کہا جاتا ہی اقلع السماء چونکہ عرب کو تھم جاتا ہی پس اب کون شخص اسباب پر دھوکہ کرسکتا ہی کہ قرآن مجید میں سماء کے لفظ کا ابر و بادل پر ہی اطلاق ہوا ہی *

تیسرے جس چیز میں کواکب پھرتے ہیں اُس پر لفظ فلک کا بھی اطلاق آیا ہی سورۃ انبیاء آیت ۳۳ میں خدا فرماتا ہی ”وہوالذی خلق اللیل والنہار والشمس والقمر کل فی ملک یسبحون یعنی اور وہ ہی جس نے پیدا کیا رات کو اور دن کو اور سورج کو اور چاند کو اور کواکب بیخ آسمان کے تیرتے ہیں“ *

پھر سورۃ یس آیت ۴۰ میں فرمایا ”لا اشمس بالظہر لہا ان تدرك الفجر ولا الیل سابق النہار و دل فی ملک یسبحون یعنی سورج کے لئے لائق نہیں ہی کہ چاند کو پکڑے اور نہ رات پہلے ہوسکتی ہی دن سے اور سب ستارے آسمان میں چلتے ہیں“ اور اہل علم تو آسمان کی جگہ فلک ہی کا لفظ بولتے ہیں جیسے ملک قمر وغیرہ اور فلک کسی ایسے مجسم کو نہیں کہتے جیسے یونانیوں کا آسمان *

چوتھے سموات کی جگہ طرائق کا لفظ بھی خدا تعالیٰ نے فرمایا ہی پس اس دوسرے لفظوں سے ہمارا یہ مطلب نہیں کہ سماء اور ملک اور سموات اور طرائق مراد ہیں بلکہ صرف استدلال اس قدر کہ سماء و سموات کی جگہ ان لفظوں کے بولنے سے پایا جاتا ہی کہ آسمان کا ایسا جسم جیسا کہ یونانیوں اور اُن کی تقلید سے علماء اسلام نے تسلیم کیا ہی و سا جسم اُنہا نہیں ہی *

جناب مولوی محمد علی صاحب نے یا تو ہمارا مطلب نہیں سمجھا یا ہمارا بیان ایسا قاصر ہی کہ عاموں کی سمجھ میں نہیں آتا وہ فرماتے ہیں کہ ستارے حرکت کرنے والے اجسام ہیں پس ضرور ہی کہ مدار اُنکا طویل و عرض و عمق ہو * * * جب بہت اسرار مہر چمکا تو بعد مدار حرکت سوار گان اُن لوگوں کی رائے ہو جنکے نزدیک خدا متعال ہی ہلک و شہرہ جسم ہی ہرکا خواہ جسم لطیف متک پانی و ہوا کے ہو خواہ خفیف شفاف ایسا جو مانع

کس ذریعہ سے ظاہر ہوئی ہی مگر ہمکو معلوم ہو گیا ہی کہ عالم اسباب میں وہ قدرت اُس قوت کے ذریعہ سے ظاہر ہوئی ہی جسکو ہم جذب کہتے ہیں — اور مولوی صاحب کے کلام میں شاید لفظ ”مرفوع ہیں“ کی جگہ یوں ہوتا چاہیئے کہ ہر ایک کی نسبت مرفوع دکھائی دیتے ہیں — اس سے بھی ہمکو کچھ انکار نہیں کہ وہ شمس و قمر و نجوم کے مغیر ہیں مگر اتنا کہتے ہیں کہ اُن پر بھی درجہ اُنکے مرفوع ہونے کے اطلاق ہوسکتا ہی مگر یہ کہ جو مولوی صاحب نے فرمایا کہ شمس و قمر و نجوم اُن میں ہیں یہ کہ گول گول بات ہی اگر اس سے پہلے مراد ہی کہ شمس و قمر و نجوم اُن میں اس طرح ہیں جیسے پانی میں مچھلی یا ہوا میں پتھر تو قرہ ہم بدل تسلیم کرتے ہیں اور اگر اُنکے اُن میں ہونے سے اس طرح کا ہونا مراد ہی جیسے تختہ میں نیک یا انگریزی میں لکینہ تو ہم اُسکو تسلیم نہیں کرتے کیونکہ ہمارے نزدیک خدا کے کلام کا یہ مطلب نہیں ہی — پھر جناب ممدوح ارقام فرماتے ہیں کہ وہ قابل انشقاق و انفطار کے ہیں — ان لفظوں میں جو مولوی صاحب نے فرمائے ہیں قرآن مجید کی بطوری مطابقت نہیں ہوتی اگر یوں فرماتے کہ اُنہر انشقاق اور انفطار کا اطلاق ہوتا ہی یا ہوسکتا ہی تو بالکل صاف ہو جاتا مگر عیو بلحاظ ادب جناب مولوی صاحب کے ہم اُسکو تسلیم کر لینگے *

اب ہم کو یقین ہی کہ جناب مولوی صاحب ہم سے غرض ہرگز نہیں اور اب ہمکو اور ہمارے مسلمان دوستوں کو بے فائدہ ملحد و مرتد اور منکر قرآن اور بیحدین فرما دینگے کیونکہ ہمارا اس میں کچھ نقصان نہیں اور مفت میں جناب مولوی صاحب کی زبان گندی ہوتی ہی مگر ایک جگہ مولوی صاحب نے ہم لوگوں کی بات کو معذرت پر لکھا ہی پس اُنکا ہم نہایت شکر کرتے ہیں کہ اُنہوں نے ہمکو تکلیف شریعہ سے بڑی کیا ہی مگر پھر نہ معلوم کہ کیوں ملحد و مرتد و بیحدین قرار دیتے ہیں مگر باتیں تو مولوی صاحب کی بھی ایسی ہیں کہ ایک کو دوسری سے مناسبت نہیں خدا رحم کرے *

اب یہ بات بطوری ظاہر ہوگئی کہ قرآن مجید میں سماء کے لفظ کا اطلاق بمعنی آسمان اسی ذیلی چٹری جگہ پر آیا ہی خواہ وہ ارض من بیض العکبروت ہو خواہ اشد من مقف العدید *

دوسرے معنوں میں سماء کا اطلاق قرآن مجید میں پاداروں پر آیا ہی جیسے جگہ قرآن مجید میں خدا نے فرمایا ہی کہ ازل من السماء ماد یعنی او قارا آسمان سے یعنی بادل سے پانی اور کچھ شک نہیں کہ بادل سے پہلے ہوتا ہی اور اس جگہ سماء کا

اُس آسمان پر جو رہتے ہیں وہ اُترینگے اور وہ تمام دنیا کے سکن سے زیادہ ہونگے پھر اسی طرح ایک ایک آسمان پھٹتا جاوے گا اور کروی اور فرشتگان حملۃ العرش اُترینگے اور پھر سب سے اخیر خدا تعالیٰ رب العرش العظیم اُترینگے کیونکہ وہ گو سب سے اوپر تھے جب سب آسمان پھٹ لیتے تب جناب باری کو اُترنے کا رستہ ملا نعوذ باللہ من ہذا الابطال - اگر درحقیقت مذہب اسلام یہی ہو تو اُس سے دیر اور پڑی کے قصے ہزار درجہ بہتر ہیں جناب مولوی صاحب قبلہ آپ جو ان لغویات کی تائید کرتے ہیں یہ اسلام کی غیر خواہی نہیں بلکہ کمال بدخواہی ہی اور جہرٹی باتوں سے اسلام کا بدنام کرنا ہی اور اُسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ جوں جوں ترقی حکمت شہودیت اور علوم یقینیت کی ہر کی لوگ اسلام سے پھرتے جاوے گے اور اسلام کو آپ لوگوں کی بدولت لغو سمجھیں گے اور اُس سب کا گناہ مولوی صاحبوں کی گردن پر ہوگا اسلام کی دوستی یہ ہے کہ نہ شہاک کی رعایت کیجیئے نہ مقاتل کی صرف اسلام پر عاشق رہیئے اور جس قدر غلط روایتیں اور غلط رائیں اسلام میں مل گئی ہیں جو درحقیقت اسلام کی نہیں ہیں اُن کو اس طرح نکال ڈالیئے جیسے کہ درہم سے سہی اور اسلام کی روشنی دہریہ و لامذہب و حکیم پیور حکمت قدیم و پیور حکمت جدید سب کو اسی طرح بڑے دھڑیلے کہ سب دنگ ہو جاویں قلم ہاتھ میں لیکر بے سرو باتوں سے کافز کو سہا کر دینا اور تفسیر القرآن ہمالہ پر ضی قائمہ کر کے لوگوں کو کافر و ملحد و مرتد کہنا کچھ دینداری کی بات نہیں ہی البتہ جاہلوں میں بیٹھ کر شہی کرنے کو اور بڑے چکے دیندار کہلانے کو تو بہت عمدہ ہی ہم کیوں پیوری کریں اُن امام کے قول کی جن کا قول خلاف واقع ثابت ہوا ہی اور کیوں پیوری کریں اُس تفسیر کی جس سے تمام قرآن تعذب بالہ غلط اور خلاف واقع معلوم ہوتا ہی ہم کسی مفسر اور کسی عالم پر ایمان نہیں لائے جو اُن کی بات کی پیچ کریں ہم تو خدا پر اور اُس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور اُس کے کلام پر ایمان لائے ہیں اور اُس کے عاشق ہیں پس جو شخص یا جو قول ایسا ہی جس سے اُن میں نقص لازم آتا ہی ہم تو اُس کے دشمن ہیں پس نہایت مناسب ہی کہ آپ ہمارے دشمن ہو جائیئے مگر اتنا سمجھ لیجیئے کہ دوست کے دشمن ہوتے ہر اور بڑے بات ہو کوئی جانتا ہی کہ دوست کا دشمن کون ہوتا ہی *

پانچویں - سماء کا اطلاق ہی مرتفع پر ہی آتا ہی ہم نے اپنے اس قول کی تائید میں امام فخر الدین رازی کا قول نقل کیا تھا کہ السماء عبارة عن کل ما ارتفع اور جناب مولوی محمد علی صاحب نے یہ قول امام صاحب کا بھی نقل فرمایا ہی کہ ان السماء اسماء

سیر نہو اور جو لوگ خلا کے امکان کے قائل ہیں اُس کے نزدیک ممکن ہی کہ ہند مجرد ہو یا ہند مجسم *

خدا مولوی صاحب کا بولا کرے ہم تو اسی مدار کو جسکا ابھی ذکر کیا سماء وسیع سموات مانتے ہیں اور صرف یونانی حکیموں کے آسمان مجسم سے انکار کرتے ہیں کہ ایسے مدار سے جسکا جناب مولوی صاحب نے ذکر کیا اور اُس بات کا کچھ خیال بھی نہیں کرتے کہ خلا معال ہی یا ممکن کیونکہ اُس کے معال یا ممکن ہونے پر اب تک کوئی دلیل قطعی معلوم نہیں ہوئی ہی بلکہ بعض امکان خلا بھی ہم اُس مدار کو متعلق بلکہ ذی ابعاد ثلثہ تسلیم کرینگے صرف ہم میں اور جناب مولوی صاحب میں اتنا فرق ہی کہ شاید جناب مدوح خلا کو غیر متعلق مانتے ہیں اگر وہ ممکن ہو مگر ہم خلا کو بھی متعلق مانتے ہیں اور خدا کو سب چیز کا یہاں تک کہ خلا کا بھی خالق جانتے ہیں *

تعجب ہی کہ ہم برابر اور اپنی ہر ایک تحریر کے شروع میں کہتے آتے ہیں کہ ہم اُس جسمانی آسمانوں کے منکر ہیں جو یونانی حکیموں نے تسلیم کی ہی اور جسکو امام اسلام نے یونانیوں کی تقلید کر کے کو ہتہ تبدیل قلیل تسلیم کیا ہی اور جزو مذہب قرار دیا ہی *

ہم امام اسلام کی اُن لغو باتوں سے انکار کرتے ہیں جنہوں اُنہوں نے یونانیوں کی تقلید سے اور موضوع روایتیں سنکر آسمان کو اجسام مانا ہی جو ہم میں اور اُن کی متعلق میں آر ہی اور لوہے سے بھی زیادہ سخت ہی دیکھو تفسیر کبیر میں یوم تشق السموات والامام کی تفسیر میں کیا لغو روایتیں لکھی ہیں ایک روایت لکھی ہی کہ انبیاء کے وقت میں کونے کتروں میں سے فرشتے نازل ہوا کرتے تھے آسمان بدستور جڑے رہتے تھے مگر جب آسمان پھٹ جاوے تو زمین میں اور فرشتوں میں کوئی حائل نہیں رہنے کا پس فرشتے زمین پر اُتر آوینگے *

دوسرا قول لکھا ہی کہ آسمان کے اوپر تو فرشتے رہتے ہیں مگر جب وہ پھٹ جاوے گا تو خواہ نخواستہ اُن کو نیچے اُترنا پڑیگا بقول شخصہ کہ جب ادا ہی نہیگا تو بیٹھینگے کالے پر پھر حضرت ابن عباس کی طرف روایت کو منسوب کیا ہی اور ساتوں آسمانوں کا پھٹنا اور رہاں کے فرشتوں کا زمین پر آنا بیان کیا ہی پھر اس نکر میں بڑے ہیں کہ زمین پر سب وہ سمائینگے کیونکہ پھر اُس کے لیئے ایک روایت کھڑی ہی *

پھر حضرت مقاتل کی نسبت ایک روایت کھڑی ہی اور اُس میں تو قیامت ہی کھڑی ہی اُس میں لکھا ہی کہ اول دنیا کا آسمان پھٹے گا اور

اِشتمار

کتب مفصلہ ذیل واسطے فروخت کے ہمارے
پاس موجود ہیں اور محصول ڈاک کا علاوہ
اس قیمت کے جس صاحب کو خریدنی
منظور ہوں وہ خرید فرماویں

وہ کتابیں جن کی قیمت مدرسۃ العلوم مسلمانان کی
کمیٹی میں جمع ہوگی *

کتاب جان قیوں ہوتے متضمن حمایت اسلام بڑبان
انگریزی قیمت فی جلد ...

کتاب حمایت اسلام ترجمہ کتاب گانفری ہیگنس
متضمن جواب اعتراضات عیسائیوں بڑبان اردو
قیمت فی جلد ...

کتاب خطبات احمدیہ مولفہ سید احمد خاں
بڑبان انگریزی قیمت فی جلد ...

اگر کوئی غریب مسلمان انگریزی خواں خطبات
احمدیہ کو 'خاص اپنے پوئلے کے لئے چاہے تو
اُس کو نصف قیمت پر ملجائیگی *

کتاب مباحثہ مذہبی ہادی فخر صاحب و ڈاکٹر
وزیر خاں و مولوی رحمت اللہ صاحب بڑبان
اردو قیمت فی جلد ...

جواب کتاب ڈاکٹر ہنتر صاحب مولفہ سید احمد
خاں انگریزی مع ترجمہ اردو قیمت فی جلد ...

حصہ اول تاریخ ہندوستان زمانہ ہندوان مولفہ
منشی محمد ذکاء اللہ صاحب بڑبان اردو قیمت
فی جلد ...

وہ کتابیں جن کی قیمت کمیٹی خواستگار ترقی
تعلیم مسلمانان میں جمع ہوگی *

کتاب رپورٹ سلیکٹ کمیٹی اردو و انگریزی معہ
خلاصہ رسالہ ہائے موصوفہ کمیٹی قیمت فی جلد ...

وہ کتابیں جنکی قیمت دوسری کمیٹی مسلمانان
میں جمع ہوگی

جواب کتاب ڈاکٹر ہنتر صاحب مولفہ سید احمد
خاں بڑبان انگریزی قیمت فی جلد ...

اسباب بغاوت ہندوستان مولفہ سید احمد خاں
بڑبان انگریزی قیمت فی جلد ...

تہذیب الاخلاق من ابتداء شوال سنہ ۱۲۸۶
ہجری لغایت سنہ ۱۲۸۸ ہجری قیمت ...

تہذیب الاخلاق بابت سنہ ۱۲۸۹ ہجری قیمت ...

مستخط سید احمد خاں سکرٹری
کمیٹی ہائے مذکورہ

سماء سمواتنا فکل ماسماک فہو سماء فانزل الہام من السموات اقدس
من السماء یعنی آسمان کا نام سماء اسی سبب سے رکھا گیا ہے کہ وہ
بلند ہے پس جو چیز کہ تجھ سے بلند ہے وہ آسمان ہے پس جب
ذائل ہوا مینہ پادل سے تو ہوا سماء سے *

مگر جناب مولوی صاحب ممدوح فرماتے ہیں کہ امام فخرالدین
رازی علماء لغت میں سے نہیں ہیں اُن کا قول بیان معانی لغت اور
دیگر علوم عربیہ میں معتد نہیں *

پھر ارقام فرماتے ہیں کہ امام رازی نے یہ بات بطریق قیاس
فی اللغة کے فرمائی اور چونکہ قیاس فی اللغة مقبول نہیں ہے پس یہ
قول بھی اُن کا مقبول نہیں ہو سکتا *

خیر ہم کو اس سے تو پتہ نہیں ہے کہ امام فخرالدین رازی کو
علوم عربیہ کی لیاقت تھی یا نہیں اگر لیاقت تھی تو یہی دل ما عاہ
اور اگر نہ تھی تو جو کچھ مولوی صاحب نے اُن کے حق میں فرمایا
ہماری طرف سے یہی بیش پاد مگر اس قدر تو شاید جناب مولوی
صاحب بھی تسلیم فرماتے ہونگے کہ بطور استعارہ کے مرتفع چیزوں پر
سماء کا اطلاق ہو سکتا ہے پس اس قدر ہم یہی کہتے ہیں کہ اُنہو
چیز سماء کا اطلاق ہو سکتا ہے *

یہ ہم کہہ رہے ہیں کہ ہر جگہ سماء اور سموات کے معنی
اوپر کے یا اوپر کی چیزوں کے اور ہم تو خود سماء کا اطلاق متعدد چیزوں
پر اُس لئے ثابت کرتے ہیں کہ اُن میں سے جوں سی چیز مقتضائے
مقام ہو اور سیاق و سباق عبارت سے پائی جاوے وہ مراد لیجاوے
کہ کہ یونانیوں کی تقلید سے ہر جگہ وہی فرضی غیر واقعی جسم
مراد لیا جاوے جو محض غلط و خلاف واقع ہے *

ہم کہہ رہے مولوی محمد علی صاحب کا اور نہ اور کسی تحریر کا
جواب لکھنا مقصود ہے اس مقام پر اتفاقیہ چند باتیں تقریر کے لئے
میں آئیں پس ہنر اُن کی بہت سی بیجا اور غیر صحیح باتوں سے
جو تعرض نہیں کیا تو یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ اُن کو تسلیم کیا
ہے بلکہ یہ سمجھنا چاہیئے کہ بیغائیدہ اوقات شایع کرنے سے کیا
قائدہ ہے *

اب ہم آئندہ بیان کریں گے جو کچھ ہم نے بیان کیا کوئی آپس
قرآن مجید کی اُس کے برخلاف نہیں ہے *

(باقی آئندہ)

بمقام علیحدہ — مطبع علیحدہ انٹرنیشنل میں چھپا اور حافظ
محمد عبد الرزاق کے اہتمام سے شایع ہوا

THE MOHAMMEDAN SOCIAL REFORMER

تہذیب الاخلاق

جلد پنجم [۱۵ جمادی الاول سنہ ۱۲۹۱ ہجری سنہ ۱۳۰۵ نبوی] نمبر ۶

بسم اللہ الرحمن الرحیم

إطلاع

بخدمت ممبران و خریداران و ناظرین

تہذیب الاخلاق

اس پرچہ کی بابت جس صاحب کو کچھ خط و کتابت کرنی منظور ہو یا خریداری اس پرچہ کی مد نظر ہو یا کوئی مضمون اس پرچہ میں مندرج ہونے کے لیے بھیجنا ہو یا زر قیمت اخبار یا زر چندہ یا کچھ روپیہ بطور توثیق کے عنایت فرمانا ہو تو سید احمد خاں صاحب بہادر سی ایس آئی پاس بمقام پٹارس بھیجنا جاریہ غرض کہ تمام خط و کتابت بابت اس پرچہ کے انہی سے کی جائے کیونکہ یہ پرچہ علیحدہ میں چھپکر اُن کے پاس چلا جاتا ہے اور وہاں سے تقسیم ہوتا ہے اور تمام حساب کتاب اسکا سب اُن کے پاس رہتا ہے * اس پرچہ میں صرف مضامین مفیدہ جو مسلمانوں سے متعلق ہیں چھاپے ہوتے ہیں اور اس سبب سے اخبار امصار و دیار اس میں مندرج نہیں ہوتے — مقصود اس پرچہ کے اجرا سے یہ ہے کہ مسلمانوں کی حسن معاشرت اور تہذیب کی ترقی ہو اور جو غلط ارہام مذہبی اس ترقی کے مانع ہیں اور درحقیقت وہ مذہب اسلام کے برخلاف ہیں وہ بھی مٹائے جائیں *

إطلاع

تشریح قیمت و مصرف منافع

تہذیب الاخلاق

محسود روپیہ بابت اس پرچہ کے بطور چندہ خواہ بطور قیمت وصول ہو وہ کسی خاص شخص کی ملکیت نہوگا بلکہ اس پرچہ کے اجرا و ترقی میں صرف کیا جائیگا * جن دوستوں نے شریک ہوکر اس پرچہ کو جاری کیا ہے اور ساتھ روپیہ سالانہ اس پرچہ کے اجرا کے لیے بطور امداد دیتے ہیں وہ اس پرچہ کے متعلق معاملات میں بطور ممبر کے متصور ہیں اُن کو اختیار ہے کہ اگر چاہیں تو اُڑ کسی کو بھی بطور ممبر اپنے ساتھ شریک کریں اور جو شخص اس طرح پر شریک ہوگا اُس کو بھی ساتھ روپیہ سالانہ دینا ہوگا * یہ پرچہ ہر مہینے میں ایک بار یا دو بار یا تین بار جیسا کہ مقتضای مضامین ہوگا چھپا کر یگا خریداروں کو چار روپیہ سالانہ قیمت پیشگی دینی ہوگی اور اخراجات روانگی پرچہ سے اُن کو کچھ تعلق نہوگا * اگر کوئی شخص کوئی خاص پرچہ خریدنا چاہیگا اُس کو فی پرچہ چار آنہ سے اخراجات روانگی پرچہ دینا ہوگا *

مضمون نمبر ۱۸۲

مسلمانان یارقند

مسٹر رابرٹ شا صاحب یارقند اور اُس کے گروہ نواح کے ملکوں کا حال دریافت کرنے کو سنہ ۱۸۶۸ع میں اُس طرف گئے تھے اور اُنہوں نے اپنے سفر کا حال ایک کتاب میں لکھا ہے جو سنہ ۱۸۷۱ع میں لندن میں چھپی ہے۔ اُس کتاب سے اُس نواح کے مسلمانوں کا حال انتخاب کرکے ذیل میں لکھتے ہیں اور اس انتخاب کے لکھنے سے ہمارا مقصد اپنی قوم کو در باتوں سے متنبہ کرنا ہے ایک یہ کہ ہماری قوم جو ہندوستان میں رہتی ہے وہ سمجھے کہ اُسے کس قدر عادتیں ہندوؤں کی سیکھ لی ہیں اور کھانے اور پہنے اور غیر قوموں سے ملنے میں ایک خیالی وہم اور چھوٹ چسکی اصل نہ شرع میں ہے اور نہ اُن ملکوں کے رہنے والے مسلمانوں میں ہے اختیار کی ہے دوسرے اسباب پر افسوس دلاتا ہے کہ ہمارے قوم کے لوگ کیا ہندوستان کے رہنے والے اور کیا اُن ملکوں کے رہنے والے کیسے بے علم اور واقعات تاریخی سے جو دنیا میں گذرے ہیں کس قدر بیخبر اور اہمیت زنگ اور پیروہ کہانیوں پر یقین اور اعتبار کرنے والے ہیں جس سے اُن کی نادانی بے ملامی بھری ہوئی ہے *

انتخاب سفر نامہ رابرٹ شا صاحب

صاحب موصوف نے کانگڑہ سے اپنا سفر شروع کیا اور جب وہ شہر لہیہ میں پہنچے جو لداح سے آگے جانب شمال میں واقع ہے تو وہاں کے لوگوں کا حال اُنہوں نے اس طرح پر لکھا ہے :-
وہ لکھتے ہیں کہ جب میں لہیہ میں پہنچا تو میں نے تبت کے باشندوں کے چال چلن اور رسم و رواج کو فوراً تحقیق کرنے کا ارادہ کیا لیکن جب کہ میں پہلے پہل شہر کی سیر کو نکلا تو وہاں کے لوگوں کے حالات دریافت کرنے کا جو جوش تھا وہ سب جاتا رہا اور اُس کے عوض میں ایک دوسری بات کا شوق دل میں اُٹھا کیونکہ جو لوگ اُس ملک میں تھے یعنی تبتی اُن سے بالکل مختلف قسم کے لوگ تو کی بار بار میں چلتے پھرتے یا خاموش قطاروں میں بیٹھے ہوئے نظر آئے اُن کے سروں پر بڑے بڑے سفید عمامہ تھے لہٰذا ڈاڑھی اور چنچہ زمین تک انہیں سامنے سے کھلا ہوا نیچے صدفی پہنے تھے اور پاؤں میں کالے چمڑے کے موٹے موٹے برت تھے ان سب باتوں سے اُن کا ایک رعب داب معلوم ہوتا تھا اور اُن کا برتاؤ نہایت شستہ تھا جس سے لوگوں کے دل میں اُن کا ادب پیدا ہوا اُن میں ہندوستانیوں کی سی خردامد نہ تھی اور نہ تبتیوں کی سی ثقالی تھی اس سے معلوم ہوتا تھا کہ گریا ہندوؤں کے بیچ میں آدمی ہیں جب میں اُن سے ملتا تو اُنکا مزاج

بالکل خوف ناک نہ پایا جیسا کہ اُن کے ہوموطنوں کا سنتا تھا وہ لوگ ہمارے خیمہ میں آکر بیٹھتے اور ہنرمند مترجم کے دوستانہ بات چیت کرتے تھے اور نہایت مزے سے ہماری چاہ پور تک پھونک کر جرحہ کرکے پیتے تھے پر خلاف ہمارے ہندوستان کے ڈیڑک مسلمانوں کے جو اس قدر ہندو ہر گز نہیں کہ ایسا کرنے سے اُن کی ذات جاتی رہتی ہے ہمارے مہمان دراصل بہت اچھے لوگ تھے ہنسی مذاق سے عیش ہوتے اور جواب بھی مذاق کے ساتھ دیتے تھے آزادی کے ساتھ گفتگو کرتے مگر کبھی حد مناسب سے تجاوز نہیں کرتے تھے ان باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنی بھی عزت کرتے ہیں اور جس سے گفتگو کرتے ہیں اُس کی بھی قدر و سزا کرتے ہیں جب رخصت ہوتے تو مودب طور پر سلام کرکے رخصت ہوتے رنگب میں اہل یورپ سے کچھ کم نہیں ہیں لال ہونٹ اور گلاب کے رنگ کا چہرہ ہوتا ہے جب ہم پہلے پہل وہاں پہنچے تھے تو ایک شخص صمدہ پوشاک اور اونچی اڑی کا جوتہ پہنا ہوئے ہمارے پاس آیا اُس کی ڈاڑھی اور مچھروں کے بال بھورے تھے اور چہرہ بہت گرا اور صاف تھا اُس نے مجھ کو اس طرح سے دیکھا جیسے انگریز دیکھتے ہیں میں نے اُس کو انگریز سمجھ کر اُس سے بات کرنا چاہا تھا کہ اتنے میں وہ مرد کو میرے مسلمان نوکروں کے پاس جا بیٹھا معلوم ہوا کہ یارقند کا رہنے والا ایک حاجی تھا جب ہم روکشیں میں پہنچے تو وہاں کے مسلمانوں سے قرآن و مذہب کی نسبت بہت سی گفتگو ہوئی عیسائیوں کو وہ نصاریٰ کہتے ہیں اور مسلمانوں کی نسبت کچھ ہی کم سمجھتے ہیں کیونکہ عیسائی اہل کتاب ہیں اور اُنکے لیٹے توریت موسیٰ اور زبور داؤد اور انجیل عیسیٰ پہنچی گئی ہے اور اُن کے خاص پوجنہ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام درجہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے دوسرے ہیں ہندو اور اور بہت پرستوں کو ایسا نہیں سمجھتے اسی مقام پر محمد نذر سے جو یارقند کا ایلچی ہندوستان میں آیا تھا ملاقات ہوئی اُس نے اور اُس کے ہمراہیوں نے میرے ساتھ چاہ پی اور رخصت ہوئے *

جب مسٹر شا صاحب چنگ چیموں میں پہنچے تو وہاں پہلے بات دریافت ہوئی کہ گروہ نواح کے ملک میں جس قدر چاول ایک بکرے پر لے سکتے ہیں اُن کی قیمت میں آٹھ توارہ سونا یعنی بارہ پونٹ کی برابر ملتا ہے جس کے ایک سو بیس روپیہ چہرہ شاہی ہوتے ہیں اسی طرح سفر کرتے ہوئے مقام شہیداللہ پر پہنچے جہاں ایک چھوٹا سا قلعہ ہے اور شا صاحب کے آنے کی خبر سنکر شاہ یارقند نے چند سپاہی اور اسر ایک مہینہ پہلے سے وہاں متعین کر رکھے تھے وہ لوگ مسٹر شا صاحب سے نہایت درستانہ طور پر ملے

بڑھی کی وجہ سے تھی کہ اُن کی بڑی نے وفات پائی تھی اُن کے ماتم میں وہ سیاہ پوش تھے *

یار قند کے قریب سڑکوں اور پرانے پلوں کی مرمت کرائی گئی تھی اور نہروں اور چھوٹی چھوٹی ندیوں پر نئے پل بنائے گئے تھے صاحب لکھتے ہیں کہ صبح کو اس قدر اپنی قدر و منزلت کی ہرگز اُمید نہ تھی یار قند والوں نے میرے منشی دیوان بخش سے پوچھا تھا کہ جب کوئی معزز مسافر آتا ہے تو اُس کی آمد میں کیا اہتمام ہوا کرتا ہے منشی نے معمرانی طیاریاں سڑکوں کی مرمت وغیرہ جو یہاں ہوا کرتی ہیں بیان کی تھیں اس پر اُنہوں نے ایسی طیاریاں کہیں کہ پلوں کے پرانے شہتیر بھی بدلا دیئے تانہ شا صاحب کے ساتھ جو سوار آویں تو اُن کے گھوڑوں کی قاپوں کے صدمہ سے وہ پرانے شہتیر ٹوٹ نکلیں شا صاحب اس بات کا اقبال کرتے ہیں کہ سب طیاریاں جو اُن کے لیئے ہوئیں اور اس قدر اُن کی قدر و منزلت جو ہوئی تھی اُس کا اُنہوں پر گذرنا تھا وہ کہتے ہیں کہ ہر ہستی میں اُس ضلع کا حاکم میرے استقبال کے واسطے آتا تھا جب مقام کارغلی تین میل کے فاصلے پر رہا تو وہاں کا بیگ مجھ سے ملنے آیا اور نہایت خاطر داری سے ملا چند درختوں کے سایہ میں فرش بچھوا کر دسترخوان بچھایا گیا اور اُس پر روپا اور پلاز اور بڑی بڑی روٹیاں اور میرے چلے گئے سب نے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھایا بعد کھانے کے لوگوں نے طہر کی نہال بڑھی اسی جگہ ایک پھارا کے حاجی سے ملاقات ہوئی اُس نے ہندوستان عرب اور روم تک کا سفر کیا تھا اُس سے فارسی میں بہت گفتگو ہوئی دو گھنٹہ تک میرے پاس بیٹھا رہا چاند پیتا جاتا تھا اور سفر کا حال کہتا جاتا تھا *

شا صاحب لکھتے ہیں کہ جب ہم لوگ مقام قند کے ریگستان میں پہنچے تو یوزباشی نے وہاں کی ایک روایت اس طرح پر بیان کی کہ یہاں کانو آباد تھے ایک بزرگ مہدی شاہ جلال الدین صاحب نے اُن کے دوہرو اسلام کا وعظ کیا اُنہوں نے اس شرماء پر مسلمان ہو کر قبول کیا کہ اُن کے مکان سونے کے ہو جاویں شاہ جلال الدین نے کچھ دما بڑھی اُن کے سب مکان سونے کے ہو گئے مگر وہ سب کانو اپنے افراد سے بھر گئے اور کہا کہ جو کچھ ہم چاہتے تھے وہ ہمیں مل گیا اب ہم کیوں مسلمان ہوں وہ بزرگ یہہ سنکر چلے گئے زمین سے ریت اُبلے اور کانروں کے تمام مکان وغیرہ اُس میں غرق ہو گئے یہاں کے خزانوں کی بہت جستجو کی گئی مگر کوئی ایسا چاند ہی نہ جو کوئی اس ریگستان میں پھرتا ہی وہ ہلاک ہو جاتا ہی *

شا صاحب کہتے ہیں کہ اگر میں ایلچی ہوتا تو اس سے کچھ زیادہ میری خاطر داری نہرتی بلکہ میں اُن لوگوں کا دوست اور

اُن کے ساتھ چل پڑی کھانا کھایا شا صاحب نے بھی ایک روز اُن کی دعوت کی اُن لوگوں نے شا صاحب کے آنے کی خبر یارقند کو بھیجی اور جب تک یارقند سے روانگی کی اجازت نہ آئی وہیں ٹھہرے رہے مگر اُس قیام کے عرصہ میں انڈر آدمی یارقند سے شا صاحب کی مدارات کے لئے آتے جاتے رہے اور نہایت خاطر داری کے ساتھ اُن کو وہاں رکھا آخر کار جب اجازت روانگی کی آئی تو سب لوگ روانہ ہوئے راستہ میں اہلکار شا صاحب کے استقبال کے واسطے آتے تھے جب کہ یارقند کے قریب پہنچے تو ایک اہلکار جس کو مہماندار کہتے ہیں پوچھرائی کر آیا اور تعظیم و تراض کے ساتھ ملا مہماندار نے اپنے ہمراہوں کو سواری پر سے اتار کر شا صاحب کے ملازموں کو جو پیادہ تھے سوار کرایا اور نہایت تپاک سے شا صاحب کی مزاج کی خیر و عافیت پوچھی اور مصافحہ کیا اور اُن کے گھوڑے کی پرانے اپنا گھوڑا کر کے ساتھ ساتھ آگے کو چلا ایک سوار سب سے آگے گھوڑا دوڑاتا اور بتدریج چھوڑتا جاتا تھا ہم گریا شا صاحب کی تعظیم کے لئے سلامی کی خانے ہرتی جاتی تھی کچھ تھوڑے سے آگے بڑھ کر ایک اور جماعت ملی جو شا صاحب کے استقبال کے لئے تھوڑی ہوئی تھی اُن سے ملکر اور اُن کے ساتھ چل پائی پیکر آگے بڑھے تب یوزباشی وزیر یارقند کا بھائی آکر ملا اور شا صاحب سے راستہ کی خیر و عافیت پوچھی مقام شہید اللہ میں جو اُن کو بہت دنوں تک ٹھہرنا پڑا تھا اُس کی معذرت کی آخر کار اسی روز سے پھر کر شا صاحب یوزباشی کے عیمہ میں اُس سے ملنے کو گئے اُس نے بہت اعزاز کے ساتھ قالین پر بٹھایا چاند منگوائی دسترخوان بچھوایا جب شا صاحب اُس سے رخصت ہو کر اپنے عیمہ میں آئے تو تھوڑی سی دیر بعد یوزباشی اُن سے ملنے کو آیا اُنہوں نے زرد رنگ کی ریشمیں کشمیری پگڑی یوزباشی کی قدر کی *

انڈر راہ میں ایک روز وزیر نے یوزباشی کے پاس ایک خط بھیجا اور اُس میں مہمان یعنی شا صاحب کی خیر و عافیت دریافت کی اور لکھا کہ اُن کے لئے کسی بات کی دقت یا کوتاہی نہ ہو اسی طرح ہر روز قاصد آتے جاتے رہے جو ہر مرتبہ مدد اور نیا خلعت پہنکر آتے تھے شا صاحب اپنی ایسی عزت اور توقیر دیکھ کر نہایت خوش ہوئے حقیقت یہ تھی کہ والی ملک اپنے مہمان کے قریب پہنچنے کی خبر سن سنکر اس قدر خوش ہوتا تھا کہ قاصدوں کو انعام اور خلعت دیتا تھا جب کسی قدر اور یارقند کے قریب پہنچے تو ایک جماعت سواروں کی ملی جن کا سردار سیاہ پوشاک پہنے ایک مشکلی گھوڑے پر سوار تھا یوزباشی نے شا صاحب سے کہا کہ یہہ بیگ یعنی حاکم سنجر آپ کے استقبال کے واسطے آیا ہے جب نزدیک پہنچے تو یوزباشی نے شا صاحب اور بیگ سے ملاقات کرائی دونوں باہم گلے ملے اور نہایت تعظیم اور توضع کے ساتھ بات چیت ہوئی بیگ کی سیاہ

میرے یارقند میں پھونچنے سے پہلے میرے واسطے میز اور کرسی
تیار کرالی گئی تھی کئی دن کے بعد میں پھر شافروں کی ملاقات کے
لیئے گیا اور وہ اسی طرح عزت اور خاطر سے پیش آیا ایک ریشمین
چمکے صنایع کیا اُسکے بعد پھر کئی مورتیہ جگہ اور گریبان وغیرہ مجھکو
دے دیے۔ *

یارقند میں کافروں کے لیئے حکم ہی کہ پگڑی نہ باندھیں اور
کمر میں ایک سیاه توری باندھے رہا کریں مگر میرے ہندو نوکروں
کو مسلمانی پوشاک پہننے کی اجازت تھی میں سمجھتا ہوں کہ یہ
ہات میرے حال پر نہایت بڑی مہربانی ہونے کے سبب سے تھی *

ایک روز میرا منشی شافروں کا ایک رتہ لیکر آیا جس میں اس
ہات کی حکایت تھی کہ تمہارے نوکروں نے دہلیہ کے لیئے کچھ جنس
بازار میں فروخت کی ہم سے دہلیہ کیوں نہ طلب کیا اسیکے ساتھ یہ
بھی لکھا تھا کہ بدخواہ لوگ کہیں گے کہ ایک مہمان انگریز کی
مہانداری کی نسبت مناسب توجہ نہیں ہوتی تب میں نے اپنے منشی
کو اُن کے پاس بھیجا اور کہلا بھیجا کہ کچھ کپڑا منڈے نوکروں کے لیئے
خریدا تھا اس پر وزیر نے کہا اگر یہ ہات بادشاہ کے کان تک پہنچ
جاوے تو مجھ پر حد سے زیادہ عتاب ہو *

ایک روز مسلمان کے ہاتوں میں میں وزیر کی ملاقات کو گیا اُس
روز وزیر صاحب نے اپنے ہاتھ سے میرے لیئے چائے طیار کی ایک دن
پرزبانی نے مجھ سے کہا کہ آپ یہاں کوئی چیز ہرگز نہ خریدیں منڈے
کہا کہ تھوڑی تھوڑی سی چیزوں کے مانگنے میں مجھکو شرم آتی ہی
پرزبانی نے کہا کہ جو چیز آپ کو ہرکار ہو خواہ وہ ہزار ملا کی ہو
خواہ ایک پھول کی اُس کے مانگنے میں ہرگز شرم نہ کیجیئے شافروں
کو میں نے ایک ملاقات میں ایک ہندو رانگل اور ایک دیوالور اور
ایک ریشمین پگڑی اور کچھ کپڑا اور ایک سو بیس پونے چائے نذر دے
جس کو اُنہوں نے نہایت خوشی سے قبول کیا جب ہمارا بڑا دن قریب
آیا تو میں نے اپنے نوکروں کو گھر سے خریدنے کے حکم دیا مگر شافروں
کے ہاں سے پیغام آیا کہ آپ بازار سے کچھ نہ خریدیں سب چیزیں
میں ہوجارینگی بڑے دن کو شافروں نے ایک بڑا ہماری دستور خوان
اور دو ریشمین جگہ اور ایک قریبی بھی بھیجی وزیر نے میری تقریب
کے لیئے کانے بچانے والے بھی متعین کیئے تھے *

ایک روز میں نے اپنے دوستوں کی دعوت کی جس میں میرا منشی
دیوان پیش اور یوزباشی اور مہانداری اور چار پنچا باشی شریک ہوئے
اُن لوگوں نے پہلی دوپہر کا ٹکڑا نمک کے ساتھ کھا کر روزہ ٹھہرا پھر
کھانا کھایا کمرانے میں کچھ انگریزی اور کچھ اُنکا کھانا تھا یوزباشی
کو احباب کی بڑی تشویش تھی کہ کونسی چیز کھائیں اور کونسی

معمول بھی ہوتا تب بھی اس سے زیادہ مجھ پر مہربانی نہیں
ہوسکتی تھی ایک روز یوز باشی نے مجھ سے کہا کہ اے صاحب
اگر آپ رنگی نہرتے تو ہم اور آپ بھاٹی ہوتے اور ایک ساتھ رہتے
یارقند سے تین میل دورے دوسرا یوز باشی نہایت زرق برق پوشاک پہنے
ہوئے تیس سواریوں کے ساتھ مجھ سے ملنے کو آیا میں اور وہ دونوں
گھوڑوں پر سے اُترے اور مشرقی ملکوں کی رسم کے مطابق گلے ملے
یوزباشی صاحب نے اس روز سے میرا گلہ دہایا کہ میرا دم گھٹنے لگا اور
کمر و مانتھ مزاج کی پرچھی پور گھوڑوں پر سوار ہو کر شہر میں
داخل ہوئے دونوں یوزباشی دورے درتوں پہاڑوں میں چلتے تھے جب
شہر کے اندر پہنچے تو ایک ایسے مکان میں جسکو قالین اور فرش
پچھا کر عرب آراستہ کر رکھا تھا اور آگ روشن کر رکھی تھی مجھکو
اُنارا اور یوزباشی نے کہا کہ یہ مکان آپ کا ہی آپ آرام نوسائیں اُس
کے بعد دسترخوان پچھا کھانے کے بعد شافروں یعنی وزیر کا بھاٹی
مجھ سے ملا آیا میں نے اپنی خاطر داری کی نسبت مہربانی ظاہر کی
اُس نے جواب دیا کہ بادشاہ کے مہمان کی ہم کتنی ہی تہنیم اور
گواہ کریں کسی طرح کافی نہیں ہوسکتی اُس کے واسطے جانے
پر تھوڑی دیر بعد میں شافروں یعنی وزیر سے ملنے کو گیا جب اُس کے
مکان پر پہنچا اور وزیر سے آنکھیں چار ہوئیں میں نے جھک کر سلام
کیا وزیر وہاں سے اُٹھ کر دروازہ تک آیا اور مجھ سے ملا اور میرا
ہاتھ پکڑ کر اندر لے گیا اور آتش خانہ کے قریب اپنے مقابلہ میں مسند
پر بٹھایا نہایت خاطر کی اور بہت سی باتیں بدھیں میرے آنے کی
خوشی ظاہر کی اور کہا کہ سلطان دوم اور انگریزوں کے باہم جو
صہبت اور دوستی ہی اُسکو میں جانتا ہوں اور انگریزوں کو اپنا
دوست سمجھتا ہوں آپ نے جو اسقدر دور و دراز سفر اختیار کیا اور
ہمارے بادشاہ سے ملنے کے واسطے ایسی تکلیف گزارا کی یہ ایک
مدد ثبوت اُس دوستی کا ہی دوستی سے ہر ایک چیز ترقی پاتی
ہی اور دہلی سے ملک ویران ہوجاتے ہیں میں نے ان سب باتوں کا
مناسب جواب دیا اور کہا کہ مجھکو اُمید ہی کہ میرا یہاں آنا درتوں
ملکوں کے باہم دوستانہ برتو اور آمد و رفت کا باعث ہوگا کیونکہ
انگریزوں کا ترکوں کی نسبت نیک خیال ہی اور جبکہ اس تمام
خاطر داری اور مہمان نوازی کا حال جو میری نسبت ترکستان میں
ہوئی ہی ہماری ملکہ سہیلگی پر نہایت خوش ہونگی اسی گفتگو میں
دسترخوان پچھا اور چائے میرے درپر پیش کی گئی اُس کے بعد میں نے
اُٹھنا چاہا مگر شافروں نے میرے شانہ پر ہاتھ رکھ کر پھر مجھے بٹھا
لیا اور اُن کے ایک ملازم نے ایک عمدہ ریشمین جگہ میرے شانوں پر
مال دیا تب میں رخصت ہوا شافروں بھی میرے ساتھ اُٹھا اور
مجھکو دروازہ تک پہنچا گیا *

۱۵۴ بادشاہ کا شعر میں تھے وہاں میرے آنے کی خبر بھیجی گئی اور جب تک مجھے وہاں جانے کی اجازت نہ ملی میں بارتند میں رہا جسوقت اجازت آئی وزیر صاحب نے مجھے سے دریافت کرایا کہ بادشاہ کی نذر کے واسطے اگر کچھ چیزیں دوکار ہوں تو ہم پھونچادی جاویں میں نے کہلا بھیجا کہ سب آپ کی نوازش ہی میں بادشاہ کے حضور میں وہی چیزیں نذر گذرانا چاہتا ہوں جو خاص میری اور میرے ملک کی ہیں اس پر بھی وزیر نے پرزبانی کی معرفت کچھ روپیہ اور چند خلعت میرے پاس بھیجے اور کہلا بھیجا کہ بادشاہ کے اہلکاروں کو دینے کے لیئے لیٹے جائیئے اتفاق سے میری گھڑی کا شیشہ ٹوٹ گیا تھا تو میں نے ایک ہیضہ منگوایا تھا مگر وزیر صاحب نے بجائے شیشہ کے اپنی گھڑی میرے پاس بھیجادی تھی اب جو میں کا شعر کو جانے لگا تو وہ گھڑی میں نے اُنکے پاس واپس بھیجی وزیر صاحب نے فرمایا کہ اگر یہ گھڑی مجھے پھر دیکھو گے تو میں سخت ناراض ہونگا جو چیز میرے پاس ہے جاتی ہی وہ پھر کو نہیں آیا کرتی اگر شا صاحب اس کو اپنے لایق نہ سمجھیں تو اور کسیکو دیدیں آخر کار بارتند سے کا شعر کی طرف روانہ ہونے کا سامان درست ہو گیا اور صبح کے وقت نہایت عمدہ عربصورت گھڑا دان خواہ یعنی وزیر کے اصحاب سے میری سواری کے لیئے آیا اور میرے سب ترکروں اور اصحاب کے واسطے بھی گھڑے ملے اور وہاں سے روانہ ہوئے محمد اسحاق جان بوند دان خواہ شہر کے دروازہ تک مجھے رخصت کرتے کو میرے ساتھ آیا کا شعر میں پھونچنے کے بعد میں نے اُن سب چیزوں کی درستی کی جو بادشاہ کی نذر کے لیئے میں لیگیا تھا اور اُن کو کشتیوں پر دُعا قریب ٹوپے صبح کے بوقت سے اہلکار مجھے بلانے آئے اور میں اُن کے ساتھ بادشاہ کی ملازمت کے لیئے چلا میرے ہمراہ دو پرزبانی اور معتمد باہی رفیرہ تھے اور تیس یا چالیس آدمی نذر کی چیزیں لیئے ہوئے تھے میں جس مکان میں نروکشی تھا اُس کے دروازہ سے بادشاہی محل کے دروازہ تک ایک چوتھائی میل کا فاصلہ تھا سڑک کے دو ٹوں طرف لوگوں کا

ہی اور اُسکی نسبت یہی یا اسی قسم کی کہانی مشہور ہی تہنگانیوں کی روایت سے یہی بیان مذکورہ کی تصدیق ہوتی ہی وہ لوگ کہتے ہیں کہ تیمور لنگ کے کچھ سپاہی اُس ملک میں رہ گئے اور ہم انہیں کی اولاد ہیں (لیکن تیمور لنگ کیہی اُس ملک میں نہیں گیا) جب مشرقی ترکستان کا تذکرہ چلا تو لوگوں نے بیان کیا کہ چار ہزار اسی برس اب سے پیشتر اُس ملک کے باشندے کافر یعنی بت پرست تھے حضرت سلطان نامی ایک بادشاہ پیدا ہوا اور اُس نے سب کو مسلمان کیا میرے منشی نے اُن لوگوں سے پوچھا کہ اُس کو کس نے مسلمان کیا تھا انہوں نے کہا کہ وہ خود مسلمان ہوا منشی نے کہا نہیں نہیں کوئی اُستاد اُس کا ہرگا میتے منشی سے کہا جب دھو یہہ لوگ جس طرح پو کہتے ہیں کہتے ہو جب تم نے ان لوگوں سے یہہ سنا کہ تین ہزار برس تمہارے پڑھ پڑ صاحب سے پیشتر مسلمان بادشاہ حکومت کرتے تھے تو ان سے تاریخی واقعات کی مصیحت کی کیا امید ہی اسپر یوزہادی اور اُس کے معصوم نے اپنی بادشاہت کا مقابلہ کیا اور دیکھا تو منشی کی بات صحیح تھی اور پھر بیان کیا کہ حضرت سلطان کافر بادشاہ تھا اُس کو عبدالنصر سامانی بغداد کے ایک مولوی صاحب نے مسلمان کیا ہی جب سلطان بچہ تھا اُس وقت میں اُس کے باپ نے خواب میں دیکھا کہ وہ مسلمان ہوگا اُس پر اُس کا ارادہ اپنے بیٹے کے قتل کرتے کا ہوا لیکن جب اپنی بی بی سے مشورہ کیا تو اُس نے کہا کہ ابھی قتل سے کرو پہلے اس کا امتحان کرار یعنی بتکدہ میں لیجا کر وہ ہمارے طریقہ پرستش کو قبول کرے تو زندہ رہنے دو ورنہ قتل کر ڈالو آخر لڑی یعنی سلطان کو پس کے سامنے لیکن وہ اُس کی پرستش میں شریک ہوا اسلئے اُس کو قتل نہیں کیا گیا لیکن جب مسلمان اُستاد کی تعلیم اُس کو خفیہ ہوئی تو وہ اپنے دل میں یہہ متوہد ہوا اور جب اُس کے باپ نے ایک مندر بنانے کا اُس کو حکم دیا تو وہ اُڑ بھی زیادہ تر متوہد ہوا اُس نے اپنے اُستاد سے مشورہ کیا درویش نے کہا کہ اپنے باپ کی اطاعت کرو مگر دل میں یہہ سمجھو کہ مسجد بنوا رہے ہیں جب کہ تمہارا مقصد نیک ہوگا تو صرف ہتھانہ کے نام سے کچھ نقصان نہوگا جب وہ مندر بنوا چکا تو ایک اور بھی بڑی مشکل پیش آئی یعنی اُس کے باپ نے اُسی مندر میں ایک بت نصب کیا اور اُس کی پرستش کا اُس کو حکم دیا اُس درویش نے مثل پیشو کے پھر اُس نوجوان مسلمان کو سمجھا دیا کہ کافروں کے دو پوجوں پر اللہ کا نام لکھ کر اپنے ہاتھوں کی گہائیوں میں رکھو جب بت کے سامنے ہاتھوں پر سر رکھ کر سجدہ کروگے تو وہ خدا کی عبادت ہوگی کہ اُس بت کی چنانچہ اُس نے ایسا ہی کیا ہی اور ان تدبیروں سے اُس کا نیا عقیدہ بھی درست رہا اور

مجھکو اُمید ہی کہ ان دونوں قوموں کے باہم دوستی اور مصیحت مستحکم ہوجاویگی اور دوستی کے فرمیان بڑائی چھٹائی کی کچھ بھٹ نہیں ہوتی پھر میں نے عرض کیا کہ میں اپنے ساتھ انگلستان کی چند ہندوئیں بطور نمونہ حضور کی نذر کے واسطے لایا ہوں اُمید ہی کہ وہ قبول فرمائی جارہیں بادشاہ ہنسے اور فرمایا کہ ہم تم تو درست ہیں ہمارے تمہارے بیچ میں نذر نذرانہ کی کیا ضرورت تھی تمہارا عزیزیت سے پھر چھٹنا ہی بڑی غرض کی بات ہی اسی کے ساتھ بادشاہ نے اپنے دونوں ہاتھ کی انگشت شہادت کو جوڑ کر تیزھی کر کے اظہار دوستی کیا اور میرے رکھنے کے وقت بادشاہ نے فرمایا کہ چند روز آرام کر کے سب مقاموں کو دیکھو اس جگہ کو اور جو کچھ اس میں ہی سبکو اپنا سمجھو اب تیسرے روز پھر ہم سے اور آپ سے ملاقات اور بات چیت ہوگی پھر عدمتگار کو اشارہ کیا اُس نے ایک ساتن کا جھنڈا لاکر میرے شانہ پر ڈالا اسکے بعد گاہیں مہربانی سے بادشاہ نے مجھکو رکھنے کیا *

پچیسویں جنوری کی شام کو مجھ سے یوزہادی سے ملاقات ہوئی یہیں کاشغر میں معصوم بھی ہوا یہاں کے لوگوں نے حضرت سکندر یعنی سکندر اعظم کی نسبت عجیب واقعات بیان کیئے یعنی اُن کی دارالسلطنت سمقرند میں تھی اور انہوں نے ملک چین پر اس غرض سے کہ وہاں کے لوگوں کو دین اسلام کی طرف پھیریں کوچ کشی کی راہ میں ایک مقام پر اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ ہر شخص اس جگہ ایک ایک پتھر رکھدے وہاں ایک بڑا قہر پتھروں کا ہو گیا جب چین میں پہنچے تو شاہ چین نے اُن کی اطاعت قبول کی اور بغیر مقابلہ خراج گزار ہو گیا سکندر کے سپاہیوں نے اُس ملک کی سورتوں سے شادی کی اور حضرت سکندر نے اس مہم کے مطالب کو پورا کر کے اللہ اکبر کہا اور وہاں سے کوچ کیا جب پتھروں کے اُس انبار کے پاس آئے جو سپاہیوں سے جاتے وقت جمع کرایا تھا تب حکم دیا کہ ہر شخص ایک ایک پتھر اُٹھالے سب نے ایک ایک پتھر اُٹھالیا لیکن ہزار ہا پتھر وہاں پر باقی رہ گئے اُن پتھروں کے شمار کرتے سے تعداد اُن سپاہیوں کی معلوم ہوئی جو چین میں اپنی چینی بیبیوں کے ساتھ رہ گئے اُن لوگوں سے دو قریب پیدا ہوئیں ایک تہنگانی جو مسلمان ہیں (تہنگانی ترکی لفظ ہی اس کے معنی ہیں وہ جانا) دوسری کالمک جو اب بھی چین کے راستہ کے قریب ملکوں میں بستی ہیں میں خیال کرتا ہوں کہ حقیقت میں یہہ داستان تاتار کے فتھیایوں میں سے کسی کی ہی لیکن عام غلطی سے سکندر کے ساتھ منسوب کیا گیا ہی شمالی تاتار میں ایک میدان ہی جو ستش کے نام سے مشہور ہی اور اُس میں اب بھی ایک بہہ بڑا انبار پتھروں کا موجود

جاتی اور ہندوستان میں جب انگریز قہ سے یہہ بات کہتے ہیں تو تم اختیار نہیں کرتے مگر دیکھو ار ہندوستان سے نکلتے پہلے ہی قدم پر ایک شخص مسلمان ملک میں غرہ تمہیں کر ایسے تمہارے کے نہونے پر تعجب ہوتا ہی یہی حال تمام دنیا کا ہی منشی نے اسباب کو قبول کیا اور کہا کہ میں یہی ہندوستان میں جا کر اپنی رائے تبدیل کرنگا *

کاشغر میں پانچویں اپریل کو بادشاہ سے دوسری ملاقات ہوئی جسکا میں مدد سے منتظر تھا یعنی سہ پہر کے وقت سرکار نے آکر کہا کہ یا تو کوئی بڑا سردار تم سے باتیں کرنے کے لیئے آئے گا یا تم ہی بادشاہ کی ملاقات کے لیئے بلائے جاؤ گے میں نے جواب دیا کہ جو کچھ اتالیق غازی کا حکم ہو اس پر میں راضی ہوں بعد چند منٹ کے چہر سرکار نے آکر کہا کہ ملار اور آمادہ رہو شام کو بلائے جاؤ گے اس کے جانے کے بعد دو بندو تیں میں نے صاف اور درس کیں آتھے بچے شام کو میری طلبی ہوئی چنانچہ مجھکو لوگ محل کے سامنے سے بڑے ڈھانک میں لے گئے وہاں تو میں دھبی ہوئی تھیں ڈھانک کھل کر ہم لوگ چوک میں پہنچے جہاں چین کی لٹینیں روشن تھیں اس کے مقابلہ میں دیوانخانہ تھا جس میں نہایت عمدہ روشنی ہو رہی تھی میرا رہنما مجھکو دیوانخانہ کی سیڑھیوں پر چہرے کر چلا گیا میں اکیلا کمرے سے اندر گیا اتالیق غازی ایک گوشہ میں بیٹھ تھے مجھکو دیکھ کر ہاتھ بڑھایا اور یہہ کہہ کر کہ آرام سے بیٹھو اپنے روبرو بیٹھایا بعد مزاج پرسی کے ایک ہندوستانی جمعہ دار ترجمان بنایا گیا تمام گفتگو لفظ بلفظ تو میں نہیں بیان کر سکتا کیونکہ گھنٹہ پہر سے زیادہ میں بیٹھا رہا اور گفتگو ہوتی رہی تھی خلاصہ تمام گفتگو کا یہہ ہی — بادشاہ نے فرمایا کہ اس ملک میں آپ کے آنے سے میں اپنی بڑی عزت سمجھتا ہوں اور میں انگریزوں کے مقابلہ میں طاقت اور مزہ میں بہت کم ہوں میں نے جواب دیا کہ آپ کے اور انگریزوں کے باہم ایسی ہی درستی ہو جانے کی مجھے اُمید ہی جیسی کہ سلطان روم اور انگریزوں کے درمیان میں ہی اور درستی کے درمیان میں کئی پیشی کا کوئی خیال نہیں کیا کرتا بادشاہ نے کہا خدا ایسا ہی کرے اور مجھکو بھائی کہہ کر فرمایا کہ میری رعایا سب تمہاری قلام ہی جب قرب و جوار کی قومیں تمہارے یہاں آئے گا حال سفینگی تو میوہی اور یہی عزت بڑھ جائیگی میں نے جواب میں عرض کیا کہ نہ مجھکو ملکہ نے بھیجا ہی نہ لات صاحب نے میں آپ کی ناموری ستر عہہ ایا ہوں مجھ سے آپ کو صرف اس قدر فائدہ ہو سکتا ہی کہ میں اپنے ملک اور اپنے بادشاہ کا حال بتا دوں بادشاہ نے کہا کہ تم ہمارے بھائی ہو اور یہہ سے اور یہی تعظیمی کلام کہہ کر فرمایا کہ میں اس سے پیشتر کہہ ہی کسی

اُس کے والدین کے دل میں بھی کسی طرح شک نہ آیا اسی عرصہ میں چالیس لاکھ امیروں اور سرداروں کے اُس نے اپنے ساتھی کر لیئے اور اُن کے ساتھ قیرواندازی اور فنون سیہ گوی کی مشق کی جب یہہ سب سیکھے سیکھائے آدمی اُسکے قابو اور اختیار میں ہو گئے تو وہ دستا اپنے باپ کے روبرو آیا اور اُس کو حکم دیا کہ مسلمان ہو بادشاہ نے انکار کیا تب اُس کے ساتھیوں نے بادشاہ کو گرفتار کر لیا اور اُسکا موقعہ آسمان کی طرف لیٹے ہوئے پکڑے رکھے اس پر یہی وہ انکار کرتا رہا پھر اُس کو زمین پر گرا کر لیا گیا اُس کے پانچوں تے زمین پھٹی لگی اور وہ رفتہ رفتہ دھسم لگا تب یہی اُس کے پیٹہ نے دین اسلام قبول کرنے کی ہدایت کی مگر اُس نے انکار ہی کیا یہاں تک کہ وہ بالکل زمین میں غائب ہو گیا اور اُس کا بیٹا یعنی سلطان بادشاہ ہوا — لوگ کہتے ہیں کہ مقام ارتاغی میں یہہ جگہ اب بھی نمک کے غار کی مانند نظر آتی ہی ارتاغی کاشغر سے بیس میل شمال کی طرف واقع ہی اس ملک کا وہی پیشتر دارالخلافت تھا *

پہلی فروری کو یوزباشی اور معصوم پاشی نے دو پہر کے وقت میرے ساتھ پلاؤ کھایا اُس کے بعد میرے ملازم مسی کیپر نے نماز نہ پڑھی اسلیئے لوگوں نے اُس کو ملامت کی اور معصوم پاشی نے کہا کہ جو کوئی شخص کسی طرف کی نماز قضا کرے تو چوری اور چورہ اور قتل سے اُسکا کچھ ہرج نہیں ہوتا کہہو نے نماز قضا کرنے پر عدم فرصتی کا مدد کیا لیکن معصوم پاشی کے اس مسئلہ پر کہ نماز سے ہر قسم کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں بھٹ کی دونوں میرے منشی نے پاس گئے منشی نے معصوم پاشی کے دہری کے برخلاف تصبیہ کیا اور وہ مسئلہ اسلام کا بیان کیا جسکا یہہ مطلب ہی کہ خدا تعالیٰ کے تمام گناہ معاف فرما دے اور نماز بازی وغیرہ اُس شخص کے معاف ہونگے جو برابر بلا قافہ نماز پڑھتا رہیگا اور مکہ شریف کے حج کو جاویگا لیکن انسان کے مقابلہ کے گناہ مثلاً چوری زبردستی بیروحمی وغیرہ حج کرنے سے یہی معاف نہونگے جب تک گنہگار حتی الوبح اُس کا معارضہ دیکر مظلوم سے معافی نہ حاصل کرے پس صرف نماز سے ایسے گناہ معاف نہیں ہو سکتے — اُسہیں منشی نے متعجب ہو کر مجھ سے کہا کہ ترک لوگ غیر مذہب والوں سے نہایت آزادی کے ساتھ ملتے جلتے ہیں میں نے کہا ہاں یہہ لوگ دنیا کے اور سب لوگوں کی مانند ہیں منشی ہنس ا اور مجھ سے پوچھا کہ نہ اس کا کیا مطلب ہی میں نے جواب دیا کہ تم ہندوستان کے لوگ اپنے ملک کے پہاڑوں کے اندر بند رہتے ہو اور باقی دنیا کے انسانوں کی بہ نسبت تمہارے خیالات بالکل مختلف ہو رہے ہیں صرف تمہی لوگ خواہ ہند خواہ مسلمان اور لوگوں کے ساتھ کھانے پینے میں تعصب رکھتے ہو سوائے ہندوستان کے اور کہیں یہہ بات پائی نہیں

ہندوؤں پر توجہ کا خط ہمارے واسطے ایک نعمت ہوگا میں نے جواب دیا کہ بے شک اس ذریعہ سے آپ کی غیر و عافیت کا حال مجھے معلوم ہوتا رہیگا جس سے مجھ پر بڑی خوشی ہوگی میں دعا کرتا ہوں کہ آپ کی صحت صفا پر قائم رہے انصاف اسی قسم کی گفتگو کی بعد میں نے چاہی اور مجھ پر غصہ مرحمت ہوا جس کے بعد کچھ تھوڑی سی دیر بیٹھ کر میں رخصت ہوا ایک شاہزادہ مجھ کو صدر دروازہ تک پہنچتا گیا سب لوگوں نے مجھ کو مبارکباد دی *

چھٹی اپریل کو بادشاہ کے ہاں سے درپردہ اشراف اور کچھ سرنے کے ریزے کاغذ میں لپٹے ہوئے سرکار لایا اور کہا کہ یہ آپ کے ذاتی اخراجات کے لئے ہیں وہ سب مالیت تقسیم چھ سو نوے پونڈ یعنی چھ ہزار نو سو روپیہ کی تھی تھوڑی دیر بعد وہی شخص پھر آیا اور پینتالیس پونڈ یعنی چار سو پچاس روپیہ منشی کے لئے لایا اور پھر ایک زرہری سرخ ساتن کا چھ اور ایک ایلچی متعل کی تھوڑی میرے لئے اور کچھ کپڑے منشی اور اور میرے ملازموں کے لئے آئے تھوڑے عرصہ بعد ایک گھوڑا نہایت عمدہ اسباب سے سجھا ہوا آیا اور اُس کی ہاک میرے ہاتھ میں دی گئی اور دھانیں پڑھی گئیں شام کو میں پھر بادشاہ کی ملازمت کے لئے گیا معمولی گفتگو کے بعد بادشاہ نے پھر یہی کہا کہ بمقابلہ ملکہ کے جو ہفت اقلیم کی حکموں میں میری کچھ حقیقت نہیں اس کے بعد انگلستان کے ساتھ دوستی کا تذکرہ آیا خصوصاً میری دوستی کا بادشاہ نے فرمایا کہ جب میں تمہارا منہ دیکھتا ہوں میرے دل میں ایک نیک شکوں کا خیال پیدا ہوتا ہی میں عرض کیا کہ آپ کی بے انتہا نوازش ہی میں اس کا مستحق نہیں ہوں اور مجھ پر کیا منحصر ہی آپ میری تمام قوم اور ملکہ پر بھی ایسی ہی مہربانی فرماتے ہیں یہ سنکر بادشاہ نے سمجھا کہ جو چیزیں صبح کے وقت مجھے عطا فرمائی تھیں اُن کی نسبت گریا میں نے یہ کہا کہ وہ میری قوم اور ملکہ کے واسطے ہیں چنانچہ فرمانے لگے نہیں نہیں وہ سب چیزیں خاص تمہارے لئے ہیں تمہاری ملکہ کے لئے مناسب تحفہ میں بھیجا کرونگا میں تمہارے ملک کے دستوروں سے واقف ہوں مگر تم ہمارے دوست ہو ہو کر بڑے کہ ملکہ کے لئے کیا چیزیں بھیجی مناسب ہوگی ملکہ کا مرتبہ بہت اعلیٰ ہی میں نے حقیقت ہوں میں تم سے کوئی بات نہیں چھپاتا تم میرے ملک کے حال سے واقف ہو یہاں اُردی کبرا اور اسی قسم کی اور چیزوں کے سوا کچھ نہیں ہوتا پس تم کو چاہیئے کہ تم مجھ کو صلح دو میں نے جواب دیا کہ بادشاہوں کے دوستی اور اتحاد ایک بہت بیش بہا تحفہ ہی جو وہ آپس میں ایک دوسرے کو دے سکتے ہیں لیکن اگر میری مصلحت کی ضرورت ہی تو میں

انگریز کو نہیں دیکھا تھا کہ اُن کی طاقت اور سچائی کا حال ستاوا ہوں اور مجھے یقین ہی کہ انگریزوں سے سوائے بھلائی کے کوئی مضر بات ظہور میں نہ آریگی میں تم کو اپنا بھائی سمجھتا ہوں جو کچھ تم صلح دو وہ میں کروں میرا ارادہ تمہارے ملک میں ایلچی بھیجنے کا ہی تمہاری کیا صلح ہی میں نے جواب دیا کہ آپ کا ارادہ نہایت عمدہ ہی اور ایلچی بھیجنا بہت مناسب ہی پھر بادشاہ نے کہا کہ میں ایلچی بھیجوںگا اور اُس کے ہاتھ ایک خط اس درخراست سے بھیجوںگا کہ وہ اُسکو ملکہ کی خدمت میں روانہ کر دیں میں نے عرض کیا کہ یہ بہت بہتر تدبیر ہی بادشاہ نے پرچھا کہ کب بھیجنا چاہیئے میں نے کہا جب آپ کی مرضی ہو میرے ساتھ خواہ مجھ سے پہلے یا میرے بعد روانہ فرمائیئے مگر میری رائے یہ ہے کہ جو کچھ کرنا ہو جلد کیجیئے تب بادشاہ نے فرمایا کہ میرا ایلچی بیشک تمہارے ساتھ جاویگا اب میں یہاں پر تم کو تین دن اور تھوڑنگا پھر یارقند کو چلنا پڑیگا اور ایلچی کو میں یا تو یارقند میں یا ایک حصار میں تمہارے سپرہ کرونگا میں نے کہا بہت اچھا اگر ارشاد ہو تو جو کچھ باتیں اُس سے پوچھی جاویں گی وہ سب میں اُس کو بتاؤں گا اور پھر وہ ایلچی اُن سب امور کی نسبت حضور کی اجازت حاصل کرلیگا ورنہ جب وہ ہمارے حاکموں کے روپرو جاوے تو گفتگو کرتے میں شاید اُس کو دقت پیش آوے بادشاہ نے فرمایا کہ ہاں سب باتیں اُس کو بتا دیجیو اور کل شام کو اور پھر ایک حصار میں ہم سے تم سے گفتگو ہوگی اور کہا کہ ملکہ انگلستان مثل آنتاب کے ہیں جس پر اُن کی شمع پڑتی ہی اُس کو گرمی پہنچتی ہی میں سردی میں ہوں اور چاہتا ہوں کہ اُنکی کچھ دھامیں مجھ پر بھی پڑیں میں ایک چھوٹا سا آدمی ہوں چند برسوں میں خداوند کریم نے اتنا بڑا ملک عطا کر دیا ہی تم آئے میری بڑی عزت ہوئی مجھ کو اُمید ہی کہ تم اپنے ملک میں میری اعانت کرو گے جو کچھ مجھ سے تمہاری خدمت ہوتی ممکن ہو اُس کے لئے ارشاد کرو اور اسطرح میرے ساتھ بھی پیش آنا اب کہو واپس جا کر میرا کیا حال بیان کر دے میں نے کہا کہ جو کچھ آپ کی شہوت ہندوستان تک پہنچتی ہی وہ اصل حقیقت ہے نصف ہی یہ سنکر بادشاہ ہنسے اور مصافحہ کرتے کہ ہاتھ بڑھایا پھر فرمایا کہ تم اپنے آدمی ترکستان میں تمہارے لئے بھیجا کرو ملکہ اپنا ایلچی یہاں بھیجیں یا نہ بھیجیں مگر خاص تمہارے آدمی آیا جایا کریں پھر پوچھا کہ سال بھر میں ایک آدمی بھیجو کہ میں عرض کیا کہ اگر حضور کی اجازت ہی تو ضرور بھیجوںگا بادشاہ نے فرمایا سب قسم کی سرداگری کی چیزیں بھیجنا اور ہمارے نام خط لکھنا اور جو کچھ تمہیں درکار ہو ہم سے طلب کرنا تمہارے

جو بادشاہ نے صلا فرمائی تھی پہلے ہر گئے تھا اسلئے گرمی کے مارے میں گھبرا گیا تھا *

میں نے چاہا کہ اُس سرکار کو جو بادشاہ کے حضور میں سے میرے لیئے نقد و جنس لایا تھا کچھ دوس مگر اُسے انکار کیا اور کہا کہ اگر میں مہمان سے ذرا سی بھی کوئی چیز لے لوں تو بادشاہ میری گردن مارے گا اپریل کی بارہویں تاریخ صبح کو بادشاہ سے رخصت ہونے کو گیا ملازمان شاہی مجھ کو قلعہ میں لیگئے جسکے اندر جا کر ایک صحن کی حد پر بادشاہ کر بیٹھے پایا حسب معمول میں دوہر پٹھایا گیا اور ترجمان طلب ہوا باہم مزاج دوسری کے بعد امنی گفتگو ہوئی جسکا پورا پورا لکھنا ممکن نہیں مختصر یہ ہے کہ بادشاہ نے فرمایا ایک معزز سید کو میں بطور ایلچی تمہارے ساتھ روانہ کرنا چاہتا ہوں جب اذری کات مہرہ کی نسل آئے تب تم روانہ ہو کیونکہ اُس وقت راہ کھلی رہتی ہے اور یارقند اور شہید اللہ و کشمیر اور تبت سے اپنی خبر پہنچو پھر فرمایا کہ مہاراجہ کشمیر کے نام بھی کوئی خط لکھو یا نہیں اسمیں تمہاری کیا صلاح ہے یہ کہ میرے ساتھ کی طرف دیکھنے لگے میں نے چاہا کہ اس کا کچھ جواب ندرن لیکن جب بادشاہ نے مکرور پوچھا تو میں نے کہا کہ بڑے بڑے بادشاہوں کو باج گزار رئیسوں سے خط کتابت کرنا مذاہب نہیں بادشاہ نے کہا میں بھی جاننا چاہتا تھا میں تمہارے ساتھ ایک شخص ایسا بھیجوں گا جو بالکل تمہارے حکم کے تابع رہے اُسکو تم کشمیر سے جب جی چاہے واپس کر دینے پھر پوچھا کہ کشمیر میں کوئی ایسا تاجر مقرر کروں جو وہاں کے حالات لکھتا رہے میں نے کہا بیشک دیکھنا چاہیئے اور اُمید ہے کہ آپ لاہور میں اپنا ایک وکیل رکھنے کا بہت جلد اہتمام فرما دینگے یہ سب باتیں میں نے بہت رک رک کر کہیں اور یہ بھی کہہ دیا کہ ایسے امور میں صلاح دینا میرا کام نہیں ہے آپ اپنی تجربہ سے کام لیجیئے مگر بادشاہ سب باتوں میں دوستی کا حوالہ کرتے تھے کہ تم ہندوستان کے حال سے واقف ہو اور جب کہ تم سا دوست ایسی باتوں میں بھی صلاح دے جس سے وہ واقف ہے تو اُس سے اور کیا ہوگا ہی پھر ملکہ کی مہلت اور بزرگی کا تذکرہ ہوا اور بادشاہ نے کہا کہ ملکہ مثل آفتاب کے ہیں جسکی کرنوں سے ہر چیز کو گرمی پہنچتی ہے ایسے بڑے بادشاہ کی دوستی کے لائق تو میں نہیں ہوں مگر یہ اُمید رکھتا ہوں کہ مجھ کو بھی اُن کی شہاموں کی دھوپ کھانے کی اجازت ملے اور یہ بات میں اسلئے چاہتا ہوں کہ میرے چاروں طرف دشمن ہوں اس کے بعد پھر میری دوستی کا ذکر ہوا اُس پر میں نے عرض کیا کہ میرا دل آپ کے دل کے ساتھ وابستہ ہے آپے جو کچھ اطفاف و نوازش میرے حال پر فرمائی ہے اس کا حال میں اپنے ملک کے

حاضر ہوں بادشاہ نے فرمایا کہ یہ امر میں تمہیں جو چہرہ دیتا ہوں جب یا تک حصار میں ملاقات ہوگی تب اس کا اہتمام کریں گے یہاں کام کی کثرت ہے روس اور قرقان اور بخارا وغیرہ سب طرف سے لوگ یہاں آئے ہوئے ہیں لیکن یا تک حصار میں سب کام چھوڑ کر تم سے مشورہ کرونگا جو کچھ تم صلاح بتلاؤ گے وہ کرونگا خراجہ عطا کریں گے یا ایلچی بھیجینگے یا اور جو کچھ تم کہو گے سو کریں گے میں نے کہا کہ ایلچی بھیجئے کی رائے بہت عمدہ ہے اس کی تعمیل میں جو کچھ تائید مجھ سے ممکن ہے اُس کے لیئے میں حاضر ہوں پھر بادشاہ نے انگلیوں پر شمار کر کے فرمایا کہ کل چہار شنبہ ہی دوسوں پہنچنے اور اتوار جمعہ کو میں اپنے لئے نو بے نو یا تک حصار کو روانہ ہونگا دوسرے تم یہاں اور رہو میرا ملک اور میری سب رعایا تمہاری ہی اور جمعہ کے روز یا تک حصار میں مجھ سے ملو مجھ کو اُس جگہ سے نہایت اُنس ہے کیونکہ اس ملک میں میں نے پہلے پہل اسی شہر کو فتح کیا تھا میرا ارادہ ہے کہ جمعہ کی نماز وہیں جا کر ادا کروں اُس کے بعد سب بندوبست ہوگا اور میں دو یا تین مقدمہ رئیس بھی تمہارے ساتھ کرونگا وہ لوگ تمکو ہاتھوں ہاتھ آرام سے میرے ملک میں سے لیجائینگے اور تمہارے ملک میں تمہارے ہمراہ جا دینگے اس کے بعد بادشاہ نے فرمایا کہ میں نہایت مستعجب اور ہوشیور ہوں کہ اس سے پیشتر اس ملک میں ایک انگریز آیا تھا اُس کو ولی خان ڈاکو نے مار ڈالا میں نے جواب دیا کہ ہمارے خوب جانتے ہیں کہ آپ کا اُس میں ایما نہ تھا اور نہ ہم آپ پر اُسکا الزام لگاتے ہیں وہ مسافر انگریز نہ تھا جرمنی تھا مگر پھر بھی ہماروں کو اُس کے مارے جانے کا بڑا رنج ہے کیونکہ وہ ہندوستان میں ہمارا مہمان تھا اور وہیں سے ترکستان میں آیا تھا پھر بادشاہ نے چھہ اونگلیاں اُٹھا کر فرمایا کہ اتنے برس سے میرا اختیار اس ملک پر ہے اس سے پیشتر میں کچھ بھی نہ تھا میں نے عرض کیا کہ جو بادشاہ باستحقاق مرووثی بادشاہت حاصل کرتے ہیں اُس میں اُن کی کچھ لیاقت نہیں سمجھی جاتی بلکہ جو لوگ مثل طیمور اور سکندر کے اپنی قوت بازو سے بڑی بڑی سلطنتیں حاصل کرتے ہیں وہی قابل تعریف ہوتے ہیں بادشاہ نے فرمایا خدا تمہارا قول سچا کرے اور یہ بھی کہا کہ ایک اور انگریز یارقند میں آیا تھا تم اُسکو جانتے ہو میں نے کہا کہ ایک انگریز مجھ کو تبت میں ملا تھا اور اُس نے مجھ سے درخواست کی تھی کہ مجھ کو اپنے ساتھ لے چلو مگر میں نے انکار کیا کیونکہ میں نے صرف اپنے ہی لیئے حضور سے درخواست کی تھی بادشاہ نے کہا خیر لیکن جو کوئی انگریز یہاں آئے میں اُس سے غولی ہوں اس کے بعد میں رخصت ہوا نیچے ارپڑ تین بھاری چٹا

میں جو اُس سے پندرہ میل کے فاصلہ پر ہی واقع ہے اور اُس میں سے ایک پہاڑ میں کو پوراٹھی سیڑھیاں ہیں چاروں سے ایک ایسے درہ کی راہ ہے جسکا دروازہ نہایت تنگ اور چھوٹا ہی اور درہ بہت وسیع ہے یہ سیڑھیاں اور عمارت چھل ستون کہلاتی ہیں یہاں کے لوگ اس عمارت کی نسبت پچھڑ اسپات کے کہ یہ عمارت قدیم ہے اور کوئی روایت نہیں رکھتے *

شہر یارقند کی کل آبادی میرے اندازہ سے پچھتر ہزار آدمیوں سے کم نہیں ہے نیا شہر یعنی قلعہ بہت چھوٹا قریب ہزار گز مربع کے ہے اُس کی آبادی پانچ ہزار سے کم نہر کی پس کل آبادی شہر اور قلعہ کی اسی ہزار آدمیوں کی ہوگی گو تعلیم ادنیٰ درجہ کی ہوتی ہے مگر انتظام تعلیم بہت اچھا ہے جہاں مسجد ہی رہاں اُس کے ساتھ ایک ابتدائی مدرسہ بھی ہے زیادہ عور کے طالب علموں کے لیئے یعنی پندرہ برس سے بیس برس کی عور کے طالب علموں کے لیئے پچاس یا ساٹھ مدرسہ ایسے ہیں جن میں محاسب اوسط اور طالب علم تعلیم پاسکتے ہیں اور ان مدرسوں کے لیئے زمین عطا ہوئی ہے ہر ایک طالب علم بھی تھوڑی سی فیس دیتا ہے مگر تعلیم وہاں صرف اسلامی ہوتی ہے کہ کچھ لکھنا پڑھنا آجائے اور قرآن شریف پڑھ سکیں بعض اوقات قرآن شریف یا معنی بھی پڑھایا جاتا ہے اسی تعلیم کی بنا پر لوگ اپنے آپ کو ملا لکھتے ہیں اہل چین کے زمانہ کی نسبت اب مدرسوں کی تعداد زیادہ ہوگئی ہے بالکل اتالیق غازی نے بھی دو مدرسے جدید یارقند میں تعمیر اور قائم کیئے ہیں جن کے ساتھ بڑے بڑے قلاب بھی سایہ دار بنائے ہیں اذانجان والوں اور اتالیق غازی کے عہد سے اسلام کا ریسہ ہی سختی اور تشدد کے ساتھ پوتاؤ ہی جیسا کہ پشاور میں تھا مستحب کلی کوٹھڑوں میں پھرتا ہی اور جس مرد کو پلا دستار اور جس عورت کو بغیر برقع کے دیکھتا ہی سزا دیتا ہی جہاں کہیں وہ گذرتا ہی ہر شخص راستہ چھوڑ کر اس خوف سے گھبرا ہو جاتا ہی کہ کہیں میری کوئی خطا نہ نکل آوے مینہ سنا ہی کہ اتالیق غازی سوائے ایسے شخص کے جو ملک میں فساد پڑپا کرے لڑائی کے قیدیوں کو کبھی قتل نہیں کرتا چوروں کی عام سزا پھانسی ہی اور بدکاروں کی گردن ماری جاتی ہی *

گیارہویں مئی کو داہ خوار نے میرے لیئے یوزباشی کی معرفت ایک گھوڑا بھیجا اور کھلا بھیجا کہ مینہ سنا ہی آپ کوئی گھوڑا خریدنا چاہتے ہیں اگر آپ خرید لینگے تو میری میزبانی میں بٹہ اک چارنگا دے رہی مدد گھوڑا تھا جس کی مینہ ایک مرتبہ تعریف کی تھی پھر یوزباشی نے مجھ سے پوچھا کہ داہ خوار دریافت کرتے ہیں کہ آپ کو پھر بھی گھوڑے کی ضرورت ہے مینہ کہا کہ میری تر زبان

لوگوں سے کہ رنگا بادشاہ نے فرمایا کہ کسی منشی کو یا کسی اور ملازم کو میرے پاس بھیجا کیچہر اور اپنی خیر و عافیت کا حال لکھتے رہیو میں بھی اپنا حال تمکو لکھونگا اور اس ملک کی جو چیز مطلوب ہو وہ طلب کیچہر یہ سب تمہارا ہی میں نے عرض کیا کہ ضرور ایسا ہی کرونگا اس گفتگو میں یہ نسبت پیشتر کے بادشاہ کی طرف سے مہربانی کا زیادہ اظہار ہوتا تھا بات چیت ہنس ہنس کر نہایت آسان فارسی میں کرتے تھے اور ہر جملہ ہر جھک کر دیکھتے تھے ہا صاحب سمجھے آخر کار چام کے بعد مجھکو خلعت مرحومہ عطا ہوا اور میں رخصت ہوا بادشاہ نے میرا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں سے تھام کر کہا خدا حافظ اور پھر ہاتھ اٹھا کر مربی میں میری خیر و عافیت کے لیئے دعا پڑھی اور چہرہ پر سے کارہی تک ہاتھ پھیر کر کہا اللہ اکبر *

یارقند کو "واپس آئے ہوئے پندرہویں اپریل کو ہم ایک کانوں میں لاشہ کے لیئے اُترے وہاں ایک عجیب واقعہ پیش آیا یعنی میں یوزباشی اور پنجا باہی کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اور چرمارو نام میرا ملازم میرے اٹا کوئی چیز لایا یوزباشی میرے آدمیوں پر بہت مہربان رہتا تھا اُس نے پنجا باہی سے ہنس کر کہا کہ دیکھو یہ ایک ہندو ہی ہندو کسی عورتی قوم کے ساتھ کھانا نہیں کھاتے پنجا باہی کی طبیعت ذرا آزاد کم تھی اُس نے حقارت کے ساتھ چرمارو کی طرف دیکھ کر تڑھی سے کہا کہ تو ہندو ہی چرمارو نے یا تو جلہی میں یا یوزباشی کی مہربانی کے خیال سے ہنس کر جواب دیا کہ میں مسلمان ہوں اُس پر دونوں شخص ارجھل پڑے اور بوائے کہ دیکھو اُس نے اپنے مرتبہ سے کہا کہ میں مسلمان ہوں پھر مجھ سے مخاطب ہو کر بولے کہ ہم دونوں آدمی اسپات کے گراہ ہیں میں چپ رہا پھر ہنس کر جواب دیا کہ ہاں مینہ بھی سنا لیکن خیر اب اسپات کو جانے دیجیئے آئیئے کھانا کھائیئے کھانا ٹھنڈا ہوتا ہی وہ لوگ مستحب ہو کر بیٹھ گئے مگر وہی تذکرہ کرتے رہے مینہ دو ایک باتیں ہنسی کی کہہ کر اُس بات کو ٹالا لیکن دیر تک میں بھی مشغول رہا کیونکہ وسط ایشیا کے متعصب مسلمانوں کی سختی کے حال سے میں واقف تھا یہ مسلمان کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اتفاق سے بھی ایک مرتبہ یہ کہے کہ میں مسلمان ہوں یا صرف یا اللہ کہے تو ہم اُس کو پھر بت پرستی نہیں کرتے دیتے یا وہ اسلام اختیار کرے یا مروت یوزباشی نے پھر مجھ سے کہا کہ چرمارو خوب بچتا کہ اس موقع پر میرے اور پنجا باہی کے سوا اور کوئی نہ تھا ہم آپ کے سپ سے اس بات کو دبائے دیتے ہیں تاکہ قاضی کے کان تک نہ جائے *

شام کے وقت مجھ سے اور پنجا باہی دادا خان سے ایک پورانی عمارت کا تذکرہ ہوا یہ عمارت کاشغر اور قرغان کی راہ پر مقام ارواں

زیادہ بلند نظر آتا ہی داد خواہ نے کہا کہ میں یہہ نہیں جانتا کہ
ہفت اقلیم میں سے کس اقلیم میں آپکا ملک ہی اور وہاں دن کتنے
گھنٹہ کا ہوتا ہی کیا سواہہ گھنٹہ کا ہوتا ہی میںہ جواب دیا کہ ہم
دنیا کو ہفت اقلیم پر تقسیم نہیں کرتے ہمارے ہاں دنیا کے پانچ
حصہ ہیں پس میں نہیں کہہ سکتا کہ ہمارا ملک کس اقلیم میں
ہی لیکن سب سے بڑے دنوں میں دن رات کے چوبیس گھنٹہ میں سے
اتھارہ یا انیس گھنٹہ کا دن ہوتا ہی داد خواہ نے ہاتھ اٹھا کر
کہا کہ تم تو اقلیم پنجیم کے کفارہ پر ہو میںہ کہا کہ اُس سے بھی اور
شمال کی طرف جہاں ہمارے جہاز بڑی بڑی مسجدیں پکڑتے جاتے
ہیں وہاں گرمی کے موسم میں آفتاب شب و روز اُفتق سے نیچے نہیں
اُترتا داد خواہ نے پوچھا کہ وہاں کس قسم کے لوگ آباد ہیں اور
کہا کہ ہمارے قاعدہ کے موافق ایسی آپ و ہوا سے جسم میں بڑی طاقت
پیدا ہوتی ہی میں نے وہاں کے باشندوں کا حال بیان کیا اور کہا کہ
اُن کے قد ہمارے سینہ سے اونچے نہیں ہوتے اُس پر داد خواہ نے کہا
کہ وہ سردی سے تھتر گئے ہونگے میںہ پھر کہا کہ ہمارے ملک سے اکثر
جہاز اور فوجی علم لوگ ملکوں کی تھالیفات کے لیئے جایا کرتے ہیں
داد خواہ نے کہا کہ مقلد گر ملک کا یہی طریقہ ہی کہ سب باتوں
سے مطلع رہے *

شا صاحب لکھتے ہیں کہ میںہ ملک اور آپ و ہوا کا تذکرہ اس
بات کے ظاہر کرنے کے لیئے لکھا ہی کہ داد خواہ زمین اور عالم شخص
ہی کیونکہ ایشیا کے رہنے والوں کو جو یورپ کے علوم سے واقف ہیں
اس بات کی راقیت نہیں ہوتی کہ جس قدر شمال کی طرف جائیں
اُسی قدر دن اور رات میں فرق ہوتا جاتا ہی کو میںہ صرف اتنی ہی
بات کہی تھی کہ تلمب کے قریب کے ملکوں میں گرمی کے موسم میں
ہر وقت آفتاب موجود رہتا ہی اور اس بات کو میں کہنے بھی نہیں
پایا تھا کہ سردی میں آفتاب مطلق طلوع نہیں ہوتا تاہم داد خواہ
نے فوراً سمجھ لیا کہ وہ ملک سرد ہوگا *

اٹھائیسویں مئی کو یورپہی نے آکر یہہ خبر دی کہ پرسوں کی
تاریخ آپ کی روانگی کی قرار پائی ظہر کی نماز کے بعد میں داد خواہ
سے ملنے کو گیا اور اُن سے پوچھا کہ ہندوستان سے میں آپ کے لیئے کیا
چیز بھیجوں اُنہوں نے جواب دیا کہ میں سپاہی ہوں سوائے ہندو
کے اور کس چیز کی مجھے خواہش ہی مگر میں تمہاری خیر و عافیت
چاہتا ہوں اور پھر ہندوؤں کے لیئے درخواست کرتا ہوں جو ایلچی
میرے ساتھ روانہ ہونے والا تھا میںہ اُس کا حال دریافت کرتا چاہا
مگر داد خواہ نے بالکل لاعلمی ظاہر کی اور کہا کہ اب آپ نے دروازہ
آمد و شد کا کھولا ہی آپ کی دوستی اور آپ کا نام میرے دل پر

بند ہی کیونکہ جب میں گھوڑا خریدنے کی اجازت چاہتا ہوں
داد خواہ اپنے پاس سے منامیت کو دیتے ہیں یہہ سی چیزیں مثال
خچر اور ریشم وغیرہ کے میں خریدنا چاہتا ہوں لیکن اگر بلا اجازت
خریدوں تو داد خواہ ناراض ہو جاویںگے اور جو اجازت چاہتا ہوں
تو وہ خود ہی منامیت کر دینگے پس شرم کے سبب سے میں تو کچھہ
کہہ نہیں سکتا چپ ہوں *

بارہویں مئی کی صبح کو داد خواہ کا ایک رقعہ منشی لیکر آیا
اور مجھے سے کہا کہ آپ اپنے لیئے چیزیں خرید کرتے ہیں اس سے
داد خواہ یہہ قاراض ہیں اور کہتے ہیں کہ مجھکو کیوں نہیں اطلاع
دیتے جو میں سب چیزیں مہیا کر دوں یہہ بات دوستی کے برخلاف ہی
تب میںہ منشی سے اُس رقعہ کے جواب میں لکھوایا کہ داد خواہ کی
تواضع میرے حال پر اس قدر ہی کہ وہ مجھکو صرف وہی چیزیں نہیں
منامیت کرتے جنکی میں درخواست کرتا ہوں بلکہ وہ چیزیں بھی
میرے لئے فرماتے ہیں جنکی میں دل میں خواہش کرتا ہوں پس
میںہ اب اپنے دل میں بھی کسی چیز کی خواہش کرنا ترک کر دیا ہی
میں اُنکے بار احسان سے دیا جاتا ہوں اور مجھکو بڑی شرم آتی ہی *

بیسویں مئی کی صبح کو یورپہی داد خواہ کے پاس سے یہہ خبر
لایا کہ اب رقعہ روانگی کا قریب آگیا سامان سفر گھوڑے وغیرہ طیار
کرنا چاہیئے اور جو چیزیں درکار ہوں وہ خرید لینی چاہیئیں اور
مجھے سے پوچھا کہ داد خواہ آپ کے دوست ہیں آپ اُن سے کیا
تھفہ لیچھائیگا میں نے جواب دیا کہ ہمارے ملک میں دوست سے
تھفہ لیئے کا رواج نہیں ہی اُس نے کہا آپ اپنے ملک میں نہیں
ہیں جہاں ہیں وہاں کا دستور پرتنا چاہیئے اور اگر آپ کسی تھفہ
کے لیئے اپنی خواہش ظاہر نہ کریںگے تو داد خواہ ناراض ہو جاویںگے *

پانچویں مئی کی صبح کو میں یورپہی کے ساتھ داد خواہ سے
مانے گیا وہاں موسم کی گرمی کا تذکرہ ہوا داد خواہ نے کہا پانی
نہیں برستا جو ہوا ٹھنڈی ہو اندجان میں گرمی بہہ ہوتی ہی
لیکن وہاں انٹر پانی برستا ہی اس لیئے وہاں کی گرمی برداشت
ہو سکتی ہی میںہ کہا شاید اندجان کی آب و ہوا ہمارے ملک
انگلستان کی آب و ہوا کے موافق ہی میںہ سنا ہی کہ اندجان میں
جائزے کے موسم میں برف نثر سے پڑتی ہی اور گرمی میں پانی
افراط سے برستا ہی یہی حال ہمارے ملک کا ہی داد خواہ نے کہا
ہاں یہی حال ہی شاید اندجان کے ٹیپک مغرب اور مقابلہ میں
انگلستان ہی جس کے سبب سے درختوں کی آب و ہوا یکساں ہی تب
میںہ سمجھایا کہ انگلستان اندجان سے شمال کی طرف واقع ہی اور
قطب کے قریب ہی ہے نسبت یہاں کے انگلستان سے وہ ستارہ آسمان پر

نہو جیسا یہہ معجزہ مدرستہ العلوم ہی اُسوقت تک ان چہرے چہرے
موجودہ مدارس سے کسی طرح کامیابی کی توقع نہیں ہو سکتی *

اس سب کمیٹی کے صدر انجمن خود جناب خان بہادر فقیر سید
جمال الدین صاحب بہادر ہیں اور مولوی محمد امام الدین صاحب
رئیس گوجرانوالہ اور مولوی ابو احمد مراد علی مدرس اول گوجرانوالہ
سکوتری اور اکثر صاحب مہر ہیں خدا کے فضل و کرم سے اُمید ہی کہ
ان سب ہزگواروں کی توجہ اور جناب خان بہادر موصوف کی کوشش
سے گوجرانوالہ کے ضلع سے مدرستہ العلوم کے مقاصد میں آئندہ بہت
مدد ملیگی *

چاندی ضلع بستی

۲۱ جون سنہ ۱۸۷۳ء کو بستی خاص میں جو ایک سرحدی
ضلع جنگل کے کنارے واقع ہے اور جہاں سوائے معدودے چند نوکری
پیشہ مسلمانوں کے بہت کم مسلمان رہتے ہیں ایک جگہ مدرستہ العلوم
مسلمانان کے مقاصد کی تائید کے لیے قائم ہوا جس کے صدر انجمن
جناب مولوی محمد کامل صاحب صدر امین بستی تھے جو ایک بڑے
حالم اور درویش اور دیندار و خدا پرست مسلمان ہیں *

اُسی ایک جلسہ میں ایک ہزار چھیاسٹھ روپیہ کے چندہ پر لوگوں
نے دستخط کیے اور خود صدر انجمن صاحب نے اور اکثر لوگوں نے جو
نوکری پیشہ تھے اپنی پوری پوری ایک تینسواہ اس چندہ میں دی اور
تجریز ہوئی کہ جو مسلمان اسوقت شریک نہیں ہوئے اُن سے چندہ
وصول کرنے اور مدرستہ العلوم کے مقاصد کی تائید کرنے کے واسطے ایک
سب کمیٹی اس ضلع میں مقرر ہو جائے ایک سب کمیٹی مقرر ہوئی
جسمیں جناب مولوی محمد کامل صاحب صدر امین صدر انجمن
اور جناب سید حسن رضا صاحب ناظر کلکتہ سکوتری اور جناب حافظ
محمد تفضل حسین صاحب ڈپٹی کلکٹر اور اُور اکثر صاحب مہر مقرر
ہوئے اُمید ہی کہ یہ سب کمیٹی ہمیشہ مدرستہ العلوم کی تائید میں
سرگرم رہیگی اور اُن مسلمانوں کی کوشش جو اس نیک کام میں
دل سے شریک ہوئے ہیں کامیاب ہوگی *

حافظ تفضل حسین صاحب نے جو چندہ دیا ہے اُس میں یہ شرط
ہی کہ یہ چندہ خاص دیہات کی تعلیم کے لیے ہو جب اصول اہل
سنہ و جماعت کے دیا گیا ہے *

واللہ اعلم

مشتاق حسین

نقش کالچھور ہی جو پچھڑ مورت کے منہ نہیں سکتا اس کے بعد میں
سب سے رخصت ہوا *

نمبر ۱۸۳

مدرستہ العلوم مسلمانان

نہایت غرض کی بات ہے کہ مدرستہ العلوم کے چندہ کی خبر ہو
ایک طرف سے چلی آتی ہے اور جو مالی ہمت اور مال اندیش
مسلمان اپنی قوم کی خراب و خستہ اور موجودہ حالت پر ہمدردی
کے ساتھ نظر کرتے ہیں وہ دن بدن مدرستہ العلوم کی تائید پر متوجہ
ہوتے ہیں اور روز بروز ایسے انسان دوست انسانوں اور مدرستہ العلوم
کے چندہ کی تعداد بڑھتی جاتی ہے — حال میں ضلع گوجرانوالہ
ملاقہ پنجاب اور ضلع بستی میں بھی چندہ ہوا ہے جسکی مختصر
کیفیت ہم لکھتے ہیں *

چندہ گوجرانوالہ واقع پنجاب

یہاں جناب خان بہادر سید فقیر جمال الدین صاحب بہادر
انسٹرا اسسٹنٹ کمشنر نے جنکے خاندان کا نام پنجاب کے مسلمانوں
کی عزت کے ساتھ ہمیشہ لازم رہیگا ایک سب کمیٹی مدرستہ العلوم
کے واسطے چندہ فراہم کرنے کی غرض سے مقرر فرمائی ۲۴ مئی اور
۷ جون سنہ ۱۸۷۳ء کو جو اجلاس اس سب کمیٹی کے جناب خان
بہادر فقیر صاحب کے درانتظام پر منعقد ہوئے اور اس دوسرے اجلاس
میں نو سو بیس روپیہ کا چندہ ہو گیا جسمیں جناب ممدوح کیطرف سے
دو سو پچاس روپیہ ہیں اور جناب مسٹر جے جی کارگری صاحب بہادر
ڈپٹی کمشنر گوجرانوالہ کا سو روپیہ چندہ اور جناب ٹی جی وانر صاحب
بہادر انسٹنٹ کمشنر گوجرانوالہ کا تیس روپیہ چندہ دیکھ کر اس بات
سے نہایت غرضی ہوتی ہے کہ جو نرم اسوقت ہمارے ادھر حکمران
ہی وہ کسی توجہ سے اپنے فوض کو پورا کر رہی ہے *

مدرستہ العلوم کے چندہ کے ساتھ ساتھ ایک اور چہرے سے مدرستہ
اسلامیہ کے واسطے بھی چندہ ہوا ہے جو گوجرانوالہ میں مسلمانوں کی
طرف سے اپنی اولاد کی تعلیم کے واسطے قائم ہوگا اس سے معلوم ہوتا
ہی کہ گوجرانوالہ کے مسلمانوں نے جنکا اتالیق خان بہادر سید فقیر
جمال الدین خان سا شخص ہے اچھی طرح ادب کو سمجھ لیا ہے کہ
جو تمام اضلاع کے مسلمانوں کی تعلیم اور خصوصاً ابتدائی تعلیم کے لیے
ہر ایک مناسب جگہ میں بہت سے مدارس کا ہونا ضروری ہے لیکن
جب تک اُن سب مدارس کا سلسلہ ایک ایسے کامل مدرستہ پر ملتی

بمقام علیگڑہ — مطبع انسٹیٹیوٹ علیگڑہ میں چھپا اور حافظ

محمد عبدالرزاق کے اہتمام سے شایع ہوا

THE MOHAMMEDAN SOCIAL REFORMER

تہذیب الاخلاق

جلد پنجم [۱۵ جمادی الثانی سنہ ۱۲۹۱ ہجری سنہ ۱۳۰۵ نبوی] نمبر ۷

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اطلاع

بخدمت ممبران و خریداران و ناظرین تہذیب الاخلاق

اس پرچہ کی بابت جس صاحب کو کچھ خط و کتابت کرنی منظور ہو یا خریداری اس پرچہ کی مد نظر ہو یا کوئی مضمون اس پرچہ میں مندرج ہونے کے لیے بھیجنا ہو یا زر قیمت اخبار یا زر چندہ یا کچھ روپیہ بطور توثیق کے منایا فرماتا ہو تو سید احمد خاں صاحب بہادر سی ایس آئی پاس بمقام بنارس بھیجتا جارہے فوضکہ تمام خط و کتابت بابت اس پرچہ کے انہی سے کی جارہے کیونکہ یہہ پرچہ علیحدہ میں چھپکر اُن کے پاس چلا جاتا ہے اور وہاں سے تقسیم ہوتا ہے اور تمام حساب کتاب اسکا سب اُن کے پاس رہتا ہے * اس پرچہ میں صرف مضامین مفیدہ جو مسلمانوں سے متعلق ہیں چھاپہ ہوتے ہیں اور اس سبب سے اخبار امصار و دیار اس میں مندرج نہیں ہوتے — مقصود اس پرچہ کے اجرا سے یہہ ہے کہ مسلمانوں کی حسن معاشرت اور تہذیب کی ترقی ہو اور جو قاطع لڑھام مذہبی اس ترقی کے مائع ہیں اور درحقیقت وہ مذہب اسلام کے برخلاف ہیں وہ بھی مٹائے جاویں *

اطلاع

تشریح قیمت و مصرف منافع تہذیب الاخلاق

جستدر روپیہ بابت اس پرچہ کے بطور چندہ خراجہ بطور قیمت وصول ہو وہ کسی خاص شخص کی ملکیت نہوگا بلکہ اس پرچہ کے اجرا و ترقی میں صرف کیا جاویگا * جن دوستوں نے شریک ہوکر اس پرچہ کو جاری کیا ہے اور ساتھ روپیہ سالانہ اس پرچہ کے اجرا کے لیے بطور امداد دیتے ہیں وہ اس پرچہ کے متعلق معاملات میں بطور ممبر کے متصور ہیں اُن کو اختیار ہے کہ اگر چاہیں تو اُور کسی کو بھی بطور ممبر اپنے ساتھ شریک کریں اور جو شخص اس طرح پر شریک ہوگا اُس کو بھی ساتھ روپیہ سالانہ دینا ہوگا * یہہ پرچہ ہر مہینے میں ایک بار یا دو بار یا تین بار جیسا کہ مقتضای مضامین ہوگا چھپا کر یگا خریداروں کو چار روپیہ سالانہ قیمت پیشگی دینی ہوگی اور اخراجات روانگی پرچہ سے اُن کو کچھ تعلق نہوگا * اگر کوئی شخص کوئی خاص پرچہ خریدنا چاہیگا اُس کو نی پرچہ چار آنہ سے اخراجات روانگی پرچہ دینا ہوگا *

مضمون نمبر ۱۸۲

طریقہ انتظام و سلسلہ تعلیم

و تربیت

جو

مجزرہ مدرسۃ العلوم مسلمانان کے لیئے

تجویز ہوا ہے

دفعہ ۱ یہ مدرسہ از نام مدرسۃ العلوم مسلمانان یا مکتبہ اینکلو اورینٹل کالج موسوم ہوگا *

دفعہ ۲ یہ مدرسۃ العلوم مسلمانان علیحدہ میں بنایا جاوے گا جیسا کہ سابق میں کمیٹی کے اجلاس اور نثرات رائے صدرات سے تجویز ہو چکا ہے *

ذکر کمیٹی خزنة البضاعة

دفعہ ۳ کمیٹی خزنة البضاعة اس مدرسہ کے لیئے نئی روپیہ جمع کرنے کی کمیٹی ہے اور انتظام تعلیم کے لیئے جداگانہ کمیٹیاں مقرر ہونگی مگر روپیہ کا جمع کرنا اور سرمایہ کی حفاظت اور جائداد کا خریدنا اور اس کی آمدنی کا اخراجات مدرسہ کے لیئے دینا اور جو روپیہ کسی خاص کام کے لیئے دیا گیا ہو اس کا اسی کام میں لگانا اور مکانات کا بنانا اور ہر ایک امر کی نگرانی کرنا یہ سب کمیٹی خزنة البضاعة سے متعلق ہوگا *

دفعہ ۴ کمیٹی خزنة البضاعة کو اس روپیہ کا جو اس کے سپرد ہو اور نیز اس کی آمدنی کا حسب تفصیل ذیل جداگانہ حساب رکھنا ہوگا *

اول حساب زر سرمایہ یعنی حساب اس روپیہ کا جو لوگوں نے اس غرض سے دیا ہے کہ اس کی آمدنی اخراجات مدرسۃ العلوم میں صرف ہو اور وہ روپیہ بدستور قائم رہے اور یہی روپیہ زر سرمایہ کے نام سے منسوب ہے جسکا خرچ کرنا ہر جب دفعہ ۳ قراہد کارروائی کمیٹی کے ممنوع و قاجاز ہے *

دوم زر سرمایہ مذکورہ بالا کے حساب میں بھی مفصلہ ذیل تفصیل رکھنی ہوگی *

[الف] وہ روپیہ علیحدہ جمع رکھنا جسکی نسبت

دینے والوں نے یہ شرط لگائی ہے کہ سود میں

نہ لگایا جاوے بلکہ اس سے جائداد غیر متعلقہ

خریدی جاوے اور اس روپیہ کا کسی طرح سود میں لگانا اور پروامیسوری نثر خریدنا جائز ہوگا *

[ب] اس روپیہ کا حساب جو دینے والے نے خاص بغرض تعلیم مذہبی دیا ہے علیحدہ رکھا جاوے گا اور اسکی آمدنی اسی مذہب [یعنی شیعہ یا سنی مذہب] کی تعلیم میں صرف ہوگی جس کی تعلیم کے لیئے دینے والے نے روپیہ دیا ہے *

[ج] جو روپیہ کہ مسائیوں نے یا اور مذہب کے لوگوں نے اس شرط سے دیا ہے کہ اس کی آمدنی عام دنیاوی کی تعلیم میں خرچ ہو اسکا حساب جداگانہ رکھنا اور اس کی آمدنی عام دنیاوی کی تعلیم میں صرف ہوگی کسی مذہبی تعلیم میں اس کی آمدنی خرچ نہ ہوگی *

[د] باقی روپیہ جو لوگوں نے بلا کسی شرط دیا ہے اس کی آمدنی مذہبی و دنیاوی ہر قسم کی تعلیم میں جس میں ضرورت ہو خرچ ہو سکیگی *

[ه] قبل شروع ہونے کسی قسم کی تعلیم کے اور نیز بعد شروع ہونے تعلیم کے اگر کسی خاص صنف کے سرمایہ کی آمدنی اس کے اخراجات ضروری سے زیادہ ہو جاوے تو ہر ایک قسم کے روپیہ کی آمدنی جس کی تفصیل اوپر بیان ہوئی ہے اسی مد میں بطور اصل سرمایہ جمع کوئی جاوے گی خواہ کمیٹی کی کارروائی کے ضروری اخراجات میں یا مدرسۃ العلوم اور اس کے متعلق مکانات کی تعمیر میں یا مدرسۃ العلوم کے لیئے زمین خریدنے میں خرچ کی جاوے گی کیونکہ یہ امور تعلیم مذہبی و تعلیم دنیاوی دونوں سے برابر متعلق ہیں مگر اس روپیہ کی آمدنی جسکا ذکر مد [ج] میں ہے تعمیر مساجد میں ہوگا خرچ نہ کی جاوے گی اور نیز اس روپیہ کی آمدنی جو سنیوں نے خاص مذہبی تعلیم کے لیئے دیا ہے وہ شیعہوں کی مسجد کی تعمیر میں اور اس روپیہ کی آمدنی جو شیعہوں نے خاص مذہبی تعلیم کے لیئے دیا ہے وہ سنیوں کی مسجد کی تعمیر میں صرف ہوگی *

ہوں کسی کو اختیار نہرگا اور جب کوئی صیغہ اُس
کمیٹی کی ممبری کا خالی ہوگا تو ممبران باتیمائدہ
کسی دوسرے شخص کو اُس کی جگہ مقرر کریں گے *
اگر اُس رویہ کی جو خاص مذہبی تعلیم کے لیئے
دیا گیا ہو اسقدر آمدنی ہو جاوے جو مذہبی تعلیم کے
اخراجات کے لیئے کافی ہو اور مذہبی کمیٹیوں کے ممبر
یہ چاہیں کہ مذہبی تعلیم قبل ہرچ ہرنے دیگر اقسام
کی تعلیم کے جاری ہو جاوے تو اُن کو ایسا کرنے کا اختیار
حاصل ہوگا *

مذہبی تعلیم کے لیئے مدرسوں کا انتخاب کرنا اور
مقرر کرنا وہ سب انہیں مذہبی کمیٹیوں سے متعلق ہوگا
دوسرے شخص کو یا کسی دوسری کمیٹی کو اُس میں
کچھ مداخلت نہرگی *

سلسلہ تعلیم علوم

زبانوں اور علم ادب اور انشاء کی تعلیم کے سوائے دنیاوی
علوم کی تعلیم کے لیئے دو صیغہ ہونگے ایک بعض
انگریزی اور دوسرا انگریزی و اردو اور ہر طالب علم کو
اختیار ہوگا کہ جس صیغہ کی تعلیم پسند کرے اُس کو
اختیار کرے صیغہ انگریزی میں تقریباً ہر مذہبی علم
انشاء اور تمام دنیاوی علوم انگریزی زبان میں پڑھائے
جاریں گے اور صیغہ انگریزی اردو میں تقریباً
انگریزی میں اور باقی دنیاوی علوم اردو میں سکھائے
جاریں گے مذکورہ بالا تجویز صرف دنیاوی علوم سے جیسے
ہندسہ حساب جغرافیہ حیالوجی زوالوجی وغیرہ سے متعلق
ہی زبانوں کی تعلیم سے ملانہ نہیں دیکھتی کیونکہ عربی و فارسی
وغیرہ زبانیں جو مدرسۃ العلوم میں پڑھائی جا رہی تھیں وہ
اُسی قاعدہ سے پڑھائی جا رہی تھیں جو سطورح کے وہ زبانیں
پڑھائی جاتی ہیں اُس میں کچھ تغیر و تبدیل نہرگی *
مذکورہ مذکورہ بالا تقسیم کے مدرسۃ العلوم کے دو قیارتیہ

یعنی دو صیغہ ہونگے *

اول اسکول قیارتیہ یعنی صیغہ مدرسہ *

دوم کالج قیارتیہ یعنی صیغہ مدرسۃ العلوم *

بیان صیغہ اول یعنی صیغہ مدرسہ

دفعہ ۸ ضمیمہ ۱ — صیغہ مدرسہ کا مقصد یہ ہے کہ مدرسۃ العلوم کے
لیئے ایک گروہ طالب علموں کا جو اُس میں علوم سیکھنے
کے لائق ہوں مہیا کرے اور یہ بھی فرض ہی کہ وہ لڑکے

سویم — اُس رویہ کا حساب جداگانہ رکھا جاوے گا جو لوگوں نے
دعائے سرمایہ مدرسۃ العلوم نہیں دیا بلکہ واسطہ خاص
کام کے دیا ہی مثلاً واسطہ تعمیر مکانات مدرسۃ العلوم کے
یا واسطہ تعمیر مساجد شیعہ و سنی کے اور یہ رویہ
اور اُس کی آمدنی اُسی کام میں خرچ ہوگی جس کے
لیئے وہ دیا گیا ہے *

ذکر کمیٹی ہائے تعلیم

دفعہ ۵ — تعلیم مدرسۃ العلوم میں کمیٹی خزنتہ البضائع کو کچھ
مداخلت نہرگی بلکہ اُس کے لیئے حسب تفصیل ذیل
جداگانہ کمیٹیاں مقرر ہوگی *

اول — کمیٹی تعلیم علوم دنیاوی اور اُن مختلف زبانوں کی
جو مدرسۃ العلوم میں تعلیم دی جا رہی ہے اور یہ کمیٹی
از نام ممبران تعلیم انسان و علوم دنیاویہ
ملقب ہوگی *

اس کمیٹی کے ممبروں میں مسلمانوں کے ساتھ
عیسائی اور یہودی اور ہندو بھی اگر ضرورت ہو تو ممبر
ہو سکیں گے کیونکہ مختلف علوم اور مختلف انسان کی
تعلیم اس کمیٹی سے متعلق ہوگی اور اس دنیاوی علوم
کی تعلیم کا اہتمام و انتظام ہتمام اس کمیٹی سے متعلق
ہوگا *

دوم — کمیٹی تعلیم مذہبی اس کی دو شاخیں ہوگی ایک شاخ
از نام ممبران تعلیم مذہب اہل سنت و جماعت اور
دوسری از نام ممبران تعلیم مذہب شیعہ اثنا عشریہ
ملقب ہوگی اور اُن کمیٹیوں میں اُسی مذہب کے لوگوں کے
سوا جس مذہب کی تعلیم کے لیئے وہ کمیٹی تھی دوسرے
مذہب کا کوئی شخص ممبر نہر سکیگا *

اس کمیٹی کے ممبروں کا انتخاب ابتدائی کمیٹی
خزنتہ البضائع سے متعلق نہرگا بلکہ دونوں مذہبوں میں
کا کوئی شخص جو اُس مذہب میں دیندار ہو اور جس پر
اُس مذہب کے لوگوں کو طمانیت ہو اپنے اپنے مذہب
کی کمیٹی کے ممبروں کو منتخب کریگا اور جو ممبر
منتخب ہونگے وہ ایف ممبر ہونگے یعنی اُن کی
معزوری کا بجز اُس حالت کے کہ وہ استعفاء دیں یا اپنا
مذہب تبدیل کر دیں یا کسی ایسے جرم میں جسکی
تقصیر قاعدہ کارروائی کی دفعہ ۱۲ میں ہے سزا پاب

ہوں تو ان کو اور صدر کمیٹی ہمارے مستذکرہ صدر کو بھی
اُس میں دستاویزی کا اختیار ہوگا *

ضمین ۷ — جو حساب مدرسہ تعلیم کا اسی تجویز میں لگایا گیا
ہی اُس میں یوں فرض کیا گیا ہی کہ تعلیمی ہر طالب علم
کی جو اس مدرسہ کی سب سے ادنیٰ جماعت میں داخل
ہوئے دس برس کی ہی پس اُس ہر تک کے لڑکے
موسم بطور قاعدہ مجوزہ کے مدرسہ میں داخل ہونگے
مگر خاص صورتوں میں مدرسہ اعلیٰ کو اختیار ہوگا کہ
کسی لڑکے کو جسکی عمر اُس سے زیادہ ہو مدرسہ میں
داخل کرے اور اُن بخاص وجوہات کو کتاب داخلہ میں
لکھ دے جن کے سبب سے اُسکو داخل کیا ہی *

ضمین ۸ — اس مدرسہ میں صرف ابتدائی تعلیم ہوگی اور پانچ
برس تک برابر پڑھنا پڑیگا اور مفسرہ ذیل حارم اہمیں
پڑھائے جارینگے —

(الف) عربی زبان ابتدائی *

(ب) فارسی زبان — اور فارسی و اردو کا عام انشاء *

(ج) حساب *

(د) جبر و مقابلہ ابتدائی *

(ه) تہذیب اقلیدس *

(و) تاریخ *

(ز) جغرافیہ *

(ح) انگریزی زبان ابتدائی انٹرنس کی پڑھائی تک *

(ط) ضروری کتب مذہبی اہل سنت و جماعت و مذہب
شیعہ اثنا عشریہ *

ضمین ۹ — ہر روز پانچ گھنٹہ مدرسہ میں پڑھائی ہوگی یعنی
اپنے مکان پر پڑھنے اور پڑھا ہوا یاد کرنے کے سوا *

ضمین ۱۰ — اس مدرسہ میں ہر ایک علم کے لیئے جو پڑھائے
جارینگے مدرسہ مقرر ہونگے اور اُنکا تقرر اور اُن کی
تعداد اور تنخواہ مدیران تعلیم کی وہ کمیٹی مقرر کریگی
جس سے وہ متعلق ہوں *

ضمین ۱۱ — اس مدرسے کے طالب علموں کو اختیار ہوگا کہ اس
درجہ کی پڑھائی کے بعد اگر وہ نلکتہ یونیورسٹی کے انٹرنس
کا امتحان دینا چاہیں تو امتحان دیں اور کمیٹی
مدبران السنہ مختلفہ و علوم دنیویہ اُن کے امتحان کا
کافی اہتمام اور انتظام کریگی اور جو استحقاق انٹرنس
کے امتحان سے حاصل ہو سکتے ہیں وہ اُن طالب علموں کو
بھی حاصل ہونگے جو اس امتحان میں کامیاب ہوں *

جنگی ہر مدرسے میں وہ علم کے لائق نہیں ہی اور جنگی
والدین اُسی شہر میں رہتے ہوں جہاں مدرسہ العلوم نے
اپنا کوئی مدرسہ قائم کیا ہو اور اپنے لڑکوں کو مدرسہ کی
تعلیم کے بعد مدرسہ العلوم میں داخل کرنا چاہتے ہوں اس
مدرسہ میں اپنے لڑکوں کو پڑھاسکیں اس مدرسہ کو اُن
لوگوں کے لیئے جو مدرسہ العلوم میں داخل ہونے کا ارادہ
رکھتے ہیں آئندہ کی ترقی کی سیدھی سے زیادہ نہ سمجھنا
چاہیئے درحقیقت اس صیفہ کو پچھڑا سکے کہ مدرسہ العلوم
سے اُسکا اہتمام اور نگرانی ہو اور کچھ زیادہ تعلق نہ ہوگا *

ضمین ۲ — اس مدرسہ کے لیئے مکانات اُس روپے سے بنینگے جو
کمیٹی خزائنہ البضائع اس کام کے لیئے جمع کریگی اور اُس
میں پڑھانے کے کمرے اور طالب علموں کے رہنے کے مکانات
بنائے جاوینگے جن میں مناسب تعداد کے لڑکے رہ سکیں
اور اُن فریب لڑکوں کی تعلیم کے باب میں بھی مصلحت
پندوبست کیا جاوینگا جو آسودہ حال لڑکوں کی طرح خرچ
کرنے کا مقدور نہیں رکھتے *

ضمین ۳ — اس مدرسہ کے اخراجات کچھ مدرسہ علوم کی طرف
سے ہونگے اور کچھ اُس زر ایس سے جو آسودہ حال
طالب علموں سے لی جارگی اور اخراجات سکونت ہر ایک
شخص اپنا آپ دینگا صرف مکانات کی درستی اور موسم
مدرسہ العلوم سے متعلق رہوگی — اور فریب طالب علموں
کی سکونت کا پندوبست اُس طرح پر ہوگا جس طرح کہ
ہر جب ضامن صدر کے کمیٹی تجویز کریگی *

ضمین ۴ — اس مدرسہ میں سکونت اختیار کرنا طالب علم کی مرضی
پر منحصر ہوگا کیونکہ طالب علم کا مدرسہ العلوم میں
سکونت پذیر ہونا اُس وقت سے شمار ہوگا جب کہ
طالب علم مدرسہ العلوم میں داخل ہونگے *

ضمین ۵ — جن کمیٹیوں کا ذکر ذیل ۵ میں مدرسہ العلوم کے
واسطے کیا گیا وہی کمیٹیاں ان مدارس کا بھی انتظام
کریںگی لیکن جب یہ مدارس مدرسہ العلوم کے مقام کے
سوا اور مقامات میں قائم ہوں تو اُن کمیٹی ہمارے مذکورہ
بالا کو اختیار ہی کہ مدارس کے انتظام اور نگرانی کے
واسطے اپنے ماتحت کمیٹیاں مقرر کریں *

ضمین ۶ — ان مدارس کے لیئے مذکورہ بالا کمیٹیاں مدرسان کو
مقرر کریںگی اور طالب علموں کا داخل کرنا مدرسہ اعلیٰ کے
اختیار میں ہوگا اور اگر کمیٹی ہمارے ماتحت مقرر ہوگی

امتحان میں وہ کامل نکلا ہی تو کچھ مذکور بالا کو اسی
علم کی تکمیل کے لئے اُسکے داخل کر لینے کا اختیار ہوگا *
بیان صیغہ دوم یعنی صیغہ مدرسۃ العلوم
دفعہ 9 ضمن 1 — مدرسۃ العلوم کے درجے ہونگے *

ایک — ادنیٰ *

دوسرا — اعلیٰ *

ضمن 2 — مدرسۃ العلوم کے درجہ ادنیٰ کا مقصد عام کی عام
شاخوں میں تعلیم دینا ہوگا جو ایک روحانصہ اور ذہن
اور عقل کی کھول دینے والی تعلیم کے لئے ضرور ہی *
ضمن 3 — مدرسۃ العلوم کے اعلیٰ درجہ کا مقصد کسی خاص علم
میں جسکو کہ طالب علم پسند کرے نہایت دقیق اور
قوی اور انتہائی تعلیم دینا ہوگا *

ذکر درجہ ادنیٰ

دفعہ 10 ضمن 1 — درجہ ادنیٰ مدرسۃ العلوم کی پڑھائی چار برس تک
ہوگی *

ضمن 2 — تین گھنٹہ سے زیادہ مدرسۃ العلوم میں سبق نہ پڑھائے
جارینگے *

ضمن 3 — درجہ ادنیٰ مدرسۃ العلوم میں علوم مفصلہ ذیل پڑھائے
ہونگے *

اول — کوئی دو زبانیں مفصلہ ذیل
زبانوں میں سے *

(الف) عربی مع زبان دانی و علم ادب *
(ب) فارسی ایضا
(ج) انگریزی ایضا
(د) سنسکرت ایضا
(ه) لیتن ایضا
(و) گریک ایضا

دوم — ریاضی جسمیں مفصلہ ذیل
علوم شامل ہونگی *

(الف) الجبر — یہی جبر و مقابله *

(ب) تھیوری آف ایکویشنز — یعنی
اصول مسائل معادلات *

(ج) پلین ٹرگنا مٹری — یعنی علم
مثلث مٹری *

(د) اسفیریگل ٹرگنا مٹری —
یعنی مثلث کرری *

ضمن 12 — ملاوہ اسی امتحان کے ہر سال کے آخر ہر مدرسۃ العلوم
کی طرف سے بھی طالب علموں کا امتحان لیا جائیگا اور جو
طالب علم اسی امتحان میں لائق نکلیں گے اُن طالب علموں
کو انعام اور وظیفہ مدرسۃ العلوم کی طرف سے ملیگا *

ضمن 13 — اس مدرسۃ میں بیس وظیفہ حسب مندرجہ ذیل
مقرر ہونگے جو کہ ہر ایک کامیاب طالب علم کو ایک
سال تک ملینگے آخر سال پر اگر نتیجہ طالب علم کے
امتحان کا اچھا ہو تو پھر وہ وظیفہ دار مقرر
ہوسکیگا *

تفصیل وظیفوں کی پیمائش

میزان	تعداد وظیفہ	تعداد ماہواری
ص	۱۰	ص
ل	۶	ل
س	۴	س
ما	۲۰	ما

ضمن 14 — مقدار انعاموں کی مدرسے کی آمدنی اور فیس کی آمدنی
پر منحصر ہوگی *

ضمن 15 — امید ہی کہ نیک دل آدمی اس مدرسے کو اسقدر
روپیہ دینگے جسکی آمدنی سے خاص خاص مقصودوں
میں لیاقت پیدا کرنے پر طالب علموں کو انعام مل سکے *

ضمن 16 — مدرس اول کو اختیار ہوگا کہ سالانہ امتحان مذکورہ
بالا سے پہلے سے امتحان مناسب سمجھے لیوے مگر ان
امتحانوں سے مدرسۃ العلوم کو کچھ غرض نہوگی اور نہ اُس
امتحان کے نتیجوں پر انعام یا وظیفہ دیا جائیگا لیکن
اگر نتیجہ کسی وظیفہ دار طالب علم کے امتحان کا نہایت
خراب ہو تو مدرس اول کو کمیٹی مدبران تعلیم السنہ
مختلفہ و علوم دنیویہ میں اُسکی رپورٹ کرنے کا اختیار
ہوگا تاکہ اُس طالب علم کا وظیفہ بند ہو جاوے *

ضمن 17 — جو امتحان کے پانچ برس کی پڑھائی کے بعد ہوگا وہ
سلسلہ تعلیم مدرسۃ العلوم میں داخل ہونیکے لیاقت کے ثبوت
کا رسالہ بھی سمجھا جائیگا — کوئی طالب علم جو کہ
اس امتحان کے مضامین میں کافی لیاقت نہ دکھائیگا
وہ مدرسۃ العلوم کے سلسلہ تعلیم میں داخل نہوسکیگا لیکن
اگر کسی خاص علم کی تکمیل کی اُسکو خواہش ہو جسکے

ثقل اور طریقہ اُن کے مقرر کرتے ہے *

عام پمپ اور زور دینے والا پمپ *

شکنجہ پانی کے دھاڑے سے *

پیمرو میٹر — یعنی مقیاس موسم *

ہوا کا پمپ *

دھانی کل *

(ل) آپٹکس (جیومیٹریکل) — یعنی

علم مناظر باہتدیس *

اس علم کے یہ مضمین تعلیم میں

ہونگے *

قوانین عکس و انعکاس — عکس مسامع

آئینہ پر — عکس گردی آئینہ پر — انعکاس

شیشہ میں ہوکر — تفرق ضیاء شمس

مختلف رنگ کی کرنوں میں — بیان آنداب

کے مجمع النور کا — بیان آنکھ کا آلات

متعلق علم مناظر کی صورت ابسکیرور کا

یعنی وہ تاریک خانہ جو ہر دیکھنے والی

چیز میں ہی اور جس میں وہیں شکلیں

مبصرات کی معکوس منعکس ہوتی

ہوں — دور بینیں عکسی و انعکاسی *

(م) ایکوسٹکس — یعنی علم آواز — اس

علم کے یہ مضمین تعلیم میں ہونگے *

خاصیت آوازوں کی — طریقہ منتشر ہونے

آوازوں کا — پیدا ہونا موسیقی آوازوں کا

اشکال جو اُس سے متعلق ہیں *

(ن) آپٹکس (فزیکل) — یعنی علم

مناظر طبیعی — اس علم میں مضمین

مندرجہ ذیل تعلیم ہونگے *

اصولی مسئلہ نسبت اصلیت و پھیلاؤ

روشنی کے —

عام بیان عوارض کا — بیان

تجربوں کے چھٹوں کا مہم حال اُن کے

تجربوں کے جن سے کہ اُن عوارض کے

اثر ظاہر ہوتے ہیں — تعلیمی روشنی

مہم اُن تجربوں کے حال کے جن سے کہ

وہ پیدا ہوتی ہی *

(۵) کانکسی — یعنی علم مضرطیات *

(۶) سالت جامتری — یعنی علم معیسات

(۷) تفریشل کیلکیولس — یعنی

حساب الجزیئات *

(۸) انڈرل کیلکیولس — یعنی حساب

الکایات *

(۹) اسٹیٹکس — یعنی علم السکون

اس علم کے یہ مضمین پڑھائے جاویں گے

ابتدائی مسائل حل کرتے قوتوں کے —

قوائے حر ثقل — مرکز ثقل — حالتیں

میزان اجسام کی حر ثقل سے پیدا

ہوتی ہیں *

(۱۰) ڈینامکس — یعنی علم الحکوک

اس علم میں سے مفصلہ ذیل مضمین

پڑھائے جاویں گے *

ابتدائی مسائل مع قانون حرکت اور

اشکال جو کہ ایک جسم کی مستقیم

حرکت قائم کرتے کے لیے ضرور ہوں

عواء و جسم بغیر کسی رک کے رکھا

ہوا ہو یا قہلاؤ پر ہو حرکت اشیاء

مندرجہ اور حالتیں حرکت کی گرد

مرکز قوت کے *

(۱۱) ہائیڈرو اسٹیٹکس — یعنی علم

ثقل المایعات ہائیڈرو ایکس — یعنی

علم حرکت المایعات — نیومیٹکس

یعنی علم ثقل و حرکت ہوا *

ان علم میں سے مفصلہ ذیل مسائل

پڑھائے جاویں گے *

ابتدائی شکلیں نسبت غاصیت و انتقال

اور مقدار دباؤ مایعات کی اور حالتیں

میزان تیرتے ہوئے اجسام کی *

خاصیت لچک دار مایعات کی اور دباؤ

جو اُن سے پیدا ہوتے ہیں *

لشستم — دینیات یعنی فقہ و حدیث و تفسیر وغیرہ

مذہب اہل سنت و جماعت و مذاہب شیعہ
اثناء شریعہ *

ضمون ۳ — مذکورہ بالا سلسلہ تعلیم میں طالب علم کو چار درجہ
مدرستہ معلوم میں صرف کرنے ہونگے اور روز سوا ایک
سبق زبانوں کا ہوگا اور ایک علوم ریاضی پر اور ایک
باری باری سے دیگر علوم مختلف پر *

ضمون ۵ — علوم مختلف مذکورہ باری باری سے اس ترتیب سے
پڑھائے جارہینگے —

سال اول میں — تاریخ عام قدیم و جدید *

سال دوم میں — منطق — علم بیان و علم سیاست مدن *

سال سوم میں — فلسفہ ذہنی و اخلاقی *

سال چہارم میں — علوم طبیعیات *

ضمون ۶ — ہر سال در تہذیبی زمانوں میں منقسم ہوگا اور
ہر ایک زمانہ ساڑھے چار مہینہ کا ہوگا اور اسکا نام

مہقات التعلیم رکھا جاوےگا — قریب ختم ہونے

ہر مہقات کے طالب علموں کا امتحان اُن علوم میں

ہوگا جو اس مہقات میں اُنہوں نے پڑھے ہونگے —

ان امتحانوں سے اُن کی مہنت کا حال معلوم ہوگا

اور اگر کسی وظیفہ دار طالب علم کے امتحان کا نتیجہ

تواریف خراب ہوگا تو کمیٹی مدبران تعلیم السنہ

مختلفہ و علوم دنیویہ کو اُسکے وظیفہ کے بند کر دینے کا

اختیار ہوگا *

ضمون ۷ — علوہ ان امتحانوں کے سالانہ امتحان بھی ہونگے

جنکے نتیجوں کے مطابق انعام اور وظیفے مستحق

طلبہ کو ملا دیئے جارہینگے *

ضمون ۸ — اس سلسلہ تعلیم کی دو برس کی پڑھائی کے بعد اگر

کسی طالب علم کا ارادہ ملکہ پونیورسٹی کے ایف اے

کے امتحان دینے کا اور چار برس کی پڑھائی کے بعد

بی اے کے امتحان دینے کا ہو تو اُس کو اختیار

ہوگا کہ وہ امتحان دیرے اور کمیٹی مدبران السنہ

مختلفہ اور علوم دنیویہ اُن کے امتحانوں کا کانی

اہتمام اور انتظام کریگی اور جو امتحانات کہ ان

امتحانوں سے حاصل ہو سکتے ہیں وہ اُن طالب

علموں کو بھی حاصل ہونگے جو اس طرح پر ان

امتحانوں میں کامیاب ہوں *

(س) ایستوائی — یعنی علم ہیئت

النجوم — اس علم میں مضامین

متدرجہ ذیل درس میں ہونگے *

انتظام دواؤں نظام کا جن سے کہ اجرام

سماری متعلق ہیں —

مقدم فلک صفا — یعنی تغیرات جوالسما

جو زمین کی حرکت گرد آفتاب پر منحصر

ہیں — زمین کی مستدیر حرکت گرد

اپنے محور کے —

عام حال نظام شمسی کا *

عام بیان کسوف و خسوف کا *

سوم — لاجک اور رتورک — یعنی علم

منطق و علم بیان *

چہارم — مینڈل اور مارل فلاسفی — یعنی

فلسفہ ذہنی و اخلاقی *

پنجم — پولیٹیکل اکنومی — یعنی اصول علم

انتظام و سیاست مدن *

ششم — تاریخ عام قدیم و جدید *

ہفتم — نیچرل سائنس — یعنی علم طبیعی —

اس علم کی مفصلہ ذیل شاخیں پڑھائی

جا رہینگی *

کیمسٹری یعنی علم کیمیا *

اور ایک عام مفصلہ ذیل علوم میں سے

(الف) اینڈرل فزیالوجی — یعنی

علم تشریح حیوانات *

(ب) جیالوجی — یعنی علم اندرونی

حالات زمین کا اور مارالوجی

یعنی علم مہدنیات *

(ج) بائیٹنی — یعنی علم نباتات *

(د) زوالوجی یعنی عام الہیولہ *

(۵) سنسکرت مع پراکرت و ڈالہ اور مع علم

اُن کی مطابقت کے *

(۶) گریک و لاطین مع علم اُن کی مطابقت

کے *

دوم — فارم اخلاق — یعنی کوئی ایک قسم مفصلہ

ذیل میں ہے *

(الف) منطق مع عام بیان و فلسفہ ذہنی و

اخلاقی *

(ب) علم انتظام و سیاست مدنی مع فلسفہ

متعلقہ سیاست و فن تاریخ *

سوم — فلسفہ طبیعی یعنی ایک مفصلہ ذیل میں

ہے *

[الف] فارم ریاضی *

[ب] علوم طبیعی *

چہارم — دینیات اسلامی یعنی فقہ و حدیث و تفسیر

و غیرہ مذہب اہل سنت و جماعت و مذہب

شیعہ اثنا عشریہ *

ضمن ۲ — درخواست امتحان مفاخرت کے ساتھ طالب علم کو

ہمیشہ اپنا تصنیف کیا ہوا رسالہ پیش کرنا ہوگا جو

اُس نے اُس علم کے کسی مشکل مسئلہ پر تصنیف

کیا ہو جس میں نہ وہ امتحان مفاخرت دینا

چاہتا ہو — امتحان میں داخل ہونے کی اجازت اس

رسالہ کے پسند ہونے پر منحصر ہوگی — اور طالب علم

کو تحریراً یہ اقرار کرنا ہوگا کہ اُس نے اس رسالہ کی

تصنیف میں کسی دوسرے شخص سے مدد نہیں لی

ہی *

دفعہ ۲ ضمیمہ ۱ — اُس میقات کے ختم ہونے کے قریب جو اُس میقات

کے بعد آوے جس میں مفاخرت کا امتحان ہوا تھا

امتحان میں کامل نکلے ہوئے طالب علموں کا واسطے

عطا کرنے فیلوشپ یعنی وظیفہ و نقد مدرسۃ العلوم کے

پھر امتحان لیا جارہا — اور ہر طالب علم کا امتحان

اُسی علم میں ہوگا جو اُس نے اختیار کیا ہے اور یہ

امتحان بیان مقدموں کے لکھنے کے ذریعہ سے لیا

جارہا جو مدرسۃ العلوم کے ایران میں ممتحنوں کے

سامنے لکھنے ہونگے — قیوں دن تک ہر ایسا امتحان

ضمن ۹ — مذکورہ بالا امتحانوں کے علاوہ اس سلسلہ تعلیم کے

چوتھے برس کے آخر میں تمام علوم میں جو اس

سلسلہ تعلیم میں پڑھے ہونگے ایک امتحان مدرسۃ

العلوم میں لیا جارہا اور ہر طالب علم کو مدرسۃ العلوم

کے درجہ اعلیٰ میں داخل ہونے سے پہلے اس امتحان

میں کامل نکلنا ضرور ہوگا *

ذکر مدرسۃ العلوم کے درجہ اعلیٰ کا

دفعہ ۱ ضمیمہ ۱ — اس امتحان کی تکمیل کے بعد طالب علم کو

مدرسۃ العلوم کے اعلیٰ درجہ میں داخل ہونے اور

کسی خاص علم کو مفاخرت کا امتحان دینے کی ارادہ

سے درجہ کامل تصدیق کرنے کا حق حاصل ہوگا

امتحان مفاخرت کے لینے دو برس تک پڑھائی ہوگی

مگر طالب علم کو اس بات کا اختیار ہوگا کہ اگر وہ

ایک ہی برس کی پڑھائی کے بعد اپنے تئیں مفاخرت

کا امتحان دینے کے قابل سمجھے تو امتحان دینے کو

پہنچے — مگر وہ طالب علم جو ایک دفعہ امتحان میں

کا کامل نکل کر دوسرے امتحان میں کامل نکلیگا

تو اُس کا نام فہرست میں اُن کامیاب طالب علموں

کے ساتھ جو پہلے ہی امتحان میں کامل نکلے ہیں

پرترتیب لیاقتا مندرجہ ہوگا بلکہ فہرست کے آخر

میں اور اُن کامیاب طالب علموں کے نام سے علیحدہ

لکھا جارہا *

ضمن ۲ — اس درجہ کے پڑھانے والوں میں سے جو شخص چاہے

اُس کو اختیار ہوگا کہ ناکتہ روزی درستی کے اہم اے کا

امتحان دے *

ضمن ۳ — مدرسۃ العلوم میں مفاخرت کا امتحان دینے کے لینے

طالب علم کو اختیار ہے کہ مفصلہ ذیل علوم میں

سے ایک علم چون سا چاہے پسند کرے *

اول — زبان — یعنی کوئی ایک قسم مفصلہ ذیل

میں ہے *

(الف) عربی مع عبری و سریانی مع علم اُن کی

مطابقت کے *

(ب) انگریزی مع ایٹلر سیکس اور مع علم

اُن کی مطابقت کے *

(ج) سنسکرت مع ژند — و فارسی — اور

مع علم اُن کی مطابقت کے *

عام فقہ و حدیث و دینیات مذہب اہل سنت

و جماعت و مذہب شیعہ امامیہ کی تکمیل

کی کامیابی کے لیے ... 5

میزان ... 3-

منجملہ ان پانچ وظیفوں کے جو دینیات کی تعلیم کے لیے مقرر ہیں دو وظیفہ حضور عالی حاجی حرمین شریفین جناب نواب مستحق کلب علی خاں بہادر فرزند دلپذیر دولت انگلشیہ والی رام پور کے نام سے مقرر ہونگے اور جن طالب علموں نے عام مذہب اہل سنت و جماعت کے امتحان میں کامیابی حاصل کی ہوگی ان کو دیئے جارہینگے *

ذیل 13 ضمن 1 - رفاقت مدرسۃ العلوم کے وظیفوں کے سوا ساٹھ وظیفے

اگر طالب علموں کے لیے ہونگے جنکی مقدار ایک سو بیس

روپیہ سالانہ سے تین سو روپیہ سالانہ تک ہوگی *

ضمن 2 - پس سالانہ خرچ رفاقت مدرسۃ العلوم کے وظیفوں اور

طالب علموں کے وظیفوں کا حسب تفصیل ذیل ہوگا *

وظیفہ ہائے رفاقت مدرسۃ العلوم

تعداد وظیفہ ماہواری سالانہ فی وظیفہ میزان کل

30 100 1000

وظیفہ ہائے طالب علمی

20 100 1000

20 100 1000

13 100 1000

4 100 1000

میزان کل ...

ضمن 3 - وظیفہ رفاقت مدرسۃ العلوم سات برس تک جاری رہیگا

اور وظیفہ طالب علمی ایک سال تک لیکن ہر سال کے

آخر میں جو طالب علم سالانہ امتحان اچھا دیکھا

اُسکو اُس قدر یا اُس سے بھی زیادہ وظیفہ دیا جائیگا *

ضمن 4 - رفیق مدرسۃ العلوم سات برس کے بعد پچھڑ کسی

فہایت خاص حالت کے دو بارہ مقرر ہو سکیگا *

ضمن 5 - اگر کوئی رفیق مدرسۃ العلوم کا کسی مدرسہ ساتھی

مدرسۃ العلوم میں مدرس مقرر ہو تو اُس کا وظیفہ

رفاقت جاری رہیگا لیکن اگر مدرسۃ العلوم میں مدرس

مقرر ہو تو اُس کو سالانہ وظیفہ رفاقت ملنا موقوف

ہوگا اور مستحق متعدد مشہور طالب علم کو لکھ دیا اور انہیں سے ایک کا بیان مشہور طالب علم کو ہر روز لکھنا ہوگا اور چھ گھنٹہ اُس بیان مشہور کے لکھنے کو مہلت دی جارہیگی *

ضمن 6 - اس امتحان کے ختم ہونے پر میزبان کمیٹی مدبران تعلیم السنہ مختلف و علوم دنیویہ کے سامنے مستحق لوگ اُن نمبروں کی تعداد پیش کریں گے جو ہر طالب علم کو اس امتحان میں ملے ہوں - یہ نمبر اُن نمبروں کے ساتھ جمع کیئے جارہینگے جو ہر ایک طالب علم نے امتحان میں خرچ میں پائے تھے اور اس طرح ہر جمع کرتے سے اس بات کا فیصلہ ہو جاویگا کہ وظیفہ رفاقت پانے کا کون کون طالب علم مستحق ہے *

ضمن 7 - تیس وظیفہ رفاقت مدرسۃ العلوم کے ہونگے اور ہر وظیفہ چھ سو روپیہ سالانہ کا ہوگا اور رفیق مدرسۃ العلوم کو علاوہ اُس وظیفہ کے کھانا اور رہنے کا مکان مفت مدرسۃ العلوم سے ملےگا *

ضمن 8 - ہر رفیق مدرسۃ العلوم کو حدود مدرسۃ العلوم میں یا اُسی شہر میں جہاں مدرسۃ العلوم ہے رہنا پڑیگا مگر یہ شرط ایسی حالت میں موقوف ہو سکتی ہے جب کہ طالب علم اس پر مطمئن کر دے کہ وہ ہر حقیقت مدرسۃ العلوم کو چھوڑ کر کسی علم کی تحصیل یا ترقی کو دوسری جگہ جانا چاہتا ہے *

ضمن 9 - رفیق مدرسۃ العلوم کو یہ بھی اقرار تعہدی کرنا پڑیگا کہ وہ مدرسۃ العلوم کے کسی طالب علم سے جو بطور خانگی اُس سے پڑھتا ہو کچھ معاوضہ نہ لےگا *

ضمن 10 - تیس وظیفہ رفاقت مدرسۃ العلوم کے مفصل ذیل علوم

کی کامیابی پر طالب علموں کو دیئے جارہینگے *

زبانوں کی تکمیل کی کامیابی کے لیے ... 8

علوم ریاضی کی تکمیل کی کامیابی کے لیے ... 5

علم منطق و بیان و فلسفہ کی تکمیل کی

کامیابی کے لیے ... 3

علم انتظام و سیاست و فن جغرافیہ و

تاریخ کی تکمیل کی کامیابی کے لیے ... 3

علم طبیعی کی تکمیل کی کامیابی کے لیے ... 3

دنیویہ مدرسۃ العلوم میں داخل ہو سکتا ہی لیکن کسی وظیفہ کے پانے کا جو مدرسۃ العلوم سے ملتا ہی مستحق نہ ہوگا تاہم اُسکے اندرون حدود مدرسۃ العلوم اور یہ تعلیمات قواعد معینہ مدرسۃ العلوم کے رہنا ہوگا *

دفعہ ۱۹ کمیٹی مدبران تعلیم السنہ مختلفہ اور علوم دنیویہ کو یہ بھی اختیار ہوگا کہ اگر مسلمانوں کے سوا کوئی دوسرے مذہب کا طالب علم مدرسۃ العلوم میں پڑھنا چاہے یا کسی خاص علم کی تحصیل کرنا چاہے تو بہ اداے فیس اُس کو پڑھنے کی اجازت دیں اور کلکتہ یونیورسٹی کے امتحانوں میں اگر وہ امتحان دینا چاہے تو اُس کے لیے اُسی طرح اہتمام اور انتظام کیا جائیگا جس طرح اور طالب علموں کے لیے ہوگا۔ اور اگر ایسا طالب علم پسپا اختلاف مذہب کے مدرسۃ العلوم کے تمام قواعد کو بجا نہ لاسکے اور اسی لیے وہ اُس دیگر حقوق کا بھی مستحق نہ ہو جو مدرسۃ العلوم کے طالب علموں کے لیے مقرر ہیں مگر بائیں ہمہ کمیٹی موصوفہ کو ایسے طالب علم کی ذیلیت اور اوقات کے لحاظ سے کسی قسم کا وظیفہ یا اور کوئی عزت پیشکش کا اختیار ہوگا *

ذکر سکونت و تربیت طالب علمان

مدرسۃ العلوم میں

دفعہ ۲۰ مدرسۃ العلوم میں طالب علموں کی سکونت کے لیے مکانات اس طرح بنائے جائیں گے کہ ہر ایک طالب علم کو جدا جدا ایک کمرہ سونے کے لیے اور ایک بیٹھنے اور پڑھنے کے لیے اور ایک فضا نہ مل سکے *

دفعہ ۲۱ جو مسلمان طالب علم مدرسۃ العلوم میں داخل ہوں اُنکو مدرسۃ العلوم کے مکانات میں رہنا ضرور ہوگا مگر وہ قریب طالب علم جو اخراجات سکونت مدرسۃ العلوم ادا کرنے کے لائق نہ ہوں کمیٹی مدبران تعلیم السنہ مختلفہ و علوم دنیویہ اُن کو سکونت مدرسۃ سے پری کر سکتی ہی اور اُن سے اس طرح سارک کر سکتی ہی جسکا ذکر دفعہ ۸ کی ضمیمہ ۲ میں ہی *

دفعہ ۲۲ اُن سب طالب علموں پر ایک شخص بطور اقلیق کے مقرر ہوگا اور وہ اقلیق بھی دن رات مدرسۃ العلوم میں رہیگا *

دفعہ ۲۳ جو طالب علم وہاں رہیں گے اُن کو اختیار ہوگا کہ جیسا وہ لباس پہنتے ہیں جیسا پہنیں مگر پورا لباس اشرافوں کا سا ہو الا کسی ایسی قسم کے لباس کے پہننے کی اُنکو اجازت نہ ہوگی جو بد رخصی کی طرف مائل ہو کسی کو اجازت

ہو جائیگا مگر امتزازی رفیق مدرسۃ العلوم کا متصور ہوگا اور وظیفہ کے سوا جو اور حقوق و نقاد مدرسۃ العلوم کے لیے ہیں وہ حالت مدرسے میں بھی بحال و قائم رہیں گے *

دفعہ ۱۳ علوم مذکورہ بالا کی تعلیم کے لیے جس قدر مدرسوں کی ضرورت ہوگی تو کو رہے جائیں گے اُن کی تنفراہیں مختلف ہونگی اور وہ ہمدہ اُنکے لیے ہجڑ کسی خاص حالت کے اُن کی زندگی بہر کے لیے ہوگا۔ اگر کوئی مدرس طاقت یا ضعیف ہو جائے یا کوئی ایسا صدمہ پہونچے جس سے کہ وہ اپنے ہمدہ کا کام انجام نہ کر سکے تو مدرسۃ العلوم سے اُسکو ایک پیش مناسبت ملے گی اور ثیا مدرس اُسکی جگہ مقرر ہوگا اور پھر مدرس اگر امتزازی رفیق بھی ہو تو بدستور اپنی زندگی تک امتزازی رفیق رہیگا *

دفعہ ۱۵ وفاق مدرسۃ العلوم باستعانت اپنے درجہ رفاعت کے کمیٹی خزائنہ البضاعہ کے بھی ممبر متصور ہونگے اور کمیٹی مدبران تعلیم السنہ مختلفہ و علوم دنیویہ کے بھی ممبر ہونگے اور اس کمیٹی کے ممبر ہر سیقات میں کم سے کم ایک دفعہ مدرسۃ العلوم کے انتظام و تصفیہ کرنے کو اجلاس کیا کریں گے جو اُن سے متعلق ہیں سب سے پہلے رفیق مدرسۃ العلوم کا میز مجلس ہوگا اور اُس کو ترجیح کی ایک راے زیادہ دینے کا حق ہوگا اور وہ مدرسۃ العلوم کا امور اعلیٰ بھی سمجھا جائیگا *

دفعہ ۱۱ جب کہ وفاق مدرسۃ العلوم کسی امر متعلق یہ تعلیم کے ا نصال کے لیے جمع ہوں تو وہ مدرس بھی جو امتزازی رفیق نہیں ہیں ایران اجلاس میں آنے اور مثلاً رفیق مدرسۃ العلوم کے راے دینے کے مجاز ہونگے *

دفعہ ۱۷ کمیٹی مدبران تعلیم السنہ مختلفہ و علوم دنیویہ بذریعہ اُس رفیق مدرسۃ العلوم کے جو میز مجلس ہو اپنی سالانہ رپورٹ کمیٹی خزائنہ البضاعہ لتاسیس مدرسۃ العلوم للمسلمین میں پیش کریگی اور اخراجات سال آئندہ کی منظوری کمیٹی سے لےگی *

دفعہ ۱۸ کوئی شخص جو کہ اس مدرسۃ العلوم میں کسی خاص علم کی تحصیل کرنے کو داخل ہونا چاہے اور اس تمام سلسلہ تعلیم کو جو مدرسۃ العلوم میں مقرر ہو پڑھنا نہ چاہے تو بہ اجازت کمیٹی مدبران تعلیم السنہ مختلفہ و علوم

دفعہ ۳۰ ہر ایک طالب علم کو اختیار ہوگا کہ اگر وہ چاہے تو خود اپنے کھانے پکانے کا انتظام کرے اور بذریعہ اپنے خاص ملازموں کے آپ پکوائے اور کھائے اور یہ بھی اختیار ہوگا کہ درچار طالب علم آپس میں ہنگامہ دارال کرکر شریک ہو جائیں اور مجبوراً خود کھانے پکانے کا بذریعہ ملازمان خاص انتظام کریں *

دفعہ ۳۱ مگر جو طالب علم یہ چاہے کہ مدرسۃ العلوم کی طرف سے اُنکے کھانے پکانے کا انتظام کیا جائے تو اُن کے لئے اقالیق مدرسۃ العلوم انتظام کر دینا اور رسدنی اخراجات اُن سے لینیئے جائیں گے *

دفعہ ۳۲ طالب علمان مدرسہ کو اختیار ہوگا کہ جو طریقہ تناول طعام کا اُن کو پسند ہو وہ اختیار کریں اور جب کہ چند طالب علم آپس میں ملکر شرکت میں اپنے کھانے کا بندوبست کریں تو اُنکو ایک ایسا کمرہ دیا جائیگا جہاں سب شریک جمع ہو کر کھانا کھا سکیں *

دفعہ ۳۳ ہاں ہمہ ہر ایک طالب علم پر فرض ہوگا کہ ایک وقت میں دو کھانا کھاویں تاکہ اختلاف اوقات سے اور کاموں میں ہرج نہ پڑے *

دفعہ ۳۴ الفاظ بد جو لڑکوں کی زبان پر چڑھ جاتے ہیں اُنکے پرانیے کا سخت امتناع ہوگا یہاں تک کہ اگر کوئی لڑکا کسی کو چورتا کہہ بیٹھے گا تو وہ بہ نازلہ دشنام سخت کے سہجھا جائیگا *

دفعہ ۳۵ طالب علموں کو جو مدرسۃ العلوم میں رہتے ہوں علم مجلس یعنی باہمی گفتگو کے طریقے سکھائے جائیں گے مہذبانہ گفتگو کی عادت ڈالی جائیگی اور اُن پر تاکید اکید ہوگی کہ آپس کی ملاقات اور بات چیت میں اُسکو برتیں اور مہذبانہ گفتگو کا اپنے قلوب عادی کریں *

دفعہ ۳۶ جو طالب علم مکانات مدرسہ میں سکونت اختیار کریں گے اُنکو ضرور ہوگا کہ نماز پنجگانہ میں حاضر ہوں سنیوں پر فرض ہوگا کہ اُس مسجد میں جو مدرسۃ العلوم میں سنیوں کے لئے بنائی جائیگی پانچویں وقت کی نماز جماعت سے پڑھیں اور شیعہ طالب علموں پر فرض ہوگا کہ اُس مسجد میں جو شیعہوں کے لئے بنائی جائیگی کم سے کم تین وقت حاضر ہو کر نماز پنجگانہ اپنے طریقہ مذہبی پر ادا کریں *

نہ ہوگی کہ کوئی فناری لگا ہوا یا بزار کا رنگا ہوا رنگین یا نیم رنگ یا ایسا باریک جس میں سے بدن دکھائی دے یا ایسا تنگ جس سے چھاتی اور پیٹ نظر آئے کپڑا پہنے *

دفعہ ۳۷ کسی طالب علم کو اجازت نہ ہوگی کہ وہ بہت پڑے پڑے پال جو کان کی لو سے زیادہ نیچے ہوں سر پر رکھے یا کانیں پٹاڑے یا پٹیاں چمڑے یا مسی لگاڑے یا ایک سے زیادہ انگور ٹھہی اور چھلے پہنے یا میندی لگاڑے *

دفعہ ۳۸ تمام طالب علموں پر فرض ہوگا کہ صفائی اور آجلا پن اختیار کریں لباس صاف رکھیں اور ہر طرح کی صفائی اور ستھرائی کی عادت ڈالیں اور قبل اسکے کہ کوئی لڑکا سکونت کے اپنے مکانات مدرسہ میں داخل ہو یہ بات دیکھ لی جاوے گی کہ جس قسم کے کپڑے وہ پہنتا ہے اُس کے پاس اس قدر تعداد سے ہیں جن سے وہ صفائی اور آجلا پن سے رہ سکتا ہے یا نہیں *

دفعہ ۳۹ اوقات کھانے اور سونے اور پڑھنے اور جسمانی ورزش کے معین کیئے جائیں گے اور ہر ایک شخص کو ضرور ہوگا کہ بجز حالت مضر کے اُن وقتوں میں وہی کام کرے جو اُس وقت کے لئے مقرر ہو *

دفعہ ۴۰ طالب علموں کی حفظ صحت کے لئے اُن کے تہانہ اور کھانے اور ایسے ٹپک کھیلنے کو جو نامشروع تھوں اوقات اور طریقہ مناسب معین کیئے جائیں گے *

دفعہ ۴۱ ہر ایک طالب علم کو اختیار ہوگا کہ اپنے مکان و سکونت کو فرش اور پلنگ اور اسباب ضروری سے جس طرح چاہے کمرہ آراستہ کرے اقالیق مدرسہ صرف اسباب کی نگرانی کریگا کہ تمام ضروری چیزیں موجود ہیں یا نہیں اور یہ کہ خراب چیزیں مٹی اور نقص مستعمل تھوں اور کسی طرح کڑوا ٹوٹ نہ پھیلے پارے اور صفائی میں کچھ خلل نہ واقع ہو اور کسی طرح کی بد تمیزی نہ ہونے پادے — اور اگر کوئی طالب علم یہ چاہے گا کہ اُسکی سکونت کا تمام ضروری اسباب مدرسۃ العلوم کے اہتمام سے ملے ہو تو اقالیق مدرسۃ العلوم اُس کا انتظام کریگا *

دفعہ ۴۲ اسباب کی نہایت تاکید دہیگی کہ اسباب اور تقاضاں اور لکھنے کا سامان اور کپڑے وغیرہ بدسلوکی سے مکان میں پھیلے اور ادھر ادھر پڑے نہ رہیں بلکہ سب چیزیں انتظام اور سلیقہ سے سچی اور درستی سے رکھی رہیں *

خاص علم کو حاصل کرنا چاہتا ہے۔ کوئی شخص علوم دینی میں کمال حاصل کرنا چاہتا ہے پس ایسا مدرسہ قائم کیا جائے جس میں وہ شخص کو مطابق اپنی خواہش کے علوم حاصل کرنے کا موقع رہے * اس مدرسے سے گورنمنٹ کو ملے گا کہ صرف یہی مقصود ہے کہ طریقہ تعلیم میں گورنمنٹ کچھ مداخلت نہ کرے اور اُسکو صرف ہماری قوم کی رائے اور مرضی پر چھوڑ دے اور گورنمنٹ کو ہر طرح اُسکی نگرانی کا اور اُسکے حالات دریافت کرنے کا پورا اختیار حاصل رہے اور جبکہ خود گورنمنٹ سے اس مدرسے کے ایجنٹ امانت چاہی گئی ہے اور گورنمنٹ نے اُسکو منظور کیا ہے تو ہمارا صاف منشاء ہے کہ گورنمنٹ کی نگرانی اس مدرسے سے قائم رہے * سرمایہ جو مدرسے کے لیے جمع کیا جاتا ہے اُس سے کبھی گورنمنٹ کو تعلق نہ ہوگا اور نہ کبھی گورنمنٹ کی اُس میں دست اندازی ہوگی اور علاوہ گورنمنٹ کے کوئی ممبر بھی اُس میں دست اندازی نہیں کر سکتا اور انہیں اُس کے استحکام کے لیے کمیٹی عَزَّوَجَلَّ مقرر ہوگی اور اُس کے لیے قواعد بنائے گئے ہیں اور اُس کمیٹی کی اور اُن قواعد کی رجسٹری ہوگی ایکٹ ۲۵ سنہ ۱۸۹۰ء کے عمل میں آئی ہے جنکے ذریعہ سے اُن قواعد کے برخلاف کوئی ممبر عمل کرنے کا مجاز نہیں ہے *

مذہبی تعلیم کے لیے ایسے قواعد تجویز کیئے گئے ہیں اور اُسکو کلیتاً ایک ملحدہ کمیٹی کے سپرد کر دیا گیا ہے جس سے اس قسم کا احتمال کہ مذہبی تعلیم میں کچھ خال واقع ہوگا مطلقاً باقی نہیں رہا * اعلیٰ درجہ کی دینی تعلیم کے لیے نہایت ضرور ہے کہ کلیر انگریزی زبان میں تعلیم ہو تاکہ مسلمان لڑکے انگریزی میں ایسے قابل نکلیں کہ جو اعلیٰ سے اعلیٰ عہدے ہندوستانیوں کو مل سکتے ہیں اُن کو وہ حاصل کر سکیں اور نیز جو علوم کہ انگریزی زبان میں ہیں اُس میں پورا کمال حاصل کر کے ایسی کتابیں تالیف و تصنیف کریں جو عموماً قوم کے لیے مفید ہوں اسلئے مدرسہ میں ایک ایسا درجہ قائم کیا گیا ہے جس میں اُن لوگوں کو جو اس طرح تعلیم پائی چاہیں دینی تعلیم پانے کا موقع ملے *

مگر اس طرح صرف انگریزی زبان میں تعلیم دینے سے علوم و فنون جدیدہ تمام قوم میں عموماً رائج نہیں ہو سکتے اور تمام قوم فائدہ نہیں اٹھا سکتی اسلئے علوم و فنون کا اردو زبان میں بھی تعلیم دینا اُن لوگوں کے لیے قرار پایا ہے جو اردو زبان میں اُن کو پڑھنا چاہیں اور امید ہے کہ اردو زبان میں تمام علوم و فنون جدیدہ کی کتابیں موجود ہوجانے کے بعد ہماری قوم میں بھی وہ علوم و فنون اس طرح ہر شائع ہوجائیں گے جس طرح اب انگریزی زبان میں

دفعہ ۳۷ ان دونوں مسجدوں کے لیے سوزن ہونگے اور سننی مذہب کے طالب علموں کی مسجد کے لیے ایک امام حافظ قرآن ملازم ہوگا اور تمام ضروری چیزیں یہاں رہیں گی تاکہ کسی قسم کا خرچ اور تکلیف تلامذہ کو نہ ہو *

دفعہ ۳۸ مدرسۃ العلوم میں جمعہ اور اتوار ہر ہفتہ میں تعلیم ہوگی اور کمیٹی مذہبوں تعلیم مذہبی کو اختیار ہوگا کہ وہ اتوار کے دن بھی مذہبی تعلیم جاری رکھے جمعہ کے روز بعد نماز جمعہ تعلیم مذہبی کا مدرسہ اعلیٰ قرآن و حدیث سے کچھ احکام و اخلاق مذہبی بطور تحقیق عالمانہ جس سے طالب علموں کو فائدہ ہو بقدر مناسب بطور وعظ کے بیان کیا کریگا جس میں ذی استعداد طالب علم اور خصوصاً وہ طالب علم جنہوں نے علوم مذہبی کی تکمیل اعلیٰ درجہ تک کی اختیار کی ہو حاضر رہا کریں گے *

دفعہ ۳۹ اتفاقیہ بیماریوں کے معالجہ کے لیے انگریزی ڈاکٹر و یونانی طبیب دونوں کا انتظام مدرسۃ العلوم میں کیا جائیگا اور جب لڑکے مدرسۃ العلوم میں داخل ہونگے تو اُن سے یا انکے مربیوں سے دریافت کر لیا جائیگا کہ اگر کوئی انفاقہ بیماری پیش آئے تو کون سا علاج کیا جائے اور ضرورت کیوقت اُسکے مطابق عمل میں آویگا اور فی الفور اُن کے مربیوں کو اطلاع ہوگی اور جس طرح وہ مداخلت کریں گے اُسی طرح ہر تھیل کیچڑیگی *

دفعہ ۴۰ ان تمام قواعد کی خبر گیری اور انتظام اتالیق مدرسے کے سپرد رہیگا اور جو طالب علم خلاف درزی قواعد معینہ کریگا اُسکی رپورٹ کمیٹی ممبران تعلیم السنہ مختلفہ اور علوم دنیویہ کی خدمت میں پیش ہوگی *

دفعہ ۴۱ کمیٹی موصوفہ اُس طالب علم کو فہمائش مناسب کریگی اور جب متعدد فہمائش سے وہ نہ مانے گا تو اُسکو مدرسۃ العلوم سے خارج کرنے کا اُسکو اختیار ہوگا *

مذکورہ بالا تجویزوں کے منشاء کا بیان

مقصود یہ ہے کہ ایک ایسا مدرسہ قائم کیا جائے جس میں خود ہماری قوم کو سب طرح کا اختیار ہو اور وہ جس جس طرح پر اپنی قوم کی تعلیم دینا مناسب اور فائدہ مند سمجھے اُسی طرح پر تعلیم دے اور ہماری قوم کو ہر قسم کے علوم پڑھنے کا موقع ملے کیونکہ ہر ایک شخص کے افراط متعہ نہیں ہیں کوئی شخص سوکری عہدوں کے مال کو نہ بیک آرزو رکھتا ہے۔ کوئی شخص علوم دینی میں بھی کسی

کریں گے اور روشن ضمیر تعلیم پھیلانے میں نہایت کوشش کرتے لگیں گے۔ صرف روز مرہ کی ہیکار آمد تعلیم جو ایک اور تعلیم ہوتی ہی کچھ روشن ضمیر تعلیم ہمار نہیں کی جاسکتی۔ اور اگر یہ مدرسہ العلوم نہایت عمیق اور مستحکم اور اعلیٰ علم کے پیشکشگر تو اس کو ادب اور عزت اور فخر قومی کے لائق سمجھنا مشکل ہوگا۔ اس مدرسہ کے قیام کے لئے یہ ایک اصول تجویز کیا گیا ہے کہ مدرسہ کے اخراجات کے لئے مستقل آمدنی ہونی چاہئے تاکہ وہ کسی بیرونی مدد کا محتاج نہ رہے اس کا سبب نہایت ظاہر ہے اور کچھ تشریح کا محتاج نہیں ہے کیونکہ کوئی بڑا کام اختیار نہیں کیا جاسکتا جب تک کہ اس کی تکمیل کے وسیلے اول مہیا نہ ہوں مدارس جو کہ سالانہ یا سہ ماہی چندوں سے جاری کیئے جاتے ہیں ان کے استحکام پر کچھ بھروسہ نہیں ہوتا اور نہ اس چندہ کے بھروسہ پر کوئی عمدہ اور مستقل کام کیا جاسکتا ہے اور تجربہ سے ظاہر ہوا ہے کہ ہندوستان میں جس قدر مدرسے اس طرح پر جاری ہوئے بغیر کسی استثناء کے انجام کو ناکامیاب ہوئے اور یہ بات نہایت ہی بے پردہ ہوگئی اگر ایسا بڑا عظیم الشان مدرسہ العلوم اس کے ہمیشہ چلے اور سرسبز رہے کی طمانیت کے بغیر جاری کیا جاوے۔

اس مدرسہ کے قیام میں ایسا انتظام بھی کیا گیا ہے کہ جو طالب علم سلسلہ تعلیم میں کامیاب ہو اسی کامیابی کے ساتھ اس کو انعام اور علم کو اعلیٰ درجہ تک ترقی پر پہنچانے کے لئے وظیفہ بھی دیئے جائیں اور یہ بھی تجویز ہوا ہے کہ اگر کسی طالب علم کی عمدہ کامیابی تحصیل علم میں ثابت ہو تو اس کو بلا شرط خدمت صرف اس کے ترقی علم میں مصروف رہنے کے صلہ میں ایک معتدبہ وظیفہ ملے کیونکہ حقیقتاً روپیہ ہی کا فائدہ علم سیکھنے پر بہت بڑا رغبت دلانے والا اور تعلیم کو ترقی کرنے والا ہے۔ نہایت توجہ یافتہ ملکوں میں بھی اور ہندوستان میں بھی جہاں کہ درجہ اور علم ایک جگہ بہت کم جمع ہوتا ہے روپیہ کا فائدہ تعلیم پر صرف رغبت دلانے اور تعلیم کی ترقی کرنے سے بھی زیادہ فائدہ مند ہوگا کیونکہ ہندوستان میں مسلمانوں کی زیادہ اکثریت ہے اور گو کہ اور ملکوں میں بھی ہوتا ہے مگر ہندوستان میں یہ بات زیادہ تر ہے کہ وہ لوگ جو بہت زیادہ علم حاصل کرنا چاہتے ہیں ان کے پاس اپنی گذران کرنے کے لئے بھی بہت کم وسیلے ہوتے ہیں اور ایسی حالت میں روپیہ کا فائدہ ہمیشہ لائق طالب علم پیدا کرنے میں عطا نہ کریگا۔

اس مدرسہ کے طالب علم کلکتہ یونیورسٹی کے امتحانوں میں بھی داخل ہوسکیں گے جس جو فائدے اور حقوق اس یونیورسٹی کے امتحانوں سے حاصل ہوتے ہیں وہی فائدے اور حقوق اس مدرسہ کے

ہونے کے سبب سے انگریزوں میں شائع ہیں یا جس طرح برٹانی علم عربی میں ترجمہ کرنے سے مسلمانوں میں شائع ہوئے تھے۔

دنیوی تعلیم کے ساتھ دینی تعلیم بھی برابر ہوتی رہیگی اور اس وقت جو بہت نقص ہے کہ جو مسلمان دینی تعلیم پاتے ہیں وہ علوم و فنون جدیدہ سے بالکل ناواقف رہتے ہیں اور جو دنیوی علم میں تعلیم پاتے ہیں وہ دینی تعلیم سے محروم رہتے ہیں یہ نقص بھی اس طریقہ تعلیم سے جو تجویز کیا گیا ہے بالکل موقوف ہو جائیگا۔

گورنمنٹ کالجوں کی تعلیم میں جو یہ ایک نقص ہے کہ اگر کوئی طالب علم درجہ ادنیٰ کے علم میں سے ایک علم میں بھی ناقص نکلتے تو وہ اس درجہ تعلیم سے اوپر کے درجہ میں ترقی نہیں کرسکتا اس کا علاج بھی اس تجویز میں کیا گیا ہے اور جن علموں میں طالب علم ادنیٰ درجہ میں کامل نکلا ہے اگر وہ انہیں علم میں اعلیٰ درجہ پر ترقی کرنا چاہے تو اس کو ایسی ترقی کرنے کا اختیار دیا گیا ہے۔

اس مدرسہ میں ان علم کا پڑھانا بھی تجویز ہوا ہے جو روز مرہ کو کار آمد نہیں ہوتے مگر ان سے ذہن کو اور لیاقت کو اور استعداد کو ترقی ہوتی ہے اس کا سبب یہ ہے کہ روز مرہ کی ہیکار آمد تعلیم کے ساتھ ضرور اصولی تعلیم کی بھی حاجت ہوتی ہے۔ جو تعلیم کہ دل کو روشن نہیں کرتی اور عقل اور اخلاق کو کامل ترقی پر نہیں پہنچاتی وہ ہمیشہ ناکامل متصور ہوتی ہے اور اگر ہم صرف روز مرہ کی ہیکار آمد تعلیم پر قناعت کریں تو ہماری قوم کے عمدہ سے عمدہ طالب علم اپنی قوم کے لئے ان لوگوں سے جانہوں نے ہمارے اس مدرسہ العلوم میں تعلیم نہ پائی ہو کچھ زیادہ فائدہ پہنچانے والے نہ ہوں گے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ سب سے بڑا فائدہ ہمارے اس مدرسہ العلوم کا یہ ہوتا چاہئے کہ مباحث علمی میں ہمارے طالب علموں کے طرز خیال میں تبدیلی اور ترقی ہو۔ اور اس تعلیم سے ایسے اشخاص پیدا ہوں کہ گویا وہ اس مدرسہ العلوم کے لئے علم لوگوں میں علم پھیلانے اور مہذب خیالات اور عمدہ اخلاق سکھانے کے لئے مثلاً آلہ کے ہوں اگر اب ہم اپنے اس مقصد کے حاصل کرنے پر ناکامیاب ہوں تو ہم کو اپنے اس مدرسہ العلوم کو بھی ایک ناکامیاب ہی تصور کرنا چاہئے۔ لیکن اگر یہ مدرسہ العلوم توجہ و توجہ مسلمانوں کی ایک ایسی جماعت پیدا کرنے میں کامیاب ہو جن کے خیالات مہذب اور ترقی کی طرف مائل ہوں تو ہم کو کچھ شک نہیں ہے کہ اس کا نتیجہ بے اقتنا فوائد سے مالا مال ہوگا جہاں کہیں ہمارے مدرسہ العلوم کا طالب علم چلا جائیگا اس کے ساتھ ہی وہ عمدہ اور مہذب اور ترقی کرنے والے خیالات اور زندہ علم اور اصلی اخلاق جاوینگے جن کا تعلیم دینا اور پھیلانا ہمارے مدرسہ العلوم کا مقصد ہے اور مسلمان روز بروز زیادہ تو اپنی حالت موجودہ پر غور

ہم نے جو علوم جدید کا اردو میں پڑھانے کا ذکر کیا اس سے یہہ نہ خیال کیا جاوے کہ وہ علوم انگریزی میں نہ پڑھاے جاویں بلکہ جو لوگ انگریزی میں اعلیٰ درجہ کی تعلیم پانا چاہینگے وہ ان علوم کو بھی انگریزی میں پڑھینگے اور اردو کا سلسلہ قوم میں عام تعلیم پھیلاتے کے لیے قرار دیا ہی گھونکہ قوم میں عام تعلیم اُس وقت تک شایع ہونا جب تک کہ اُسی کی زبان میں علوم قوموں غیر ممکن نہ ہی اور اُس اردو سلسلہ سے یہہ بھی نہ تصور کیا جاوے کہ فارسی اور عربی زبان کے پڑھانے سے کچھ عقلیت ہوگی اس لیے کہ جو لوگ ان زبانوں کو پڑھنا چاہینگے اُن کو اُن زبانوں کی اعلیٰ درجہ تک تعلیم ہوگی جیسا کہ سلسلہ تعلیم سے ظاہر ہوتا ہی — اور علوم و فنون جدیدہ کا سلسلہ اردو زبان میں قائم کرنے سے صرف یہہ مطلب ہی کہ علوم کی تحصیل جہاں تک ممکن ہو اُساں ہو جاوے *

جو لڑکے کہ مدرسۃ العلوم میں رہینگے اُنکی حفاظت اور انکی صحت اور اُنکی تربیت اور اُنکے مکانات سکونت کے لیے ایسی تدبیریں کی گئی ہیں جو غالباً اُنکو اپنے ماں باپ کے گھر میں بھی نہ ہوتی ہونگی اس لیے اُمید ہی کہ تمام لوگوں کی اس بات سے کہ اُن کے لڑکے مدرسۃ العلوم میں نہایت عمدہ طور سے رہینگے بالکل خاطر جمع ہوگی *

نہایت بھٹل اور بد اخلاقی ہوتی اگر ہم غیر مذہب کے لوگوں کی تعلیم کے لیے مدرسہ میں کوئی راہ نہ دیکھتے اور اس لیے ایسی تدبیر ہو اختیار کی گئی ہی جس سے غیر مذہب کے لوگ بھی مدرسۃ العلوم سے مناسب فائدہ اُٹھا سکیں اور اُس کے ساتھ جو انتظام تعلیم و تربیت اپنی قوم کے لوگوں کا کیا گیا ہی اُس میں بھی کسی طرح کا قصور و نقور واقع نہ ہوگا *

مدرسۃ العلوم میں ہفتہ میں دو دن یعنی جمعہ اور اتوار کی تعطیل قرار پائی ہی جمعہ ایک ایسا دن ہی جو مسلمانوں کے لیے تعطیل کے واسطے نہایت ضروری ہی لیکن جو کہ دنیاوی علوم کی تعلیم کے لیے اور انگریزی زبان کی تعلیم کے لیے اکثر ماسٹر اور پرنسپل اور پرنسپل انگریز ہونگے تو ممکن نہیں ہی کہ اتوار کے روز مدرسہ میں تعلیم جاری رہ سکے اس واسطے ضرور ہوا کہ اتوار کو بھی تعطیل کا دن قرار دیا جاوے لیکن چونکہ مذہبی تعلیم کے مدرس سب مسلمان ہونگے اس لیے اُس دن بھی مذہبی تعلیم کا جاری رکھنا تجویز کیا گیا ہی اور اس میں ایک بڑا فائدہ یہہ ہی کہ مذہبی تعلیم کے لیے زیادہ وقت ملے گا *

واضح ہو کہ یہہ سب تجویزیں کمیٹی میں پیش ہیں اور دو دفعہ کمیٹی ان تجویزوں پر غور کرچکی ہی اور اُس کو اب پھر اس لیے مشہور کرتی ہی کہ تمام ممبروں اور مسلمانوں کی نگاہ سے گذرے اور اختیار نویس وغیرہ اُس کو دیکھیں اور جس کسی کو جو کچھ رائے اُس پر پیش کوئی ہو وہ اُس کو پیش کرے تاکہ پھر تیسری دفعہ کمیٹی اُس پر غور کرے اور پھر قیہ ثالث غور کرنے کے بعد جو تو مہم کہ مناسب سمجھے عمل میں لارے *

دستخط سرزا محمد رحمہ اللہ بیگ

منصور کار سکریٹری کمیٹی خزانۃ البضائع

لتاسیس مدرسۃ العلوم للمسلمین

طالب علموں کو بھی حاصل ہونگے اگر وہ کلکتہ یونیورسٹی کا امتحان دینگے اور علوہ اُس کے خود مدرسۃ العلوم کے طالب علموں کے لیے پیش قرار وظیفہ مقرر کیئے ہیں جو لائق طالب علموں کو دینگے جارینگے اور اس سبب سے اس مدرسہ کے طالب علموں کو گریا دھری رغبت علوم کے تحصیل کرنے میں ہوگی *

طالب علموں کا اور ترقی علوم کے وظیفہ پانے والوں کا مدرسہ میں رہنا اور اُس کے قواعد کا پابند ہونا مثلاً تعلیم کے اس لیے ضروری سمجھا گیا ہی کہ یہہ امر سب سے مقدم ہی اور وہ بڑے امتیاز کی چیز ہی درمیان ہمارے مجوزہ مدرسۃ العلوم اور اُن یونیورسٹیوں کے جو کہ اب ہندوستان میں موجود ہیں ہم سمجھتے ہیں کہ طرز معاشرت مسلمانوں کا اُن کی تعلیم سے بھی زیادہ ترقی کا محتاج ہی — خصوصاً مسلمان لوگوں کی ابتدائی حالت زیادہ توجہ کے لائق ہی اس امر میں اثر اختلاف اور زبانوں کے لوگوں کی صحبت میں مسلمان ہریقوں کے لوگوں کی طبیعت میں خراب اخلاق اثر کر جاتے ہیں اور اثر نامہذب الفاظ اُن کی زبان پر چڑھ جاتے ہیں جس کے آخر کار وہ عادی ہو جاتے ہیں — پس ان سب خرابیوں کے دفع کرنے کے واسطے جب تک ہم ایک بڑے گروہ طالب علموں اور اتالیقوں کو ایک جگہ جمع نہ کرینگے اور اُن کو ایسی صحبت میں کرینگے جس کے خیالات اور مقاصد مسلمان لوگوں کے حال کی صحبت کی ہرانی اور خرابی اور صبر سے پاک ہوں اُس وقت تک کوئی تدبیر تعلیم کی اور اپنی قوم کو اخلاق اور عادات نامہذب سے محفوظ رکھنے کی نہیں چل سکتی کی — گورنمنٹ کالجوں کا فائدہ اس وجہ سے کہ گورنمنٹ طرز معاشرت طلباء میں کچھ اصلاح نہیں کر سکتی کچھ عیب کامیاب نہیں ہوا ہی اور اگر ہمارا مدرسۃ العلوم طالب علموں کا اور اتالیقوں کا ایک جگہ ساتھ رہنا اور طالب علموں کا خراب صحبتوں سے ملحدہ کرنا اور اُنکا مدرسۃ العلوم ہی میں سکونت اختیار کرنا اور اُس کے قواعد کو بچا لانا ضرور نہ تصور کریگا تو اُس سے کچھ بہتر نتیجہ حاصل نہ ہوگا *

ظاہر اوک یہہ بھی خیال کرتے ہونگے کہ جن علوم کی تعلیم قرار دی گئی ہی وہ نہایت ثمرت سے ہیں مگر یہہ خیال تین وجہ سے صحیح نہیں ہی *

اول — یہہ نہ وہ سلسلہ علوم کا ایسا نہیں ہی کہ اُس کے تحصیل کرنے میں کچھ بہت مشکل پڑے ماں البتہ مصلحت سے اور دل سے پڑھنا درکار ہی اور جو لوگ اُس سلسلہ کو اردو میں پڑھنا چاہینگے اُن کے لیے تو وہ سلسلہ بہت ہی آسان ہو جاویگا *

دوسرے — یہہ کہ اس سلسلہ کے پڑھنے کے بعد اور اُس میں کامیابی حاصل کرنے پر مدرسۃ العلوم سے پیش قرار وظیفہ مقرر ہوتے ہیں پس ضرور ہی کہ وظیفہ اُنہیں لوگوں کو دیا جاوے جنہوں نے مصلحت کر کے اور دل لگا کر تمام اُن علوم کو حاصل کیا ہو *

تیسرے — یہہ کہ اس طریقہ تعلیم میں اسباب کی کوئی لادھی قید نہیں لگائی گئی ہی کہ ہر شخص وہ پورا سلسلہ پڑھے بلکہ یہہ بھی اختیار دیا گیا ہی کہ جو شخص چرنا علم پڑھنا چاہے اُسکو پڑھے صرف اتنا فرق ہی کہ جو شخص پورا سلسلہ نہ پڑھے گا اُسکو انعام اور وظیفہ جو مدرسۃ العلوم کی طرف سے ملنا تجویز ہوا ہی نہیں ملے گا *

بمقام علیگڑہ — مطبع علیگڑہ انسٹیٹیوٹ میں چھپا اور حافظ

محمد عبدالرزاق کے اہتمام سے شایع ہوا

THE MOHAMMEDAN SOCIAL REFORMER

تہذیب الاخلاق

[نمبر ۸]

یکم رجب سنہ ۱۲۹۱ ہجری سنہ ۱۳۰۵ نبوی

[جلد پنجم]

بسم الله الرحمن الرحيم

إطلاع

بخدمت ممبران و خریداران و ناظرین تہذیب الاخلاق

اس پرچہ کی بابت جس صاحب کو کچھ خط و کتابت کرنی منظور ہو یا خریداری اس پرچہ کی مد نظر ہو یا کوئی مضمون اس پرچہ میں مندرج ہونے کے لیئے بھیجنا ہو یا زر قیمت اخبار یا زر چندہ یا کچھ روپیہ بطور قرضیشن کے عنایت فرمانا ہو تو سید احمد خاں صاحب بہادر سی ایس آئی پاس بمقام پناوس بھیجا جارے غرضکہ تمام خط و کتابت بابت اس پرچہ کے انہی سے کی جارے کیونکہ یہ پرچہ علیحدہ میں چھپکر اُن کے پاس چلا جاتا ہے اور وہاں سے تقسیم ہوتا ہے اور تمام حساب کتاب اسکا سب اُن کے پاس رہتا ہے * اس پرچہ میں صرف مضامین مفیدہ جو مسلمانوں سے متعلق ہیں چھاپے ہوتے ہیں اور اس سبب سے اخبار امصار و دیار اس میں مندرج نہیں ہوتے — مقصد اس پرچہ کے اجرا سے یہ ہے کہ مسلمانوں کی حسن معاشرت اور تہذیب کی ترقی ہو اور جو غلط ارہام مذہبی اس ترقی کے مانع ہیں اور درحقیقت وہ مذہب اسلام کے برخلاف ہیں وہ بھی ستائے جارہیں *

إطلاع

تشریح قیمت و مصرف منافع تہذیب الاخلاق

جسقدر روپیہ بابت اس پرچہ کے بطور چندہ خواتین بطور قیمت وصول ہو وہ کسی خاص شخص کی ملکیت نہوگا بلکہ اس پرچہ کے اجرا و ترقی میں صرف کیا جاوےگا * جن دوستوں نے شریک ہوکر اس پرچہ کو جاری کیا ہے اور ساتھ روپیہ سالانہ اس پرچہ کے اجرا کے لیئے بطور امداد دیتے ہیں وہ اس پرچہ کے متعلق معاملات میں بطور ممبر کے متصور ہیں اُن کو اختیار ہے کہ اگر چاہیں تو اُڑ کسی کو بھی بطور ممبر اپنے ساتھ شریک کریں اور جو شخص اس طرح پر شریک ہوگا اُس کو بھی ساتھ روپیہ سالانہ دینا ہوگا * یہ پرچہ ہر مہینے میں ایک بار یا دو بار یا تین بار جیسا کہ مقتضای مضامین ہوگا چھپا کر یا خریداروں کو چار روپیہ سالانہ قیمت پیشگی دینی ہوگی اور اخراجات روانگی پرچہ سے اُن کو کچھ تعلق نہوگا * اگر کوئی شخص کوئی خاص پرچہ خریدنا چاہیگا اُس کو فی پرچہ چار آنہ مع اخراجات روانگی پرچہ دینا ہوگا *

مضمون نمبر ۱۸۵

مراسلہ مہدی

مزیز من ماجد علی سلمک اللہ تعالیٰ

خط تمہارا آیا حال معلوم ہوا مہدی کی قیادت کیا پوچھتے ہو کیا

را چہ بیان *

یک سینہ و صد ہزار شعلہ * یک دیدہ و صد ہزار باران

تمہ پرچہا ہی کہ تہذیب الاخلاق میں مضمون لکھنا کیوں ترک

کیا کیا سید صاحب سے مخالفت کی یا کفر کے قتلوں سے ڈر گئے — مزیز

من کہ میں سید صاحب سے مخالفت ہوا نہ کفر کے قتلوں سے ڈرا بلکہ

میرے سکوت کا اصلی سبب قلم کو معلوم ہی کہ قطع نظر روحانی

صدموں کے کئی مہینے سے ایسا بیمار ہوں کہ لکھنا پڑھنا دشوار ہی

روز مرہ کا کام بھی بے مشکل دوسروں کی مدد سے کرتا ہوں *

مزیز من سید صاحب سے مخالفت کا زمانہ گذر گیا اب اس خیال

کو جانے دو کہ پھر وہ زمانہ آویگا انا احمد و احمد انا — نصیحت روحان

سلفا بدنا *

کفر کے قتلوں کا ڈر مامیوں کو ہوگا جنکا ارمان برادری کے حق

پائی ہو ہی نہ اُن مردوں کو جو اسلام کی حقیقت اُن کفر کے قتلوں

دینے والوں سے بھی زیادہ جانتے ہیں وہ تو ان یادی کافروں پر جو

کیہی مشرق سے مغرب کو اور کبھی مغرب سے مشرق کو اڑتے پھرتے

ہیں اُنکے اُٹھا کر بھی نہیں دیکھتے اور پھر مگس کی پراپر بھی اُس

کی وقعت نہیں سمجھتے اُنکے نزدیک خدا نے اپنی جنت و دوزخ ان

کفر کے قتل دینے والوں کو ہیہ نہیں کر دی کہ جو کچھ چاہیں وہ

جنت میں بھیجیں جسے چاہیں کافر ہمارے دوزخ میں ڈالیں *

مزیز من تم تاریخ سے واقف ہو اگلے لوگوں کا حال تمہ نہیں

پڑھا ورنہ تم ان کفر کے قتلوں پر تعجب نہ کرتے یہ تو ایک پرانی

رسم ہی کہ ہر مذہب میں اُس پر عملدر آمد رہا ہی اور مذہبی

سوداروں نے اسے اپنی وقعت و عزت کا ذریعہ ٹھہرا رکھا ہی تاکہ وہ

بوجے جاویں اور خدا کے فرزند تھیں اور جو آواز اُنکے آگے پیچھے سے

کلمے وہ روح القدس کی آواز سمجھ کر چارے اندرس اُن ضعیف القلب

اور ضعیف ایمان لوگوں پر جو اپنی دلی تصدیق پر اطمینان نہ رکھیں

اور اُنکے دل ان ہوائی کافروں سے پتوں کی طرح اڑتے پھریں *

سنو میاں دنیا میں جتنی نامور قومیں گذری ہیں یا جو اب

موجود ہیں اُنکی تاریخ اس پر شاہد ہی کہ جب کسی نے اپنے زمانہ کے

لوگوں کے ارسطو درجہ کے خیالات سے بڑے کفر کوئی بات زبان سے نکالی یا

ان کی معمولی سمجھ سے کچھ زیادہ کہا تو وہ مچھٹوں اور دیوانہ

تھرا اور اگر متبہ سے کوئی ایسی بات نکلی جو مخالف اُس زمانہ کے

دینی خیالات اور مذہبی رسوم کے ہوئی تو وہ خیال اور رسم بالکل

مذہب کے مخالف ہی ہو یا اُس سے مذہبی سرداروں کی عزت و شان

میں کچھ فرق آیا تب تو وہ گم مذہب اور کافر ہی سمجھا گیا پھر یا

جلا وطن کیا گیا یا مارا گیا یا زندہ جلا یا گیا *

دیکھو یونان میں سقراط کو زہر کا پیالہ کیوں پلایا گیا اسی جرم

میں کہ اُس نے بت پرستی کی پرانی کی جسے اُس زمانہ کے لوگ

اچھا جانتے تھے *

جرمیت جب مسلمانوں کے مدرسے سے معقولات سیکھ کر اپنے

ماک میں گیا تو اپنی قوم کے نزدیک کیوں کافر اور مرتد ٹھہرا اسی

تصور میں کہ وہ اُن علوم کو جاری کرنا چاہتا تھا جس کی عربی

سے اُس کی قوم واقف تھی *

کلبیس کیوں پاگل ٹھہرا اسی لیے کہ اُس نے وہ بات کہی جو کہ

اُس زمانہ کے لوگوں کی عقل اور سمجھ سے باہر تھی *

ڈیرکسن نے جب بھاپ کے زور سے جہاز اور گاڑی چلانے کی نسبت

اپنا خیال ظاہر کیا تو وہ کیوں پاگل خانہ میں بھیج دیا گیا اسی

تصور میں کہ اُس زمانہ کے اوسط درجہ کے خیال سے اُس نے بڑے کفر

یہ بات کہی *

ردجر بیکن کے کفر کا کیوں قتل دیا گیا اسی لیے کہ وہ اُن

مسائل سے منکر تھا جسکو اُس زمانہ کے عالم حق اور سچ جانتے

تھے *

کرپر ٹیکس نے کیوں ہیئت کے صحیح مسائل کے اظہار پر جرأت

نہ کی اسی لیے کہ وہ پادریوں کی مخالفت سے خائف تھا *

بیرونٹون حکیم کو روم کے پرپ نے کیوں زندہ جلا دیا اسی جرم

میں کہ اُس نے زمیں کی گردش کا اقرار اور آسمان کے وجود جسمانی

سے انکار کیا تھا جسکو اُس زمانہ کے پادری ہمارے وقت کے مولویوں

کی طرح اپنی نادانی سے مخالف آسمانی کتاب کے جانتے تھے *

لوٹور کو کیوں شہر بھر بھاگنا پڑا اسی گناہ میں کہ وہ پرپ کو

لجھات کے فرمان پیچھے کا مچر نہ سمجھتا تھا *

یہ چند نظریوں پر غیر قوموں کے نامور لوگوں کی ہیں اب ہم

اپنی ہی قوم اور اپنے ہی مذہب کے اُن نامور شخصوں کا حال بیان کرتے

ہیں جن میں سے اب کوئی تفسیر کا — اور کوئی حدیث کا — کوئی فقہ کا —

کوئی اصول کا — کوئی کلام کا — امام سمجھا جاتا ہی اور جن میں سے

کسی کا خطاب ہی امام المشرقیں اور کسی کا امام الفقہاء اور کسی کا



کہ وہ ایک غلط مسئلہ میں موافقت اس زمانہ کے لوگوں کی نکرتے تھے۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری وطن سے نکالے گئے۔ نسائی مسجد میں شہید کیئے گئے۔ پایزید بسطامی پر بھی جلاوطنی کا فتویٰ دیا گیا۔ قرالتون مصری مصر سے بغداد کو اس مصیبت سے بھینچے گئے کہ پادشہ دگرے دست بدست دگرے۔ اور ایک جرمات مولویوں کی ان کے فقر و زندگی پر گواہی دینے کے لیے مبراہ گئی۔ سہیل بن عبداللہ تستری یمن امامت مرقہ تھری۔ ابو سعید حجازی پر بھی کفر کا فتویٰ دیا ہی گیا۔ جنید بغدادی کو عالموں نے کافر ٹھہرا دیا۔ مسائل ترحید ملائکہ زبان پر نہ لاسکے۔ محمد بن فضل بلطی یمن جلالہ اس طور پر نکالے گئے کہ ان کے گلے میں رسی تھی اور گلی کوچہ میں تھپڑ کھینچے جاتے۔ امام بن حسن رازی کو دے کے زانہوں نے نکلا ہی دیا۔ ابو عثمان مغربی بھی ہر بدر مارے پھرے۔ حضرت شہابی پر کفر کا فتویٰ دیا گیا اور ان کے پاس کا بیٹھنا بھی ایک گناہ قرار دیا گیا امام ابو یوسف نابلسی کی ہاں علم و فضیلت مولویوں کے حکم سے کھال کھینچی گئی ابن حنن یمن تبصر و امامت زندگی قرار دیئے گئے۔ شیخ ابو مدین بصرہ زندہ جلاوطن کیئے گئے۔ شیخ ابوالحسن شاذلی مغرب سے قید کر کے ہر گناہ زندہ مصر کو بھیجے گئے۔ شیخ مزین الدین بن عبدالسلام بھی کفر کے فتویٰ سے فہ بھیجے۔ شیخ تاج الدین سبکی ابا حنیفہ تھرائے گئے۔ شیخ مصی الدین ابن عربی اور شیخ ابوالحسن اشعری اور امام حبیب الاسلام غزالی کا کچھتہ بیان کرنا بے موقع تھریگا۔ سب جانتے ہیں کہ شیخ مصی الدین وہ شخص ہی جسکو امام الموحدین اور کبریہ احمد اور اکسیر اعظم اور شیخ الطایفہ کہتے ہیں اُسکی نسبت نہ فقط کفر کا فتویٰ ہوا بلکہ حضرت عالموں نے یہہ فتویٰ دیا کہ کفر اشد من کفر الیہود و النصری کہ اُسکا کفر یہود اور نصری کے کفر سے بڑا کر ہی اور اس پر بھی ان ظالموں کو صبر نہ آیا بلکہ ان کے تمام گروہ پر تکفیر کا فتویٰ جاری کیا اور اُسپر بھی ان کے دلوں کی آگ تھنکتی تھری بلکہ ان کے کفر میں شک کرتے والوں پر بھی کفر کا فتویٰ دیدیا اور صاف یہہ نکھدیا کہ من لم یکن طایفۃ ابن عربی کان لم یکن الیہود و النصری و من شک فی کفره و من ہو مثله فهو کافر ومن شک فی کفر من شک فی کفره کافر۔ شیخ ابوالحسن اشعری کی کیفیت ظاہر ہی کہ وہ سنہوں کے امام ہیں مگر اُنکو بھی یاروں نے الہاد کے الزام سے نہیں چھوڑا اور کفر کی نسبت ان کی طرف کردی۔

امام غزالی کا حال سب جانتے ہیں کہ آج لقب ان کا حبیب الاسلام ہی مگر یہہ حضرت بھی اپنے زمانہ میں کافر تھرائے گئے اور ان کی

حبیب الاسلام اور کسی کا کبریہ احمد اور کسی کا اکسیر اعظم تاکہ معلوم ہو کہ ان بزرگواروں نے اپنے زمانہ کے لوگوں سے کسے صدمے اٹھائے۔

عبداللہ ابن عباس پر لوگوں نے طعن کیا کہ یہہ بے سوچھے ہرجے قرآن کی تفسیر کیا کرتے ہیں۔

عبداللہ بن زبیر کے زیادہ نماز پڑھتے پر لوگوں نے کہا کہ یہہ مکار اور منافق ہیں۔

سعد بن وقاص کا کوفہ کے جاہلوں نے شکوہ خلیفہ تک کیا کہ ان کو نماز پڑھتی بھی نہیں آتی۔

حضرت علی کو تر خارچہوں نے کافر ہی بنا دیا۔

امام زین العابدین کی نسبت لوگوں نے کہا کہ یہہ تر پست پرستوں کی باتیں کرتے ہیں۔

امام ابو حنیفہ کی نسبت وہ باتیں لوگوں نے کہیں کہ جاکا نقل کرنا بھی بے ادبی ہی بعضوں نے ان کو جاہل تھرا یا بعضوں بدعتی بنایا بعضوں نے کفر کی نسبت کی۔

امام شافعی سے ایک امام کو بدذاتوں نے اضر من ابلیس کا خطاب دیا اور ان کے مرنے کی دعائیں کیں۔

امام عراق اور مصر نے ان پر یہاں تک تہمتیں لگائیں کہ یمن سے دارالسلام تک ایسی بے حرمتی اور بے حرمتی سے قید کر کے بھیجے گئے کہ ہزاروں آدمی ملامت کرتے اور گالیاں دیتے جاتے تھے اور وہ اُنکے حلقہ میں سر جھکائے ہوئے تھے۔

امام مالک کی مصیبت ہمارے دل کی تسلی کے لیے کافی ہی کہ پچیس برس تک جمعہ و جمعہ کے لیے باہر نہ نکلے اور ایسی ذات سے قید کیئے گئے کہ جس کے سننے سے بدن پر رعبہ ہوتا ہی اس بے دردی سے ان کی مشکیں باندھی گئیں کہ ہاتھ بازو سے اکڑ گیا پھر اونٹ پر سوار کرائے گئے اور کہا گیا کہ اُس مسئلہ کی صحت کا اقرار کر دیں جسے وہ دل سے غلط جانتے تھے آخر امام نے اونٹ پر کھڑے ہو کر کہا کہ جو مجھے جانتا ہی وہ جانتا ہی جو نہ جانتا ہو وہ جان لے کہ مالک انس کا بیٹا ہوں اور صاف کہتا ہوں طلاق المکرہ لیس ہشتی اسپر ستر کوڑے مارے گئے اور قید رکھے گئے۔

امام احمد حنبل کی مصیبت ستر کہ ۲۸ مہینے تک وہ قید میں تھے اور بھاری بھاری زنجیروں اُنکے پاتوں میں ڈالی گئیں اور یہہ ذات اذکر ہی گئی کہ مجلسوں میں بلائے جاتے اور ارک ان کو طمانچے مارتے اور منہ پر تھوکتے اور ہر شام کو جیلخانہ سے نکالے جاتے تھے اور کڑوں کی مار ان پر پڑتی اور یہہ سزا اُس قصور کے پدائے میں تھی

نہ کرتے پر سارے کلمہ خلق قرآن کے مسئلہ نے مسلمانوں کے خوں کی
ندیاں بہا دیں علانہ و امامت کی پھٹ میں شہر کے شہر و پیران
کر دیئے۔ پس ہمارے زمانہ میں شیطان کے وجود خارجی اور آسمان
کے وجود فرضی کے انکار پر اگر کفر کے فتویٰ ہوئے تو کوئی نئی بات نہیں
ہی *

گھائل تیری نظر کا ہنوع دگر ہو ایک

زخمی کچھ ایک ہندہ درگاہ ہی نہیں

مزیز من ستر — ایمان ایک نور ہی جو خدا دل میں پیدا کرتا
ہی وہ نور خود آدمی کو اپنے ایمان کی حقیقت سے واقف کر دیتا ہی
اُس کی تصدیق قلبی دوسروں کی شہادت کی محتاج نہیں رہتی
نہ کسی کی تکفیر سے اُس میں خلل و زلزل ہوتا ہی *

ومن یک وجده وجداً صحیحاً * فام یستجی الی اقوال المغنی

نہ من ذاتہ طرب قدیم * و سکر دایم من غیرہ

امام ابو حنیفہ سے یوسف ابن خالد نے وتر کا مسئلہ پوچھا
امام نے کہا کہ واجب ہی اُس تکبیر نے کہا کہ کفوت یا اپنا حنیفہ
کہ اے ابو حنیفہ تم کانور ہو گئے پھر اب اُس کے امام نے فرمایا کہ
ابوہریری انکار کیا وانا امرنا الفرق بین الواجب والفرص کہ کیا
تیرے کانور کہنے نے مجھے قرا دیا حالانکہ میں واجب و فرض کا فرق
جانتا ہوں پس کیا کانور کہنا ہمارے زمانہ کے لوگوں کا اُن کو قرا دینا
جو کفر و ایمان کی حقیقت جانتے اور حق و باطل میں تمیز کر سکتے
ہیں *

مزیز من میں آج تک کفر کے فتویٰ کو نہیں سمجھتا کہ یہ
کیا ہی آیا کوئی نوشتہ خدا کا ہی جو جبریل امین لائے ہیں یا جہنم
کے داروغہ کے نام کا وارنٹ ہی جو مولوی صاحبوں نے جاری فرمایا ہی
آخر یہ کیا بلا ہی خایۃ مافی الباب وہ ایک عالم یا چند عالموں کی
راے ہی اُس کی ہمارے نزدیک اُسی قدر وقعت ہی جس قدر کہ
حدیث موضوع اور بے سند کی شاہ عبدالعزیز صاحب کے نزدیک تھی
یعنی گرز ہتر — میں نہیں خیال کر سکتا کہ کوئی شخص یہ سمجھتا
ہو کہ کسی آدمی کے کہہ دینے سے کو وہ مکہ کا مفتی ہی ہو کوئی
مسلمان کانور ہو جاوے گا یا خدا اُس کے فتویٰ پر دروغ میں بھیج دیگا
ہاں یہ سچ ہی کہ تقلیدی مسلمان جن کو انسان کہنا بھی زیبا
نہیں اور جن کی شان کالانعام بل ہم اضل ہی وہ ان کو فذاک کاغذوں
کو دیکھ کر قرا دینے اور ان کالے کاغذوں کو وحی آسمانی سمجھتے
کر کافر کہنے لگتے اس سے زیادہ کوئی اور نتیجہ ان فتویٰ کا نہیں
ہی *

را —

مہدی علی

کتابوں کا جلا دینا یا کہ اُن پر لعنت کرنا ثواب سمجھا گیا تھا
اس نامور امام کو کسی اُن کے دوست نے لکھا کہ تمہاری کتابوں پر
لوگ طعنہ کرتے ہیں اور خلاف سلف صالح کے عقائد کے جانتے ہیں
اُس کا اُنہوں نے ایک نہایت عمدہ جواب لکھا ہی جسکا خلاصہ یہ
ہی کہ اے ہار عزیز ان حاسدوں کی باتوں پر خیال نہ کر اور اُن
جاملوں کی طعن و لعن سے کچھ رنجیدہ نہ ہو اُن کی باتوں پر صبر
کو اور اُن کو بکٹنے سے استعفی من لایحسد و لایغضب و استعفی من
یا کفر و الضلال لایعرف ذلیل جان اُس آدمی کو جسکا لوگ حسد نہ
کریں اور حقیر سمجھتے اُس شخص کو جس کی طرف کفر اور گمراہی
کی نسبت نہ کی جاوے ایسے لوگوں کی صلاح کی امید نہ کر جو صرف
حسد سے پرا پھل کہتے ہیں اور ایسے جاہلوں کی بات نہ سن جو تہذیبی سی
مخالفات کو بھی اگلوں کی کفر جانتے ہیں اور اُن مقتدیوں اور مولویوں
کی باتوں پر کچھ خیال نہ کر جو ذری ذری بات ہو قد کفر قد کفر
پکٹے لگتے ہیں کیا وہ فتنہ کے پڑا لینے اور تصاحبات کے ازالہ اور زعفران
کے ملا کے مسئلے جان لینے سے کفر و ایمان کی حقیقت سمجھ سکتے
ہیں ایسے لوگوں کی طرف ترجیح نہ کر اور اُن کی باتوں کے سننے
میں اپنی اوقات ضائع نہ کر اور اپنے دھندھے کو نہ چھوڑ *

ان بزرگوں کو جانے ہو ہندوستان کے بعض نامور حضرات کو
خیال کر کہ اُن کو بھی ہندو نے نہ چھوڑا حضرت شیخ احمد فاروقی
فقہ ہندی کے کفر کا تری دیا گیا — مولانا ولی اللہ پر بھی بدعت و
گمراہی کا الزام لگایا گیا — حضرت مولانا محمد اسماعیل شہید فی
سبیل اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تکفیر کا فتویٰ مکہ کے مفتیوں سے
پار لوگ لکھوا ہی لائے اور ایسے پاک شخص کے کانور ہونے میں دریغ
نہ کیا — فرض کہ کوئی زمانہ ایسا نظر نہیں آتا کہ جس میں کوئی
ڈامور اور مصلح ایسا گذرا ہو جس کی مخالفت لوگوں نے نہ کی ہو
یا کہ ہم تو ہر ایک نامور کو ایسا ہی دیکھتے ہیں کہ ہندو نے اُسکا
حسد کیا دشمنوں نے اُسپر طعن کیئے جاہلوں نے اُس کی ہنسی اُڑائی
حضرات مولویوں نے اُس کے کفر کے فتویٰ دیئے ایک بھی تو اُن کے
پنچہ ظلم سے نہیں بچا اور کوئی بھی تو تکفیر کے فتویٰ سے مستعظ
نہیں رہا ہو اس زمانہ کے مولویوں کے کافر کہنے کی اگر کوئی
شکایت کرے تو وہ نادان ہی یہ کہ تو اُن کی معقولی عادت اور پرانی
عنہ ہی و لاتجد لسنتم تبدیلا *

ایک زمانہ میں حضرات فہماء نے تکفیر کی یہ کثرت کر دی کہ
قری قری بات پر کفر کے فتویٰ دیدیتے اور ایک ادنیٰ فرعی مسئلہ
کی مخالفت پر مسلمانوں کو قتل کرایا صدمہ مسلمان ہاتھ کھولکر
تعار پڑنے پر کانور ہوتے اور یہاں ہی ایمان دار گروہ اور کان کے مسیح

تتمہ تفسیر السموات

اسیات کے بیان کرنے کے بعد کہ سما کے لفظ کا کن کن معنوں میں اطلاق ہوا ہی اب ہم قرآن مجید کی جملہ آیتوں پر جو سما سے متعلق ہیں نظر کرتے ہیں اور اُن سب کو قسم وار بیان کرکر ثابت کرتے ہیں کہ قرآن مجید میں انہیں معنوں میں سما کے لفظ کا اطلاق ہوا ہی نہ ایسے جسم مستحکم و صلب شفاف پرزوں پر جیسا کہ یونانی حکیموں نے خیال کیا ہی اور جنکی تقلید علماء اسلام نے کی ہی *

قسم اول

وہ آیتیں جن میں لفظ سما کا بادلوں پر اطلاق ہوا ہی

۱۔ وارسلنا السماء علیہم مطہراً — الانعام آیت ۶ *

ترجمہ — اور بھیجا ہمیں بادل کو اُن پر دھیزے سے پرستا *
۲ و ۳۔ یوسل السماء علیکم مدراراً — ہرہ آیت ۵۳ — نوح آیت ۱۰ *

ترجمہ — بھیجے بادل تم پر دھیزے سے پرستا — سرور ہرہ میں جو یہ آیت ہی اُس کے ترجمہ میں شاہ ولی اللہ صاحب نے بھی سما کا ترجمہ ایسا کیا ہی اور باقی دو جگہ مینہ *

۴۔ ۱۲۔ انزل من السماء ماء — البقرة آیت ۲۰ — الانعام آیت ۹۹ — النحل آیت ۱۸ — ابراهيم آیت ۳۷ — النحل آیت ۱۰ و ۶۷ — طہ آیت ۵۵ — الحج آیت ۶۲ — المؤمنون آیت ۱۸ — الملائکہ آیت ۲۵ — الزمر آیت ۲۲ *

ترجمہ — اوتارا بادل سے پانی *

۱۵۔ والذي نزل من السماء ماء بقدر — الزخرف آیت ۱۰ *

ترجمہ — اور جسٹے اوتارا بادل سے پانی اندازے سے *

۱۶۔ وانزلنا من السماء ماء مطہراً — الفرقان آیت ۵۰ *

ترجمہ — اور اوتارا ہم نے بادل سے پانی پاک کرنے والا *

۱۷۔ و نزلنا من السماء ماء مبارکاً — ق آیت ۹ *

ترجمہ — اور اوتارا ہم نے پانی بادل سے برکت والا *

۱۸۔ و ما انزل الله من السماء ماء — البقرة آیت ۱۵۹ *

ترجمہ — اور وہ جو اوتارا اللہ نے بادل سے پانی *

۱۹۔ و ينزل علیکم من السماء ماء — الانفال آیت ۱۱ *

ترجمہ — اور اوتارتا ہی تم پر بادل سے پانی *

۲۰ و ۲۱۔ نزل انزلنا من السماء ماء یونس آیت ۲۵ —

الکہف آیت ۲۳ *

ترجمہ — مانند پانی کے جسکو اوتارا ہم نے بادل سے *

۲۲۔ فانزلنا من السماء ماء — العنکبوت آیت ۲۲ *

ترجمہ — پھر اوتارا ہم نے بادل سے پانی *

۲۳۔ و انزل لکم من السماء ماء — الملک آیت ۶۱ *

ترجمہ — اور اوتارا تمہارے لیے بادل سے پانی *

۲۴۔ وانزلنا من السماء ماء — لقمان آیت ۹ *

ترجمہ — اور اوتارا ہم نے بادل سے پانی *

۲۵۔ و من آیاتہ یزکم البرق عرفاً و طمأ و ينزل من السماء ماء —

الزمر آیت ۲۳ *

ترجمہ — اور اُس کی نشانیوں میں سے ہی کہ دکھاتا ہی تمکو

بجلی قرآن کو اور لالچ کرنے کو اور اوتارتا ہی بادل سے

پانی *

۲۶۔ او نضیب من السماء نیرہ ظلمات و رعد و برق — البقرة

آیت ۱۸ *

ترجمہ — یا جیسے دھواں دھار مینہ برسنے کے بادل سے کہ اُس

میں ہیں اندھیری اور کڑک اور بجلی *

۲۷۔ ولئن سألتہم من نزل من السماء ماء — العنکبوت آیت ۶۳ *

ترجمہ — اور اگر تو پوچھے اُن سے کہ کس نے اوتارا بادل سے پانی *

۲۸۔ وما انزل الله من السماء من رزق فاحیاء الارض بعد موتہا —

الحاثیہ آیت ۲ *

ترجمہ — اور وہ جو اوتارا اللہ نے بادل سے رزق یعنی مینہ پھر

زندہ کیا اُس سے زمین کو اُس کے مرجانے کے بعد *

۲۹۔ ۳۱۔ من یرزکم من السماء والارض — یونس آیت ۳۲

الملائکہ آیت ۳ *

ترجمہ — کون روزی دیتا ہی تمکو بادل سے اور زمین سے —

آسمان کے رزق سے بادلوں سے مینہ پسنا مواد ہی *

۳۲۔ وینزل لکم من السماء رزقاً — المؤمن آیت ۱۳ *

ترجمہ — اور اوتارا ہی تمہارے لیے بادل سے رزق یعنی مینہ *

۳۳۔ و فی السماء رزقکم وما تمعدون — الذاریات آیت ۲۲ *

ترجمہ — اور بادل میں ہی رزق تمہارا اور جو کچھ تم سے

عدہ کیا ہی — یعنی بادلوں میں مینہ ہوتا ہی

جو رزق پیدا ہونے کا اور زمین سے تمام موجودہ برکتوں

کے نکلنے کا سبب ہی *

ترجمہ — وہ وہاں ہی جس نے پیدا کیا تمہارے لیئے جو کچھ
زمین میں ہی سبکاسب اور پیدا کیا بلندی کو تو درست
لیئے متعدد آسمان *

تفسیر کبیر میں لکھا ہے تم استوی الی السماء اے خلق بعد الارض
السماء و لم یجعل بینہما زمنا و لم یقصد ہینا اخر بعد خلق الارض
یعنی تم استوی الی السماء سے زمین کے بعد سما کے پیدا کرنے کا استعارہ
ہی اور ان دونوں کے پیدا کرنے کے بیچ میں کچھ مدت نہیں لگی
اور نہ زمین کے پیدا کرنے کے بعد اور کسی چیز کا قصد کیا *

اور یہ بھی تفسیر کبیر میں لکھا ہے فان قال قائل فهل يدل
التخصیص علی سبع سموات علی نفی العدد الزائد قلنا الحق ان
تخصیص العدد بالذکر لا يدل علی نفی الزائد یعنی کیا سات آسمانوں کی
تعداد بیان کرکے اس بات کی دلیل ہی کہ سات سے زیادہ نہیں ہیں
تو ہم جواب دینگے کہ حق یہ ہے کہ کسی خاص عدد کا بیان کرنا
اُس سے زیادہ نہ ہونے پر دلیل نہیں ہے *

انہیں وجوہات سے ہم نے تم استوی الی السماء کا ترجمہ اور پیدا
کیا آسمان یعنی بلندی کو اور سبع کا ترجمہ ہر طرف سات کے متعدد کیا
ہی *

علامہ متقدمین کو جو یونانی ہیئت کا خیال جدا جدا تھا اس
لیئے ان کو اس قسم کی آیتوں کی تفسیر میں مشکلات پیش آتی
ہیں ورنہ حقیقت میں کچھ مشکل نہیں ہے — خدا تعالیٰ ہم
بندوں سے جو اس زمین پر بستے ہیں مخاطب ہو کر اُن کے حسب
حال کلام کرتا ہے — جبکہ اُس نے ہمارے لیئے زمین اور اُس کی
تمام چیزوں کے پیدا کرنے کا ذکر کیا تو جو کچھ اُس نے ہم سے اوپر
پیدا کیا تھا وہ ہمارے لیئے سموات ہو گئی اس لیئے اول زمین کی
چیزوں کا ذکر کیا اور پھر آسمانوں کا *

ہم نے سما کا ترجمہ بلندی کیا ہے اور اُس کی وجہ یہ ہے کہ
اس آیت میں سما کے لفظ سے کوئی معنی خاص یا کوئی یونانیوں
والا خاص جسم مراد نہیں ہو سکتا کیونکہ کسی ایک آسمان کے سات
آسمان نہیں بنائے گئے ہیں بلکہ وہ الگ الگ جداگانہ سات آسمان
ہیں اس لیئے بجز اس کے کہ اس آیت میں لفظ سما سے بلندی مراد
لیجائے اور کوئی معنی درست نہیں ہو سکتے اور جب اُس کے معنی
بلندی لیئے گئے تو آیت کے معنی صاف ہو گئے کہ خدا نے بلندی کو
پیدا کیا اور اُس میں سات یا متعدد آسمان بنائے *

بلندی ایک فضا یا وسعت محیط ہے جو ہماری سموات اس پر
دکھائی دیتی ہے وہ مکانیت سے خالی نہیں خواہ اُس میں خلا ہو یا

۳۴ — ففتحناباواب السماء ہما منہر — القمر آیت ۱۱ *
ترجمہ — پھر کھول دیئے ہم نے بادل کے دروازے دروازے کا پانی پڑنے سے *
۳۵ — ریثزل من السماء من حیال فیہامن یورہ — الذر آیت ۲۳ *
ترجمہ — اور ڈالتا ہے بادل کے پہاڑوں سے جو اُس میں ہیں اولی *
۳۶ — والسماء ذات الرجوع والارض ذات الصدع — الطارق — ۱۱ و ۱۲ *
ترجمہ — قسم ہے پھر نے والے بادل کی — قسم ہے زمین لوگاتے
والے پہر قار والی کی *

قسم دوم

وہ آیتیں جنہیں نظام سما کا فضا بلندی محیط پر اطلاق ہوا ہے
۱ — والسماء ذات العجب — الذاریات آیت ۷ *
ترجمہ — قسم ہے رستوں والی اُنچائی کی *

تفسیر کبیر میں لکھا ہے والسماء ذات العجب لیل المراقب و علی
هذا یشتمل ان یکون المراد طرائق الکرائب و مراد تھا — یعنی تفسیر
کبیر میں عجب کے معنی طرائق کے یعنی رستوں کے بتائے ہیں اور لکھا
ہے کہ شاید اُس سے ستاروں کے رستے اور اُنکے چلنے کی جگہیں مراد
ہیں *

اب اس آیت سے دو بات پر استدلال ہے ایک یہ کہ آسمان
ستاروں کے چلنے کی جگہ پر بولا گیا ہے دوسرے یہ کہ وہاں کوئی ایسا
جسم صفت اور صلب شفاف بلوری نہیں ہے جیسا کہ یونانی حکیموں نے
خیال کیا تھا اور جسکی تقلید علامہ اسلام نے کی ہے بلکہ اُس مکان
مرفوع کا جسمیں اجرام یا اجسام کواکب کے دورے کرتے ہیں سما نام
ہی — ہم اس سے یہ صحت نہیں کرتے کہ اُس مکان میں کوئی جسم
لطیف جو مائع سیر کواکب ہو موجود ہے یا نہیں کیونکہ ہمارے پاس
اُس کے موجود ہونے کے اثبات کے لیئے کوئی دلیل نہیں ہے اور نہ
قرآن مجید کی صحت اور صداقت ثابت کرنے کے لیئے اسے کسی وجہ کے
تسلیم کرنے کی ضرورت ہے اور نہ در ضرورت اُس کے موجود ہونے کے
کچھ دقت ہے *

کواکب بہت سے ہیں اور اُنکی راہیں بھی بہت سی اور جدا جدا
ہیں اور ہر ایک مکان کے دورے پر سما کا اطلاق ہو سکتا ہے مگر جب
خدا تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ رستوں والا آسمان تو اُس وقت آسمان سے
کوئی خاص مکان یا کوئی خاص جسم مراد نہ ہو سکتا مراد نہیں
ہو سکتا اور اس لیئے اس آیت میں لفظ سما کا بلندی پر اطلاق
ہوا ہے جو مکانیت سے خالی نہیں ہے اور جسمیں ہزاروں رستے کواکب
کے دورے کے ہیں *

۲ — ہر الذی خلق لکم مافی الارض جمیعاً ثم استوی الی السماء فدری
عن سبع سموات — البقرہ آیت ۲۷ *

چاند اور عطارد وغیرہ کو اکب اپنے وجود سے اُس فضا کو تسلیم کر دیتے ہیں جیسے صنعت کاغذ پر نقاط لگانے سے ہر حصہ محدود ہو جاتا ہے اور پھر اپنے دورے سے جو آفتاب کے گرد گرتے ہیں ایک محل کو جو بلاشبہ مکانیک کا اُس پر اطلاق ہوتا ہے اُس فضا سے ملحدہ کر لیتے ہیں اسلئے اُن کے ہر ہر محل کو بھی ہم آسمان کہتے ہیں *

۲ — فَاَنزَلْنَا عَلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا رِجْزًا مِنَ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ *

البقرة آیت ۵۶ *

ترجمہ — پھر اوتارنا ہم نے زیادتی کرنے والوں پر عذاب آسمان سے یعنی اُدھر سے اُنکی نافرمانی پر *

۵ — فَارْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِجْزًا مِنَ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوا يَظْلِمُونَ — الاعراف آیت ۱۶۲ *

ترجمہ — پھر بھیجا ہم نے اُنپر عذاب آسمان سے یعنی معاوضہ اُنکی زیادتی کا *

۶ — اَلَا مَنزُورٌ عَلَىٰ اَعْلٰى هَذِهِ الْقَرْيَةِ رِجْزًا مِنَ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ — العنكبوت آیت ۳۳ *

ترجمہ — ہم اوتارنے والے ہیں اس ہستی والوں پر عذاب آسمان سے یعنی اُدھر سے بعرض اُنکی بدکاری کے *

۷ — فَاَمَطَرْنَا عَلَيْنَا حِجَابًا مِنَ السَّمَاءِ — الانفال آیت ۳۲ *

ترجمہ — تو ہوا ہم پر پتھر آسمان سے *

۸ — اِنْ تَنَزَّلَ عَلَيْهِمْ كِتَابًا مِنَ السَّمَاءِ — النساء آیت ۱۵۲ *

ترجمہ — اُنپر اوتار لاوے کتاب آسمان سے یعنی اُدھر سے *

۹ — هَلْ يَسْتَطِيعُ رَبُّكَ اَنْ يَنْزِلَ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِنَ السَّمَاءِ — المائدة آیت ۱۱۲ *

ترجمہ — تیرے خدا سے ہو سکتا ہے کہ اوتارے ہم پر کھانا آسمان سے یعنی اُدھر سے *

۱۰ — اَلَمْ يَنْزِلْ عَلَيْنَا مَائِدَةٌ مِنَ السَّمَاءِ — المائدة آیت ۱۱۳ *

ترجمہ — اے اللہ ہم سے پروردگار اوتار ہم پر کھانا آسمان سے یعنی اُدھر سے *

۱۱ — وَ يَرْسِلْ عَلَيْنَا حُمُومًا مِنَ السَّمَاءِ — کہف آیت ۳۸ *

ترجمہ — اور بھیج دے اُس پر آفت آسمان سے *

۱۲ — لَنَزِّلْنَا عَلَيْهِمْ مِنَ السَّمَاءِ مَلَكًا رَّسُولًا — اسرائیل آیت ۹۷ *

ترجمہ — اہلقتہ ہم اوتارتے اُن پر آسمان سے کوئی فرشتہ پیغام لیکر *

۱۳ — اِنْ نَّشَأْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ مِنَ السَّمَاءِ آيَةً — الشعرا آیت ۳ *

ترجمہ — اگر ہم چاہیں اوتاریں اُنپر آسمان سے ایک نشانی *

نہر مگر جب وہ فضا سے مرتفع متعدد نشانوں سے منقسم ہو جاتی ہے تو اُس کے ہر ہر ٹکڑے پر طبقہ یا سما یا ارتفاع کا اطلاق ہو سکتا ہے اگرچہ ہم پرتائی حکیموں کے قول کو تسلیم نہیں کرتے مگر بطور مثال کے سمجھاتے ہیں کہ جو وسعت اُن کے نزدیک زمین سے لے کر قمر کے مقرر تک تھی اُس کو اُنہوں نے تین ٹکڑوں پر منقسم کیا تھا جنکو وہ کرہ ہوا اور کرہ زمہریز اور کرہ نار سے تعبیر کرتے تھے اسی طرح اُس وسعت کی تقسیم سموات پر ہوتی ہے یعنی اُس وسعت کے اُس محل کو جہاں ہمہ ایل نیلی چیز ہمکو دکھائی دیتی ہے وہ آسمان کہتے ہیں اور اُس محل کو بھی جہاں چاند گردش کرتا ہے یا اور ستارے عطارد و زہرہ وغیرہ گردش کرتے ہیں سما کہتے ہیں کیونکہ ہمہ سب محل بہ نسبت ہمارے مرتفع ہیں پس انہیں معاصر پر خدا تعالیٰ نے سموات کا اطلاق کیا ہے اس بیان کی تصریح اگلی آیت سے بالکل ثابت ہوتی ہے *

۳ — ثُمَّ اسْتَوَىٰ اِلَى السَّمَاءِ وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَاَلْاَرْضُ اَنْتِ مَاعُوذُكَ قَالَتَا اَنْتِ مَاعُوذُكَ فَقَضَاهُنَّ سَبْعَ سَاعَاتٍ فِي يَوْمَيْنِ وَ اَدْحَىٰ فِي كُلِّ سَاعَةٍ اَمْرًا — فصل آیت ۱۱ و ۱۲ *

ترجمہ — اور پیدا کیا بلندی کو اور وہ دھواں دھار یعنی تاریکی تھی پھر کہا اُسکو اور زمین کو حکم مانو عوہی سے خواہ ڈاؤوہی سے دونوں نے کہا ہم نے حکم مانا عوہی سے پھر گردینے سات یا متعدد آسمان وہ دن میں اور قال دیا ہو آسمان میں اُسکا کام *

جو تقریر کہ ہم نے اُدھر بیان کی اُسی تقریر سے اس آیت میں بھی جو لفظ سما اول آیا ہے اُس کے معنی بھی کسی محل خاص یا جسم خاص کے نہیں ہو سکتے *

دخان سے مفسرین نے تاریکی مراد لی ہے اور یہ بالکل ٹھیک ہے اس لیے کہ بلندی میں قبل ظہور کوکب بجز تاریکی کے جسکو دخان سے تعبیر کیا ہے اور کچھ نہیں تھا *

شاہ عبدالقادر صاحب اپنے ترجمہ کے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ ”آسمان ایک تھا دھواں سا اُسکو بانٹ کر سات کیلے اور ہر ایک کا کارخانہ جدا ٹھہرایا“ یہ بالکل تصریح اُسی بیان کی ہے جو ہم نے اوپر بیان کیا ہے یعنی یہ تمام فضا بلند ایک تھی اُسی کو آسمان کہا ہے جب کہ اُس میں اور اُڑ چیزیں پیدا ہوئیں اور اُس فضا کی اُن چیزوں سے تقسیم ہو گئی تو اُس کے ٹکڑوں پر سموات کا اطلاق ہونے لگا *

دیکھو کرہ ہوا میں آفتاب کی نیلی شعاع منعکس ہونے سے یہ نیلی چھت ہمکو دکھائی دیتی ہے اور اُس فضا کو اپنی اُس حد سے تقسیم کر دیتی ہے اُس محل کو ہم آسمان کہتے ہیں *

سماء کے لفظ سے جو اس آیت میں ہے کوئی خاص معنی اور خاص جسم مراد نہیں ہو سکتا بجز نصابی موقوف کے کیونکہ ہر درج اور درج اور چاند ایک آسمان میں نہیں ہیں بلکہ ایک نصابی موقوف میں ہیں *

۲۲ — و لقد جعلنا فی السماء درجاً و زینتھا للناظرین — العنبر آیت ۱۶ *

ترجمہ — البتہ بنائے ہم نے آسمان میں درج اور خوبصورت کیا اس کو دیکھنے والوں کے لیے *

۲۵ — والسماء ذات البروج — البروج آیت ۱ *
ترجمہ — قسم ہے ہر درج والی اونچائی کی *
اگرچہ اس آیت میں ہر درج والے آسمان کے معنی بھی لے جاسکتے ہیں مگر بمناسبت آیت سورۃ الفرقان کے اس جگہ پر بھی نصابی موقوف کے معنی لےئے گئے ہیں *

۲۶ — فابصروہ یسبب الی السماء — الصبح آیت ۱۵ *
ترجمہ — پھر دیکھو کہ قافی ایک وسیع آسمان یعنی اربعہ کی طرف شاہ عبدالقادر صاحب نے بھی حادیہ پر لکھا ہے کہ ”آسمان کو قافیہ یعنی اربعہ اور شاہ ولی اللہ صاحب نے بھی سماء کا ترجمہ جانب بالا کیا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں ”اس پایہ کے پیاریزہ رسلہ بجانب بالا“ *

۲۷ — اصلھا ثابت و فرعھا فی السماء — ابراہیم آیت ۲۹ *
ترجمہ — اس کی جڑ مضبوط ہے اور اس کی تہذیب آسمان میں یعنی تہذیب بلندی میں *

قسم سوم

وہ آیتیں جن میں لفظ سماء کا اس قبلی چیز پر جو ہم کو دکھائی دیتی ہے اطلاق ہوا ہے

۱ — و لقد زینا السماء الدنیا بمصابیح و جعلنا رجلاً ما للشیاطین — الملک آیت ۵ *

ترجمہ — اور البتہ خوشنما کیا ہم نے دنیا کے آسمان کو چراغوں سے اور کیا ہم نے اُن کو سنگساری شیطانوں کے لیے *

۲ — و زینا السماء الدنیا بمصابیح و حفظاً — فصلت آیت ۱۱ *
ترجمہ — اور خوشنما کیا ہم نے دنیا کے آسمان کو چراغوں سے اور حفاظت میں رکھا *

۳ — انا زینا السماء الدنیا بزیینۃ الکواکب — الصادق آیت ۶ *
ترجمہ — البتہ ہم نے خوشنما کیا دنیا کے آسمان کو ستاروں کی خوشنمائی سے *

۱۲ — و من یشرب باللہ نکاتہ اخر من السماء — الصبح آیت ۲۲ *
ترجمہ — اور جس نے شربک پتیا اللہ کا سر جیسے گریزا آسمان سے یعنی بلندی سے *

۲۳ — و ما انزلنا علی قومہ من بعدہ من جند من السماء و ما کنا منازین — یس آیت ۲۷ *

ترجمہ — اور نہیں اترتا ہم نے اُس کی قوم پر اُس کے بعد کوئی لشکر آسمان سے اور ہم نہیں اترتا کرتے *

۲۴ — لفتحننا علیہم ہرکات من السماء والارض — الاعراف آیت ۹۲ *
ترجمہ — تو ہم کھول دیئے اُن پر ہرکتیں آسمان کی اور زمین کی *

۳۵ — ولر قنننا علیہم بابا من السماء — العنبر آیت ۱۲ *
ترجمہ — اور اگر ہم کھول دیں اُن پر دروازہ آسمان سے *

۳۶ — لا تفتح لم ابواب السماء — الاعراف آیت ۳۸ *
ترجمہ — کیہی نہ کھولیں اُن پر دروازے آسمان کے *

۳۷ — یدبر الامر من السماء الی الارض — السجدة آیت ۲ *
ترجمہ — تدبیر سے اُتارتا ہے کام کو آسمان سے زمین تک *

۳۸ و ۳۹ — و ما یترل من السماء و ما یرج فیہا — سبا آیت ۲ والحدید آیت ۳ *

ترجمہ — اور جو کچھ اُترتا ہے آسمان سے اور جو کچھ چڑھتا ہے اُس میں *

۴۰ و ۴۱ — اُمنتکم من فی السماء ان یخلف بکم الارض فاذا ہی تمور ام امنتکم من فی السماء ان یرسل علیکم حاصباً — الملک آیت ۱۶ و ۱۷ *

ترجمہ — کیا نتر ہوئے ہو اُس سے جو آسمان میں ہے کہ دھنسا رہے تم کو زمین میں پھر دیکھو وہ لرزتی ہے — کیا نتر ہوئے ہو اُس سے جو آسمان میں ہے کہ بھیجی تم پر پتھر برسانے والی ہو *

۴۲ — و من یرد ان یضلہ یجذل صدرأ ضیقاً حرجاً کاتماً یضمد فی السماء — الانعام آیت ۱۲۵ *

ترجمہ — اور جس کو چاہے کہ راہ سے بھٹکا دے کرتا ہے اُس کا سینہ تنگ پھونچے گویا آسمان پر یعنی اوپر کو اُٹھا جاتا ہے *

۴۳ — تبارک الذی جعل فی السماء درجاً و جعل فیہا سراجاً و قمرأ منیراً — الفرقان آیت ۶۲ *

ترجمہ — بڑی برکت ہے اُس کی جس نے بنائے آسمان میں درج اور رکھا اُس میں چراغ اور چاند روشن *

۱۱ — و السماء یبیتها باید و انالمر سمون — انواریات آیہ ۲۷ *
ترجمہ — اور بنایا ہم نے آسمان کو ہاتھ سے یعنی اپنی قدرت سے
اور ہم کو سب قدرت ہی *

۱۲ — الذی جعل لکم الارض فراشا و السماء بناء — البقرة آیہ ۲۸ *
ترجمہ — جس نے بنایا زمین کو تمہارے لیٹنے بچھونا اور آسمان
کو محل *

۱۳ — اللہ الذی جعل لکم الارض قرارا و السماء بناء — المؤمن
آیہ ۶۶ *

ترجمہ — اللہ وہ ہی جس نے بنایا زمین کو تمہارے لیٹنے بچھونے
کی جگہ اور آسمان کو محل *

۱۴ — اقم اعد خلقا ام السماء بناها رفع سمکها نسودا — النازعات
۲۷ و ۲۸ *

ترجمہ — تم خلقت میں زیادہ مضبوط ہو یا آسمان خدا نے بنایا
آسمان کو اونچے کی اسکی چوٹی پھر درست کیا اسکو *

۱۵ — ر من ایتہ ان تقوم السماء والارض بامرة — الزمر آیہ ۲۲ *
ترجمہ — اور خدا کی نشانیوں میں سے ہی اپنی جگہ پر رہنا
آسمان اور زمین کا خدا کے حکم سے *

۱۶ — ویدسک السماء ان تقع علی الارض — الحج آیہ ۶۲ *
ترجمہ — توہم رکھتا ہی آسمان کو زمین پر گرنے سے *

۱۷ — يوم تشرق السماء بالغمام و نزل الملائكة نزیلا — الفرقان
آیہ ۲۷ *

ترجمہ — اور جس دن بھوکہ جاوے آسمان غمام سے اور اُتارے
جاویں فرشتے ایک طرح کا اُتارنا *

۱۸ — ذالست السماء کانت وردة کاندان — الرحمن آیہ ۳۷ *
ترجمہ — جب بھٹیکھا آسمان تو ہو جاوے گا کلاہی تیلیا *

۱۹ — و انشقت السماء فبی یومئذ واهیه — العاقرہ آیہ ۱۶ *
ترجمہ — اور پھٹ جاوے آسمان پھر وہ اُس دن ہوگا پکسا ہوا *

۲۰ — اذا السماء انشقت — انشقت آیہ ۱ *
ترجمہ — جب آسمان پھٹ جاوے *

۲۱ — کیف تظنون ان نقرتم یوماً یجعل الودان شیفاً السماء
منفطرة — المزمل آیہ ۱۸ *

ترجمہ — پس اگر تم کانٹو ہوئے تو کھوگر بچوگے اُس دن جس
میں بچے پڑھے ہو جاوے گی اور آسمان پھٹ جاوے گی *

۲۲ — اذا السماء انفطرت — انفطرت آیہ ۱ *
ترجمہ — جب آسمان پھوٹ جاوے *

۲۳ — ذالنجبرم علوسا و اذا السماء فرجت — المرسلات آیہ
۹ و ۱۰ *

ترجمہ — پھر جب ڈارے مٹاے جاویں اور آسمان پھاڑا جاوے *
۲۴ — و تکت السماء نکات ابوابا — النبا آیہ ۱۶ *

ترجمہ — اور کھول دیا جاوے آسمان پھر ہو جاویں دروازے *
۲۵ — و اذا السماء کشفت — کورت آیہ ۱۱ *

ترجمہ — اور جب آسمان کا چرسہ اُتارا جاوے *
۲۶ — يوم تکتون السماء کالمهل — المارج آیہ ۸ *

ترجمہ — جس دن ہوگا آسمان جیسے پگلا ہوا تانپا *

ان آیتوں میں جو لفظ ”سماء الدنیا“ کا جناب رسول خدا
صلعم کی زبان مبارک سے نکلا ہی جو امی معض تھے اور ملوہ امی
ہرنے کے ایسے ملک اور اسے لوگوں میں پرورش پائی تھی جو بالکل
جاہل تھے اور کسی قسم کے علوم ان کے ہاں مروج نہ تھے وہ علم
طبیعیات کا نام بھی نہیں جانتے تھے تو اس سے پتہ چلتا ہے
کہ بلاشبہ یہ لفظ وحی و انہام سے نکلا ہی اور جو امر کہ اب
تحقیق ہوا ہی وہ تیرہ سو برس پیشتر ایک امی نے فرمایا تھا صلی اللہ
علیہ و سلم *

اس ٹیلی ٹیلی چیز کو جو ہم کو دکھائی دیتی ہی سماء دنیا کہتا
ایسا ٹھیک ہی کہ آج کل بھی بڑے بڑے عالم علوم طبیعی کے اس سے
زیادہ مددہ کوئی لفظ نہیں نکال سکتے ہماری دنیا کے گرد جسپر ہم
ہستے ہیں ہوا محیط ہی ہے انہوں نے اندازہ کیا ہی کہ اسکا ارتفاع یا
مق پینتالیس میل کا ہی اور بعضوں نے اس سے بھی زیادہ خیال
کیا ہی — پھر حال اُس ہوائے محیط میں آفتاب کی ٹیلی ہمامیں
منہکس ہوتی ہیں اور اس سبب سے یہ ٹیلی گنبدی چھتہ ہم کو
اپنی دنیا کے گرد دکھائی دیتی ہی جو در حقیقت ہماری دنیا کا
آسمان ہی پس اس ٹیلی گنبدی چھتہ پر سماء دنیا کا اطلاق بالکل
حقیقت اور علم کے مطابق ہی اسوس کہ ہمارے زمانہ کے علماء حکماء
یونان کی تقلید کرتے ہیں اور حقائق قرآن ہو ضرور نہیں کرتے و قد قال

اللہ تعالیٰ و لا رطب و لا یابس الا فی کتاب مبین *

۴ — و جعلنا السماء سلفاً مصفواً — الکلیب آیہ ۲۳ *
ترجمہ اور بنایا ہم نے آسمان کو چھتہ حفاظت کی گئی *

۵ — و السقف امر نزع — الطور آیہ ۵ *
ترجمہ — قسم ہی اونچی چھتہ کی *

۶ — و السماء رفعا و وضع المیزان — الرحمن آیہ ۶ *
ترجمہ — اور آسمان کو اونچا کیا اور رکھی اُسکے لیٹے ترازو *

۷ — اولم یزد الی ما بین الیدیم و ماخافهم من السماء و الارض ان نشاء
نطسف بهم الارض او تسقط علیهم کسفا من السماء — سبا آیہ ۹ *

ترجمہ — کیا انہوں نے اُس چیز کو نہیں دیکھا جو ان کے آگے
ہی اور جو ان کے پیچھے ہی آسمان اور زمین سے اکر
ہم چاہیں تو ان کو زمین میں دھنسا دیویں یا ان پر

آسمان سے ٹکرا ڈال دیں *

۸ — افلا یظنون الی الا بل کیف خلقت و الی السماء کیف رنعت —
الذاریہ آیہ ۱۸ *

ترجمہ — پھر کیوں نہیں دیکھتے اُنکے کو کہ کیسا بنایا گیا ہی
اور آسمان کو کہ کس طرح اُنچا کیا گیا ہی *

۹ — و السماء و ما بناها — الشمس آیہ ۵ *
ترجمہ — قسم ہی آسمان کی اور جیسا اُس کو بنایا *

۱۰ — افلم ینظروا الی السماء فزعم کیف بنینا و زیننا و ما لنا
من زوج — ق آیہ ۶ *

ترجمہ — کیا نہیں دیکھا اُنہوں نے آسمان کو اپنے اوپر کیسا ہم نے
اُس کو بنایا ہی اور اُس کو کدھنسا کیا ہی اور اُس میں
کوئی دراز نہیں *

۲۷۔ قازق تپ بوم قازق السام بدخان مہیون — اندخان آیت ۹ *
ترجمہ — پس انتظار کرو اسی دن کا کہ لکالہ آسمان دھواں
سب کو معلوم ہوتا *

۲۸۔ اہم یورو الی الطیو مستخرجات فی جو الاسماء = النہل آیہ ۸۱ *
ترجمہ۔ کیا نہیں دیکھتے اڑنے والے جانوروں کو کہ فرمائید اور
کیئے گئے ہیں آسمان کی وسعت میں *

٢٩ — الله الذي يرسل الرياح فتثير سحاباً فيبسطه في السماء كيف يشاء — الروم آيت ٦٧ *

ترجمہ — اللہ وہ ہے جو ہر شے کو اپنی ہوائیوں سے اُٹھاتی ہیں
پادل پہر پھیلاتا ہے اُسکو آسمان میں جس طرح چاندنی

۳۰۔ قد ذری تغلب وجہک فی السماء۔ البقرة آیہ ۱۳۹ *
ترجمہ۔ البتہ ہم نے دیکھا پھرنا تیرے منہ کا آسمان کی طرف
۳۱۔ ان الله لا يفتي عليه شيء في الارض ولا في السماء۔ آل
معدان آیہ ۴۰ *

توجہ — الپتہ خدا پر پوشیدہ نہیں کوئی چیز زمین میں یعنی
تھیں وہ اس آسمان یعنی فوق میں *

٣٤ - وما يعزب عن ربك من مثقال ذرة في الأرض ولا في السماء
يؤنس آية ٦٢ *

ترجمہ — اور غائب نہیں رہتا تیرے پروردگار سے خیر! پھر زمین
میں اور نہ آسمان میں *

۴۳ — اصلها ثابت و فرعها فی السواد — (ابراہیم آیت ۲۹) *
ترجمہ — اُس کی جڑ مضبوط ہے اور اُسکی ٹہنی آسمان میں
پھنکی ہوئی ہے۔ *

٢٣ - وما يقضي على الله من شيء في الأرض ولا في السماء -
أيهم أيت ٢١

ترجمہ۔ اور چاہا انہیں اللہ پر کھڑے زمین میں اور نہ آسمان میں *
۳۵۔ قال ربی یدلم القول فی السموات و الارض — الانبیاء آیت ۴ *
ترجمہ۔ اُس نے کہا: میرا پروردگار جانتا ہی ہر بات کو آسمان
میں ہو یا زمین میں ہو *

۳۶ — اَلَمْ تَعْلَمْ اَنْ اِلٰهًا يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ — التَّحْقِیْقُ آیة ۶۹ *
ترجمہ — کیا تم کو معلوم نہیں کہ اللہ جانتا ہے جو کہہ رہا ہے کہ
ہی آسمان میں اور زمین میں *

٣٧ — وما من خائفة في السماء و الأرض الا في كتاب مبين —
الملك آية ٧٧ *

ترجمہ اور کردی چیز نہیں جو درشیدۂ ہوا آسمان میں اور زمین میں مگر ہی کتاب روشن میں *

٣٨ - وما أنتم بمعجزين في الأرض ولا في السماء - العنكبوت
آية ٢١ *

ترجمہ :- اور نہیں ہو تم تمہانے والے زمین میں اور آسمان میں *
۱ - و هو الذي في السماء والارض والارض والارض - الزخرف آیت ۸۲ *

ترجمہ: — وہی ہی جو آسمان میں حاکم ہی اور زمین میں حاکم ہی *

٢٠ - و ان يرو كسفا من السماء انا يقولوا سحاب مثوم -
الطور آية ٢٢ *

ترجمہ — اور اگر دیکھیں ایک نکو آسمان کرتا ہوا کہیں یہ
بادل ہی گاڑا *

۱۴ - در مورد سوره مائده - الطور آیه ۹ *

ترجمہ : چھوٹی کہ ہل ہل چارے آسمان ہل ہل جاتا *

۳۴ - یوم قطار اسماء قطی السجیل للکتب - الانبیاء آیہ ۱-۳ *
ترجمہ - جس دن ہم اپنے کتب کی آسمان چیلے لپیٹتے ہیں
عرواں میں کاغذ *

۴۳ — اویکوں لک بیت من زخرف اوترنی فی السماء — اسرائیل
آیت ۹۵ *

ترجمہ — یا ہرگز تیارے لیٹے ایک گھر منہرا یا جزا ہمارے تو
آسمان میں *

٢٢٢ - فان استطاع ان يبتغي نفقا في الارض او سما في السماء -
الانعام آية ٢٥ *

ترجمہ — پھر اگر تجھ سے ہوسکے تو وہ نکال دے گا توئی سرنگ زمین
میں یا کرئی سیڑھی آسمان میں *

٣٥ - فَمَا تَعْلَمُ لَنَا كُنْهًا مِنَ السَّمَاءِ أَنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ -
الشعرا آية ١٨٧ *

ترجمہ: — زہر گرا زہر ایک نکڑا آسمان میں ہے اگر ہی تو
سبکدوش میں ہے *

۹۶ — اور سقط السماء كما زعمت عليا كذا — اسواتيک آیت ۹۶ *
ترجمہ — یا گراے تو آسمان جیسا کہ تو گمان کرتا ہی ہمارے
اوپر تیرے تیرے *

۲۷- انا لله انا اليه راجعون، قد توفانا الله حرمنا شديدا، فهدنا -
الجنة آمين *

ترجمہ :- اور اب تک ہم نے چھ لیا آسمان کو پھر پایا زمین اس کو پھر ہوا سفید چوکیداروں سے اور شہادوں سے *

٢٨ — فرب السماء والأرض انه الحق ملك ما انكم تفتقرون = الخاريات
آية ٢٣ *

ترجمہ — ہر قسم کی آسمان اور زمین کے پروردگار کی یہ بات
 ٹھیک ہی ایسی جیسے کہ تم دہاتے ہو *

۳۹ - و جنتہ عرضہا تعرض السحاب والارض - الحديد آیت ۷۱ *

ترجمہ - اور یہاں ہے جو جس کا پہلا آیت ۷۱ جیسے پہلا آسمان اور زمین کا *

۵۰۔ — وما خالقنا السماء والارض وما بينهما باطلاً — میں آیہ ۲۶ * ترجمہ — اور ہم نے نہیں بنایا آسمان اور زمین کو اور جو اُن کے پیچھے ہیں وہی نکما *

٥١ - وما خلقنا الماء والارض وما بينهما لامبين - الانبياء
آيت ١٦ *

ترجمہ — اور نہیں پیدا کیا ہلے آسمان اور زمین کو اور جو
اُن کے پیچھے ہیں ہی بطور نگہاری کے *

* ۲۸ — لما یکت علیہم السماء والارض — الدخان آیت *
ترجمہ — پھر کہہ دیا اُن پر آسمان اور زمین *

۵۱ — والسماء والطارق — الطارق آیه ۱ *

ترجمہ: قسم ہی آسمان کی اور دانت کو شکنے والہ کی *

(باقی آئندہ)

بمقام علیحدہ — مطبع علیحدہ انسٹیٹیوٹ میں چھپا اور حافظ

مستحق عبد الرزاق کے اہتمام سے شائع ہوا

THE MOHAMMEDAN SOCIAL REFORMER

تہذیب الاخلاق

جلد پنجم [۱۵ رجب سنہ ۱۲۹۱ ہجری سنہ ۱۳۰۵ نبوی] نمبر ۹

بسم اللہ الرحمن الرحیم

إطلاع

بخدمت ممبران و خریداران و ناظرین تہذیب الاخلاق

اس پرچہ کی بابت جس صاحب کو کچھ خط و کتابت کوئی منظور ہو یا خریداری اس پرچہ کی مد نظر ہو یا کوئی مضمون اس پرچہ میں مندرج ہونے کے لیئے بھیجنا ہو یا زر قیمت اخبار یا زر چندہ یا کچھ روپیہ بطور توثیق کے عنایت فرمانا ہو تو سید احمد خاں صاحب بہادر سی ایس آئی پاس بمقام بنارس بھیجا جارہے ہو۔ تمام خط و کتابت بابت اس پرچہ کے انہی سے کی جارہے کیونکہ یہ پرچہ علیحدہ میں چھپکر اُن کے پاس چلا جاتا ہے اور وہاں سے تقسیم ہوتا ہے اور تمام حساب کتاب اسکا سب اُن کے پاس رہتا ہے * اس پرچہ میں صرف مضامین مفیدہ جو مسلمانوں سے متعلق ہیں چھاپے ہوتے ہیں اور اس سبب سے اخبار امصار و دہار اس میں مندرج نہیں ہوتے — مقصود اس پرچہ کے احوا سے یہ ہے کہ مسلمانوں کی حسن معاشرت اور تہذیب کی ترقی ہو اور جو ظلم اور ملامت مذہبی اس ترقی کے مانع ہیں اور درحقیقت وہ مذہب اسلام کے برخلاف ہیں وہ بھی مٹائے جائیں *

إطلاع

تشریح قیمت و مصرف منافع تہذیب الاخلاق

حضور روپیہ بابت اس پرچہ کے بطور چندہ خراج بطور قیمت وصول ہو وہ کسی خاص شخص کی ملکیت نہ ہوگا بلکہ اس پرچہ کے اجرا و ترقی میں صرف کیا جائیگا * ہر دوستوں نے شریک ہوکر اس پرچہ کو جاری کیا ہے اور ساتھ روپیہ سالانہ اس پرچہ کے اجرا کے لیئے بطور امداد دیتے ہیں وہ اس پرچہ کے متعلق معاملات میں بطور ممبر کے متصور ہیں اُن کو اختیار ہے کہ اگر چاہیں تو اُور کسی کو بھی بطور ممبر اپنے ساتھ شریک کریں اور جو شخص اس طرح پر شریک ہوگا اُس کو بھی ساتھ روپیہ سالانہ دینا ہوگا * یہ پرچہ ہر مہینے میں ایک بار یا دو بار یا تین بار جیسا کہ مقتضای مضامین ہوگا چھپا کر یگانہ خریداروں کو چار روپیہ سالانہ قیمت پیشگی دینی ہوگی اور اخراجات روانگی پرچہ سے اُن کو کچھ تعلق نہ ہوگا * اگر کوئی شخص کوئی خاص پرچہ خریدنا چاہیگا اُس کو فی پرچہ چار آنہ سے اخراجات روانگی پرچہ دینا ہوگا *

اطلاع

بخدمت بزرگان اسلام اہل مذہب

سنت و جماعت

موجہ ۱ حصہ ۵ قراعت انتظام و سلسلہ تعلیم معجزہ
مدرسۃ العلوم المسلمین کے یہاں ارادہ کیا گیا ہے کہ بزرگان مقلدہ ذیل
سے درخواست کی جاوے کہ آپس میں صلاح و مشورہ کرکر نثرات راے
سے مدرسۃ العلوم المسلمین کے لیئے کمیٹی مدیران تعلیم مذہب اہل سنت
و جماعت مقرر فرمائیں *

جس بزرگ کو اسباب میں کوئی صلاح نیک دینی منظور ہو تو
اپنی راے تحریر فرماکر پندرہویں نومبر سنہ ۱۸۷۳ ع مطابق پانچویں
ہوال سنہ ۱۲۹۱ ہجری تک راقم ائم کے پاس ارسال فرمائیں *

راقم

مقام پٹارس

سید احمد سکرتی کمیٹی خزانۃ البضاعۃ

تفصیل اسماء بزرگان مذکور

جناب حاجی مولوی محمد قاسم صاحب ہانی مدرسہ عربیہ دیوبند *
جناب حاجی مولوی محمد یعقوب صاحب مدرس اعلیٰ مدرسہ عربیہ
دیوبند *

جناب حاجی مولوی سید امجد العالی خان صاحب بہادر قپتی کلکتہ
کلیکتہ *

جناب حاجی مولوی علی بخش خان صاحب بہادر سب آرڈینیٹ جج
گورنمنٹ *

جناب مولوی محمد علی صاحب رئیس پچھراہوں تحصیلدار پٹری
ضلع مراد آباد *

جناب مولوی مفتی محمد سعد اللہ صاحب قاضی القضاۃ ریاست رامپور *
جناب مولوی ارشاد حسین صاحب رامپور *

جناب مولوی محمد احسن صاحب مدرس گورنمنٹ کالج بونلی *

جناب مولوی محمد سلطان حسن صاحب رئیس پریلی صدر امین *

جناب مولوی عبدالقادر صاحب رئیس بدایوں *

جناب مولوی حافظ محمد اسماعیل صاحب رئیس کلیکتہ *

جناب مولوی محمد سعید الدین صاحب مدرس مدرسہ عربیہ
مرزاپور *

جناب مولوی محمد شکر صاحب رئیس مچھلی شہر ضلع جرنپور *

جناب مولوی محمد سید اللہ خان صاحب سب آرڈینیٹ جج کلیکتہ *

جناب حاجی محمد ممتاز علی خان صاحب رئیس میرٹھ *

جناب مولوی حیدر حسین صاحب رئیس جرنپور وکیل ہائی کورٹ *

جناب مولوی سید فرید الدین احمد صاحب رئیس قرا وکیل
ہائی کورٹ *

جناب مولوی محمد کریم صاحب رئیس محمد آباد ضلع اعظم نڈہ
قپتی کلکتہ بہادر مراد آباد *

جناب نواب حاجی محمد مصدق علی خان صاحب بہادر رئیس
چھتاری ضلع کلیکتہ *

جناب محمد عبد الشکور خان صاحب رئیس پھیکم پور ضلع
کلیکتہ *

مقدمہ نمبر ۱۸۶

روٹاں

اجلاس ممبران مجلس خزانۃ البضاعۃ لتاسیس

مدرسۃ العلوم للمسلمین — منعقدہ

۵ اگست سنہ ۱۸۷۳ ع

نمبر ۲۸

بطل حیات

حاجی حرمین شریفین جناب عالی نواب

محمد کلب علی خان بہادر

والی رامپور

فرزند دلپنیر دولت انگاشیہ پیٹرن کمیٹی

مدرسۃ العلوم مسلمانان

صدر انجمن

مولوی اشرف حسین خان صاحب *

ممبران موجودہ

مرزا محمد رحیم اللہ بیگ صاحب *

سید محمد حامد خان صاحب *

منشی محمد یار خان صاحب *

سکرتری

سید احمد خان بہادر سی ایس آئی *

سید احمد خان سکرتری نے چارج سکرتری کا مرزا محمد

رحیم اللہ بیگ صاحب منصرف کار سکرتری سے لے لیا اور اپنے ہمدہ کا

کام انجام دیا *

- ۲۰ خان بہادر محمد یونس علی خان صاحب بہادر *
- ۲۱ سید محمد احمد خان صاحب بہادر *
- ۲۲ منشی صفدر حسین خان صاحب بہادر *
- ۲۳ خان بہادر فقیر سید جمال الدین صاحب *
- ۲۴ کٹر محمد لطف علی خان صاحب *
- ۲۵ منشی محمد مظفر حسین صاحب *
- ۲۶ سید طاہر حسین صاحب *
- ۲۷ مولوی محمد نجم الدین صاحب *
- ۲۸ مولوی محمد عارف صاحب *
- ۲۹ حضرت مولوی سید امداد علی صاحب بہادر *
- ۳۰ مولوی محمد حیدر حسین صاحب *
- ۳۱ مولوی اشرف حسین خان صاحب *
- ۳۲ منشی محمد مشتاق حسین صاحب *
- ۳۳ مولوی عنایت رسول صاحب *
- ۳۴ مولوی محمد سمیع اللہ خان صاحب *
- ۳۵ میر سید تواب علی صاحب *
- ۳۶ حکیم محمد حکیم اللہ صاحب *
- ۳۷ مولوی محمد حامد حسن خان صاحب *
- ۳۸ منشی محمد امجد بخش صاحب *
- ۳۹ سید علی حسن صاحب *
- ۴۰ غلام مرتضیٰ خان صاحب *
- ۴۱ حضرت مولوی محمد امان اللہ صاحب *
- ۴۲ مولوی محمد کریم صاحب *
- ۴۳ خان بہادر محمد حیات خان صاحب سی ایس آئی *
- ۴۴ منشی محمد بہتان حیدر صاحب *
- ۴۵ مولوی محمد اسماعیل صاحب *
- ۴۶ تواب محمد حسن خان صاحب *
- ۴۷ تواب سید ولایت علی خان صاحب *
- ۴۸ مولوی سید شمس الہدیٰ صاحب *
- ۴۹ منشی محمد صدیق صاحب *
- ۵۰ حافظ محمد تقی حسین صاحب *
- ۵۱ مولوی محمد کریم بخش صاحب *
- ۵۲ مرزا عابد علی بیگ صاحب *
- ۵۳ مولوی سید حسن رضا صاحب *
- ۵۴ مولوی محمد کامل صاحب *
- ۵۵ مولوی نذیر احمد صاحب *
- ۵۶ مولوی سید نرید الدین احمد صاحب *

روندان اجلاس منعقدہ ۱۲ جولائی سنہ ۱۸۷۳ ع قری ۲۷ جو
ہدستہ منصرم کار سکرتری مرتب اور کتاب رونداد میں مندرج تھی
اجلاس میں پیش ہوئی اور ملاحظہ ہوئی *

سید احمد خان سکرتری نے اطلاع کی کہ جملہ ممبروں کی خدمت
میں جو خطوط بطلب رائے نسبت خط جناب مولوی حاجی علی بخش
خان صاحب بہادر سب آرڈینیت جمع کر رکھے ہو کر کے مینہ روانہ کیئے تھے
اور جو خطوط کہ پورچ رونداد گذشتہ کے مرزا محمد رحمۃ اللہ بیگ
صاحب منصرم کار سکرتری نے بطلب رائے نسبت دفعہ ۳ و ۳ و ۵ طریقہ
انتظام و سلسلہ تعلیم مدرسۃ العزم کے روانہ کیئے تھے اور وہ دفعات
پر ایضاً خط جناب مولوی حاجی علی بخش خان صاحب دستور العمل
تعلیم میں داخل کی گئی تھیں اور اسی خط میں اس ترمیم کی
نسبت بھی رائے پر بھی گئی تھی جو دفعہ ۵ کی فہم ۲ میں ہنظر
اصلاح کار روائی ضابطہ ہوئی ضرور تھی ان سب خطوط کا جواب
منجملہ سوسٹہ ممبروں کے چہن ممبروں کے پاس سے آگیا جنکے
نام نامی ذیل میں مندرج ہیں اور وہ سب جواب کھیتی کے سامنے
پیش ہیں *

تفصیل ممبران جنکے پاس سے جواب آیا

- ۱ ممتاز الدولہ تواب محمد ایض علی خان بہادر سی ایس آئی *
- ۲ مولوی سید مہدی علی صاحب *
- ۳ شیخ غلام علی صاحب *
- ۴ سید احمد خان بہادر سی ایس آئی *
- ۵ منشی محمد یار خان صاحب *
- ۶ سید محمد حامد خان صاحب *
- ۷ سید محمد مسعود صاحب *
- ۸ مولوی فضل احمد خان صاحب *
- ۹ تواب احمد اللہ خان صاحب *
- ۱۰ مرزا محمد رحمۃ اللہ بیگ صاحب *
- ۱۱ مولوی سید زین العابدین صاحب *
- ۱۲ منشی محمد مسعود شاہ خان صاحب *
- ۱۳ منشی محمد ذکاء اللہ صاحب *
- ۱۴ مولوی سید محمد ابو سعید صاحب *
- ۱۵ سید محمد میر بادشاہ صاحب *
- ۱۶ منشی محمد خلیل صاحب *
- ۱۷ حافظ محمد نظام الدین صاحب *
- ۱۸ تواب محمد مسعود علی خان صاحب بہادر *
- ۱۹ جناب مالی خلیفہ سید محمد حسن صاحب *

حافظ تفصیل حسین صاحب نے اُس فقرہ میں اس قدر اصلاح چاہی
ہی کہ جن لوگوں سے کہ درخواست مقرر کرنے کمیٹی مذہبی کیجاوے
اول اُن سے منظوری حاصل کی جاوے جب وہ منظور کرلیں تو اُن کے
ناموں سے تمام لوگوں کو اطلاع دی جاوے *

کمیٹی نے بالاتفاق یہ تجویز کی کہ اگر ایسی ترمیم اُس فقرہ
میں کی جاوے گی تو مقصد کے برخلاف ہوگا اسلئے کہ اُن بزرگوں کا
قرار دینا یہی جو کمیٹی مذہبی مقرر کریگی کمیٹی عزتہ البصاۃ اپنے
اختیار سے نہیں چاہتی بلکہ عام مسلمانوں کی رائے کے اتفاق سے
چاہتی ہی اور اس لئے قبل اُس کے اپنی تجویز سے کسیکی منظوری
حاصل کرنا مناسب نہیں سمجھتی *

مولوی محمد کریم بخش صاحب نے یہ امر پیش کیا ہی کہ
مذہبی کمیٹی کے ممبروں کی نسبت لفظ لیف ممبر کا ضرور نہیں ہی
اور نیز اُن کے قائم رہنے کے لئے اس شرط کا بھی لگانا مناسب ہی کہ
جب تک وہ کسیچہ سے منسلک انتظام مدرسۃ العلوم نہیں *

کمیٹی نے بالاتفاق تجویز کی کہ یہ رائے بلا شبہ متفقانہ اور
عادلانہ اور آزادانہ اور مدبرانہ ہی مگر جو عبارت کہ بالفمل اُس
فقرہ میں موجود ہی اُس سے عموماً مسلمانوںکو زیادہ طمانیت و خاطر
جمعہ ہوگی اور کمیٹی کو یقین کامل ہی کہ ممبران کمیٹی تعلیم
مذہبی بھی بالاتفاق صلح و فلاح مدرسۃ العلوم میں اور اپنی قوم کی
بھلائی و بہتری میں سامی ہونگے *

شیخہ ممبروں میں سے دو ممبروں یعنی مولوی سید حسن رضا
صاحب اور مرزا حامد علی بیگ صاحب نے یہ حذر کیا ہی کہ جو
دقت اُن لوگوں کے قرار دینے میں کی گئی ہی جو کمیٹی تعلیم مذہبی
مقرر کریں گے اُس کی ضرورت نہ تھی بلکہ اُن کے قرار دینے کے لئے
اُن لوگوں کی شہرت اور عام واقفیت خصوصاً شیخہ مذہب کی کمیٹی
کے لئے کافی تھی مرزا حامد علی بیگ صاحب نے یہ بھی لکھا ہی
کہ شیخہ مذہب کے لوگوں کے واسطے اُن امور کی جو فقرہ مذکورہ
میں تجویز ہوئے ہیں کچھ حاجت نہیں بلکہ کافی تھا کہ کمیٹی
عزتہ البصاۃ کے شیخہ ممبر اپنے مذہب کی کمیٹی تعلیم مذہبی مقرر
کو لیتے *

کمیٹی نے بالاتفاق اس رائے سے اتفاق کیا اور یہ تجویز ہوئی
کہ فقرہ مذکور میں جو کچھ لکھا گیا ہی وہ صرف بعض اکابر اہل
مذہب و جماعت کی تحریک سے تجویز ہوا ہی کسی شیخہ مذہب کے
مسلمان نے اُس کی خواہش نہیں کی تھی پس شیخہ مذہب کی
مذہبی تعلیم کی کمیٹی سے بھی اُس قاعدہ کو متعلق کرنا معص
غلطی ہی چنانچہ کمیٹی نے اُس فقرہ کی ترمیم کی اور شیخہ مذہب

کمیٹی نے جناب حاجی مولوی علی بخش خاں صاحب ہوادہ کا خط
اور قبل تمام جوابات ممبران مذکورہ بالا کے ملحوظہ کیئے *

مولوی حاجی علی بخش خاں صاحب نے جو خط بنام سید احمد
خاں لکھا تھا اُس میں نسبت طمانیت تعلیم مذہبی مدرسۃ العلوم کے یہ
عبارت ارقام فرمائی ہی کہ ”اُس اطمینان کی میرے [یعنی علی بخش
خاں صاحب] کے نزدیک صرف یہ صورت ہی کہ آپ [یعنی سید احمد]
اور کمیٹی عزتہ البصاۃ مذہبی تعلیم میں مداخلت نہ کرے بلکہ مذہبی
تعلیم کے واسطے ایک اور کمیٹی مقرر کیجاوے اور اُس کے اختیار میں
تمام امور متعلقہ تعلیم مذہبی کے چھوڑے جاویں اور اُس کمیٹی کے
سے لوگ ممبر ہوں جنہر تمام اہل اسلام کو اطمینان ہو اور جو لوگ
مذہبی تعلیم کے واسطے چلنے دیں اُس رویہ سے سود حاصل
کہ کیا جاوے اور اُس کی آمدنی جائز صرف مذہبی تعلیم میں خرچ
کی جاوے اور جب ممبران کمیٹی مذہبی اُس کی آمدنی میں
کنٹریبوشن دیکھیں اور تعلیم مذہبی شروع کرنا چاہیں تو اُن کو ایسا
اختیار حاصل رہے“ *

کمیٹی اسبات سے نہایت خوش ہی کہ جملہ ممبروں نے ان امور
کو جو مولوی حاجی علی بخش خاں صاحب نے پیش کیئے تھے یعنی
اسبات کو کہ مذہبی تعلیم کی کمیٹی جدا بنائی جاوے اور جو لوگ
منجہ کر دیں اُن کا رویہ سود پر نہ لگایا جاوے اور جب سرمایہ
مذہبی کی آمدنی کافی ہو تو مذہبی تعلیم شروع ہرجاوے بلا
اختلاف منظور کیا ہی *

جو مقصود کہ مولوی حاجی علی بخش خاں صاحب کے خط
میں مندرج تھا وہ بطور دنسات کے تحریر ہوکر دنہ ۳ و ۴ و ۵
طریقہ انتظام و سلسلہ تعلیم مدرسۃ العلوم میں داخل کیا گیا اور اُسکی
نسبت اور نیز ضمن ۲ دنہ ۵ مذکورہ بالا کی کسقدر ترمیم کی نسبت
جو صرف اصلاح ضابطہ اور کارروائی سے متعلق ہی پھر جملہ ممبروں
سے رائے طلب ہوئی تھی جس کا ذکر گذشتہ اجلاس کی روٹنڈاں میں
مندرج ہی *

کمیٹی اس بات سے بھی نہایت خوش ہی کہ جملہ ممبروں نے
بلا کسی اختلاف کے دنہ ۳ و ۴ و ۵ و ۶ فقرہ اول و سوم
و چہارم ضمن دوم دنہ ۵ مندرجہ طریقہ انتظام و سلسلہ تعلیم
مدرسۃ العلوم کو بلا اختلاف منظور کیا ہی *

فقرہ دوم ضمن دوم دنہ ۵ کی جو ترمیم تجویز ہوئی تھی اُسکی
نسبت صرف پانچ ممبروں نے کسقدر اصلاح چاہی ہی اور ۵ ممبروں
نے اُس سے اختلاف رائے کیا ہی جسکی تفصیل اور جو تجویز نہ اُسکی
نسبت ہوئی حسب تفصیل قبل ہی *

اُس سے اتفاق کرتا ہوں اور اُس الفاظ کی مرستی کی نسبت کمیٹی کی
ترجیح چاہتا ہوں *

فقیر مذکورہ کمیٹی کے حامیہ پڑھا گیا اور بالاتفاق کمیٹی کی یہی
راے ہوئی کہ مضمون فقیر مذکورہ سے کسی کو کچھ اختلاف نہیں
مگر اُس کے الفاظ کی تہذیب کرنی مناسب ہی چنانچہ اصلاح اُس کی
عمل میں آئی *

بعد اس کے مولوی نذیر احمد صاحب کی راے پیش ہوئی
جنہوں نے امر معجزہ ضمن دریم سے جو یہ نسبت طریقہ تفریق
کمیٹی تعلیم مذہبی ہی اختلاف راے کیا ہی چنانچہ اُن کی راے
بجسٹہ ذیل میں مندرج ہوئی ہے *

مولوی نذیر احمد صاحب کی راے

میری راے یہ ہے کہ بزرگان دین کا توسط انتخاب کمیٹی
مذہبی کے لئے اُمید نہیں کہ مفید ہو اولاً تو بزرگان دین اس
معاملت میں صرف توجہ کر اہل عبادت سمجھنے والے ہوں جو توجہ
کریں گے وہ ہضماً بنفس اپنے تئیں ملحدہ و کفریہ نامزد کریں گے
اس میں کیا قیاحت ہے کہ عہد مہبران کمیٹی خزانۃ البضامۃ اپنی
تجویز سے مہبران کمیٹی مذہبی کو نامزد کرے مشہور کریں اور عامۃ
مسلمین کو حرج و اعتراض کی اجازت دیں اور اعتراضات پر لحاظ مناسب
کر کے انتخاب مستقیم کر لیں — بزرگان دین جیسے کہ فی زمانہ ہذا
میں امور انتظامی میں راے دینے کی کمتر قابلیت رکھتے ہیں — آپ
یقیناً بارر کیجئے کہ آپ کی کمیٹی خزانۃ البضامۃ جیسی کہ اب ہی اور
غرضاً جیسی کہ وہ ہونے والی ہے بہترین اہل اسلام فری الاراد پر
مستعمل ہے اور اُسکو انتخاب کمیٹی مذہبی سے جدا رکھنا کرنا ضرور
و دانستہ ایک مدد انتظام کا خراب کرتا ہے اور آپ دیکھ لیں
کہ بزرگان دین متوسط قرار دیئے جائیں اور جو چہرہ مسامحہ کو
اعتراض کرنے کی اجازت دے دیجئے مگر کام چار و قاچار کمیٹی
خزانۃ البضامۃ کو کرنا پڑیگا *

کمیٹی نے بالاتفاق مولوی نظیر احمد صاحب کی راے پر واہ راہ
کی اور سب بول اُڑھے کہ بلا شبہ ہماری کمیٹی بہت سے بہترین افراد
اہل اسلام فری الاراد پر مشتمل ہے اور اُس کو انتخاب کمیٹی مذہبی
سے جدا رکھنا نہایت افسوس کی بات ہے مگر جو کہ اب ہمارے افراد
اور پاک طینت مہجروں نے ہامید وفاق و وقع اتفاق یہ تصویر بعض
اکابر اہل اسلام اُسکو منظور کر لیا ہے تو اب اُسکا بدستور قائم رکھنا
ہی مناسب ہے *

بعد اس کے مولوی سید نوید الدین احمد صاحب کی راے پیش
ہوئی کہ اُنہوں نے امر مانع فیہ سے اختلاف کیا ہی چنانچہ اُن کی
راے بھی بجسٹہ ذیل میں مندرج ہوئی ہے *

کی کمیٹی تعلیم مذہبی کو اُس سے مستثنیٰ کر کر کمیٹی خزانۃ البضامۃ
کے ہیچ ممبروں کی راے پر منحصر کیا *

جناب مولوی محمد کامل صاحب نے ارقام فرمایا ہے کہ دہندہ
۳ میں درج ہے کہ تعلیم مدرسۃ العلوم میں کمیٹی خزانۃ البضامۃ کو
کچھ مداخلت نہ ہوگی بلکہ اُس کے لئے جداگانہ کمیٹیاں مقرر ہونگی
اور دہندہ مذکورہ کی ضمیمہ ۲ کی چھٹیوں سطر میں یہ لکھا ہے کہ
اس کمیٹی کے ممبروں کا انتخاب ابتدائی بھی کمیٹی خزانۃ البضامۃ سے
متعلق نہ ہوگا اُن دونوں قروں کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ جب امور
کمیٹی خزانۃ البضامۃ دہندہ ۳ و ۲ میں مہجروں ہو گئے تو اُس سے ظاہر
ہوا کہ کمیٹی مذکورہ کا کام صرف جمع و خرچ و نگرانی و افزونی سوامیہ
کا ہے باوجود اس کے پھر یہ تصریح ہے کہ اس کمیٹی کو تعلیم اور
انتخاب مہبران کمیٹی مذہبی میں دخل نہ ہوگا بقول ہی بلکہ ان دونوں
قروں سے مہبران کمیٹی خزانۃ البضامۃ عموماً اپنے کو ملزم سوسے عقیدت
تصریر کر سکتے ہیں حالانکہ عموماً کمیٹی مورد اس الزام کی نہیں
ہو سکتی ہے لہذا اُن دونوں قروں کا حذف کرنا مناسب ہی اور
دہندہ ۵ کی ضمیمہ ۲ و ۳ میں مذکورہ بالا کے واسطے کمیٹی تعلیم
مذہبی اور انتخاب مہبران کمیٹی مذہبی کے کافی ہے *

کمیٹی نے بالاتفاق مولوی محمد کامل صاحب کی راے کو تسلیم
کیا اور اس بات کو دل سے قبول کیا کہ کمیٹی خزانۃ البضامۃ کی نسبت
جس میں بہت سے نہایت لائق اور دہندار اور عالم و صاحب تقری
لوگ شریک ہیں ایسے الفاظ کا کہنا نہایت نا مستحسن تھا مگر بعض
اکابر اہل اسلام نے ایسی ہی خواہش کی تھی اور مہبران کمیٹی نے
باوجودیکہ اُن کی طرف ایک انعام نا مناسب تھا صرف قومی ہمدردی
سے اور صرف اپنی نیکی و صفائی ہامان سے اُس کی نسبت کچھ خیال
نہیں کیا اور مطلق نفسانیت کو دخل نہیں دیا اور اُس تصویر کو
منظور کیا پس وہ الفاظ جو صرف باظر وفاق اور رنج نفاق کے داخل
کیئے گئے ہیں اور جن کو مہجروں نے بسبب اپنی پاک طینت کے منظور
کر لیا ہے خارج نہیں کیئے جا سکتے بلکہ کمیٹی کی راے میں خود
وہ الفاظ ہمارے کمیٹی کے اُن بزرگ مہجروں کی نیکی اور کسو نفسی
و صفائی ہامان اور حب قومی پر گواہی دے رہے ہیں و ذالک نقل اللہ
پر قیہ سے پیش *

مولوی محمد کامل صاحب نے ضمن دریم کے فقرہ جدید کے بعض
الفاظ کی نسبت بھی اپنی ناپسندیدگی ارقام فرمائی ہے اور مولوی سید
مصن رضا صاحب نے بھی اُن کو ناپسند کیا ہے اور مرزا رحمت اللہ
بیگ صاحب نے اگرچہ اپنی راے میں اُس کی نسبت کچھ نہیں لکھا
مگر اب وہ بھی اُن الفاظ کو نا مناسب سمجھتے ہیں اور میں بھی

مولوی سید فرید الدین احمد صاحب کی رائے

نامہ مذاکرہ مرزا رحمہ اللہ بیک صاحب منصوم کار سکوتی کمیٹی
خزینۃ البضاعۃ مرقومہ ۱۲ جولائی سنہ ۱۸۷۳ ع میزے پاس پہنچا میں
گہام و کمال اُسکو دیکھا اور چند مرقومہ مضامین مندرجہ نامہ مذکور
پر غور کیا اور نیز اُن جملہ مراسلت و مصالحت پر کہ جو فیہ ابین
آپ کے [یعنی سید احمد خان کے] و جناب حاجی مولوی علی بخش
خان صاحب بہادر کے تحریر ہوئے ہیں غرض کیا میری رائے میں
دفعہ ۳ و ۴ و ۵ جن عبارتوں سے کہ وہ تحریر ہوئی ہیں مجھکو
بالکل اُس کے ساتھ اتفاق نہیں ہے میری رائے میں کوئی شخص
کمیٹی مدبران تعلیم السنۃ مختلفہ و علوم دنیویہ و مدبران تعلیم
مذہب میں مقرر نہر سکیگا جب تک کہ وہ کمیٹی خزینۃ البضاعۃ کا ممبر
نہرگا اصل کمیٹی وہی ہے اور یہ دونوں کمیٹیاں اُس کی نوع ہیں
یہ بات البتہ ہر سکتی ہے کہ منجملہ مدبران کمیٹی خزینۃ البضاعۃ
کے جو لوگ کہ منظور مصالحت تمام مسلمانوں کے قابل انتخاب میری
کمیٹی مدبران تعلیم مذہب نہیں وہ اُس میں منتخب نہ کیئے جاویں
مگر جیسے میرے رائے کے (یعنی مولوی فرید الدین احمد صاحب کا تب حذ
و سید احمد کی) نسبت لوگوں کو ماننیہ نہیں ہے تو آپ و میں
ممبر کمیٹی مدبران تعلیم مذہب مقرر نہ کیئے جائیں یہ بات
سیطرہ نہیں ہو سکتی کہ یہ امرام کسی ایک شخص کی ناست پر
منحصور کر دیا جائے یہ وہی بد نصیب سبب ہے کہ جس نے مسلمانوں
کے سارے امور کو برباد کر دیا ہمیشہ کثرت رائے و جماعت متفقہ پر کام
کرنا چاہیئے اگر اور مدبران کمیٹی میری رائے کے ساتھ متفق نہیں
تو بھی میں اپنی رائے پر قائم ہوں اور میرا اختلاف رائے آپ چھاپ
دیئے اور جب میری یہ رائے ہے تو میں اس میں بھی آپ کے ساتھ
متفق نہیں ہوں کہ کمیٹی مدبران تعلیم السنۃ مختلفہ و علوم دنیویہ
کا کوئی ممبر عیسائی یا یہودی یا ہندو ہو اگر ہماری قوم بد نصیب
میں کوئی لائق نہیں ہے تو شاید اسے آدمی تو ضرور ہوتے کہ دوسروں
سے کچھ اخذ کر کے اپنی رائے دیں *

سید احمد خان نے کہا کہ مولوی فرید الدین احمد صاحب نے جو
اپنے تئیں بھی اُن لوگوں میں شمار کیا ہے جن پر لوگوں کو غمانیہ
نہیں یہ صرف اُن کی کسو نفسی ہے ورنہ کوئی شخص ایسا نہیں
ہے جس کو مولوی صاحب مودع پر غمانیہ نہر ہاں بلا قیہ میرا
ایسا حال ہے اور میں خود اقرار کرتا ہوں کہ میں نہ کبھی
مذہبی کمیٹی کا ممبر نہرگا اور نہ کبھی تعلیم و مذہب میں نصیب
مداخلت نہرگا *

صدر انجمن نے فرمایا کہ اس تذکرہ کو ملتوی کیا جاوے اور
جو امر کہ مولوی فرید الدین احمد صاحب نے پیش کیا ہے اُسکے
تصفیہ پر توجہ ہو چنانچہ کمیٹی نے بالاتفاق مولوی فرید الدین احمد
صاحب کی اس رائے کو کہ مدبران کمیٹی خزینۃ البضاعۃ ہی میں سے
مدبران کمیٹی تعلیم مذہبی کا منتخب ہونا چاہتا تھا تسلیم کر کر
یہ بات کہی کہ جو امر تحریر ہوا ہے وہ خاص بعض اکابر
اہل اسلام کی تصریح سے اور بنابر حالات خاص کے تحریر ہوا
ہے جس کو اب کثیر مدبران کمیٹی نے بھی منظور کر لیا ہے اور
اس لئے تحریر مذکورہ کا قائم رہنا چاہیئے یا اس سے معلوم رہے
کہ ان دنوں میں یہ بات تحریر نہیں ہوئی کہ کمیٹی خزینۃ البضاعۃ
کا کوئی ممبر کمیٹی تعلیم مذہبی کا ممبر ہونے کی لیاقت نہیں رکھیکا
بلکہ جو لوگ کمیٹی تعلیم مذہبی مقرر کریں گے اُن کو اختیار ہوگا
کہ وہ جس کو چاہیں کمیٹی تعلیم مذہبی کا ممبر مقرر کریں خواہ
وہ کمیٹی خزینۃ البضاعۃ کا ممبر ہو یا نہر *

بعد اس تمام مباحثوں اور اصلاحوں کے دفعہ ۳ و ۴ و ۵
اُن کی تہنوں کے جو قرار پائیں وہ حسب تفصیل ذیل ہیں *

ذکر کمیٹی خزینۃ البضاعۃ

دفعہ ۳ — کمیٹی خزینۃ البضاعۃ اس مدرسہ کے لئے نئی یعنی
روپیہ جمع کرنے کی کمیٹی ہے اور انتظام تعلیم کے
لئے جداگانہ کمیٹیاں مقرر ہونگی مگر روپیہ کا
جمع کرنا اور سرمدہ کی حفاظت اور جائداد کا
خریدنا اور اُسکی آمدنی کا اخراجات مدرسہ کے لئے
دینا اور جو روپیہ کسی خاص کام کے لئے دیا گیا ہو
اُسکا اسی کام میں لگنا اور مکانات کا بنانا اور ہر
ایک امر کی نگرانی کرنا یہ سب کمیٹی خزینۃ البضاعۃ
سے متعلق ہوگا *

دفعہ ۴ — کمیٹی خزینۃ البضاعۃ کو اُس روپیہ کا جو اُس کے
سورہ ہو اور نیز اُسکی آمدنی کا حسب تفصیل ذیل
جداگانہ حساب رکھنا ہوگا *

ارل — حساب زر سرمایہ یعنی حساب اُس روپیہ کا جو
لوگوں نے اس غرض سے دیا ہے کہ اُسکی آمدنی
اخراجات مدرسہ علوم میں صرف ہو اور وہ روپیہ
ہندوستان میں رہے اور یہی روپیہ زر سرمایہ کے نام سے
مقبول ہے جسکا شرح کرنا ہر رجب دفعہ ۲۳ قرامد
کار ردائی کمیٹی کے مہار و ناجائز ہے *

میں اور اُس روپیہ کی آمدنی جو شیعوں نے خاص مذہبی تعلیم کے لیے دیا ہو شیعوں کی مسجد کی تعمیر میں صرف نہ ہوگی *

سرم — اُس روپیہ کا حساب جداگانہ رکھا جاوے گا جو لوگوں نے بطور سرمایہ مدرسۃ العلوم نہیں دیا بلکہ واسطے خاص کام کے دیا ہو مثلاً واسطہ تعمیر مساجد شیعہ و سنی مدرسۃ العلوم کے یا واسطہ تعمیر مساجد شیعہ و سنی کے اور یہ روپیہ اور اُس کی آمدنی اسی کام میں خرچ ہوگی جس کے لیے وہ دیا گیا ہو *

ذکر کمیٹی کے تعلیم

دفعہ ۵ — تعلیم مدرسۃ العلوم میں کمیٹی خزانۃ البضائع کو تھوڑے مداخلت نہ ہوگی بلکہ اُس کے لیے حسب تفصیل دیں جداگانہ کمیٹیاں مقرر ہوئیں گی *

اول — کمیٹی تعلیم علوم دنیاوی اور اُن مختلف زبانوں کی جو مدرسۃ العلوم میں تعلیم دی جائے گی اور یہ کمیٹی از نام صدران تعلیم السنۃ مختلفہ اور علم — عربیہ منظم ہوگی اس کمیٹی کے ممبروں میں مسلمانوں کے ساتھ عیسائی اور یورپی اور ہندو بھی اگر ضرورت ہو تو ممبر ہوسکتے ہیں بلکہ مختلف علوم اور مختلف السنۃ کی تعلیم اس کمیٹی سے متعلق ہوگی اور اس دنیاوی علوم کی تعلیم کا اہتمام اور انتظام بتمامہ اس کمیٹی سے متعلق ہوگا *

دوم ۱ — کمیٹی تعلیم مذہبی اُسکی دو شاخیں ہوں گی ایک شاخ ارقام صدران تعلیم مذہب اہل سنت و جماعت اور دوسری از نام صدران تعلیم مذہب شیعہ دینا شیعہ مآقب ہوگی اور اُن کمیٹیوں میں اُس مذہب کے لوگوں کے ہوا جس مذہب کی تعلیم کے لیے وہ کمیٹی ہو دوسرے مذہب کا کوئی شخص ممبر نہ ہو سکتا *

(۲) — کمیٹی صدران تعلیم مذہب اہل سنت و جماعت کے ممبروں کا انتخاب ابتدائی بھی کمیٹی خزانۃ البضائع سے متعلق نہ ہوگا بلکہ وہ کمیٹی صدران تعلیم مذہب اہل سنت و جماعت کے مقرر کرنے کی اُن پرزوں سے جو اُس مذہب میں دینداری اور نام مذہب مقرر ہوں اور جن پر اُس مذہب کے

دوم — زر سرمایہ مذکورہ بالا کے حساب میں بھی مفصلہ ذیل تفصیل رکھتی ہوگی *

(الف) — وہ روپیہ ملحدہ جمع رہے گا جسکی نسبت دینے والوں نے یہ شرط لگائی ہو کہ سورہ میں نہ لگایا جائے بلکہ اُس سے جائداد غیر منقولہ خریدی جائے اور اس روپیہ کا کسی طرح سورہ میں لگنا اور برواوسی ثروت خریدنا جائز نہ ہوگا *

(ب) — اُس روپیہ کا حساب جو دینے والے نے خاص بغرض تعلیم مذہبی دیا ہو ملحدہ رکھا جاوے گا اور اُسکی آمدنی اسی مذہب (یعنی شیعہ یا سنی مذہب) کی تعلیم میں صرف ہوگی جسکی تعلیم کے لیے دینے والے نے روپیہ دیا ہو *

(ج) — جو روپیہ نہ عیسائیوں نے یا اور مذہب کے لوگوں نے اس شرط سے دیا ہو اُس کی آمدنی علوم دنیاوی کی تعلیم میں خرچ ہو اُسکا حساب جداگانہ رکھا جائے گا اور اُسکی آمدنی علوم دنیاوی کی تعلیم میں صرف ہوگی اسی مذہبی تعلیم میں اُسکی آمدنی خرچ نہ ہوگی *

(د) — باقی روپیہ جو لوگوں نے بلا کسی شرط دیا ہو اُسکی آمدنی مذہبی اور دنیاوی ہر قسم کی تعلیم میں جس میں ضرورت ہو خرچ ہوسکے گی *

(۴) — قبل شروع ہونے اسی قسم کی تعلیم کے اور نیز بعد شروع ہونے تعلیم کے اگر کسی خاص صیغہ کے سرمایہ کی آمدنی اُسکے اخراجات ضروری سے زیادہ ہو جائے تو ہر ایک قسم کے روپیہ کی آمدنی جسکی تفصیل اوپر بیان ہوئی اُسی مد میں بطور اصل سرمایہ جمع کر دی جاوے گی خزانۃ کمیٹی کی کارروائی کے ضروری اخراجات میں یا مدرسۃ العلوم اور اُس کے متعلق مکانات کی تعمیر میں یا مدرسۃ العلوم کے لیے زمین خریدنے میں خرچ کی جاوے گی کیونکہ یہ امور تعلیم مذہبی اور تعلیم دنیاوی دونوں سے برابر متعلق ہیں مگر اُس روپیہ کی آمدنی جس کا ذکر مذ (ج) میں ہو تعمیر مساجد میں ہرگز خرچ نہ کی جاوے گی اور نیز اُس روپیہ کی آمدنی جو شیعوں نے خاص مذہبی تعلیم کے لیے دیا ہو شیعوں کی مسجد کی تعمیر

(۲) — مذہبی تعلیم کے لیئے مدرسوں کا انتخاب کرنا اور مقرر کرنا وہ سب انہیں مذہبی کمیٹیوں سے متعلق ہوگا دوسرے شخص کو یا کسی دوسری کمیٹی کو اس میں کچھ مداخلت نہ ہوگی *

صدر انجمن نے فرمایا کہ دلائل مذکورہ کی نسبت پچھلے کاٹھی ہوچکی اور متجملہ سرستہ ممبروں کے چاہن ممبروں کے پاس سے رائیں آگئیں جنہیں سے تربیت ممبروں نے ان دفعات پر اتفاق رائے کیا اور جو غنیف اصلاح لفظی ہوئی تھی وہ بھی ہوگئی پس اب ان کی نسبت تصدیق کامل عمل میں آئے اور دفعات مذکورہ جیسے کہ قائم ہوئی ہیں منظور کی جائیں *

تمام ممبروں نے اس تھریک کی تائید کی اور دلائل مذکورہ بالا سے ان کی ضرورت کے بطور قواعد متعلقہ سلسلہ تعلیم کے منظور ہوئیں *

سکریٹری نے تھریک کی کہ ان بزرگوں کے نام نامی ظاہر کیئے جائیں جن سے یہ رجب فقہ در ضمن دوم دفعہ ۵ قواعد کے جو ابھی منظور ہوئے کمیٹی تعلیم مذہبی کے ممبر مقرر کرنے کی درخواست کی جارہی چنانچہ کمیٹی نے بالاتفاق بزرگان مفصلہ ذیل کے نام ظاہر کیئے *

جناب حاجی مولوی محمد قاسم صاحب ہائی مدرسہ عربیہ دیوبند *
جناب حاجی مولوی محمد یعقوب صاحب مدرس اعلیٰ مدرسہ عربیہ دیوبند *

جناب حاجی مولوی سید امداد العلی خاں صاحب بہادر قہقی ٹکٹو علیگڑہ *

جناب حاجی مولوی علی بخش خاں صاحب بہادر سب آرڈینریٹ جمع گورکھپور *

جناب مولوی محمد علی صاحب رئیس بھہرائوں تحصیلدار بٹاری ضلع مراد آباد *

جناب مولوی مفتی محمد سعد اللہ صاحب قاضی القضاۃ ریاست رامپور *
جناب مولوی ارفان حسین صاحب واسپوری *

جناب مولوی محمد احسن صاحب مدرس گورنمنٹ کالج بریلی *

جناب مولوی محمد سلطان حسن صاحب رئیس بریلی صدر امین *

جناب مولوی عبدالقادر صاحب رئیس بدایوں *

جناب مولوی حافظ محمد اسماعیل صاحب رئیس علیگڑہ *

جناب مولوی محمد مہدی الدین صاحب مدرس مدرسہ عربیہ مرزاپور *

لوگوں کو علمائے ہر خواست کریمگی۔۔۔ جن بزرگوں سے ایسی درخواست کرنے کا ارادہ ہو ان بزرگوں کے ناموں سے تمام اہل اسلام کو تین مہینہ تک بذریعہ اخبارات کے اطلاع دی جاوے گی تاکہ ہر ایک ذی علم اور دیندار مسلمان کو اسباب میں ہر قسم کی صلاح نیک دینے کا موقع ملے بعد انقضائے ميعاد کے ان سب تھریکوں کے لحاظ سے جو اسباب میں آئی ہوں وہ لوگ جن سے مذہب اہل سنت و جماعت کی مذہبی تعلیم کی کمیٹی کے مقرر کرنے کی درخواست کی جاوے گی قرار دینے جارہے اور یہ بھی کمیٹی کو اختیار دینے کا کہ انہیں بزرگوں میں سے کسی ایک بزرگ کو مہتمم ان سب امور کا قرار دیکر اس بزرگ سے درخواست کرے کہ بزرگان مذکورہ بالا سے خط و کتابت کرکے کثرت رائے سے مذہبی کمیٹی مقرر فرمادیں جس کے ممبروں کی تعداد چارہ سے کم نہ ہو اور یہ تمام اصل خط کتابت جو اسباب میں آئے ہوں وہ کمیٹی غزٹا البصافۃ کے دفتر میں رہنے کے واسطے بھیجی جاوے اس طرح وہ جو بزرگ مذہبی کمیٹیوں کے ممبر مقرر ہونگے وہ لیف ممبر ہونگے یعنی انکی معزولگی کا وجہ اس حالت کے کہ وہ استعفاء دیں یا اپنا مذہب تبدیل کر دیں یا کسی ایسے جرم میں جسکی تفصیل قواعد کارروائی کی دفعہ ۱۲ میں ہی سزا دی ہو کمیٹی اختیار نہ ہوگا اور جب کوئی ممبر اس کمیٹی کی ممبری کا خالی ہوگا تو ممبران ہائی مائندہ کسی دوسرے شخص کو اسکی جگہ مقرر کریں گے شیعہ مذہب کی تعلیم مذہب کی کمیٹی کا تقرر کمیٹی غزٹا البصافۃ کے شعبہ ممبروں کے اختیار میں چھوڑا جاوے کہ وہ لوگ آپس میں صلاح کر کر جس طرح مناسب سمجھیں اپنے مذہب کی تعلیم کے لیئے مذہبی کمیٹی مقرر کریں *

(۳) — اگر اس رویہ کی جو خاص مذہبی تعلیم کے لیئے دیا گیا ہو اسقدر آمدنی ہو جاوے جو مذہبی تعلیم کے اخراجات کے لیئے کافی ہو اور مذہبی کمیٹیوں کے ممبر یہ چاہیں کہ مذہبی تعلیم قبل شروع ہونے دیگر اقسام کی تعلیم کے جاری ہو جاوے تو انکو اس کرنے کا اختیار حاصل ہوگا *

نمبر ۱۸۷

حدیث تشبیہ

(من تشبیہ بقوم کو شیخ حدیث نہیں کہتے)

یہ پھر تہذیب الاخلاق میں چھپ چکی کہ من تشبیہ بقوم
فہو منہم حدیث نہیں ہی مگر ارک اسکو بھی سید احمد خاں بہادر
کی عہدہ رائی پور مکتبول کرتے تھے اسسورس یہ ہے کہ شہدہ سنی
سب بھی کہتے تھے کہ سید احمد خاں بہادر نے عہدہ رائی کی اور یہ
فقہ حدیث ہی — معاذ اللہ لوگ اس فقہ کو جو نہیں معلوم اس
حالت میں بنایا گیا تھا اس کا نام پاک قرار دیتے تھے جسکی شان
میں مایطوق من ہوا نازل ہی مگر خیر دیر آمد درستی آمد شہدہ
کو ہنوز در توبہ ہاراسا اپنی فلمی سے معترف ہو چارینگہ توبہ توبہ
معترف ہو گئے کیونکہ اُنکے مجتہد نے بتا دیا کہ سید احمد خاں بہادر
سبح کہتے تھے ہماری یہاں کی کتابوں میں بھی ہیکو احادیث میں
یہ فقہ نہیں دکھائی دیا کہ حدیث سے ملتا ہوا ہی شہدوں پر مبنی
ہم لوگوں کے لئے ہیکر کرنے کا مقام ہی کہ یہ چھگڑا جلد سے کیا
اور کسی کے روٹنی والے نے نہیں علی کیا بلکہ لکھنؤ کے ان مقدس
مجتہد جی نے علی کیا جنکا اجتہاد مسامحہ ہی ہم اس واسطے کہ
یہ ہمارا بیان غلط نہ سمجھا جائے سوال نمبر ۳۱۳ جامع المسائل
شمیہ اخبارالاعیاد لکھنؤ مطبوعہ ۲۳ ربیع الاول سنہ ۱۲۹۱ ہجری کا
انتخاب بھی درج کرتے ہیں *

انتخاب از سوال نمبر ۳۱۳ جامع المسائل

من تشبیہ بقوم فہو منہم حدیث از منقولات باللفظ اسے یا بالمعنی

جواب

و در کدام کدام کتاب حدیث نوشتہ جماعہ مسطورہ مستفیض از احادیث
اس و حدیثی ہاں عبارت یقیناً بنظر حامی قاحال نہ آمدہ
والعالم *

رائس

سید اقبال علی

وکیل ہوتاب گدہ

جناب مولوی محمد شکور صاحب رئیس مچھلی شہر ضلع جونپور *

جناب مولوی محمد سمیع اللہ خاں صاحب سب آرڈینیت جج علیگڑہ *

جناب حاجی محمد ممتاز علی خاں صاحب رئیس میرتھہ *

جناب مولوی حیدر حسین صاحب رئیس جونپور وکیل ہائی کورٹ *

جناب مولوی سید فرید الدین احمد صاحب رئیس کڑا وکیل
ہائی کورٹ *

جناب مولوی محمد کریم صاحب رئیس محمد آباد ضلع اعظم گڑہ

ڈپٹی کلکٹر بہادر مراد آباد *

جناب نواب حاجی محمد مکتبول علی خاں صاحب بہادر رئیس

چھتاری ضلع علیگڑہ *

جناب محمد عبد الشکور خاں صاحب رئیس بھیکم پور ضلع

علیگڑہ *

کمیتی نے یہ بھی اپنی رائے ظاہر کی کہ بعد تکمیل ہونے شایعہ
مندرجہ ذیل مذکورہ کے جناب مولوی حاجی علی بخش خاں صاحب
بہادر کو تمام اہتمام تقرر کمیتی تعلیم مذہبی کا حسب مواد ذیل
مذکورہ کے سپرد کیا جاوے *

سکریٹری نے اطلاع کی کہ کمیتی کی جماعہ روگداں بنظر تفتیش
اخراجات چھپ کر ممبروں کی خدمت میں اب تک روانہ نہیں ہوئی
بلکہ جو خاص امر صلح طلب ہوتا ہی اُسی کی نسبت رائے پور بھی
جائی ہی مگر بعض معزز و قابل ادب ممبروں نے اس طریقہ سے
اپنی مال تراضی ظاہر کی ہی پس اجازت ہو کہ آئندہ سے ہر ایک
روگداں چاہیہ ہو کر بطور معمول کے ممبران کی خدمت میں مرسد
ہوا کرے *

کمیتی نے اس امر کو بالاتفاق منظور کیا اور اجازت دی اور
تجریز کی کہ بلاشبہ تمام حالات جزو و کل سے ممبران کو مطلع کرنا
ضروریات سے ہی *

بعد اس کے شکریہ صدر انجمن کا ادا کیا گیا و مجلس برعاست

ہوئی *

دستخط

محمد احمد خاں بہادر سی ایس آئی

سکریٹری کمیتی خزائنہ البصائر

غلطنامہ

افسوس کہ تہذیب الاخلاق میں اس سبب سے کہ ہم سے دور چھپتا ہی اور ہم اسکا پرورف نہیں دیکھ سکتے اثر غلطیاں چھپ جاتی ہیں اور ہمارے احباب مخالف کو وہ غلطیاں اعتراضات کرنے کو نعمت فخر متوقیہ مل جاتی ہیں قلمہ تفسیر السموات جو حال میں چھپا اس میں بھی متعدد غلطیاں ہیں جنکو پڑھنے والا سمجھ سکتا ہی مگر مفصلہ ذیل مقاموں میں ایسی غلطیاں ہیں کہ مطلب نہیں سمجھا جاتا انکا غلطنامہ چھپتا ہے *

صفحہ کالم	صفحہ	تذکرہ
۱۰۸	۲۹	ہوایک مکان کے دورے پر
۱۰۸	۲۸	کیونکہ ایک کسی ایک
۱۰۹	۱۳	یعنی معارف
۱۱۰	۳۰	پہرے

راقم

سید احمد

اشتہار

کتب مفصلہ ذیل واسطے فروخت کے ہمارے پاس موجود ہیں اور محصول داک کا علاوہ اسی قیمت کے ہی جس صاحب کو خریدنی منظور ہوں وہ خرید فرمادیں

وہ کتابیں جن کی قیمت مدرسۃ العلوم مسلمانان کی کمیتی میں جمع ہوگی *

کتاب جان دیون پرت متضمن حمایت اسلام ہریان
انگریزی قیمت فی جلد ...

کتاب حمایت اسلام ترجمہ کتاب گڈفری ہیکنس
متضمن جواب اعتراضات عدسائیان ہریان اردو
قیمت فی جلد ...

کتاب خطبات احمدیہ مولفہ سید احمد خان
ہریان انگریزی قیمت فی جلد ...
اگر کوئی غریب مسلمان انگریزی خوان خطبات
احمدیہ کو خاص اپنے پڑھنے کے لیے چاہے تو
اس کو نصف قیمت پر ملجائیگی *

کتاب مباحثہ مذہبی ہادی فذکر صاحب و ڈاکٹر
وزیر خان و مولوی رحمت اللہ صاحب ہریان
اردو قیمت فی جلد ...
حصہ اول تاریخ ہندوستان زمانہ ہندران مولفہ
منشی محمد ذکاء اللہ صاحب ہریان اردو قیمت
فی جلد ...

وہ کتابیں جن کی قیمت کمیتی خرواستکار ترقی
تعلیم مسلمانان میں جمع ہوگی *

کتاب رپورٹ سلیمت کمیتی اردو و انگریزی ...
خلاصہ رسالہ ہائے موصوفہ کمیتی قیمت فی جلد ...

وہ کتابیں جنکی قیمت دوسری کمیتی مسلمانان
میں جمع ہوگی —

جواب کتاب ڈاکٹر ہنتر صاحب مولفہ سید احمد
خان ہریان انگریزی قیمت فی جلد ...
اسباب بغاوت ہندوستان مولفہ سید احمد خان
ہریان انگریزی قیمت فی جلد ...

تہذیب الاخلاق من ابداء شوال سنہ ۱۲۸۹

ہجری لغایت سنہ ۱۲۸۸ ہجری قیمت ...

تہذیب الاخلاق باہت سنہ ۱۲۸۹ ہجری قیمت ...

تہذیب الاخلاق باہت سنہ ۱۲۹۰ ہجری قیمت ...

دستخط

سید احمد خان

سکرتری

کمیتی ہائے مذکورہ

بمقام علیحدہ — مطبع علیحدہ انسٹیٹیوٹ میں چھپا اور حافظ

محمد عبد الرزاق کے اہتمام سے شایع ہوا

۱۰-۱۱

جاء پنجم

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اطلاع

تشریح قیمت و مصرف منابع

تہذیب الاخلاق

حسدور روپیہ بابت اس درجہ کے بطور چندا خراج بطور قیمت
وہ مال اور کسی خاص شخص کی ملکیت نہ ہوگا بلکہ اس درجہ کے
احرا و زرعی میں صرف کیا جائیگا۔

حق دوستوں نے شریک ہو کر اس درجہ کو جاری کیا ہے اور ساتھ
 ساتھ اس درجہ کے اجراء کے لئے ضرور امداد دینے ہیں وہ اس
 درجہ کے متعلق معاملات میں بطور ممبر کے متصور ہیں ان کو اختیار
 ہے کہ اگر چاہیں تو اور کسی کو بھی بطور ممبر اپنے سامنے شریک
 - ہیں اور ہر شخص اس طرح ہر شریک ہوگا اس کو بھی ساتھ
 ساتھ دینا ہوگا ۔

تو رستہ ہر پہلے میں ایک بار دیا، دیا تو دیا جیسا کہ
ماتے سے مضامین ہوگا چھاپنا خریداروں کو چار روپے - لاند
قیمت پیشگی دینی ہوگی اور احوالات روانگی پرچہ سے آئے ہو آئیں
تعلق پہلو *
تو کرتی شخص کرڈی 'حصہ پرچہ خریدنا' اس کو ہی پرچہ
چار روپے 'اندر' = 'رہا' نہ ہوگا -

مضمون نمبر ۱۸۸

تہذیب

ماکان مکتوب ابا احد من رجالکم ولكن

رسول اللہ و خاتم النبیین

مکرمی میری سمجھ تو سب سے بڑی ہے میں تو جناب رسول خدا صلعم کو خاتم النبیین جانتا ہوں ہر جہہ ختم نبوت یا رسالت کے اور ایسے خاتم کو تاخر زمانی اور انضامی دونوں لازم ہیں * اسکی ایسی مثال ہے کہ ایک بادشاہ نے بہت سی نعمتیں اپنی جنگلی اور وحشی رعیت کے تقسیم کرنیکو رکھی ہوں اور یہہ تواریا ہو کہ جوں جوں ان وحشیوںکو عقل و تمیز آتی جاوے گی وہیں وہیں ان میں تقسیم ہوتی جاویں گی پس ضرور ہوگا کہ جو نعمتیں انکو اول دیجائیں گوئی نفسہ وہ اچھی اور عمدہ ہوں مگر اُسکے بعد کی نعمتیں یقینی طور سے اچھی ہونگی یہاں تک کہ سب سے اخیر جو نعمت دی جاوے وہ سب سے اچھی ہوگی *

اب فرض کر کہ اُس بادشاہ نے ان نعمتوں کے تقسیم کرتے والے پتوایب مقرر کیئے ہر ایک نے اپنی باری میں مطابق عقل اور تمیز ان وحشیوں کے نعمتیں دینی شروع کیں اور اسبطرح درجہ بدرجہ نعمتیں تقسیم ہوتی رہیں یہاں تک کہ اخیر نعمت رک گئی اور سب سے اخیر پائنتہ والا جو تھا اُسکی باری آئی اُس وقت وہ لوگ بھی اُس نعمت کے لینے کے قابل ہو گئے تھے وہ اخیر پائنتہ والا آیا اور اخیر نعمت بانٹ گیا پس وہ خاتم القاسمین ہی نہ اس وجہ سے کہ وہ اخیر زمانہ میں آیا اور نہ اس وجہ سے کہ اُس کے بعد کوئی پائنتہ نہیں آئیگا کیونکہ یہہ دونوں باتیں تو خاتمیت کے لوازم سے ہیں بلکہ دراصل وہ اس وجہ سے خاتم ہی کہ وہ خاتم نعمت ہی و ہو خاتم لاندہ ختم الاممۃ بتقسیمہ اور جبکہ وہ نعمت اخیر سب سے عمدہ و افضل تھی تو اس خاتم کا بھی سب سے افضل ہونا لازم ہی اور چونکہ قدریح زمانی بھی اُسکو لازم تھی اسلام اُس خاتم کو تاخر زمانی بھی لازم ہی *

یعینہ بھی مثال نبوت کی ہی دین اللہ کا نعمت ہی اور بندوں میں تمسیم کرنے والے انبیاء علیہم السلام ہیں انبیاء سابقین مناسب حال امت سابقہ کے وہ نعمت تقسیم کرتے آئے یہاں تک کہ جسکی اخیر عمدہ باری تھی اور اخیر نعمت پاتی وہ تھی اور اُسکی تقسیم کا زمانہ بھی آئی تھا آپ اور وہ نعمت دے گیا یہ نعمت ختم ہو گئی

رسالت اور نبوت بھی ختم ہو گئی اور خود اُس نعمت کے مالک نے پکار کر کہدیا ”الہرم اکملہ لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا“ پس تعدد خاتم کسی معنی پر نہ مستمع بالذات ہی اور شرکت من حیث الذات اور من حیث العرض دو تری مستمع ہیں اثر ابن عباس کی صحت کا میں قائل نہیں ہوں جبکہ رسالت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی عام تھی تو خاتمیت بھی بمعنی مذکور عام تھی * ہاں فیض الہی کبھی ختم نہیں ہونے کا بقول حافظ شہراز علیہ الرحمہ

فیض روح القدس ارباب مدد فرماید

دیگران ہم بکنند آنچه مسیحا میگرد

مگر سب اُسی کو گائیگے ہمارے پیا کھ گئے صلعم جیسیکہ انبیاء بنی اسرائیل میں بہت سے ایسے نبی گذرے جو اپنے پہلے نبی کے دین کو قائم کرتے رہے پس ہمارے میں کی امت میں بھی بہت سے ایسے گذرے اور گذرینگے جو دین محمدی کی حقیقت قائم کیا کرینگے اور مجدد کھارینگے اور لوگ انکو کانر کھا کیئے اور کھا کرینگے بھائی یہہ باتیں کتابیں پڑھنے سے حل نہیں ہوتیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ کا نور کو تب اس مرحلہ کو طی کرد و خداوتیت من اللہ تعالیٰ نور من انوار المصطفیٰ صلعم واللہ علی ما نقول وکیل *

بھائی تم سمجھو کہ ہر ایک کو اپنے دین سے جلدی جلدی راہیں ہوتی ہیں کوئی اُسکی باتوں ہی پر مروتا ہی کوئی اُسکی چہرے پر ہی لڑکتا ہی کوئی اُسکی ادا کا دیرانہ ہی کوئی پہاڑ کی چوٹی پر سایہ دار سبزیوں میں اپنے دل کا درتارہ بچا کر یہہ تارہا ہی —

ز نرق تا بقدم ہو کجا کہ می نگرم

کرشمہ دامن دل میکشد کہ جا اینچا است

پس جو شخص کہ اپنے نہیں امت محمدی کہتا ہی اور تصدیق کرتا ہی محمد رسول اللہ کی تو یقینی تمام بزرگوں کا آنحضرت صلعم میں اقرار کرتا ہی پھر کیرنکر خیال ہو سکتا ہی کہ اُس کے کسی ناکم سے گو کہ وہ ہو علقہ میں خاتم کا ہونا ہی ہر گوان نہ کیا جاسکتا ہی وہ بھی دیرانہ ہی مگر ایک ادا ہو ہم بھی دیوانے ہیں مگر اُس کی سب ادبیں پر — جو لوگ مسلمان ہیں اور پر — ہیں اور علم میں سے ہیں اور ہمارے عصر میں جنگی کوش برداری کے بھی ہم لائق نہیں ان پر بد ظنی نہیں چاہیئے یہہ تہہ وہی کانر ہوں تو کیا ہم تم مسلمان ہونگے — کہوت نامہ تشریح سر ابراہیم — والسلام منی من اتبع الہی *

تہذیب الاخلاق

قسم چہارم

وہ آیتیں جن میں لفظ سموات کا بصیغہ جمع نشاءے معنی پر
پیدا اس نے انقسام کے ابعاد متعدد میں اطلاق ہوا ہے *

۱ — والذی خلق لکم ما فی الارض جمیعاً ثم استوی الی السموات
سورہ یونس سورہ ۲۷ *

ترجمہ — وہ دہی ہے جس نے پیدا کیا تمہارے لیئے جو کچھ
زمین میں ہے سب کا سب اور پیدا کیا بلندی کو جو
درست کیئے سات یعنی متعدد آسمان *

۲ و ۳ — تم استوی الی السموات وہی فخلق قیل لہا و للارض اثنتی
طاراً او کوماً قالتا ائینا طئین ففعلن سورہ یونس سورہ ۲۷
۱۱ و ۱۲ *

ترجمہ — اور پیدا کیا بلندی کو اور وہ سموات سموات یعنی تاریک
تھی پھر کہا اس کو اور زمین کو حکم ماذر عوینی
یعنی عواذنا عوینی سے دونوں نے کہا ہم نے حکم مانا
عوینی سے پھر کر دینے سات یا متعدد آسمان دو در
میں اور ڈال دیا ہر آسمان میں اس کا کام *

۴ — تدریجاً من خلق الارض والسموات العلیٰ — سورہ یونس سورہ ۳
ترجمہ — پھر پھا ہی اس دشمن نے جس نے بنائی زمین اور
آسمان اونچے *

۵ — امن خلق السموات والارض — النمل سورہ ۶۱
ترجمہ — پھر کس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو
۶ — ر هو الذی خلق السموات والارض بالحق — الانعام سورہ ۷۴
ترجمہ — وہ ہے جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو
جیسے چاہیئے *

۷ — خلق السموات والارض بالحق — النمل سورہ ۶۱
ترجمہ — پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو جیسے چاہیئے
۸ — انم قران اللہ خلق السموات والارض بالحق — ابراہیم
آیت ۲۲ *

ترجمہ — کیا تو نے نہیں دیکھا کہ پیدا کیا اللہ نے آسمانوں کو
اور زمین کو جیسے چاہیئے
۹ — ر ما خلفا السموات والارض و ما بینہما الا الحق —
الحج سورہ ۸۵ — الاحقاف آیت ۴ *

ترجمہ — اور تمہیں پیدا کیا ہمتے آسمانوں کو اور زمین کو اور
جو کچھ ان کے پیچھے ہے سب جیسے چاہیئے *

۱۱ — خلق السموات والارض بالحق تعالیٰ وما یشرکون — النمل
آیت ۳ *

ترجمہ — پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو جیسے چاہیئے اُسکی
ذات بلند ہی اُس سے کہ اُس کا شریک نہ ہوتے ہیں *

۱۲ — خلق اللہ السموات والارض بالحق ان فی ذالک لآیۃ لمرءین
— النمل سورہ آیت ۲۳ *

ترجمہ — پیدا کیا اللہ نے آسمانوں کو اور زمین کو جیسے چاہیئے
بیشک اس میں ایک دلیل ہے ایک دل والوں کو *

۱۳ — و خلق اللہ السموات والارض بالحق — البقرہ سورہ آیت ۲۱
ترجمہ — اور پیدا کیا اللہ نے آسمانوں کو اور زمین کو جیسے
چاہیئے *

۱۴ — الحمد للہ الذی خلق السموات والارض وجعل نظاما واثق
الاعمال آیت ۱ *

ترجمہ — خدا ہی کے لیئے سب تعریفیں ہیں جس نے پیدا
کیا آسمانوں کو اور زمین کو اور پیدا کیا اندام
کو اور احوال کو *

۱۵ و ۱۶ — ان ربکم اللہ الذی خلق السموات والارض — الاحقاف
آیت ۵۲ — یونس سورہ آیت ۳ *

ترجمہ — بیشک تمہارا پروردگار اللہ ہی جس نے پیدا کیا
آسمانوں کو اور زمین کو *

۱۷ — و هو الذی خلق السموات والارض فی ستة ایام و کان ہر
علی الام — ہود سورہ آیت ۶ *

ترجمہ — اور وہ دہی ہے جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور
زمین کو چھ دن میں اور تھا کشتہ اُس کا پانی پر *

۱۸ — و انما خلفا السموات والارض و ما بینہما فی ستة ایام —
آیت ۳۷ *

ترجمہ — اچھے پیدا کیا ہم نے آسمانوں کو اور زمین کو اور
جو کچھ ان میں ہے چھ دن میں *

۱۹ و ۲۰ — الذی خلق السموات والارض — ابراہیم سورہ آیت ۲۲
— الفرقان سورہ آیت ۶۰ *

ترجمہ — جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو
۲۱ و ۲۲ — خلق السموات والارض — الزمر سورہ آیت ۷ — الاحقاف
آیت ۳۲ *

ترجمہ — پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو
۲۳ — لخلق السموات والارض انہو من خالقنا — الزمر
آیت ۶ *

ترجمہ — اچھے پیدا کوٹا آسمانوں کو اور زمین کا پانی
دہار کے پیدا کرنے سے *

۲۲ لغایت ۲۶ — فی خلق السموات والارض — البقرة آیت ۱۵۹ —

آل عمران آیت ۱۸۷ و ۱۸۸ *

ترجمہ — ہم پیدا کرتے آسمانوں کے اور زمین کے *

۲۷ — یوم خلق السموات والارض — التوبہ آیت ۲۶ *

ترجمہ — جس دن پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو *

۲۸ — اراکم یزرا ان اللہ الذی خلق السموات والارض قادر علی ان

یطابق منہم — اسرائیل آیت ۱۰۱ *

ترجمہ — کیا نہیں دیکھا تمہارے جس اللہ نے پیدا کیا

آسمانوں کو اور زمین کو طاقت رکھتا ہے اس بات پر کہ

پیدا کرے اُن کی مانند *

۲۹ — ما اشدہم خلق السموات والارض — الکہف آیت ۲۹ *

ترجمہ — میں نے بلایا نہ تھا اُن کو ہر وقت پیدا کرنے آسمانوں کے

اور زمین کے *

۳۰ — لغایت ۳۳ — و لئن سألتہم من خلق السموات والارض

— ان لکن یقولن آیت ۶۱ — لہما آیت ۲۳ — الرعد آیت ۷ —

الزخرف آیت ۸ *

ترجمہ — اگر تو پوچھے اُن سے کہ کس نے پیدا کیا آسمانوں کو

اور زمین کو *

۳۴ — خلق اللہ السموات والارض — الروم آیت ۷ *

ترجمہ — اللہ نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو *

۳۵ — ہرانی خلق السموات والارض فی ستۃ ايام — الحديد

آیت ۵ *

ترجمہ — وہ وہی جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو

چھ دن میں *

۳۶ — اللہ الذی خلق السموات والارض و ما بینہما — السجدة

آیت ۳ *

ترجمہ — اللہ وہی جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو

اور جو کچھ کہ اُن میں ہے *

۳۷ — ام خاسب السموات والارض بل لا یزقون — الطور آیت ۲۶ *

ترجمہ — کیا انہوں نے پیدا کیا ہے آسمانوں کو اور زمین کو —

نہیں — ہر ایمان نہیں لاتے *

۳۸ — اویس الذی خلق السموات والارض — یس آیت ۸۱ *

ترجمہ — کیا نہیں ہے وہ جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور

زمین کو *

۳۹ — من السموات یغیر مد ترونها — لقمان آیت ۹ *

ترجمہ — پیدا کیا آسمانوں کو بغیر مدتوں کے کہ دیکھو تم اُن کو

۴۰ — رفع السموات بغیر مد ترونها — رعد آیت ۲ *

ترجمہ — بلند کیا آسمانوں کو بغیر مدتوں کے کہ دیکھو تم

اُس کو *

۴۱ و ۴۲ — و من آیاتہ خلق السموات والارض — الشوری آیت

۴۸ — الروم آیت ۲۱ *

ترجمہ — اور اُس کی نشانیوں میں سے ہی پیدا کرتا آسمانوں کا

اور زمین کا *

۴۳ — و ما خلقنا السموات والارض و ما بینہما لامبین — الدخان

آیت ۳۸ *

ترجمہ — اور نہیں پیدا کیا ہم نے آسمانوں کو اور زمین کو اور

جو کچھ کہ اُن کے بیچ میں ہے کہلاتی ہیں *

۴۴ — اللہ الذی خلق سبع سموات و من الارض مثلہن — الطلاق

آیت ۱۲ *

ترجمہ — اللہ وہی جس نے پیدا کیا سات یا متعدد آسمانوں

کو اور زمین کو بھی اُن کی مانند یعنی متعدد *

۴۵ و ۴۶ — الم تر کیف خلق اللہ سبع سموات طیباً و جعل القمر

فیہ نوراً و جعل الشمس سراجاً — نوح آیت ۱۵ و ۱۶ *

ترجمہ — کیا تمہارے نہیں دیکھا کہ کس طرح پیدا کیا اللہ نے

سات یا متعدد آسمانوں کو تیلے اور اور کیا اُن میں

چاند کو نور اور کیا سورج کو روش چراغ *

۴۷ — انبی خلق سبع سموات طیباً — الملک آیت ۳ *

ترجمہ — جس نے پیدا کیا سات یا متعدد آسمانوں کو تیلے

اور *

۴۸ و ۴۹ — رب السموات والارض و ما بینہما ان کنتم موسین

— الدخان آیت ۶ — الشہار آیت ۲۳ *

ترجمہ — پروردگار آسمانوں کا اور زمین کا اور اُس سب کا جو

اُن میں ہے اگر تم یقین کرتے والے ہو *

۵۰ — قل من رب السموات والارض — الرعد آیت ۱۷ *

ترجمہ — پوچھ کر کہہ دو پروردگار آسمانوں کا اور زمین کا *

۵۱ لغایت ۵۳ — رب السموات والارض — اسرائیل آیت ۱۰۳

الکہف آیت ۱۳ — موم آیت ۶۶ *

ترجمہ — پروردگار آسمانوں کا اور زمین کا *

۵۴ — ربکم رب السموات والارض الذی طوعن — الانبیاء آیت ۵۷ *

ترجمہ — تمہارا پروردگار وہی آسمانوں اور زمین کا پروردگار

ہو جس نے پیدا کیا اُن کو

البروج آیت ۹ — الزمر آیت ۳۵ — ص آیت ۹
البقرة آیت ۱۰۱ — المائدة آیت ۲۰ — آل عمران
آیت ۱۸۶ *

ترجمہ — بادشاہت آسمانوں کی اور زمین کی *

۸۳ لغایت ۱۲۳ مانی السموات و مانی الارض — البقرة آیت ۱۱۰
و ۲۵۶ و ۲۸۲ — آل عمران آیت ۲۷ و ۱۰۵ و ۱۴۲ —
انعام آیت ۱۲۵ و ۱۳۰ و ۱۳۱ و ۱۶۸ و ۱۶۹
المائدة آیت ۹۸ — الانعام آیت ۱۲ — یونس آیت ۵۶
و ۶۹ — ابراہیم آیت ۲ — النحل آیت ۵۱ و ۵۲
ملہ آیت ۵ — الحج آیت ۶۳ — الذر آیت ۶۳
العنکبوت آیت ۵۲ — لقمان آیت ۱۹ و ۲۵ — سجدہ
آیت ۱ و ۳ و ۲۱ — المائدہ آیت ۲۳ — الشوری
آیت ۲ و ۵۳ — الحانہ آیت ۱۲ — العنکبوت
آیت ۱۶ — النجم آیت ۳۲ — الحديد آیت ۱
المجادلہ آیت ۸ — العشر آیت ۱ و ۲۳ — الف
آیت ۱ — النجم آیت ۱ — التغابن آیت ۱ و ۲ *

ترجمہ — جو کہہ کہ آسمانوں میں ہی اور جو کہہ کہ زمین
میں *

۱۲۳ لغایت ۱۳۶ — من فی السموات و الارض — آل عمران
آیت ۷۷ — یونس آیت ۶۷ — الرعد آیت ۱۶ — الانبیاء
آیت ۱۹ — موم آیت ۹۲ — الحج آیت ۱۸ — الذر
آیت ۲۱ — المل آیت ۶۶ و ۸۹ — الروم آیت ۲۵
الزمر آیت ۶۸ — الرحمن آیت ۲۹ — اسراء
آیت ۵۷ *

ترجمہ — جو کوئی آسمانوں میں ہی اور زمین میں *

۱۳۷ و ۱۳۸ — من السموات و الارض — النحل آیت ۷۵ — سجدہ
آیت ۲۳ *

ترجمہ — آسمانوں سے اور زمین سے *

۱۳۹ لغایت ۱۴۹ — فی السموات و فی الارض — الانعام آیت ۳
الاعراف آیت ۱۸۶ — یونس آیت ۶ و ۱۹ و ۱۰۱
یوسف آیت ۱۰۵ — الروم آیت ۱۷ و ۲۶ — لقمان
آیت ۱۵ — البقرة آیت ۲ و ۲۶ *

ترجمہ — آسمانوں میں اور زمین میں *

۱۵۰ — انا مرضنا الامانة علی السموات و الارض — الاحزاب آیت ۷۲
ترجمہ — البقرة آیت ۲۶ — النجم آیت ۱۳ — الحديد آیت ۲ و ۵

۵۵ — قل من رب السموات السبع و رب العرش العظيم — الموند
آیت ۸۸ *

ترجمہ — پوچھہ کون ہی پروردگار سات یا متعدد آسمانوں کا
اور پروردگار اُس پرے تخت کا یعنی اُس پر
بادشاہت کا *

۵۶ لغایت ۵۹ — رب السموات والارض و ما بینہما — الصافات
آیت ۵ — ص آیت ۶۶ — الدخان آیت ۶ — البقرہ آیت ۳۱
ترجمہ — پروردگار آسمانوں کا اور زمین کا اور اُس سب کا جو
اُن میں ہی *

۱ — سبحان رب السموات والارض رب العرش عما یصفون — الزخرف
آیت ۸۲ *

ترجمہ — پاک ہی پروردگار آسمانوں کا اور زمین کا پروردگار
عرش کا اُن باتوں سے جو اُس کو لگاتے ہیں *

۶۱ — قل لا اله الا رب السموات و رب الارض رب العالمین — الباقیہ
آیت ۳۵ *

ترجمہ — اللہ ہی کے لیئے سب تعریفیں ہیں جو پروردگار ہی
آسمانوں کا اور پروردگار ہی زمین کا پروردگار ہی سارے
جہان کا *

۶۲ — ولله ملک السموات والارض و ما بینہما — المائدہ آیت ۲۱
ترجمہ — اور اللہ ہی کے لیئے ہی بادشاہت آسمانوں کی اور
زمین کی اور اُس سب کی جو اُن میں ہی *

۶۳ — لله ملک السموات والارض و ما فیہن — المائدہ آیت ۱۲۰
ترجمہ — اللہ ہی کے لیئے ہی بادشاہت آسمانوں کی اور زمین
کی اور اُس سب کی جو اُن میں ہی *

۶۴ — اولم ینظروا فی ملکوت السموات و الارض — الاعراف
آیت ۱۸۲ *

ترجمہ — کیا غور نہیں کی انہوں نے آسمانوں کی اور زمین کی
بادشاہت میں *

۶۵ — و کذاک نری ابراہیم ملکوت السموات و الارض — الانعام
آیت ۷۵ *

ترجمہ — اور اسی طرح دیکھائی ہم نے ابراہیم کو بادشاہت آسمانوں
کی اور زمین کی *

۶۶ — لغایت ۸۲ — ملک السموات و الارض — المائدة آیت ۲۲
التوبہ آیت ۱۱۷ — الاعراف آیت ۱۵۸ — الذر آیت ۲۲
الفرقان آیت ۲ — الشوری آیت ۳۸ — الزخرف آیت ۸۵
الحانہ آیت ۲۶ — النجم آیت ۱۳ — الحديد آیت ۲ و ۵

۱۷۰ — و کم من ملک فی السموات لا تغنی عنہم شیئاً — النجم

آیت ۲۶ *

ترجمہ — یہ کہ سے فرشتہ ہیں آسمانوں میں کام نہیں آتی
اُن کی سفارش *

۱۷۱ — یرم تبدل الارض غیر الارض والسموات — ابراہیم آیت ۲۹ *

ترجمہ — جس دن کہ بدل دی جائے یہ زمین زمین کے سوا
(یعنی اور کسی چیز سے) اور بدل دیئے جائیں
آسمان *

۱۷۲ — یا ہامان ابن لی صرحاً لہی ابانغ لاسباب اسباب السموات فاطح

الی اللہ موسیٰ و انی لاطنہ کاذباً — المومن آیت ۳۹ *

ترجمہ — اے ہامان بننا میرے لیئے ایک محل شاید کہ میں
پورے آسمانوں میں آسمان کے رستوں میں ہوں
دیکھوں موسیٰ کے خدا کو اور میری انکل ہوں تو
وہ جھوٹا ہے *

۱۷۳ — اردنی ماذا خلفوا من الارض ام کم شرک فی السموات —

الاحقاف آیت ۳ *

ترجمہ — دیکھو انہوں نے کیا کیا دیا ہے زمین
میں یا انہوں نے کیا کیا دیا ہے آسمانوں میں *

۱۷۴ و ۱۷۵ — بدیع السموات والارض — البقرہ آیت ۱۱۱ *

الانعام آیت ۱۰۱ *

ترجمہ — بدیع سموات کے بنانے والا آسمانوں کا اور زمین کا *

۱۷۶ — عطار السموات والارض — الانعام آیت ۱۳ *

یوسف آیت ۱۰۲ — المائدہ آیت ۱ — ابراہیم آیت ۱۱ *

الزمر آیت ۳۷ — الشوری آیت ۹ *

ترجمہ — بنانے والا آسمانوں کا اور زمین کا *

۱۸۲ — بطار السموات والارض — الانعام آیت ۷۹ *

ترجمہ — پٹاریا آسمانوں کو اور زمین کو *

۱۸۳ — ارم یرالذین یقران السموات والارض کانتا رتعا فتنہما

الانبیاء آیت ۳۱ *

ترجمہ — خدا ولی اللہ صاحب نے اس آیت کا ترجمہ اس طرح

لکھا ہے — اے اے بدعتیہ کفران کے آسمانوں اور زمین پرست

بودند پس وا کردیم این ہا را *

اور حقیقت پر یہ عبارت لکھی ہے — وا کردن آسمان ہا نارل

کردن بطارحت و وا کردن زمین رویانیدن گیارہ از رے *

اور خدا عباد القدر صاحب نے اسکا ترجمہ یہ لکھا ہے — اور یہا

نہیں دیکھا ان منکروں نے کہ آسمان اور زمین مومنہ ہوتے تھے پھر

ہوئے انکو کفر *

۱۵۱ — و جنتہ مرضی السموات والارض — آل عمران آیت ۱۲۷ *

ترجمہ — جنت جس کا پھیلاؤ ہے آسمان اور زمین *

۱۵۲ و ۱۵۳ — ما دامک السموات والارض — ہود آیت ۱۰۹

و ۱۱۰ *

ترجمہ — جب تک رہیں آسمان اور رہے زمین *

۱۵۴ — تسبیح لہ السموات السبع والارض و من فیہن — اسرائیل

آیت ۲۶ *

ترجمہ — پانچویں سے زیادہ کرتے ہیں اُس کو ساتوں آسمان اور

زمین *

۱۵۵ و ۱۵۶ — ان اللہ یعلم غیب السموات والارض — المائدہ آیت ۳۶

المتح آیت ۱۸ *

ترجمہ — البتہ اللہ جانتا ہے چھٹی چیزیں آسمانوں کی اور

زمین کی *

۱۵۷ — انی اعلم غیب السموات والارض — البقرہ آیت ۳۱ *

ترجمہ — البتہ میں جانتا ہوں چھٹی چیزیں آسمانوں کی اور

زمین کی *

۱۵۸ لغایت ۱۶۰ — و للہ غیب السموات والارض — النحل آیت

۷۹ — الکہف آیت ۲۵ — ہود آیت ۹ *

ترجمہ — اور اللہ کے لیئے ہے چھٹی چیزیں آسمانوں کی اور

زمین کی *

۱۶۱ و ۱۶۲ — و للہ میرات السموات والارض — آل عمران آیت

۱۷۶ — العید آیت ۱۰ *

ترجمہ — اور اللہ وارث ہے آسمانوں کا اور زمین کا *

۱۶۳ — و للہ خزائن السموات والارض — المنافقون آیت ۷ *

ترجمہ — اور اللہ کے لیئے ہیں خزائن آسمانوں کے اور

زمین کے *

۱۶۴ و ۱۶۵ — مقالید السموات والارض — الزمر آیت ۶۳

الشوری آیت ۱۰ *

ترجمہ — کئیچیاں آسمانوں کی اور زمین کی *

۱۶۶ و ۱۶۷ — و للہ جنود السموات والارض — الفتح آیت ۳ و ۷ *

ترجمہ — اور اللہ کے لیئے ہیں لشکر آسمانوں کے اور زمین کے *

۱۶۸ — اللہ نور السموات والارض — التور آیت ۲۵ *

ترجمہ — اللہ ہی نور آسمانوں کا اور زمین کا *

۱۶۹ — لا یسجدوا للہ الذی یشترح الغیب فی السموات والارض

النمل آیت ۲۵ *

ترجمہ — کیوں نہ سجد کریں اللہ کو جو نکالتا ہے چھٹی

چیز آسمانوں میں اور زمین میں *

اس آیت کے بعد کی آیتوں میں خدا فرماتا ہے — مائری فی خلق الرحمن من تفاوت — یعنی تو نہیں دیکھنے کا خدا کے پیدا کرنے میں کچھ فرق — پھر خدا فرماتا ہے — ذارجع البصر هل ترى من فطور — یعنی پھر دیکھ اپنی نگاہ کو کہیں کچھ کو دکھائی دیتی ہے کچھ خرابی — پھر خدا فرماتا ہے — ثم ارجع البصر کرتیں پہنچا اب ایک البصر خاسئاً و هو حسیر — یعنی پھر دیکھ اپنی نگاہ کو ہر ہر پار اُلت آویگی تیرے پاس تیری نگاہ عاجز ہو کر اور تھک کر *

ان آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جن اسماءوں کے پیدا کرنا ذکر خدا نے پہلی ایت میں کیا ہے وہ ایسی چیز ہیں کہ انسان اُسکو دیکھ سکتے ہیں لیکن سبع سموات سے کوئی بے انسان مراد ہو خرافہ معجم خرافہ معجل سیر کراپ مگر وہ دکھائی نہیں دیتے پس خدا کا یہ فرماتا کہ اُنکو دیکھو اور پھر نگاہ کرو اور پھر نگاہ کرو اور دیکھو بعض لغو اور بے سود ہو گا *

”ذارجع البصر“ سے یہی آنکھ کی نگاہ مراد ہے نہ کوئی دوسری چیز چنانچہ امام صاحب بھی تفسیر میں لکھتے ہیں — نعم معنی ثم ارجع البصر امرہ ذارجع البصر یعنی اس آیت میں نظر کے پھیرنا حکم ہے *

معجب یہ ہے کہ امام صاحب بھی سمجھتے ہیں کہ یہ سموات جنکا ذکر اس آیت میں ہے مفسرین ہونے چاہئیں اور ارقام فرماتے ہیں کہ ”ان الحسن دل علی ان هذه السموات السبع اجسام متفرقة علی وجه الاحکام والاتقان“ مگر یہ نہیں بتاؤ کہ کیونکر جس آنکھ اجسام ہونے پر دلائل کرتی ہے حالانکہ وہ تو مفسرین نہیں ہیں *

پس ضرور ہے کہ اس جگہ سموات سے وہ چیزیں مراد ہوں جو مرئی اور مفسرین ہیں اور ہو کوئی اُنکو دیکھ سکتا ہے تانہ اُنکے پیدا کرنے کی دلیل سے خدا کی عظمت اور اُس کی خالقیت ثابت کی جاوے اور جوکہ سموات درحقیقت معجل سیر کراپ ہیں تو ہمنونہ طرف کے ہیں اور کراپ ہمنونہ مطروف کے پس اسماء پر سموات سے معجرا کراپ مراد ہیں — پورا کیا علی طوف اور مراد ہے مطروف لفظ سبع اگر بمعنی حقیقی لیا جاوے ”ر اُس سے یہ سات کواکب سیارہ مراد ہونگے جو ہمارے لیئے یہ نہایت اور کراپ کے زیادہ تو عجیب ہیں اور اگر اُس کا استعمال بطور معاررۃ عرب بلا تعین عدد سمجھا جاوے تو اُس سے تمام کواکب جو ہم کو دکھائی دیتے ہیں مراد ہونگے *

طرف سے مطروف مراد ہونے پر توبہ قرینہ موجود ہے یعنی اذلی آیتوں میں جو کچھ بیان ہوا ہے وہ ایسی اشیا پر جو مرئی نہیں

اور حاشیہ پر لکھا ہے — درتہہ بند تھی یعنی ایک چیز تھی زمین سے نہریں اور کانیں اور سب سے بھانٹ بھانٹ نکالے آسمان سے کئی ستارے ہر ایک کا گھر جدا اور حال حدی *

۱۸۴ — ان الله يمسك السموات والارض ان تزولا ولئن زالتا ان امسكنا من احد من بعدة — الاملاک آیت ۳۹ *

ترجمہ — بیشک اللہ تھامی رکھتا ہے آسمانوں کو اور زمین کو ڈال جائے سے اور اگر تک چاریں تو کوئی نہ تھام سکے اُنکو اُسکے ہوا *

۱۸۵ — ولو اتبع الحق اعوامهم لفسدت السموات وقرض ومن فیہن — الامم مازون آیت ۷۳ *

ترجمہ — اور اگر خدا چلے انکی خوشی پر تو خواب ہوں آسمان اور زمین اور جو کوئی اُنکے بیخ میں ہے *

۱۸۶ — تکاد السموات يتفطرن من فوقن — النبی آیت ۳ ترجمہ — قریب ہے کہ آسمان پھٹ پڑیں اور سے *

۱۸۷ — قالوا لتفخذ الرحمن ولدا لقد جئتم شيئا ادا تکاد السموات والارض يتفطرن منه و تشتق الارض و تشتق الجبال هذا ان دعوا للرحمن ولدا وما يليقي الرحمن ان يتخذ ولدا مزيم — آیت ۹۲ *

ترجمہ — وہ کہتے ہیں کہ خدا نے بیٹا کیا ہے بے شک نہیں سخت بات کہی ہے جس سے قریب ہے آسمان پھٹ پڑیں اور پھٹ جائے زمین اور کر پڑیں پھار ٹکڑے ہو کر خدا کے لیئے بیٹا کہتا ہے *

۱۸۸ — وما قدر الله حق قدره والارض جهنماً قبضته يوم القيامة والسموات مطويات بيمينه سبحانه وتعالى عما يشركون الزمر آیت ۶۷ *

ترجمہ — اور وہ قدر کی انہوں نے اللہ کی جتنی کہ اُس کی قدر کوئی چاہیے تھی اور سب ساری زمین اُس کی مٹھی میں ہوگی قیامت کے دن اور آسمان اٹھے ہونگے اُس کے داہنے ہاتھ میں *

قسم و نجوم

وہ آیتیں جن میں لفظ سموات کا معجرا کراپ پر ملتا ہے ہوا ہے جیسیکہ معجرا طرف سے مطروف مراد لیجاتی ہے *

۱ — انفي خلق سبع سموات طباقا — الملک آیت ۳

ترجمہ — جس نے پیدا کیا سات یا متعدد اسماءوں بمعنی کراپ کو تھے اور *

بہت شہرت تعریف باللام ضرور نہ تھی مگر اس کے جواب سے ہم
مستحضر ہیں اس لئے کہ خدا نے اور جگہ بھی ایسا ہی فرمایا ہے
چنانچہ ”والطور و کتاب مسطور فی رق منشور“ میں کتاب مسطورہ
کو غیر معرف باللام فرمایا ہے *

امام فخرالدین رازی فرماتے ہیں کہ ”مالہکمة فی تکنیک الکتاب
و تعریف بالی الاشیاء بقول ما یستعمل الطغاة من الامور المتبسة بامثالها
من الاجناس یعرف باللام فیہ ل رایہ الامیر و دخلت علی الرزیر فاذا بلغ الامیر
الشہرة یحییٰ یرمن الاتباس مع شہرۃ و یرید الواسف وصفہ بالمطامی
بقول الامیر رایہ امیرا ماله نظیر جالسا و علیہ مہما الملک و انت ترد
ذلک الامیر المہم و السبب فیہ انک بالتکثیر تشیر الی انہ خرج من
ان یعلم و یعرف بکنہ عظمتہ فیکون کرامۃ تعالیٰ العاتق مالکاتہ و ما
ادراک مالکاتہ باللام و ان کانت معرفۃ کن اخرجہا من المعرفۃ و ان
حدۃ ہولہا غیر معروف بذلک ہنا الطور لیس فی شہرۃ بھیت یرمن
الیس عند التکثیر و کذاک الیہ الامور و اما الکتاب الکرم فقد تمیز
من سایر الکتاب بھیت لا یسبق الی انہام السامعون من النہی علی اللہ علیہ
وسلم لفظ الکتاب الا ذلک لما امن الیس و خصائص فایدة التعریف سواء
ذکر باللام اولم یذکر فید الفایدة الاخری و ہی الذکر بالتکثیر و فی تلک الاشیاء
امالم تحصل فایدة التعریف الالباقی التعریف استعمالہا و ہذا یؤید کون
المواد منہ القران و اذلک الموح المعطر مشہور *

ترجمہ — اگر کوئی کہے کیا حکمت ہے بیچ تکرار لفظ کتاب کے اور
معرف لانے اور چیزوں کے پس ہم جواب دینگے کہ جو چیزیں احتمال
رہتی ہیں کسی قسم کی ختم کا مستعملہ ان امور کے جو مشتبہ ہوتے
ہیں ساتھ اپنی امثل کے اجناس وغیرہ سے تو وہ معرفہ لائی جاتی
ہیں چنانچہ یوں بولا جاتا ہے رایہ الامیر و دخل علی الرزیر یعنی دیکھا
میں نے اس امیر کو اور گیا میں نے اس وزیر کے اور جگہ کوئی امیر
خاص ایسا مشہور ہو جاتا ہے کہ وقت اطلاق کے وہی سمجھا جاتا ہے
اور کسی دوسرے کا شبہ نہیں ہوتا اور کوئی شخص اس مشہور امیر
کی کچھ تعریف کوئی چاہتا ہے تو یوں کہتا ہے الیوم رایہ امیراً
مالہ نظیر جالسا و علیہ سید الملک یعنی آج میں نے امیر کو پیشہ
دیکھا کہ اُسکی کوئی نظیر ہی نہیں ہے اور وہ ملوکانہ شان سے بیٹھا
ہوا تھا پس درجہ شہرت کے کچھ اُسکے معرف لانے کی ضرورت
نہیں ہوتی گو در حقیقت ارادہ میں امیر خاص ہی ہوتا ہے اور
نکتہ اس میں یہ ہوتا ہے کہ گویا تکثیر سے تم اس بات کی طرف
اشارہ کرتے ہو کہ بسبب شہرت کے وہ اس بات کا محتاج نہیں ہے کہ
اُس کی کتبہ عظمت کی تعریف کیجئے پس گویا کہ ہی مثل اس
قول ”الی تعالیٰ فی العاتق مالکۃ و ما ادراک مالکۃ کہ اس کلام

ہیں اور دکھائی نہیں دیتیں صادق نہیں آتا اور اسلئے ضرور ہوا ہے
کہ طرف سے منظور مراد لیجئے *

اس مقام پر طرف کو مجازاً بمعنی منظور بیان کرتے ہیں ایک
بڑی عمدگی و باریکی ہے کیونکہ اگر یوں کہا جاتا کہ — النہی خلق
سبع کواکب طباقاً — تو یہ قول صرف نفس کواکب پر دلالت کرتا
حالانکہ اُنکے حالات اور اُنکے حرکات اور جو انتظام کہ اُنکے حرکات
میں ہے وہ نفس کواکب سے بھی زیادہ عجیب ہے اور طرف سے جو اُنکا
مصل سیر ہے اُن پر اشارہ کرتے ہے جو عجائبات کہ نفس کواکب
اور اُنکے حالات میں ہیں وہ سب کے سب یک لکھا ذہن میں آجاتے
ہیں *

”طباقاً“ کا لفظ صفت ہے سموات کی جس سے کواکب ہمہ
مراد لیئے ہیں اُس سے مثل پہاڑ کے چمکے کے تو ہر تو ہونا چاہیے نہیں
جاتا — ابن اثیر نے بھی اپنی تفسیر میں اُنکا ملا ہوا ہونا تسلیم
نہیں کیا بلکہ طباقاً سے صرف اُن کا اوپر تلے ہونا اور متوازی ہونا مراد
ہے — ”ذل الامام فی تفسیرہ لک المراد کونہا طباقاً کونہا متوازیۃ
لانہا متماثلۃ“ — یعنی طباقاً کے لفظ سے یہ ضرور نہیں ہے کہ وہ
چمکے ہوئے ہوں بلکہ یہ مطلب ہو کہ متوازی ہوں (یعنی حرکات
میں ایک دوسرے سے ٹکرا نہ جائیں) *

اس کی تائید قرآن مجید کی دوسری آیت سے بخوبی ہوتی ہے
جہاں فرمایا ہے ”والسمس تجری — مستقر لہا ذلک تقدیر العزیز العظیم
والامور ذراتہ مازل حتی مادک العرجون القدیم لا الشمس یبغی لہا ان
تدرك القمر و اللیل سابق النہار و کل فی فلك یسبحون“ *

یعنی آفتاب چلتا ہے اپنی ترازو گاہ میں یہ تہرایا ہوا ہے اُس
زیر دست جاننے والے کا اور چاند کے لیئے اُس نے مقرر کی ہوں
منزلیں یہاں تک کہ پھر ہر جاتا ہے مانند پرانی ٹھنی کے (یعنی ہلال)
کہ سرچ کر سکتا ہے کہ چاند کو پکڑ لے (یعنی ٹکرا مارے) اور نہ
رات آگے بڑھ سکتی ہے دن سے اور ہر ایک یعنی سورج و چاند و ستارے
ایک ایک ٹھیرے میں پھرتے ہیں — پس طباقاً کے لفظ سے بھی مطلب
ہے کہ باوجودیکہ اس قدر کواکب ہیں جنکی انتہا نہیں اور سب اپنے
اپنے مصل سیر میں پھرتے ہیں اور ایک دوسرے سے ٹکراتا نہیں *

اسی آیت کی مانند یہ آیت ہے ”و بیننا فرقہم سیماء شداداً و
جہاننا مرآجا و ہاجا“ یعنی بنائے ہم نے تمہارے اوپر سات یا متعدد
کواکب مضبوط اور کیا ہم نے اُن میں سے ایک کو چراغ روشن کیا
اسوس ہے کہ بعض اکابر نے اس آیت کی نسبت مکیبہ کیا ہے
وہ فرماتے ہیں کہ اگر سبع سے سات ستارے سمجھو مراد ہوتے تو لفظ
سبع ”معرفة باللام“ لانا ضرور تھا یہ اگرچہ ہوتا سمجھتے ہیں کہ

سب سے پہلے اس کا مضاف الیہ معذرت بلاشبہ ممکن ہی کہ سموات ہو جیسا کہ تمام مفسرین نے مانا ہے لیکن جو کہ اُنکے ذہن میں یہ تفسیر یونانیان جماعت تھا کہ آسمان سات ہیں اور اُنکا جسم شدید صلب پورے ہی کہ حرق و التیام کے بھی قابل نہیں آری خیال ہے اُنہوں نے سب سے پہلے اس کا مضاف الیہ سموات کو قرار دیا ہے ورنہ اُنہیں کوئی دوسرا نام نہیں ہوتا تھا کہ مضاف الیہ معذرت سموات ہی ثابت رہے ہی کہ کوئی قریب ہوگا باستدلال آیت ”اَلَا تَرٰ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ سِتًّا“ لیکن یہ استدلال ایسا نہیں ہے کہ باوجود موجود ہونے دوسرے قریب کے بھی کوئی اور مضاف الیہ معذرت اُسکا ناما جاوے *

خدا تعالیٰ نے شروع آیت میں سات کا ذکر کیا اور اُس کے ساتھ سورج کا ذکر فرمایا پس یہ کیسا صاف قریب ہے کہ سات سات وہی ہیں جن میں کا ایک سورج ہی اور سورج اُنہی سات میں کا ایک ہی پس ایسے صاف اور روشن قریب ہے جو سورج کی مانند ہو سکتا ہے سب سے پہلے اس کا مضاف الیہ کواکب اور جملنا کو متعدی الی المعنویں اور اُسکا معمول اول احدیہن قرار دیتے ہیں اور جو کہ اُس کے حذف پر صاف قریب دلائل کرتا تھا اسلئے اُسکا حذف نہایت نصیح تھا صاف صاف معنی خدا کے کلام کے تو یہی ہیں پھر یونانیوں کے تقلید کرنے والے چاہیں مانتیں چاہیں نہ مانتیں *

واقع ہو کہ اگر ہم اس تمام تفریع سے قطع نظر کریں اور سب سے پہلے مضاف الیہ سموات ہی تسلیم کریں اور سورج سموات سے بھی سموات ہی مراد لیں اور اللہ کے لفظ کو بھی نسبت سموات ہی کے تسلیم کریں تو بھی آسمانوں کا جسم یونانیوں کے آسمانوں کا سا جسم یا ویسا جسم جیسا کہ قیڑھوں میں مذکور ہے سورج قرار دینا چاہتے ہیں تاہم یہ نہیں ہوتا چنانچہ اس کی بحث آگے آریگی *

۲۔ اَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ اَخْلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ثَابِتًا عَلٰی اَنْ يُّطْلَقَ مِثْلَهُمْ — اسرائیل آیت ۱۰۴ *

ترجمہ — کیا نہیں دیکھا تم نے کہ جس اللہ نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو طاق و کھتا ہی اسوات پر کہ پیدا کرے اُنکی مانند * کیا فائدہ ہے اس آیت سے اور خدا کی قدرت پر کیونکر اقرار ہو سکتا ہے اگر وہ سموات جیسا کہ اس میں ذکر ہے ہم کو دکھائی نہیں دیتے بلاشبہ اس مقام میں بھی سموات سے کواکب مراد ہیں جنکو ہم دیکھتے ہیں اور خدا کی قدرت کا اقرار کرتے ہیں *

۳۔ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ — ابراہیم آیت ۲۲ *

ترجمہ — کیا تو نے نہیں دیکھا کہ پیدا کیا اللہ نے آسمانوں کو یعنی کواکب کو اور زمین کو جیسا چاہتا ہے *

میں اگرچہ لفظ ظم موجب تعریف ہی لیکن بسبب اُس کے قول اور دہشت کے غیر معروف ہونیکے اسکو معروف ہونے کی حالت سے نکال دیا ہے اسطرچ پر طور اگرچہ مشہور ہی لیکن اس درجہ شہرت کو نہیں پہونچا کہ التباس کا خوف نہ ہو اور یہی حال یہ المعنوی کا ہی بخلاف کتاب کریم کے کہ وہ اپنی امثال میں اس درجہ ممتاز ہی کہ جو لوگ سن نے والے ہیں وہ اس لفظ کے سننے سے اُس کو سمجھ لیتے ہیں دوسری کتاب کا شبہ نہیں ہوتا پس جبکہ عرف التباس نہ تھا اور فائدہ تعریف کا شہرت ہی سے حاصل ہو گیا خواہ ظم ہو یا نہ ہو تو اس وجہ سے ایک دوسرے فائدہ کا مفید کیا گیا اور وہ فائدہ یہی ہے کہ اُس کو بالتکثیر ذکر کیا اور چونکہ اور اشیاء میں بغیر اللہ تعریف کے توصیف نہیں آسکتی تھی اس لئے اُنکو معرف بالکم بیان کیا اور اس وجہ سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ مراد اس سے قرآن ہی اور ایسے ہی ارجح محفوظ مشہور ہی *

پس جو کہ کواکب سورج نہایت مشہور تھے بلکہ اُن کو سیارۂ خیال کہتے تھے لڑکے بالخصوص اور دیگر کواکب سے تمیز کرتے تھے تو ہماری دانست میں خدا نے کچھ غلطی نہیں کی بلکہ معرف بالکم لانا ضرور نہ تھا *

پھر وہ فرماتے ہیں کہ یہ ترجمہ غلط ہے (شاید غلط ہو اسلئے کہ ہم مولوی نہیں ہیں) وہ فرماتے ہیں کہ ہم نے اپنی جہالت اور ہوائے نفسانی سے جملنا کو متعدی الی المعنویں قرار دیا ہے حالانکہ وہ متعدی الی مفعول واحد ہی *

مگر یہ ارقام نہیں فرمایا کہ اس مقام پر جملنا کو متعدی الی مفعول واحد قرار دینے کی اُنہیں کوئی دوسری وجہ تھی اور کہوں اُسکا متعدی الی المعنویں ہونا ناجائز قرار دیا ہے مگر چند ہمسے چاہوں نے تو جملنا کو اس مقام پر متعدی الی مفعولین مانا ہے * تفسیر معالم التنزیل والا کہتا ہے و جملنا سراجاً یعنی الشمس و سراجاً مضیاً پس اس نے ایک مفعول سراج کو بمعنی شمس اور دوسرا مفعول و سراج کو قرار دیا ہے *

پھر تفسیر ابن عباس کے مضاف نے بھی جہالت کی ہے کہ و جملنا سراجاً و سراجاً مضیاً بیان کیا ہے اور جملنا کو متعدی الی المعنویں مانا ہے *

بے شک خدا نے بھی غلطی کی ہے کہ اردو سے پراپر جملنا کو متعدی الی المعنویں کہتا چلا آتا تھا — الم نجعل — الارض — مہاداً — والیچال — اوتاداً — و جملنا — نومکم — سیاتاً — و جملنا — المیل — ایما — و جملنا — النهار — معاشا — پھر اخیر میں بھی و جملنا کو متعدی الی المعنویں کہہ دیا کہیں تو متعدی الی مفعول واحد ہوتا اگر ہر حقیقت خدا اس قصور کا تقصیر وار ہو تو ہم بھی اس جملنا کو اس جگہ متعدی الی مفعول واحد تسلیم کر لیں گے *

اس آیت میں بھی جب تک سہرات سے ایسی چیزیں مراد نہ کی جاویں جو حقیقت میں دکھائی دیتی ہوں اُس وقت تک خدا تعالیٰ کی قدرت کے اثبات پر دلیل نہیں ہو سکتی *

۴۔ اَلَمْ تَرَ کَیْفَ خَلَقَ اللّٰہُ سُبْحٰنَہٗ طَبَاقًا وَّ جَمَلًا اَلَمْ تَرَ لَیْلَیْنِ قُرْا وَّ جَمَلًا شَمْسٍ سَوَاجًا۔ نوح آیت ۱۵ و ۱۶ *

ترجمہ۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ کس طرح پیدا کیا اللہ نے سات یا متعدد آسمانوں یعنی کواکب کو تکیے اور اور کیا اُن میں چاند کو در اور کیا سورج کو چراغ روشن *

اس آیت میں بھی ہم کو وہی بھٹک رہی جو پہلی آیت میں کی ہے اور جس طرح اور جس دلیل سے ہم نے سورۃ الملک کی آیت میں سہرات سے کواکب مراد لیئے ہیں اسی طرح اس مقام پر بھی لیتے ہیں شمس و قمر اُن کواکب کے مشابہ نہیں ہیں کیونکہ اس مقام پر لفظ فی سے داخل ہوتا شمس و قمر کا اُنہی اعداد سبع میں پایا جاتا ہے

نال اللہ تبارک و تعالیٰ من لسان ابراہیم علیہ السلام رہنا واجب دیہم سورۃ منہم یتلو علیہم ازادک وعلیہم الکتاب و العکفہ و یرکبہم انک انت المرزوا حکیم۔ یعنی اے ہمارے پروردگار اُن میں ایک رسول اُنہی میں سے اے *

۵۔ اللہ الذی رفع السہرات بغیر عمد ترویتہم السورۃ علی العرش و سفلوا الشمس و القمر کل یجرۃ لیل مسمی۔ الرعد آیت ۲ *

ترجمہ۔ اللہ وہ ہے جس نے بلند کیا آسمانوں کو بغیر ستون کے کہ دیکھو تم اُس کو چہرہ پہرا عرض ہو اور فرماں بردار کیا سورج اور چاند کو ہر ایک چلتا ہے زمین مدت میں *

۶۔ خالق السہرات بغیر عمد ترویتہا۔ لقمان آیت ۹ *

ترجمہ۔ پیدا کیا اللہ نے آسمانوں کو بغیر ستون کے کہ دیکھو تم اُس کو *

ان دو آیتوں میں خدا تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ اس طرح پر ڈھکتا ہے کہ اس نے سہرات کو بغیر ستون کے بلند کیا ہے جب تک کہ وہ سہرات بغیر ستون کے بلند ہوئے کہ دکھائی دیں اُس وقت تک قدرت کا ثبوت نہیں ہو سکتا *

پس اس جگہ سہرات سے خوراک یونٹوں والے مجسم آسمان مواد اور خوراک تیرہویں صدی کے مولویوں والا خوراک محل سیر کواکب مگر اُن میں سے کوئی بھی مرئی نہیں ہے پس اگر لفظ سہرات کو بجائے لفظ سہرات کے سمجھو اور اُس سے بہت نیلی چھٹ مراد ہو تو تو ہم کو کھانا ملا نہیں یکن اگر اُس کو ہم نے سمجھ کر قرار دو جیسا کہ

۱۔ سہرات میں بھی کواکب مراد ہونگے یہی دلیل

تحقیق الفاظ آیات

۱۔ اور اسباب علم ہیئت اسماء کی نسبت یہاں کرتے ہیں کہ ”انما اجرام صلیۃ لایزالۃ ولا عقیقۃ غیر قابضۃ المشرق والامتیام والنور والذبول“

یعنی اسماء صفت اجرام ہیں نہ ہرچل ہیں اور نہ ٹھکے ہیں بچتے اور جڑنے اور پڑھنے اور گھٹنے کے قابل نہیں ہیں۔ اس حقیقت اور ایسے وجود سہرات کے ہم بالکل متکرم ہیں *

۲۔ مفعول اور مفعول سہرات و ملک دونوں کو ایک سمجھتے ہیں جیسا کہ امام بخاری الدین راوی نے بھی تفسیر کبیر میں تصحیح کیا ہے ایتہ دل فی ملک یسبحون کے ملک اور سہرات میں کچھ تفرقہ نہیں ہوا ہے بلکہ دونوں کو ایک سمجھا ہی ہے جس جو بحث کہ انہوں نے ملک کی حقیقت میں کی ہے وہ بحث کرنا سہرات کی اور سہرات کی حقیقت میں ہے و انبجہ انہوں نے مصلحہ ذیل مذهب نسبت اُس کے نقل کی ہے

”قال بعضهم انک لیس بجسم وانما هو مدار منہ المجرم ہر قول القصد انک و قال الامزون ہی اجسام قدور المجرم علیہا و هذا احب الی طاهر القرآن۔ ہم احتلوا فی کيفية ذوال بعضهم الفلک سورہ مکتوف تجدی الشمس و القمر و المجرم ہیہ و قال الکلابی ماہ مجرمہ تجدی ہیہ الکواکب“ *

یعنی بعضوں کا دل ہے کہ فلک یعنی آسمان کا کوئی جسم نہیں ہے بلکہ وہ ستاروں کے چکر کی جگہ ہے اور پھر قول شہاک کا *

ہم ضرور ہی کہ ہم اس بات کو بھی بیان کریں کہ جو معنی ہم نے لفظ سما یا سموات کے قرار دیئے ہیں یا جن معنوں میں اُلکھا اطلاق ہوتا بیان کیا ہے کوئی لفظ کسی آیت کا آیات قرآن مجید سے اُس کے متخالف نہیں ہے اس بیان سے یہ بھی ثابت ہے کہ ہم وجود سموات کے متکر نہیں ہیں کیونکہ اس نصاب سے متصفا یا اُس کے طبقات کا وجود متناقض ہے *

قسم اول کی آیتوں میں یعنی جو میں لفظ سما کا بمعنی ابو و بادل کے اطلاق ہوا ہے کوئی لفظ ایسا نہیں ہے جو بھٹ کے قابل ہو اور جس سے اُن معنوں میں شہدہ ہو سکتا ہو — ہاں صرف ایک اخیر کی آیت والسموات ذات الرجح شاید بھٹ کے لائق ہو کیونکہ ہمارے زمانہ کے علماء شاید اُسکے یونانیوں والا آسمان قرار دیں، اُس سے آسمان کی گردش اور زمین کے سکر قرار دینے پر متوجہ ہووے * مگر ہم سمجھتے ہیں کہ سموات مفسرین نے بھی اس آیت میں لفظ سما سے بادل مراد لی ہے صرف ان زید کا ایک قول منقول ہوا ہے جس سے یونانیوں والا آسمان مراد ہو سکتا ہے مگر اُس قول کو مفسرین نے نہیں مٹا *
تفسیر کبیر میں لکھا ہے ”اما قوله والسموات ذات الرجح فذلك دلالة على الرجح المثلثة بحدود و يدور في اثناء ان دورانها في وقت اثناء لحن صرخ في ان الرجح ليس اما موقرعا لاهل بل صبي رجحا على سبيل المجاز والحق هذه المجاز وجوه (احدها) والاهل كانه من ترجيع الصوت وهو اعادة و وصل الصوت به فكذا المطر لكونه يردد مره بعد اخرى صبي رجحا (و ثانيا) ان العرب كانوا يسمون ان السحاب يهمل الله من بين الارض ثم يجمع الى الارض (و ثلث) انهم ارادوا التماثل وسموه رجحا لرجح (و رابع) ان المطر يجمع في كل عام اذا مررت هذا فنقول المفسرين قول (احدها) دلالة على والسموات ذات الرجح اي ذات المطر يجمع المطر بعد مطر و زلزال رجح السموات اعطاء الخبير الذي يكون من جهةها حالها حال على مودو ارجح رجحا رجحا لعل تعطيه صوب بعد صوب (و ثانيا) رجح السموات اعطاء الخبير الذي يكون من جهةها حالها بعد صوب (و ثلثا) قال ابو زيد هو انها تدور و ترجح شمسا و قمرها بعد شمسا و قمرها و انما هو قول *

یعنی ہم کہتے ہیں کہ والسموات ذات الرجح میں جو اصطلاح کا ہے اُس کے معنی رجحان سے دیئے گئے ہیں کیونکہ مینہ ادا ہے اور پھر پھر کو آتا ہے — یہ بات حوالہ لیتے ہیں کہ رجحان کے تمام لغات کے علماء کے کلام میں اس بات کی تصریح ہے کہ لفظ رجح مینہ کے لئے نہیں بنایا گیا ہے بلکہ اُس کے عربی معنی مینہ کے لئے ہے۔

اور انکو عالم مفسر یہ کہتے ہیں کہ اُن کا جسم ہی اور ستارے اُن کے اوپر پھرتے ہیں (جیسے کہ گوند پر چیرتتی) اور یہی معنی قرآن کے الفاظ کے نہایت قریب ہیں اُس کے بعد پھر عالموں اور مفسروں نے اس بات میں کہ پھر وہ جیسے ہیں اختلاف کیا ہے بعضوں کا قول ہے کہ ایک یعنی سما پانی کا بلبلہ ہے سورج اور چاند اور ستارے اُس میں پھرتے ہیں اور کلبی کا یہ قول ہے کہ پانی جمع ہو گیا ہے اُس میں ستارے پھرتے ہیں *

پھر امام صاحب لکھتے ہیں کہ ”والحق انه لا دليل الى معرفة صفات السموات الا بالتقدير“ — یعنی سمجھتے ہیں کہ آسمانوں کی صفات معلوم کرنے کے لئے بجز وحی کے کوئی راہ نہیں ہے (بشرطیکہ وحی کے معنی سمجھنے میں غلطی نہ ہو) *

اخیر کر امام صاحب نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ”والذي يدل عليه افعالهم ان تكون الاطلاق وانفة والكواكب تكون جارية فيها كما تسبح السمكة في الماء“ — یعنی وہ بات جو قرآن کے لفظوں سے پائی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ اہلک یعنی آسمان تو نہر ہے ہونے والی اور ستارے اُس میں پھرتے ہیں جیسے کہ مچھلی پانی میں تیرتی ہے *

ہم نے جو کچھ کہا ہے وہ انہیں علماء کے اقوال کے نہایت قریب قریب ہے — سمجھتے ہیں سما اور سموات کی ہم نہیں جانتے مگر یہ بات کہ وہ احرام صلب ہیں محض غلط ہے اس کو بھی ہم نہیں مانتے کہ وہ گوند کی طرح ایک جسم ہیں اور ستارے اُن پر پھرتے ہیں جیسے کہ گوند پر چیرتتی یا گوند پر اندر اور اُن دونوں باتوں کو اسلامیہ نہیں مانتے کہ قرآن مجید سے اُن کا ایسا جسم یا اُکی ایسی حقیقت ثابت نہیں ہوتی *

باقی رہی یہ بات کہ وہ پانی کے بلبلہ کی مانند ہیں یا پانی انہیں ہو گیا ہے یعنی وہ ایک ایسے جسم لطیف سیال ہوں جو کواکب کی سیرو و حرکت کو ممانع نہیں ہیں — اگر کوئی شخص اُن کے ایسے جسم ہونے کا دعویٰ کرے تو ہم اُس کو اس قدر جواب دینگے کہ ہرگز مگر ہم ایسے جسم ہونے کا بھی دعویٰ نہیں کریں گے درجہ سے اول اس لئے کہ ایسے جسم ہونے کے ثبوت کے لئے ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں — دوسرے اس لئے کہ قرآن مجید میں جو کچھ بیان ہوا ہے اُس سے کہ ایسا وجود کا ہونا پایا جاتا ہے اور نہ اُسکے تسلیم کرنے کی ضرورت معلوم ہوتی ہے *

پس معلوم اُن چیزوں کے جن پر سما کے لفظ کا اطلاق ہوا ہے ہم نے سما کے معنی متصفا کے قرار دیئے ہیں اور اُسکے درجات یا طبقات کو جو بسبب حدوت اور وجود دیگر اشیا کے اُس نصاب سے متصفا ہیں اور اُن کے طبقات بعد طبقات ہوا ہے۔ ہم نے یہ سمجھا کہ اسی تو اب

کرتی ہی اس لیے اس مقام پر اس لفظ سے بھٹ نہیں کرتے کیونکہ
اگر لفظ خلق سے ہجری بھٹ کی جارہی ہے *

دوسرا لفظ بروج کا ہے — یہ لفظ تین آیتوں میں آیا ہے
تبارک الذی جعل فی السماء بروجاً وجعل فیہا سراجاً وقمراً منیراً —

و لقد جعلنا فی السماء بروجاً وزینہا للناظرین — والسماء ذات البروج
مگر یہ لفظ ہمارے بیان کے متضاد نہیں ہے اور نہ اس لفظ سے
آسمان کا ایسا جسم جیسا کہ یونانی حکیموں نے مانا تھا اور جسکی
تقلید علماء اسلام نے کی ہے ثابت ہوتا ہے *

بروج جمع ہے برج کی اور برج مشتق ہے بروج سے جس کے معنی
طاہر ہونے کے ہیں قال الامام فی تفسیرہ ” اشتقاق البرج من التبرج
لظہورہ “ *

پس ان آیتوں میں جو بروج کا لفظ آیا ہے مفسرین نے اُس کے
تین معنی لیے ہیں — اول ابن عباس کی روایت ہے کہ بروج سے مراد
کواکب ہیں قال الامام فی تفسیرہ — من ابن عباس رضی اللہ عنہ ان
البروج ہی الکواکب العظام — یعنی حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ یہی
بڑے بڑے ستارے بروج ہیں اور پھر دوسری جگہ فرمایا ہے ” البروج
ہی عظام الکواکب — یعنی بروج لظہور ہا “ یعنی بروج یہی
بڑے بڑے ستارے ہیں اُس کا نام بروج اسلئے ہوا کہ وہ طاہر
ہیں — لغات قرآن میں لکھا ہے ” والسماء ذات البروج وہی
ذات کواکب العظام “ یعنی آسمان بروجوں والہ سے بڑے بڑے ستاروں
والا مراد ہے — پس اگر یہی معنی بروج کے لیے جاویں تو لفظ بروج
کا اُن معنوں سے جو ہم نے سمجھے ہیں کچھ بھی متضاد نہیں
اور نہ اسے معنی لیے سے یونانیوں کے آسمان کا وجود ثابت ہوتا
ہے *

دوسرے معنی بروج کے لیے ہیں منازل قدر یعنی گھڑوں کے یا
منازل سیارات کے جیسا کہ تفسیر کبیر میں ہے ” اما البروج فہی منازل
السیارات “ اور دوسری جگہ لکھا ہے ” البروج ہی منازل القمر “ *

تیسرے معنی بروج کے بروج السماء یعنی آسمان کے بروجوں کے
لیئے ہیں چنانچہ تفسیر کبیر میں لکھا ہے ” انہا ہی البروج الاثنا
عشر وہی مشہورۃ “ اور لغات قرآن میں لکھا ہے ” بروج السماء منازل
الشمس والارض وہی اثنا عشر بروجاً معروفة اولہا العمل و اخرہا
الحرۃ “ مگر حقیقت میں دوسرے اور تیسرے معنی ایک ہیں کچھ
ان میں فرق نہیں ہے *

اب بروج اثنا عشر کی کیفیت بتلاتی جاہیئے تاکہ معلوم ہو کہ جو
معنی سماء کے ہم نے بیان کیئے ہیں بروج کا لفظ اُس کے منافی ہے
یا نہیں ہے — حاندا چاہیئے کہ ابتدا میں جب اعلیٰ تہذیب یا اعلیٰ

پاکہ مجازاً بطور مہینہ کے نام کے پولا جاتا ہے اور مجازاً مہینہ کا نام
رجح رکھنا میں کئی غریبیاں ہیں — اول یہ کہ قبال کا قول ہے کہ رجح
کا لفظ گویا توجیع الصوت سے لیا ہے جسکو گانے والے گنگری کہتے ہیں
اور گنگری اواز کا پھیرنا اور اُس سے حرفوں کا آئینہ میں ملنا ہے
اور یہی حال مہینہ کا ہے پس اُسکے ہوسنے اور پھر ہوسنے کے سبب
رجح اُس کا نام رکھ دیا گیا ہے — دوسرے یہ کہ اہل عرب سمجھتے
تھے کہ بادل زمیں کے دریاؤں میں سے پانی لے جاتے ہیں اور پھر
زمیں کو پھر دیتے ہیں — تیسرے یہ کہ اُنہوں نے ٹیک
قال کے ارادہ سے مہینہ کا نام رجح رکھا ہے تاکہ پھر آدے — چوتھے
یہ کہ مہینہ ہر برس پھر آتا ہے — اب کہ یہ بات جان لی گئی
تو ہم کہتے ہیں کہ مفسروں کے کئی قول ہیں اول ابن عباس کا قول
ہے کہ والسماء ذات البروج کے معنی ہیں ذات المظاہر یعنی مہینہ والا
پھر لانا ہے مہینہ کو مہینہ کے بعد دوسرے یہ کہ رجح السماء سے وہ
نیکی مواد ہے جو اسماء کی طرف سے ہر ہر زمانوں کے گذر جانے پر
بھی ہوتی رہتی ہے عرب پرلتے ہیں توجیع رجحاً یعنی اُسکو دیتا ہے
پھر ہر تیسرا اپن زید کا قول ہے وہ کہتے ہیں کہ اسماء لیجاتا ہے
اور پھر لانا ہے اپنے — بروج اور چاند کو اُن کے چوس جانے کے بعد مگر
پہلی بات ٹھیک ہے *

ہاں ہم کہ خود سیاق و سباق کلام خدا پر غور کر سکتے ہیں
اُس کے دونوں جملوں کے ملانے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ نہایت
نصاحت اور غریبی سے ہاتھوں کا اور اُس کے ساتھ زمیں کے اُگانے کا
جو دو نو لازم و ملزوم ہیں بیان کیا ہے پھر چوتھے رجح کے لغوی
معنی اور عوۃ مجازی معنی دونوں حالتوں میں مطلب ایک ہی رہتا
ہے ہم خود یادوں کو دیکھتے ہیں کہ جاتے آتے ہیں یہاں پرستہ
ہیں پھر وہاں جا پرستہ ہیں پھر یہاں آ پرستہ ہیں زمین کو سیلاب
کرتے ہیں وہ طرح طرح کے پہل پہلوں کو اُگاتی ہے *

ایک بہت بڑا معجزہ قرآن مجید کا یہ ہے کہ خدا تعالیٰ
جو بجا فیچر کی خوبی انسان کو جتلاتا ہے اور اُس سے اپنی خدائی کے
تیموت پر دلیل لاتا ہے اور پھر اُس سے انسان کو روحانی نیکی حاصل
کرنا سکھاتا ہے اور رب العرش العظیم — سبحانہ و تعالیٰ شانہ *

قسم سوم میں جو آیتیں بیان ہوئی ہیں اور جن میں لفظ
سماء کا لفظ محیط پر طلاق ہوا ہے اُن آیتوں میں کئی لفظ بھٹ
کے لائق ہیں *

اول لفظ ” استوی “ جسکو ہم نے اور اور مفسروں نے بمعنی خالق
کہا ہے پس لفظ استواء سے بھٹ کرتی گویا لفظ خالق سے بھٹ

یہی اُنہی پر ہرج کے لفظ کا اطلاق ہوا ہی جو ذرا بھی ہمارے بیان کے
متنافی نہیں ہی اور نہ کسی طرح لفظ ہرج کا آسمان کے مجسم ہجسم
صاحب بلوریں ہونے کا متقاضی ہی *

تیسرا قابل ہضم کے شاید لفظ 'قال' ہو جو آیت کریمہ فقال لها
والارض ثبتا علوما او کرھا قالتا اثبتا طائفتیں میں واقع ہی *

مگر ہم نہیں سمجھتے کہ اس میں کیا ہضم کی جارہی شاید
یہ ہضم ہضم ہو کہ ہرگز سواد سے نضائے محیطہ مرتفع مراد لی ہی اور
وہاں کسی لطیف جسم ہونے کا یہی مدعی نہیں کیا گیا تو خلا لازم
آیا اور خلا امر وجودی نہیں ہی بلکہ امر مدعی ہی تو وہ کیونکر
قابل امر و لایق امامہ ہو سکتا ہی *

مگر یہ خیال اگر کسی کو ہو تو صحیح نہیں ہی کیونکہ ہم نے
مصلح سیر کواکب کو سواد قرار دیا ہی اور وہ مکانیت سے خالی نہیں
اور مکان خالی من الامداد امر وجودی ہی امر مدعی نہیں ہی باقی
رہی ہضم استعمال لفظ قال کی جو خدا کی طرف سے زمین کی نسبت
اور آسمانوں کی نسبت کیا گیا اور اسی طرح زمین اور آسمان کی طرف
قال کی نسبت کی گئی یہ ایک جدا ہضم ہی جو مالمعن لفظ سے
متعلق نہیں *

چوتھا لفظ قبل ہضم کے 'ابواب' کا ہی جو آیت کریمہ لا یفتح لهم
ابواب السموات میں واقع ہی۔ اس لفظ سے لوگ خیال کرتے ہوئے کہ
آسمان میں دروازے ہیں اور جب تک آسمان ایسا ہی مجسم نہ ہو
جیسیکہ پرتانیوں والا آسمان تو آسمان دروازے اور کراڑ اور کٹاؤں
نہل کیونکر ہو سکتے ہیں *

چونکہ علم کے ذہن میں آسمان کا جسم وہ تولید یونانیوں صاحب
بلوریں جدا ہوا تھا اُنہوں نے تو آسمان میں سچ مع کے دروازے بنا
دئے ہیں لیکن علماء محققین نے فتح ابواب سواد سے خیر و برکت
مراد لی ہی چنانچہ اُن کا قول تفسیر کبیر میں اس طرح پر لکھا
ہی۔ فی قولہ لا یفتح لهم ابواب السموات اقرال و اقرال الرابع لا تنزل
عليهم البركة و الخیر و هو ما حوّل من قولہ ففتحنا ابواب السموات ہوام
منہم۔ یعنی اُن کے لئے آسمان کے دروازے نہ کھلنے کی تفسیر میں
منسروں کے کئی قول ہیں اُنہیں سے ایک یہ قول ہی کہ لا یفتح لهم
ابواب السموات کے یہ معنی ہیں کہ اُن پر یعنی کالوں پر خیر و برکت
نہ نازل ہوگی اور یہی معنی ہمارے نزدیک صحیح ہیں جو کسی طرح
ہمارے بیان کے متکلف نہیں ہیں *

سوائے ان الفاظ کے جو مذکور ہوئے اور کئی لفظ ان آیتوں میں
جو قسم درم میں داخل ہیں 'فان' ہضم کے نہیں ہمارے ہوتے *

ہم نے اس علم کے مسایل پر غور کی تو اُنہوں نے دیکھا کہ آفتاب
سال بھر میں نقطہ اعتدال سے مابعد و غروب ہیں تین مہینہ تک جانب
شمال میل کرتا جاتا ہی اور پھر تین مہینہ تک جانب نقطہ اعتدال
رجوع کرتا آتا ہی اور جب اُس نقطہ پر پہنچ جاتا ہی تو تین
مہینہ تک جانب جنوب میل کرتا جاتا ہی اور پھر تین مہینہ تک
جانب نقطہ اعتدال رجوع کرتا ہی یہ حال آفتاب کا تمام دنیا میں
دکھائی دیتا تھا اور اس سبب سے وہ ستارے جو طریق الشمس میں
ہمیشہ پڑتے تھے یہ نسبت اور ستاروں کے زیادہ معلوم ہو گئے تھے یعنی
اہل تنجیم یہ نسبت اور ستاروں کے اُن سے زیادہ واقف ہو گئے تھے
جب اُنہوں نے اُن ستاروں پر غور کیا تو یہ ستاروں کو ایک جگہ
ایک ایسی ترتیب سے پایا کہ اگر اُن کو نقاط فرض کر کے خطوط وصل
کئے جائیں تو ایک صورت اُس میں پیدا ہوتی ہی اور ایسا مجمع
ستاروں کا ہمارے موقعوں پر اُن کو دکھائی دیا اور ہر ایک مجمع کی
حد سے قریب ایک ایک مہینہ میں آفتاب کا گذر ہوتا تھا۔ پس
اہل تنجیم نے ستاروں کے اُن ہمارے مجمعوں کو ہمارے صورتوں قرار دیں
جیسیکہ اُن کواکب میں خطوط وصل کرتے سے پیدا ہوتی تھیں اور
ہر ایک صورت کا ایک نام رکھ دیا جو مشہور ہیں اور جو کہ وہ
کواکب کچھ تو اس سبب سے کہ طریق الشمس میں واقع تھے اور کچھ
اس سبب سے کہ اُن کے مجمع سے ایک صورت قرار دیدی گئی تھی
یہ نسبت اور کواکب کے زیادہ ظاہر اور زیادہ معلوم تھے اُنکے مجمع کا
یا اُس صورت کا جو مجمع کواکب سے خیال کی گئی تھی ہر نام رکھا
جو مشتق تہرج سے ہی پس نتیجہ یہ ہوا کہ ہر نام ہی اُس
خاص مجمع کواکب کا جو اُس نضائے محیطہ میں میلان طریق الشمس
میں ہر وضع خاص واقع ہوئے ہیں اسلئے سواد کو ذات الہرج کہنا
کچھ ہی متنافی ہمارے قلام کا نہیں ہی اور والسماء ذات الہرج کہنا
بالکل ایسا ہی جیسیکہ والسماء ذات النجوم کہنا اور تبارک الذی
جعل فی السموات ہرجاً کہنا ایسا ہی جیسیکہ تبارک الذی جعل فی السموات
نجوماً کہنا اور وقد جعلنا فی السموات ہرجاً کہنا ایسا ہی جیسیکہ
وقد جعلنا فی السموات نجوماً کہنا *

بعد اِس نذر کے اہل تنجیم و اہل ہیئت یونانیہ کو ایک اور
مشکل پیش آئی جس سے اُنہوں نے صر ہرج کو فلک ہستم پر اور
تقسیم ہرج کو فلک درم پر مانا مگر یہ مسائل علم ہیئت کے ہیں
اُسکی ہضم کا یہاں مرتج نہیں ہی غرضکہ اُنہی کواکب کے مجمع کو
جنسے صورت حمل و ثور و جوزا و سرطان وغیرہ کی پیدا ہوتی ہیں
اہل عرب ہرج کہتے تھے اور اُنکا کہنا صحیح تھا پس قرآن مجید میں

جانے لگیں جو غیر ممکن ہی تب بھی وہ نہ مانتینگے اور کہیں گے کہ ہماری ذہن بندی کی ہی یا ہمپر جادو کیا ہی *

تفسیر کبیر میں لکھا ہے ”اعلم ان هذا الکلام هو المذكور فی سورة الانعام فی قوله و لو نزلنا علیک کتابا فی قرطاس فامسوه فایدیہم لقال الذین کفروا ان هذا الاستحسار مبین و التاصل ان القوم لما طلبوا نزول الملائکة یصرون بتصدیق الرسول علیہ السلام فی کونه رسولا من عند اللہ تعالیٰ بین اللہ تعالیٰ فی هذه الایة ان ینفذ ان یحصل هذه المعنی لقال الذین کفروا هذا من باب الاستحسار و هؤلاء الذین یظن انا نزلنا هم فنحن فی الحقیقة لانواہم “ *

ترجمہ — جاننا چاہیئے کہ اس آیت میں وہی بات ہی جو سورة انعام میں کہی گئی ہے جہاں خدا نے فرمایا ہے ”اور اگر بھیجیں ہم تیرے پاس کافذ میں لکھا ہوا پھر چھو لیں اُسکے اپنے ہاتھ سے تو بھی جو لوگ منکر ہیں کہیں گے کہ یہ اصل میں کچھ نہیوں ہی صرف جادو ہی “ حاصل یہ ہے کہ جب اہل عرب نے رسول خدا پر رسول اللہ ہونے کا یقین لانے کو فرشتوں کا اُترنا چاہا تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بتایا کہ بر تقدیر اگر یہ بھی ہو جاوے تو بھی جو لوگ منکر ہیں کہیں گے کہ یہ ایک جادو کی قسم میں سے ہے اور جنکو ہم سمجھتے ہیں کہ ہم دیکھتے ہیں حقیقت میں ہم نہیں دیکھتے — پس جبکہ اس آیت میں آسمان میں دروازہ کا ہونا اور اُس میں کافروں کا چڑھنا یا فرشتوں کا اُترنا بطور متعال کے بیان کیا گیا ہے تو باب کا لفظ سدا کے اُن معنوں کے جو ہم نے اس آیت میں یا اس قسم سوریم میں بمعنی اس نیلی چیز کے جو ہمکو بسبب انعکاس شمع آفتاب کرے ہوا میں دیکھائی دیتی ہے لیٹے ہیں کچھ بھی منافی نہیں — البتہ یہ کہ جاسکتا ہے کہ اس آیت میں جس چیز پر ہم نے سدا کے لفظ کا اطلاق کرنا بیان کیا ہے بطاعہ اُسکی حالت ایسی ہوئی چاہیئے جس میں دروازہ کھلنے کا اطلاق ہوسکے اسیں کچھ شک نہیں کہ یہ نیلی چیز جو ہمکو اُسکی ایسی ہی حالت دکھائی دیتی ہے تمایض صاف بغیر کسی دھڑلے اور دُڑ کے گنڈ کی چھت کی مانند نہایت پختہ بنی ہوئی دیکھائی دیتی ہے اور ہمارے خیال میں ذات لگا ہوا سا ایک جسم سمائی ہوئی ہے پس اُس خیال کے موافق اُس جسم خیالی میں دروازہ کھلنے کا اطلاق ہوسکتا ہے — خدا تعالیٰ نے قرآن مجید پندرس کی زبان اور معادروہ میں قزل کیا ہے پس پندرس کے اُس خیالی جسم پر پندرس کے موافق دروازہ کھلنے کا اطلاق ہوا ہے نہ بطور اصل حقیقت کے *

قسم سورم میں جو آیتیں بیان ہوئی ہیں اور جنہیں لفظ سدا کا اس نیلی چیز پر جو ہمکو دکھائی دیتی ہے اطلاق ہوا ہے اُن آیتوں میں کئی لفظ پختہ کے قابل ہیں *

اول لفظ ”باب“ جو آیت کریمہ ”و لو فتحنا علیہم بابا من السماء میں واقع ہے اور وہ پوری آیت یوں ہے ”و لو فتحنا علیہم بابا من السماء فظلموا فیک یموجون اقالوا انما سکوت ابھارنا ہل تھن قوم مسخررون “ *

یعنی اور اگر ہم کھول دیں اُن پر دروازہ آسمان سے اور وہ اچھے ہو جاویں گے سارے دن اُس میں چڑھتے رہیں تو کہیں گے کہ ہماری ذہن بندی ہوئی ہے نہیں تو ہمپر جادو ہوا *

اوپر خیال کرتے ہوئے کہ جب اس آیت میں آسمان کے دروازے کا ذکر ہے اور اُس میں چڑھنے کا بھی بیان ہے تو ضرور آسمان ایسا ہی موسم ہے جیسا کہ یونانی بیان کرتے ہیں *

مگر خود اس آیت سے آسمان میں دروازہ ہونے کا مفہم امکان ثابت ہوتا ہے کیونکہ خدا تعالیٰ ایک غیر ممکن بات کو فرض کر کے بیان فرماتا ہے کہ اگر آسمان میں دروازہ بھی کھل جاوے اور کافر اُس میں چڑھ بھی جایا کریں تب بھی اِمان نہ کریں گے اور کہیں گے کہ یا ہماری ذہن بندی کی ہی یا ہمپر جادو کیا ہی پس اس آیت سے ہمارا مطلب ثابت ہوتا ہے نہ یونانیوں کے مفادوں کا *

خدا تعالیٰ کافروں کے حال میں انکو غیر ممکن باتوں کی نسبت فرمایا کرتا ہے کہ اگر یہ بھی ہو جاوے تب بھی وہ نہ مانتینگے جیسیکہ اس آیت میں فرمایا ہے ”ان الذین کفروا یاماتنا واستکبروا

عنہا لا تفتح لہم ابواب السماء ولاید خازن الجنة حتی یاج الجمل فی سم القطا “ *

یعنی بے شک جنہوں نے ہماری نشانیں کو چھٹلایا اور اُن کے سامنے گھمنا کیا ہرگز نہ کہیں گے اُن کے لیٹے دروازے آسمان کے یعنی اُن کو غیر و برکت نہوگی اور نہ بہشت میں جاوینگے یہاں تک کہ گھس جاوے اُرنٹ سوئی کے ٹاکے میں *

اُرنٹ کا سوئی کے ٹاکے میں گھس جانا غیر ممکن ہی پس اللہ تعالیٰ کافروں پر غیر برکت ہونے اور اُن کا بہشت میں جانا ناممکن ہونا اس طرح سمجھاتا ہے کہ اگر اُرنٹ بھی سوئی کے ٹاکے میں گھس جاوے تو بھی نہ اُن پر غیر و برکت ہوگی اور نہ وہ بہشت میں جاوینگے *

اسی طرح آیت مانعیہ میں فرمایا ہے کہ اگر آسمان میں ایسا دروازہ جس میں آدمی آتے جاتے ہیں کھولا جاوے اور کافر اُس میں

کے ٹکڑا کرانے کا ہی اور سب کے نزدیک اس ٹیلی ٹیلی چیز کا ایسا جسم نہیں ہے جس سے حقیقتاً ٹکڑا کرنا ممکن ہو پس جن آیتوں میں ”کسفا“ کا لفظ ہے وہ یونانیوں کے مقلد مولویوں کے لیئے کچھ مفید نہیں اور نہ اُس سے یونانیوں والا مجسم آسمان تہا ہوتا ہی نہ تیرہویں صدی کے مولویوں کا *

علامہ اس کے اس آیت میں خدا تعالیٰ معسوسات سے اپنی قدرت ثابت کرتا ہے یونانیوں والا مجسم آسمان یا تیرہویں صدی کے مولویوں والا مجسم آسمان معسوس نہیں ہے کیونکہ سوائے اس ٹیلی چیز کے اور کچھ انسان کو معسوس نہیں ہے پس غیر معسوس ہی سے ٹکڑا کرانے کا ذکر کرنا اثبات مدعا کو کافی نہیں اسلیئے ”کسفا“ کا لفظ نہ ہمارے مطالب کے منافی ہے اور نہ یونانیوں کے مقلدوں کے مفید ہے *

اصل یہ ہے کہ خدا تعالیٰ قرآن مجید میں ہندوں کی زبان میں اور انہی کے معادرات کے مطابق ظلم کرتا ہے اور جب اُنکو کسی معسوس چیز سے ہدایت کرتا ہے یا معسوسات سے اپنے کمال قدرت کو ثابت کرتا ہے تو انہی کے خیالات کے مطابق اور جس طرح کہ وہ ہی معسوس ہوتی ہے اُسی کے مطابق نظم کرتا ہے اس میں حکمت ہے نہ کہ اگر ایسے مرتج پر خیالات کی تبدیل اور حقائق انبیاء کے سمجھانے پر مترجم ہو تو اصلی مقصود روحانی تربیت کا ثروت ہو جائے *

تمام انسان اس ٹیلی چیز کو سقف کائناتی سمجھتے تھے جیسیکہ وہ دکھائی دیتی ہے اور ریختہ کی قات سے بھی زیادہ مضبوط سمجھتے تھے پس خدا نے مطابق اُن کے خیالات کے اُنکو فرمایا کہ اُس میں ایسی قدرت ہے کہ اگر چاہے تو اُس چیز میں سے بھی جس کو تم ایسا مستحکم سمجھتے ہو تم پر ٹکڑا کرانے اور زمین کو باوصف اس قدر عظمت و استحکام کے دھنسا دے پس ایسے مقامات پر اسباب سے غرض نہیں ہوتی کہ اُس ٹیلی چیز کا جسم اس قابل ہے کہ اُس میں سے ٹکڑا ٹوٹ کر گوسکے یا نہیں اور اگر ٹکڑا ٹوٹ کر گرنے کے قابل ہے تو وہ ایسا ہی ٹکڑا ہوگا جیسے چھت میں کی پتیا یا پتھر میں کی پتیا *

علامہ اس کے ”سماء“ سے سماء مانکن فیکہ مراد نہیں ہے تفسیر کبیر میں لکھا ہے ”کسفا من السماء قمر کسفا بالاسکون والعزکة وکذا ہما جمع کسفة وہی القطعة والسماء السحاب والاطلاق * * * * * روی انه حبس عنہم الريح سبأً ولساط علیہم الرمل فاخذ بالافاسم لایفہمہم طالع ولما غاضطروا الی ان خرجوا الی البیتة داخلتمہم

دوسرا لفظ ”سقف“ ہے جو آیت کریمہ و جعلنا السماء سعفاً معصوماً میں آیا ہے اور والسقف المرفوع میں جو لفظ سقف کا ہے اُس سے بھی آسمان مراد ہے — تفسیر کبیر میں لکھا ہے سماء السحاب سقفاً لانہا للارض کا السقف للیث — یعنی آسمان کو چھت اس لیئے کہا ہے کہ وہ زمین کے لیئے ایسا ہی جیسے گھر کے لیئے چھت * بلاشبہ یہ ٹیلی ٹیلی چیز ہمکو اُسی اُپر دکھائی دیتی ہے کہ گویا دنیا کی چھت ہی مگر اس سے یونانیوں کے مقلدوں کو کیا فائدہ ہے اس لیئے کہ اس ٹیلی چیز کو جسے خدا نے سقف معصوم یا سقف مرفوع کہا ہے یونانی بھی تو وہ آسمان نہیں مانتے جسکے وہ قایل ہیں اور علماء اسلام بھی اُن کی تقلید سے اس ٹیلی ٹیلی چیز کو اپنا مسلمہ آسمان قرار نہیں دیتے اور قرآن مجید میں جسکو سقف مرفوع و سقف معصوم کہا ہے وہ تو یہی ٹیلی ٹیلی چیز ہے جو تمام دنیا کے لوگوں کو دنیا کی چھت کی مانند دکھائی دیتی ہے اور عرب کے بادینہ نشین جنکی زبان میں قرآن مجید اُترا اسیکو سقف مرفوع سمجھتے تھے جو آسمان کے یونانی قرار دیتے ہیں اور جن آسمانوں کا یا جس آسمان کا ذکر علماء اسلام کرتے ہیں وہ تو کسی نے دیکھا بھی نہیں پھر کیا معلوم کہ وہ دنیا کی چھت ہی یا چھت کی چھت کبیری ہے *

علامہ اسکے سقف کی مثال دینے سے اُسکا ایسے جسم سے مجسم ہونا جیسا کہ یونانی تسلیم کرتے ہیں کیونکہ لازم آتا ہے یہ ٹیلی ٹیلی چیز ہمکو اس طرح پر دنیا کو گھیرے ہوئے دکھائی دیتی ہے جیسے گھر کو چھت اور اسی مشابہت سے اُس پر سقف کا اطلاق کیا ہے خیرا وہ اہون من بیت العکبروت ہو خیرا اشد من سقف البعید *

تیسرا لفظ ”رفع“ کا ہے جو آسمان کی نسبت بولا گیا ہے در حقیقت یہ ٹیلی چیز جو ہمکو دکھائی دیتی ہے اور جسکو آسمان کہتے ہیں شی مرفوع ہی مگر لفظ رفع سے اُسکا ارہے یا تابی کے پترے کا سا ہونا کیونکہ لازم آتا ہے *

چوتھا لفظ ”کسفا“ کا ہے جسکے معنی ٹکڑوں یا پارچوں کے ہیں یہ لفظ الیتہ بعت کے قابل ہے مگر اول ہم یہ سوال کرتے ہیں کہ ان آیتوں میں جو لفظ سماء کا آیا ہے اُس سے یہی ٹیلی ٹیلی چیز جو دکھائی دیتی ہے مراد ہے یا اور کوئی چیز — کچھ شبہ نہیں کہ یہی مراد ہے کیونکہ سورۃ سبا کی آیت میں خدا نے فرمایا ہے ”اولم یروا الی صابین ایدیم وما حلہم من السماء والارض“ اور انسان کے ہر طرف یہی ٹیلی ٹیلی چیز ہے جسکو آسمان فرمایا ہے اور یہی زمین ہے پھر اسکے آگے جو زمین کے دھنسانے کا اور آسمان سے ٹکڑا کرانے کا ذکر فرمایا ہے وہ بھی اسی زمین کے دھنسانے اور اسی ٹیلی ٹیلی چیز

یا عادی کی طرف منتقل ہو جاوے۔ اس عبارت بمعنی دفعہ ایک صورت
مقصودہ اعلیٰ بیان کیجاتی ہے کہ جو معنی مراد ہیں اُسکی
تصویر مخاطب کے ذہن میں آ جاوے اور اُس سے اُس صورت
مقصودہ کا اثبات مقصود نہیں ہوتا پس وہ لوگ سیاق و سباق معجید
سے واقف نہیں ہیں جو اُن کفایوں سے یا اُس صورت مقصودہ سے
خاص اُسکی ثبوت مقصود سمجھتے ہیں پس ان آیتوں میں جو
انسلط علیہم کسفا من السماء - یا - ناسط علیہا کسفا من السماء
ایا ہی یہ سمجھنا کہ اُس سے آسمان کے واقعی ٹکڑوں کا ثبوت
ہوتا ہے نہایت غلطی ہے بلکہ یہ صرف بیان بالکفایہ ہے اور اُسکا
لزم مقصود ہے *

شاہ ولی اللہ صاحب تفسیر نور الکبیر میں ارقام فرماتے ہیں کہ
”کفایت آنست کہ حکمی اثبات کنند و قصد نہ ثبوت میں آن باشد
بلکہ قصد آنست کہ انتقال کند ذہن مخاطب بقلم آن بلزوم عادی یا
عقلی چنانکہ از عظیم الرماد معنی ثبوت ضیافت راز پدافہ مستوعطان
معنی - صفات ادراک - مشہود و تصویر معنی مراد بصورت مقصودہ
از ہمیں قبیل است و ان ہائے است و اسح و اشعار عرب و خطب
ایشان و قرآن عظیم و سنہ حضرت پیرہ منہ علی اللہ علیہ و آلہ وسلم
ہاں مشہور است و اجلب علیہم بطریق ورجلک تشبیہ دادہ شد
و رئیس دزدان چوں بزاران خود را آواز دہد کہ ازین سو حملہ کن
و از انسو در آ و جملنا من بین ایدہم سدا و من خلفہم سدا - و
جملنا فی اعناقہم اغلا تشبیہ دادہ شد اقراض ایشان را از تدبیر آیات
ہکسی کہ ارزا مغلول کردہ باشند یا پرہر جہت او سدے پڑا کردہ باشند
ہے اصلہ نمیتواند دید و اضمہم چنانکہ من الرہب بمعنی معصوم خاطر
ہو پرانگندگی نفس بگذار و نظیر این باب در عرف انست کہ چوں
شخص کسی را تقریر کنند بشمشیر اشارہ کنند کہ این طرف میزند و
آں طرف میزند و مقصود جز غلبہ او بر اہل آفاق نہ صفت شخص نیست
کو در تمام عمر شمشیر بدست نگرفتہ باشد یا گردنہ فلان میگردنہ کہ
در زمین کسی را ذمی بدین کہ یامن مبارزت تواند کرد و یا گردنہ
کہ فلان خود چنیں میکند و اشارہ کنند بہینتی کہ اہل مبارزت در وقت
غلبہ پر خصم می کنند کہ ایں شخص گاہے ایں نامہ نگفتہ باشد و
این فعل نکردہ باشد یا گردنہ فلان حلق مرا خفا کردہ است و دست
در گلوئی من انداختہ لقمہ را بر کشیدہ است“ اتمی *

پس جہاں کہوں کہ قرآن معجید میں خدا تعالیٰ مقصودات کا
بطور عرف عام بیان فرماتا ہے اُس سے اُس کے معنی کا ثبوت مقصود
نہیں ہوتا ہم یہی کہتے ہیں کہ آسمان کو پڑے آسمان ثبوت پڑا یہ
ایسی بات ہے کہ اس سے آسمان بہت جاوے کلچہا بہت جاوے مگر

سحابہ وجدوا لها یردا و نسیمنا ناجتہموا تصتہا نامہارت علیہم قارا
فاحترقوا“ یعنی کسفا جمع ہے کسفہ کی جس کے معنی تکرے کے
ہیں اور آسمان سے یا تو بادل مراد ہے یا اور کوئی چھوٹی ہوئی چیز
پھر اخیر میں وہ ایک روایت لکھتے ہیں کہ اصحاب ایک نے جو کہا
تھا کہ ہم پر آسمان کا ٹکڑا کرادہ تو اُنپر عذاب اس طرح ہو گا کہ
کہ سات دن تک ہوا بند رہی اور دیش یا غبار جو آسمان میں چڑا
گیا تھا اُنپر چھا گیا اور اُن سب کا دم گھٹنے لگا نہ اُنکو کوئی سایہ دار
چیز فائدہ دیتی تھی اور نہ پانی پھر وہ بے قرار ہوئے اور جنگل میں نکل
جانا چاہا اتنے میں ایک بادل اُن پر چھا گیا اُنکو تھنک معلوم ہوئی
اور ہلکی ہلکی ہوا بھی لگی اور سب اُس کے نیچے اُن پر جمع ہو گئے پھر
اُس میں سے اُنپر آگ پڑنے لگی پھر سب جل گئے - پس جبکہ سدا
سے اس مقام پر سدا مانع ہے ہی مراد نہ تو ”کسف“ کے لفظ سے
سدا مانع ہے مجسم ہونے پر کیونکر استدلال ہو سکتا ہے اور
خدا کو محل عذاب میں یہ بات فرمائی کہ ہم چاہیں زمین کو
دھسا دیں یا بادل کا ٹکڑا کر دیں یا کانڑوں کا یہ ٹہکا کہ اگر تم
مجھے ہو تو بادل کا ایک ٹکڑا ہی زمین پر اوتار دو کوئی ایسی بات
نہیں ہے جسپر کچھ اعتراض ہو سکے کیونکہ اگر بادل زمین پر گر پڑے
تو نہایت سخت عذاب سے لوگ پرہا ہو جاویں *

ملاحظہ اس کے مقام تہذیب میں جو کچھ بیان کیا جاتا ہے اصلی
مقصود اُس کا نتیجہ ہوتا ہے زمین کے دھسا نے اور آسمان کا ٹکڑا
کرانے سے صرف یہ مقصود ہے کہ خدا اُن کے پرہا کرنے پر قادر ہے
پس مقصد کو چھوڑنا اور عراء لغوی بھٹ کے پیچھے پڑنا
تفسیر اقرن ہمالیہ بمعنی یہ قائلہ کرنا ہے - اور ایسی علمیت جتانے سے
اسلام کو اور قرآن کو بدنام کرنا اور اس بات کا اقرار کرنا ہے کہ قرآن
اور علم یا قرآن اور حلالہ موجودات یا قرآن و حقایق اشیا متعدد
نہیں ہیں اللہم انی امرن یک من مثل هذا العلم فانه حجاب ابر *

امام فخر الدین رازی لکھتے ہیں کہ ”و اما التہدید فبقولہ ان
نشاء کشف بہم الارض یعنی کشف عین ظاہرہم قرار ہم بالکشف و
انکشف“ یعنی خدا نے کانڑوں کو اس کہنے سے تہذیب کی ہے کہ اگر
ہم چاہیں تو زمین کو دھسا دیں یعنی اگر ہم چاہیں تو جو چیز
خاص تمہارے مفید ہے تمہارے مضر کردیں دھسا کر ڈکڑا کر اور
لاشک فی قدرتہ *

نکتہ - قرآن معجید میں بہت باتیں بطور کفایہ کے فرمائی
ہیں اُس سے خاص اُس بات کا ثبوت مقصود نہیں ہوتا بلکہ یہ
مطلب ہوتا ہے کہ مخاطب کا ذہن اُس سے اُس کے لزم بلزوم عقلی

چیزیں معجزہ پر حمل ہوئیں تو مٹھی میں اٹھانا اور ہاتھ ہر پہننا
بھی قبلی معجزہ ہو گیا *

ثم قال صاحب الکشاف و قيل قبضته ملکہ و یمینہ قدرتہ و قبلہ
مطويات یمینہ اے مقنیات — یعنی صاحب کشف نے کہا ہے کہ مٹھی
میں تو ملک خدا مراد ہے اور دائیں ہاتھ سے اُس کی قدرت اور
بڑائی بھی کہا گیا ہے کہ دائیں ہاتھ میں پتھرنگہ یعنی فنا اور معدوم
ہو چارونگہ پس اپنی کے لفظ سے آسمانوں کا حقیقت میں پہننے کے
لایق جسم سمجھنا ٹھیک ٹھیک ٹھہرنا ہوتا ہے *

چہتہ الفاظ "انشقاق و انفراج اور انفطار اور فتح" اور مثلاً
اکے ہیں کہ اُن کے مشتقات یا یہ تبدیل ابواب قرآن مجید میں آئے
ہیں — ان الفاظ کی نسبت بھی وہی بھٹا ہے جو ہم نے بالتحصیل
"نفسا" کے لفظ کے تحت میں کی ہے یہی قبلی قبلی چیز جس کو
سب لوگ آسمان کہتے تھے اور جانتے تھے اور کہتے ہیں اور جانتے
ہیں سب کو ایک مجسم چیز اور چہتہ کی طرح ہوتی ہوئی معلوم
ہوتی ہے وہ اُس کی حقیقت سے واقف نہ تھے مگر جیسے کہ وہ
دکھائی دیتی تھی اُس قیاس پر اُس کو پہننے اور چرنے کے قابل
خیال کرتے تھے قرآن مجید جو ٹھیک عرب اول کے مصداق
میں آتا ہے انہی کے خیال اور مصداق کے موافق وہ الفاظ
برائے ٹھہرے ہیں اور مقصود اُس سے صرف معدوم ہونا اور فنا ہونا
موجودات کا ہے پس کسی طرح یہ الفاظ آسمان کی ایسی حقیقت پر
اور ایسے جسم پر جیسا کہ یونانیوں نے تسلیم کیا تھا اور جس کی
تقلید علماء اسلام نے کی تھی یا جیسا کہ تیرہویں صدی کے مولوی
بیان کرنا چاہتے ہیں دلالت نہیں کرتے *

شاء ولی اللہ صاحب فرزانہ کبیر میں اسلوب قرآن کی بحث میں ارقام
نرماتے ہیں کہ "پس اگر برخلاف طور ایشاں (یعنی عرب اول) گفتہ
شود بصیرت فرمائند و چیزے نا آشنا بگوش ایشاں رسدو نہم ایشاں
را مشرعی سازد" مگر یہ قاعدہ صرف اسلوب قرآن ہی پر منحصر
نہیں ہے بلکہ قرآن مجید کی ہر بات میں یہ امر ملحوظ ہے *

ایک مقام میں یہ ذیل بیان معنی آیت محکم شاء صاحب نے
بیان فرمایا ہے کہ "اعتبار دانستن عرب اول اسے نہ ہو شکافان
زمان مارا کہ ہو شکافی بیچا وائی اسے مصالح کہ محکم را متشابہ
مہمازند و معارف را معجزول" اگرچہ یہ امر شاء صاحب نے معنی
لفظ کی نسبت لکھا ہے مگر یہ ایسا قاعدہ ہے جو ہر سی چیزوں
کے لیے مفید ہے مثلاً جیسے کہ عرب سوار کا اطلاق اس قبلی چیز پر
کیا کرتے تھے جو ہم کو بطور ایک سقف گنبدی کے دکھائی دیتی ہے
تو ہم کو اُسی پر اعتقاد کرنا چاہیئے اور زیادہ روشنائی کو کر اور
مل جل کر مٹھی کو پہننا پھانا نہیں چاہیئے اسی طرح جب کہ

کبھی ان الفاظ سے حقیقتاً اُن چیزوں کا ثبوت مقصود نہیں ہوتا بلکہ
اُس کے لازم بلزوم عقلی یا مادی کا ہوتا ہے نقدہ *

پانچویں لفظ "الطی" قابل بحث ہے جس کے مشتقات آیت
کریمہ یوم تطری السماء علی السجیل للکعب اور آیت کریمہ والسورات
مطويات یمینہ میں آئے ہیں *

مگر ان آیتوں سے یہ خیال کرنا کہ آسمان کاغذ یا کپڑے یا چادر
یا درمال کی مانند ایک جسم ہے جو خدا کے ہاتھ پر لپٹ جاویگا
یا جیسے مکتبوں میں لڑکے مکتوب لپیٹ لیتے ہیں اُس طرح لپٹ
جاویگا ایک بڑی غلطی ہے یہ کلام معجزاً پڑا گیا ہے جس سے
مقصود صرف اتنا ہے کہ یہ تمام آسمان و زمین جیسے پہلے نہیں
تھے پھر ٹھہرے ہو چارونگے *

خدا تعالیٰ اول فرماتا ہے کہ یوم تطری السماء علی السجیل للکعب
اور اُسی کے ساتھ فرماتا ہے اما یدامی اول خلق فمددہ یعنی یہ
فرما کر کہ ہم آسمان کو مکتوب کی مانند لپیٹ لیتے اُس کے مطلب کو
پتا دینا کہ جس طرح ہم نے پہلے پہل پیدا کرنا شروع کیا تھا پھر وپسا ہی
کریں گے اور ایسا کرنا اُسی وقت ہوگا جبکہ یہ سب ٹھہرے ہو چارونگے *

تفسیر کبیر میں یہ بحث آیت والسورات مطويات یمینہ کے تحت
مارل گفتگو لکھی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ سب معجزہ ہی اور
معجزاً واسطہ اظہار قدرت و شان خدا تعالیٰ کے ہوا گیا ہے *

قال صاحب الکشاف الغرض من هذا الکلام اذا اخذتہ كما هو بحکمہ
و معجمہ تصدیق عظمتہ والتوقف علی کلمہ جلالہ من غیر ذہاب
یا فیضۃ ولا بالیمین الی چہتہ حقیقتہ او چہتہ معجزہ یعنی صاحب تفسیر
کشف کا قول ہے کہ اس کلام سے جبکہ اُس سب کو جمع کر کر لو تو
مقصود اُس سے خدا تعالیٰ کی عظمت کی تصریح بتانا اور اُس کے جلال
کی ناکہ میں متوقف رہنا ہے بغیر اس بات کے کہ مٹھی اور دائیں
ہاتھ سے حقیقت میں مٹھی اور داہان ہاتھ سمجھیں یا معجزاً
خیال کریں *

بعد اس کے ایک لنبا جھگڑا تاویل کا اور حمل کلام کا حقیقت
سے معجزہ پر لکھ کر ارقام فرماتے ہیں "ولا شک ان لفظ فیضۃ
و الیمین مشعر لہذا الامضار والجوارح الا ان الدلائل العقلیۃ قاسم علی
استماع ثبوت الاعضار والجوارح للہ تعالیٰ فوجب حمل هذه الامضار علی
وجہ المعجز — یعنی اس میں کچھ شک نہیں ہے کہ مٹھی اور داہان
ہاتھ ان اعضا اور ہاتھوں کو جو ظاہر میں ہیں بتاتا ہے مگر
عقلی دلائلوں سے ثابت ہوا ہے کہ خدا تعالیٰ کے اعضا اور جوارح کا
ہونا غیر ممکن ہے اس لیے واجب ہے کہ مٹھی اور داہان ہاتھ
جو بیان ہوا ہے اُس کو معجزہ پر حمل کریں پس جبکہ دونوں

تفسیر کبیر میں لکھا ہے تفسیر آیت کریمہ اَنْتُمْ اَعْدَ خَلْقًا ام السَّمَاۓتِ
کے لکھا ہے کہ ”اِنَّ اسْتَدْلَالَ عَلٰی مَنكَرَالْبَعْثِ فَقَالَ اَنْتُمْ اَعْدَ خَلْقًا
ام السَّمَاۓتِ فَنَبِّهَهُمْ عَلٰی اَمْرِ يَعْلَمُ بِالشَّاهِدَةِ وَ ذَلِكَ لَنْ خَلْقَةَ الْاِنْسَانَ
عَلٰی صِفَةٍ وَ ضَعْفَةٍ اِذَا اَضِيفَ اِلٰی خَلْقِ السَّمَاۓتِ عَلٰی عَظَمَتِهَا وَ عَظَمِ
اَحْوَالِهَا فَلَيُبَيِّنَ تَعَالٰی اَنْ خَلَقَ السَّمَاۓتِ اَعْظَمَ وَ اِذَا كَانَ كَذٰلِكَ فَضْلُهُمْ
عَلٰی رَجَاءِ الْاَعَادَةِ اَوَّلٰی اَنْ يَكُوْنَ مَقْدُورًا لِلَّهِ تَعَالٰی تَكْوِيْفِ دُنُكُوْنِ ذَلِكِ
وَ تَطْيِيْرَةٍ قَرَابَةٍ اَوَّلٰی اَنْ يَكُوْنَ خَلَقَ السَّمَاۓتِ وَ الْاَرْضِ بِقَادِرٍ عَلٰی اَنْ يَخْلُقَ
مِثْلَهُمْ وَ قَرَابَةٍ خَلَقَ السَّمَاۓتِ وَ الْاَرْضِ اَكْبَرَ مِنْ خَلْقِ الْاِنْسَانِ وَ الْعَمَلِ
اِخْلَاصِكُمْ بِعَدَالَتِهِ اَعْدَ اَمْ خَلَقَ السَّمَاۓتِ اَمْ عَدَلَكُمْ وَ فِی تَقْدِيْرٍ كَمَ فَاِنَّ
لَهُ الْاَمْرِيْنَ بِالْاَنۡبِيَاۓ اِلٰی قُدْرَةِ اللّٰهِ وَاحِدٌ“ *

یعنی تفسیر کبیر میں اَنْتُمْ اَعْدَ خَلْقًا ام السَّمَاۓتِ کی تفسیر میں
لکھا ہے کہ جو لوگ بے شک کے منکر تھے اُن پر دلیل لانے کے لیے
خدا نے فرمایا ہے کہ تمہارا پیدا کرنا مشکل یا سخت تر ہے
یا آسمان کا پس اُنکو ایسی بات سے جسکو وہ علاقید دیکھتے تھے
غیردار کہ کثرت انسان کی خلقت کو جو ضعیف اور صغیر ہے
آسمان سے نسبت دی جاوے جو ایسا بڑا ہے اور اُس میں بہت بڑی بڑی
حالتیں ہیں تو خدا نے بتایا کہ آسمان کا پیدا کرنا بڑا کام ہے اور جبکہ
یہ بات ہے تو تمہارا پھر پیدا کرنا کچھ بڑی بات نہیں تو بدرجہ
ادای خدا کی قدرت میں ہوگا پھر کثرت کم اُسکا انکار کرتے ہو —
اس کی ایسی مڈل ہے جیسی کہ خدا نے فرمایا ہے کہ جس نے آسمان
و زمین پیدا کیئے کیا اس بات پر قادر نہیں ہے کہ اُنہی کی مانند
اور پیدا کرے یا جیسی کہ خدا نے فرمایا ہے کہ آسمان اور زمین کا
پیدا کرنا آدمیوں کے پیدا کرنے سے بڑا ہے اور مطلب یہ ہے کہ ایسا
مرنے کے بعد تمہارا پھر پیدا کرنا مشکل ہے یا تمہارے نزدیک آسمانوں کا
پیدا کرنا مشکل ہے اگرچہ خدا کی قدرت کے نزدیک تو یہ دونوں باتیں
یکساں ہیں یعنی کچھ مشکل نہیں ہیں — پس اب غور کا مقام ہے
کہ لفظ اَعْدَ سے آسمانوں کا سخت جسم ہونا کیونکر ثابت ہوتا ہے *
اور اگر لفظ اَعْدَ سے مستحکم و مضبوط کے معنی لیئے جائیں تو
بھی اُس سے یہ سمجھنا کہ آدمی کے پوست سے آسمان کا پوست اور
اُس کے جسم سے آسمان کا جسم اور اُس کی ہڈی ہڈی سے آسمان کی
ہڈی ہڈی زیادہ مضبوط اور سخت ہے نادانی کے سوا اور کچھ نہیں
ہے — بے شک آسمان اور زمین اور ہمارے اور درخت کو ہم دیکھتے
ہیں کہ انسان سے زیادہ پایدار ہیں اسی زمین پر اور اسی آسمان کے
تکے ہزاروں لاکھوں نبی اور ولی اور شہداء اور صالحین آئے اور گذر گئے
سکندر و دارا جوشید و فریدون بھی ہوئے اور گذر گئے بہت سے کفر کے
قوی دینے والے پیدا ہوئے اور گذر گئے بہت سے مسلمان خدا و رسول پر
دل و جان سے ایمان رکھنے والے گذر گئے اور گذر گئے ہزاروں کافر

عرب اول اسی قبلی چھتہ کو پہنچے والی اور چوتھی والی اور چوتھی
کھینچنے کے لائق خیال کرتے تھے تو اُن الفاظ کو اُنہی کے خیالات پر
مقتصر رکھنا چاہیئے نہ یہ کہ اُس کے لازم کو اپنی طرف سے اضافہ کرکر
اُس قبلی چھتہ کو ایسا جسم قرار دیا جاوے جو کافذ یا کھڑے کی طرح
بھٹ سکے یا لپٹ سکے یا ہکری کی طرح اُس کا پوست اوتارا جاسکے
اگر فور کیا جاوے تو سپر سموات کا لفظ بھی درحقیقت مثبت تعدد
آسمانوں کا نہیں ہے کیونکہ عرب کے خیال میں تھا کہ سات آسمان
ہیں اور جو کہ اُنہوں نے بجز اس قبلی چھتہ کے اور کسی چیز کو
نہیں دیکھا تھا اور اُسکو ایک مستحکم جسم سمجھتے تھے اور اسلیئے
اُنہوں نے خیال کیا تھا کہ ساتوں آسمانوں کا ایسا ہی جسم ہوگا اور
پھر اس خیال سے اُن کا تو پر تو ہونا بھی اُن کے ذہن میں جما ہوا
تھا اُنہی کے خیال کے موافق قرآن مجید میں جو عرب اول کی زبان
و مصادرہ میں نازل ہوا ہے وہ سب باتیں بیان ہوئیں ہیں اُن کو
خود شہادہ حقیقت واقعی کا مثبت قرار دینا اسلوب بدیع قرآن مجید
کے برخلاف ہے اگر حقیقت ایسا اُس کے مطابق پائی جاوے جیسا کہ
قرآن مجید میں موافق خیال عرب اول کے بیان ہوا ہے نہرا لمراد
اور اگر بفرض محال اُس کے برخلاف بیان ہو تو بھی کچھ نقصان
یا اعتراض قرآن مجید پر نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ عرب اول کی
زبان میں بولا گیا ہے اسی جس وقت کہ قرآن مجید یونانی مولویوں
اور خیالی فلسفیوں کے ہاتھ آتا ہے اور وہ ہندی کی ہندی اور نکات
بعد الوقوع نکالنے پر اپنے علم کو اور بے معنی اعتراضات و بھٹ کو ختم
کرنے لگتے ہیں اُس وقت قرآن مجید کا حال صائب کے شعر کا سا
ہوجاتا ہے جب کہ اُس نے کہا تھا کہ ”شعر مرا ہمدرد کہ ہر“
فرض ہماری یہ ہے کہ قرآن مجید کو مثیل کلام ایک انسان فصیح فصیح
عرب اول کے خیال کرکر اُس کے الفاظ کے معنی لگائے جاویں نہ مثیل
فلسفہ یونان کے کلام کے — و من لم یعتقد بہذا فقد ضل سیرا السبیل *
ساتریں الفاظ ”اَعْدَ و اَكْبَرَ“ قابل لحاظ کے ہیں خدا تعالیٰ موافق
خیال عرب اول کے اپنی قدرت کاملہ کو بیان فرماتا ہے کہ آسمانوں کا
اور زمین کا بنانا انسان کے پیدا کرنے سے زیادہ مشکل یا سخت تر ہے
حالانکہ خدا کے نزدیک نہ آسمان و زمین کا پیدا کرنا مشکل ہی نہ
انسان کا مگر اس مقام پر اُنہی کے خیال کے موافق خدا نے فرمایا کہ جس
چیز کی خلقت کو تم ایسا مشکل یا سخت تو جانتے ہو تو خدا کو
تمہارا پیدا کرنا یا پھر دربارہ پیدا کرنا کیا مشکل ہے اب انصاف سے
دیکھو جاوے کہ اس طرز کلام سے اشد کے معنی لڑھے یا قانچے کے پتھر
کی مانند جسم کے قرار دینے کیسی قاسمچھی کی بات ہے اور پھر
اُس کو ایک مسئلہ مستحکم قرار دینا اور اُس کے برخلاف کہنے والے کو
کا نہ کہنا خود کفر میں کرنا ہے و نعوذ باللہ منہا *

پڑی ہوگی اور جب اُسکو مصلح کہا ہی تو واضرور گنبد کی جہت کی طرح
کائنات لگا کر بنایا گیا ہوگا اور ایسٹ پتھر کی جگہ ہار کے پتھر لگائے گئے
ہونگے یا کانیج کے شیشہ کی طرح ڈھالا گیا ہوگا اور کچھ پتھروں کو لندس
کے کرسٹل لولس کی طرح تو ضرور ہوگا مصلح پتھر و نادانی ہی *

قسم چہارم — میں جو آیتیں بیان کرتی ہیں اور جنہوں نے لفظ
سموات کا آیا ہی ان میں کئی لفظ بھٹ کے قابل ہیں *

اول — لفظ ”سموات“ بھٹ یہہ ہی کہ اس لفظ کا ہمیشہ جمع
ہی پر اطلاق ہوگا ہی یا مفرد پر بھی تفسیر کیوں نہیں لکھا ہی
”و اما قال کانتا رتقا و لم یقل کن رتقا کن السموات لفظ الجمع
والمراد به الواحد الدال علی الجنس قال الخفش السموات نوع والارض
نوع و مثله ان الله یسکب السموات والارض ان تزلزل“ یعنی اللہ صاحب
نے کہا ہی کہ آسمانوں اور زمین دونوں کے منہ بند تھے یعنی آسمانوں
اور زمین دونوں کے یعنی آسمانوں کو ایک کہا اور زمین کو ایک کہا اور
یہہ نہیں کہا کہ سب آسمانوں کے جو بہت سے ہیں منہ بند تھے اور
زمین کا منہ بند تھا — اس کا سبب یہہ ہی کہ سموات جمع کا
صیغہ ہی لیکن اُس سے ایک بھی مواد لیا جاتا ہی کیونکہ وہ سب
آسمانوں کے ایک طرح کا ہونے پر دلالت کرتا ہی الخفش کا قول ہی کہ
سموات ایک نوع ہی اور زمین ایک نوع اور اسی کی مانند خدا نے
نرمایا کہ اللہ تھامتا ہی آسمانوں کو اور زمین کو کہ وہ دونوں تک
نچاویں — اس بیان سے ظاہر ہوتا ہی کہ سموات کے لفظ سے سموات
بھی مراد ہوتا ہی اسطرح سے سموات پر بھی جمع کا اطلاق ہوتا ہی
اس لیے کہ اُس کا ہر جزو سموات ہی بقولہ تعالیٰ ثم المستوی الی السماء

فسموات جمع سموات پس اس قسم میں ہم نے جو آیتیں لکھی ہیں
اُن میں سے بعضی آیتوں کو قسم پنجم میں بھی لکھا ہی اسکا سبب
یہہ ہی کہ اُن میں جو لفظ سموات کا آیا ہی اگر اُس سے سموات
بصیغہ مفرد مراد لیا جاوے تو تو وہ آیتیں قسم چہارم میں داخل
رہتی ہیں بلکہ قسم سوم میں شامل ہوسکتی ہیں اور اگر اُس سے
جمع ہی مراد لی جاوے تو پھر اُنکا ٹھکانا پہلے قسم پنجم کے اور
نہیں نہیں ہوسکتا *

دویم — لفظ ”خلاق“ قابل بھٹ ہی ہر گاہ ہم نے فضائے محیط
کو سموات اور اُس کے طبقات کو جو سبب وجود کواکب کے یا اور کسی
حد ظاہر کے پیدا ہوگئے ہیں سموات کہا اور اسباب کا یہی دعوی
نہیں کیا کہ اُس میں کوئی جسم خیال آئیدی ہی یا نہیں تو گویا
ہم نے ہی معدوم کو سموات و سموات کہا یا ایسی چیز کو سموات و سموات
کہا جس کا کوئی وجود جسمانی نہیں ہی تو پھر اُس پر خلاق کا
اطلاق کیونکر صادق آتا ہی *

مگر یہہ تمام خیالات کج فہمی سے پیدا ہوتے ہیں سیدھی سمجھ
کا آدمی ان خیالات کی غلطی پکڑی سمجھ لیتا ہی *

و مرتد اور خدا کے وجود کے بھی متکر پیدا ہونے اور گنر گئے اور ایک
دن ہم بھی اور ہمارے کفر کے فتویٰ دینے والے بھی گنر جاویں گے اور
اپنے اپنے اعمال لیکر خدا کے سامنے حاضر ہونگے و انی لا اعلم ما یفعل
بی و ما یفعل بہم و لکنی ارجر رحمۃ ربی انہ ہوا رحم الراحمین اور
پاروجود ان سب حوادث کے آسمان اور زمین ویسے ہی ہیں جیسیکہ
تھے تو ضرور کوئی پوچھنے والا پوچھ سکتا ہی اَنتم اعد خلقا
ام السماء مگر اُس سے یہہ مراد لینی کہ ہم مٹی کے ہیں اور آسمان
لڑھے کا اس تیز ہریں صدی کے مولیوں کے سوا جو مکہ معظمہ و مدینہ
منورہ سے بھی نگر کا تھنہ لائے والوں کے یار غار ہیں اور کس سے ہوسکتا
ہی وانا اوحی اموی و امرکم الی اللہ ان اللہ بصیر العباد *

ساتواں لفظ ”اسماک“ کا ہی خدا نے فرمایا کہ وہی تمام
رکھتا ہی آسمان کو زمین پر گرنے سے کسی صاف اور سیدھی بات ہی
ہم آسمان کو ایک گنبد کی جہت کی مانند دیکھتے ہیں اور یہہ بھی
دیکھتے ہیں کہ وہ توہی ہوئی ہی اور ہم پر کوئی نہیں اسی خیال
کے موافق اگر ایک قح صوب اول کہے کہ کسی صاحب قدرت نے آسمان
کو زمین پر گرنے سے تمام رکھا ہی تو اُس کا یہہ کہنا بالکل سچ اور
صحیح ہی یا نہیں اگر صحیح ہی تو خدا کا یہہ کہنا بھی کہ میں نے
آسمان کو زمین پر گرنے سے تمام رکھا ہی صحیح ہی اس قول پر
اپنی طرف سے زیادہ حاشیے لگانے کہ آسمان پر فرشتے رہتے ہیں اس
لیئے ضرور ہی کہ وہ سفوف و صلب ہو تاکہ فرشتے اُسپر تک سکیں
اور جبکہ وہ سفوف و صلب تھو تو ضرور ہی کہ اُنکا لڑھے کے پتروں کا
سا جسم ہو اور جب وہ ایسا ہوا تو ضرور ہی کہ پرجھک اور ثقیل
لانہوں پروروں پدموں پر اُتتا ہی کا ہو مصلح لغو اور واہیات بات
ہی اور قرآن مجید کے اسلوب بدیع کے بالکل مخالف ہی *

آٹھواں لفظ ”بنا“ کا ہی اللہ تعالیٰ نے متعدد جگہ فرمایا ہی
کہ میں نے آسمان کو پیدا کیا بلاشبہ وہی خالق ہی بنا کا لفظ اور
خالق کا دونوں ہم معنی یا ہم مراد ہیں اور اس سے انکار کرسکتا
ہی کہ خدا نے آسمان کو نہیں بنایا بلاشبہ ہم کو دکھائی دیتا ہی کہ
ہمارے نیچے ایک مصلح ہی جس میں ہزاروں لاکھوں گیاس اور
میگنٹ کی روشنی سے یہی عمدہ روشنی کے مصابیح روشن ہیں وہ
ایسی خوبصورت ہم کو دکھائی دیتی ہیں جیسیکہ ہار کی ہانڈیوں
اور فانوسوں میں میگنٹ کی روشنی ہو رہی ہی پس یہہ حال جو
ہم کو آنکھوں سے دکھائی دے رہا ہی اُسکو خدا بتاتا ہی کہ میں نے
آسمان کو تمہارے نیچے مصلح بنایا ہی کمبختوں میری عبادت کر میری
وحدانیت کا اقرار کرو میرے رسول کی تابعداری کرو جو کوئی میرا اور
میرے رسول کا اقرار کرے اُسکو کافر مت کہو نہ مانو تو جہنم میں
جاؤ پس خدا کے نلام کا تو اسقدر مطالب ہی آگے اُسپر حاشیے لگانے
اور کہنا کہ جب بنا کا اطلاق ہوا ہی تو ضرور اُسکی بنیاد کونہ پر

انٹرو مفسرین نے بھی اس آیت کی تفسیر ہمارے قول کے مطابق کی ہے
صرف اتنا فرق ہے کہ ہماری سمراں کا اطلاق بادلوں پر کیا ہے اور
انہوں نے اس نہایت چھٹ پر جو ہم کو دکھائی دیتی ہے چنانچہ ہم
اُسکو تفسیر کیلئے یہ نقل کرتے ہیں *

قال الامام فی القرۃ الثالث وهو قول ابن عباس و اکثر المفسرین
ان السموات والارض کلتا رتقا بالاستواء والصلابة ففتق الله السماء بالسطر
والارض بالنبات والشجر ونظيرة قوله تعالى والسماء ذات الارجح والارض
ذات الصدع ورجعوا هذا الارجح على ما يروى في قوله بعد ذلك وجعلنا
من الماء كل شيء حي وذلك لا يليق الا بالامام تعلق بما تقدم ولا يكون
كذلك الا اذا كان المراد ما ذكرنا فان قيل هذا الارجح مروج لان الماء
لا ينزل من السموات بل من سماء واحد وهي سماء الدنيا قلنا انما
اطلق عليه لفظ الجمع لان كل قطعة منها سماء كما يقال ثوب اخلاق
و برمة اثمار واعلم ان على هذا التاويل يبرز حمل الرواية على الاصل
يعني امام تفسیر الدین رازی نے تفسیر کیلئے میں اس آیت کی
تفسیر تیسرا قول یہ نقل کیا ہے کہ ابن عباس کا اور اور یہ ہے
مفسرین کا یہ قول ہے کہ آسمان و زمین نسبت سبب سے ہیں اور ہر ایک
ہر نے کے منہ بند تھے پھر منہ کھولا اللہ تعالیٰ نے آسمان کا منہ
بے اور زمین کا نیات اس درخت اڑ گئے سے اور اسی کی مانند خدا
کا یہ قول ہے قسم ہے پھر نے والے یا پرستہ والے ہادل کی اور
اڑ گئے والی پہاڑ والی زمین کی اور اس وجہ کو تمام وجوہ پر
ترجیح ہے اللہ تعالیٰ کے اس قول کی دلیل ہے جو اسی کے بعد
ہے کہ کیا ہم نے ہر چیز کو پانی سے زندہ اور اس آیت کا پہلی آیت
بے جب ہی جوڑ ملتا ہے جبکہ پہلی آیت کو پانی سے کچھ تعلق
ہو اگر کوئی اعتراض کرے کہ یہ وجہ ضعیف ہے اسلیئے کہ منہ
آسمانوں سے نہیں آتا بلکہ ایک آسمان سے جو دنیا کا آسمان ہے
اوترتا ہے تو اسکا جواب ہم یہ دینگے کہ دنیا کے آسمان پر جمع
کا صیغہ اسلیئے بولا گیا ہے کہ اُسکا ہر ایک ٹکڑا آسمان ہے
جس طرح کہ عرب بولتے ہیں ثوب اخلاق اور برمة اثمار اب یہ بات
بھی جانتی چاہیئے کہ اس قاریل پر جایز ہے کہ روئے کے لفظ کے
معنی آنکھوں سے دیکھنے کے کہے جاویں *

قسم پنجم میں جو آیتیں لکھی ہیں انکے الفاظ و معانی کی تشریح
انہی کے ساتھ ہے پس اب کوئی لفظ آیات قرآنی میں میری دانست
میں ایسا نہیں رہا جسپر بحث کرنا ہو *

اب میں اپنے اس آرٹیکل کو ختم کرتا ہوں اور پھر کبھی فرصت
میں انشاء اللہ تعالیٰ نسبت احادیث کے جو اس باب میں ہیں
بحث کیجاویگی و اللہ المستعان *

والسلام
سید احمد

اول تو یہ کہنا کہ عدم غیر متضاد ہی نہیں بلکہ غلطی ہی عدم
معنی نہ کبھی موجود تھا اور نہ کبھی موجود ہوگا پس اسی چیز جو
کبھی موجود ہی نہیں ہو سکتی اُسکی نسبت یہ کہنا کہ متضاد ہی یا
غیر متضاد معنی قاعدائی ہی باقی رہا عدم ممکن جسکو عدم الہی سے
تعبیر کیا جاتا ہے یہ موجود رہتی ہوتا ہے اور جب موجود ہو
تو وہ بلاشبہ متضاد ہی پس جو حقیقت آسمان کی ہم نے بیان کی
اُس پر معلوم غیر موجود ہونے کا اطلاق نہیں ہو سکتا بلکہ معلوم
الجسم کہہ سکتے ہیں اور اسی متضاد کے لئے یا جس پر متضاد
ہونے کا اطلاق ہوتا ہے اُس کا مجسم ہونا ضرور نہیں ہی خدا
تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ خلق الموت والحیۃ حالانکہ موت اور حیات
کوئی ہی جسمانی نہیں ہے پھر فرمایا ہے کہ خلق الیل والنہار و
جعل الظلمات والنور حالانکہ رات ظلمت یعنی عدم النور کا نام ہے اور نور
و نهار یعنی رات دن اور نور و ظلمت دو نور جسمانی نہیں ہیں پس
خلق کا لفظ نسبت سموات کے ہمارے کلام کے معانی نہیں ہے *

استوا اور خلق دو کلمات ہوا واحد ہی دل الامام فی تفسیرہ ثم
استوی الی اسماء کثایۃ من ایجاد السماء والارض یعنی استوا کے لفظ
سے اسماء اور زمین کا پیدا کرنا مراد ہے *

تیسرا لفظ "رتق و اتق" قابل بحث ہے ہم نے اسی آیت کے
ساتھ شاہ ولی اللہ صاحب اور شاہ عبدالقادر صاحب کا ترجمہ مع تفسیر
کے لکھ دیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ دو کلمات ہمارے کلام کے
معانی نہیں ہیں ہمارے نزدیک تو اس مقام پر سمراں بادلوں سے مراد
ہے جن پر نسبت کثرت و تعدد کے جمع کا صیغہ بولا گیا ہے اور
پڑی تائید اس کی اس بات سے ہوتی ہے کہ اسی آیت میں خدا
فرماتا ہے وجعلنا من الماء کل شیء حی اور صدقات اس آیت کی
ہر شخص وہ پیشہ اپنی آنکھ سے دیکھتا ہے ہادل آتے ہیں اور گھرے
رہتے ہیں اور نہیں پرستہ پھر اللہ تعالیٰ اُن کا منہ کھولتا ہے
اُن سے مینہ برستا ہے زمین خشک ہو جاتی ہے کھیتی نہیں رہتی
کچھ اُگانے کے قابل نہیں ہوتی اللہ تعالیٰ اُس کا منہ کھولتا ہے
سب چیز اُس میں سے پیدا کرتا ہے اور یہ سب باتیں ہمیشہ تمام
ارگ دیکھتے رہتے ہیں بعض علماء اسلام نے یہود کی تقلید سے یہ
خیال کیا تھا کہ اس آیت سے یہ مراد ہے کہ آسمان و زمین آپس
میں چمٹے ہوئے تھے جس سے بدن پر کھڑی خدا نے زمین کی کھڑی
کھینچ کر آسمان بنا دیا مگر یہ صرف یہودیوں کا قصہ ہے اسی کی
تقلید سے اُن علماء نے قرآن کی یہی تفسیر کی تھی جن لوگوں کو خدا
نے مخاطب کیا ہے وہ آسمان و زمین کی پیدائش کے وقت کہاں تھے
ہر وہ دیکھتے کہ آسمان زمین سے بدن کی کھڑی کی مانند چمٹا ہوا
تھا یا نہیں *

بہتمام علی گڑھ انسٹیٹیوٹ میں چھپا اور حافظ

محمد عبدالرزاق کے اہتمام سے شایع ہوا

THE MOHAMMEDAN SOCIAL REFORMER

تہذیب الاخلاق

[نمبر ۱۱]

۱۵ شعبان سنہ ۱۲۹۱ ہجری سنہ ۱۳۰۵ نبوی

[جلد پنجم]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

إطلاع

بخدمت ممبران و خریداران و ناظرین تہذیب الاخلاق

اس پرچہ کی پابک جس صاحب کو کچھ خط و کتابت کرنی منظور ہو یا خریداری اس پرچہ کی مد نظر ہو یا کوئی مضمون اس پرچہ میں مندرج ہونے کے لیئے بھیجنا ہو یا زر قیمت اخبار یا زر چندہ یا کچھ روپیہ بطور قرضہ کے منایا فرماتا ہو تو سید احمد خان صاحب بہادر سی ایس آئی پاس بمقام پٹارس بھیجا جاوے قرضہ تمام خط و کتابت پابک اس پرچہ کے اُنہی سے کی جاوے کیونکہ یہ پرچہ علیحدہ میں چھپکر اُن کے پاس چلا جاتا ہے اور وہاں سے تقسیم ہوتا ہے اور تمام حساب کتاب اسکا سب اُن کے پاس رہتا ہے * اس پرچہ میں صرف مضامین مفیدہ جو مسلمانوں سے متعلق ہیں چھاپے جاتے ہیں اور اس سبب سے اخبار امصار و دیار اس میں مندرج نہیں ہوتے۔ مقصود اس پرچہ کے اجرا سے یہ ہے کہ مسلمانوں کی حسن معاشرت اور تہذیب کی ترقی ہو اور جو غلط ارہام مذہبی اس ترقی کے مانع ہیں اور درحقیقت وہ مذہب اسلام کے برخلاف ہیں وہ بھی سوائے جاویں *

إطلاع

تشریح قیمت و مصرف منافع تہذیب الاخلاق

چند روپیہ پابک اس پرچہ کے بطور چندہ خراجہ بطور قیمت وصول ہو وہ کسی خاص شخص کی ملکیت نہ ہوگا بلکہ اس پرچہ کے اجرا و ترقی میں صرف کیا جاویگا * جن درستیوں نے شریک ہوکر اس پرچہ کو جاری کیا ہے اور ساتھ روپیہ سالانہ اس پرچہ کے اجرا کے لیئے بطور امداد دیتے ہیں وہ اس پرچہ کے متعلق معاملات میں بطور ممبر کے متصور ہیں اُن کو اختیار ہے کہ اگر چاہیں تو اُور کسی کو بھی بطور ممبر اپنے ساتھ شریک کریں اور جو شخص اس طرح پر شریک ہوگا اُس کو بھی ساتھ روپیہ سالانہ دینا ہوگا * یہ پرچہ ہر مہینے میں ایک بار یا دو بار یا تین بار جیسا کہ مقتضای مضامین ہوگا چھپا کر پٹارس خریداروں کو چار روپیہ سالانہ قیمت پیشگی دینی ہوگی اور اخراجات روانگی پرچہ سے اُن کو کچھ تعلق نہ ہوگا * اگر کوئی شخص کوئی خاص پرچہ خریدنا چاہیگا اُس کو فی پرچہ چار آنہ سے اخراجات روانگی پرچہ دینا ہوگا *

مضمون نمبر ۱۸۹

دافع البہتان

جناب حضرت سیدالہاج مولانا مولوی حاجی علی بخش خاں صاحب پھار سب آرڈینٹ جج گورنمنٹ نے ایک کتاب مسماۃ یہ تائید الاسلام تھریز فرمائی ہے جس میں مجتہد پر بہت سے اتہام کیئے ہیں اگرچہ میں ایسی باتوں کی نسبت کچھہ پررہا نہیں کرتا مگر بہت سے دوست بچد ہیں کہ جن عقاید کو جناب سیدالہاج نے اتہاماً تمہاری طرف منسوب کیا ہے انکی نسبت بلا بصحت و استدلال صرف اتنا لکھدو کہ حقیقت میں وہ تمہارا عقیدہ ہی یا تم پر اتہام ہی پس میں انکے ارشاد کی تعمیل کرتا ہوں *

جناب سیدالہاج ارقام فرماتے ہیں کہ مجہودہ موجودہ اسلام متضابط یعنی میرے نزدیک قطعاً باطل ہے یہ متضابط اتہام ہی میرا یہ عقیدہ نہیں ہے میں نے ایک مقام پر جہاں یہ بصحت کی ہے کہ مذاہب مختلفہ میں کونسا مذہب سچ ہو سکتا ہے اور بعد ایک انبی تقریر کے بیان کیا ہے کہ مذہب اسلام کے سوا اور کوئی مذہب سچ نہیں ہو سکتا وہاں میں نے لکھا ہے کہ اسلام سے میری مراد یہ مجہودہ احکام نہیں ہے کیونکہ اُنہوں احکام منصوصہ اور اجتہادات اور قیاسیات سب شامل ہیں جنہیں خطا کا احتمال ہے اس مقام پر میری مراد مذہب اسلام سے صرف احکام منصوصہ ہیں پس یہ کہنا کہ متضابط کے نزدیک مجہودہ موجودہ اسلام قطعاً باطل ہے کیا غلط اور کتنا بڑا اتہام ہے *

جناب سیدالہاج ارقام فرماتے ہیں کہ مجہودہ اسلام متضابط یعنی میرے نزدیک خلاف مرضی الہی ہے *

نمود بالہ من هذه الكلمات کبرت کلمۃ تخریج من افراہم ان بفولون الانذا — میرے نزدیک کوئی مذہب سوائے مذہب اسلام کے مطابق مرضی الہی کے نہیں ہے *

جناب سیدالہاج ارقام فرماتے ہیں کہ احکام معاد پر اعتقاد لانا اور صحیح جاننا متضابط کے نزدیک مانع ترقی ہے *

لعلہ خدا کی ہر آسپر جستے یہ لکھا ہو اور جسکا یہ اعتقاد ہو میں نے یہ لکھا ہے کہ جب اس سچے مذہب (یعنی اسلام) میں بھی اندر خیالات اور بد تعصبات ملجاتے ہیں تو وہ ریساہی انسان کی ترقی کا ہارچ ہو جاتا ہے لہذا یہ لفظ اور لہذا وہ عقیدہ جو سیدالہاج نے میری نسبت لکھا ہے جس وقت اُنہوں نے یہ کتاب لکھی ہے شاید خود اُنکو احکام معاد پر یقین نہ تھا کیونکہ اگر یقین ہوتا تو وہ ضرور خیال فرماتے کہ مرقا بھی

ہی خدا کے سامنے جاتا ہے میں کیرتو ایک شخص پر ایسا اتہام دروں *

جناب سیدالہاج نے ارقام فرمایا ہے کہ مجتہدات انبیاء کے اعتبار سے مجرد نبی کے قول پر یقین لانا متضابط کے نزدیک باطل ہے *

اس عبارت کا مطلب شاید مصنف ہی سمجھیں تو سمجھیں اور کوئی تو سمجھ نہیں سکتا مگر صرف اسقدر لکھنا کافی ہے کہ جناب سیدالہاج میرے آرٹیکل کا جو مطلب سمجھے ہیں وہ غلط سمجھے ہیں میں نے اُس آرٹیکل میں صرف صرف عقل ثابت کیا ہے *

جناب سیدالہاج نے ارقام فرمایا ہے کہ ایچان شریعت متضابط کے یعنی میرے نزدیک ضرور ہے *

لعلہ اللہ علی قایلہ و علی معتقدہ میرے اعتقاد میں شریعت حقہ محمدیہ خاتم شریعت ہے جیسیکہ مصدق صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبوت ہیں *

جناب سید الہاج نے ایک فقرہ میں پانچ اتہام میری نسبت کیئے ہیں — ایک ادیان سواد امام و اتعاق جوہور متضابط کے نزدیک باطل ہے — دوم — کسی عالم کے قول کا اعتبار نہیں نہ سند لائی چاہیئے — سوم — مسلمات مذہبی سے انکار کرنا نہ بدعت ہے نہ نافر ہے — چہارم — تولید ایما اربع کی طلسم و ضلالت ہے — پنجم — فقرہ حدیث پر اعتماد لانا بیجا ہے *

یہ سب کچھہ جو لکھا ہے سب غلط ہے اور تمام تو مضامین کو

تصریف کیا ہے فریق للذین یکتبوں اکتاب پڑھیں ثم یقولون ہذا من

مذ اللہ وہ لکچر جو آزادی رائے پر ہے اور جسکی تصریف جناب

سید الہاج نے فرمائی ہے اُس کا مطلب سمجھنے کو ابھی مذہب

چاہیئے پس اسقدر لکھنا کافی ہے کہ جناب سید الہاج کا یہ اعتقاد

غلط ہے وہ مطلب نہیں سمجھے یا دانستہ تصریف کی ہے *

جناب سید الہاج نے پھر ایک فقرہ میں دو اتہام کیئے ہیں —

ایک جو مسئلہ شریعت تہذیب مسئلہ متضابط کے خلاف ہو باطل

ہے — دوم — خصوصاً کثرت ازدواج — سوم — و استرقاق *

یہ اور دوسرا امر متضابط بہتان ہے میرے عقیدہ میں کوئی

مسئلہ شریعت تہذیب کے خلاف ہے ہی نہیں اور جس تعدد ازدواج کی

نسبت شروع میں اجازت ہے وہ عین تہذیب ہے اور شہرت رانی کے لیئے

شرع کو تکی پہناتا بہانہ کی مانند ہوتا ہے *

تیسرا امر البتہ کسیقدر صحیح ہے یہ تو اثر علماء متقدمین

ہی تسلیم کرتے ہیں کہ آیت کریمہ ذما منا بعد و اما ذما سے استرقاق

مگر جناب سید الحاج یہہ نہیں سمجھتے کہ جس قدر نیک عادتوں اور حسنات ہیں وہ نیچر یعنی فطرت اللہ کے برخلاف ہیں ہی نہیں کیا جناب سید الحاج عادت خلاف فطرت کو حسن سمجھتے ہیں !!!

وہ میرا قول نقل کرتے ہیں کہ مذہب خدا کا قول اور فطرت خدا کا نملہ ہی دونوں ایک ہیں *

کیا جناب سید الحاج کو اس میں شک ہی آیا اُن کے نزدیک خدا کتنا کچھہ ہی اور کتنا کچھہ ہی !!!

جناب سید الحاج میرا قول نقل کرتے ہیں کہ طریقہ لباس و اکل و شرب و اخلاق و عادات ایسی اختیار کرنی چاہئیں جس سے تہذیب یافتہ قوموں کی نظر میں حقارت نہ ہو *

کیا جناب سید الحاج کی خواہش اسکے بر خلاف ہی کیا اپنی قوم کو تمام تہذیب یافتہ قوموں کے سامنے حقیر و ذلیل رکھنا چاہتے ہیں کیا اُنکی مرضی ہی کہ مسلمان ہمیشہ ذلیل رہیں اور تہذیب یافتہ قوموں کی نگاہ میں اُنکی کچھہ قدر و عزت نہر !!!

جناب سید الحاج میری نسبت الزام لگاتے ہیں کہ میں قری قریٰ کو دیگر حسنات پر ترجیح دیتا ہوں ' دل و جانم ندائے ایں الزام جناب سید الحاج ہاد بلا شبہہ میرا یہہ عقیدہ ہی یہی مساب ہی اور یہی قول ہی اور خدا اسی قول پر میرا خاتمہ کرے کہ ہم اداے فرایض کے کوئی عبادت قومی پہلائی میں کرشمہ کرنے سے بہتر نہیں ہی انہم احینا علیہ و امتنا علیہ آمین ہاں ابتداء خرد فرض نفس کے بندے قومی پہلائی میں کرشمہ کرنا بہرہ ویدائہ سمجھتے ہیں *

جناب سید الحاج ارقام فرماتے ہیں کہ میں نے توہین حرمیں شریفین کی ہی اور اُسکے نبوت پر میرا یہہ قول نقل کیا ہی کہ خواجه سرا روضہ متبرکہ رسالت مآب صلعم پر اور خانہ کعبہ پر متعین کیئے ہیں اور یہہ ہیہہ کے پیرائے مسلمان اُسکو ہام انتصار جالتے ہیں *

فاطون انصاف کوینکہ کہ اس نفرا سے توہین حرمیں شریفین استیظا کرتا جناب سید الحاج کے علم و اجتہاد اور دیانت اور دینداری کا کیسا برا قیوت ہی کیا یہہ استیظا دیدہ و دانستہ اتہام نہیں ہی مسلمانوں میں خواجه سرا کے رواج اسلام کو داغ لگاتے والا ہی کیونکہ سراے مسلمانوں کے اور کسی قوم میں یہہ رواج نہیں ہی یہہ جو فعل کہ حرام و مہرور شرعی ہی اُسکے مرتکب ہوتے ہیں اور یہہ اُنہی لوگوں کو حفاظت روضہ مطہرہ اور خانہ کعبہ پر متعین کرتے

مہرور ہی مگر وہ علمہ اُس کو مہرور مانتے ہیں میں مہرور نہیں مانتا *

جناب سید الحاج ایک دھوکہ کی عبادت میں میری نسبت واعظین و صوفیہ و علماء مدرسین پر سب و شتم کرتا لکھتے ہیں *

یہہ قول قول عبادت جس میں کل واعظین و صوفیہ و علماء داخل ہیں سید الحاج کو لکھنی مناسب نہ تھی جن مکار واعظین و صوفیہ اور علماء دھام کن ٹیکونامی چند کی نسبت میں نے لکھا ہی اُنکی نسبت سب لکھتے آئے ہیں مولانا رزم کی مثنوی دیکھو امام غزالی کی احیاء العلوم پڑھو *

جناب سید الحاج ارقام فرماتے ہیں کہ میں نے احکام مہرور مثل جنس و قار صراط و میزبان و صرور و حشر اجساد وغیرہ و مذاب قبر وغیرہ جو مہرورسات نہیں ہیں باطل ٹہراتے ہیں *

یہہ محض اتہام ہی میں نے ایک حرف بھی اب تک اُن کی نسبت نہیں کہا نعیم جنس و رعید جہنم پر اور ہمت ہمدانوت پر میں اعتقاد رکھتا ہوں باقی رہی ان کی کیفیات وہ ہر شخص موافق اپنے مذاق کے یہاں کرتا آیا ہی چنانچہ امام غزالی کی کتاب احیاء العلوم ان باتوں سے پر ہی *

جناب سید الحاج ارقام فرماتے ہیں کہ صرف فرایض پر عمل کرنا وہ بھی نیچر کے موافق ہوں کافی ٹہرایا ہی *

اگرچہ اس میں بھی تدلیس کی ہی مگر بلاشبہہ میرا اعتقاد ہی کہ جس قدر کہ فرایض مذہب اسلام میں ہیں وہ فطرت اللہ یعنی نیچر کے مطابق ہیں اور بلاشبہہ صرف فرایض کا ادا کرنا اور گناہوں سے بچنا ہمیشہ میں جانے کو کافی ہی *

جناب سید الحاج نے ارقام فرمایا ہی کہ جو عبادت خلاف نیچر ہو اُس کو میں نے باطل ٹہرایا ہی *

اس میں بھی تعریف کی ہی کیونکہ میں نے کہا ہی کہ زہد و ریاضت کو صرف راتوں کو جاگنے اور ذکر و شغل کرنے اور نقل پڑھنے اور نقل روزہ رکھنے میں منحصر سمجھنا (قطع نظر اس کے کہ اُن کا ایسا کرنا اور حد امتدال سے گذر جانا قیوت قدرت کے برخلاف ہی مقصود شارع ہی یا نہیں ہم تسلیم کرتے ہیں کہ وہ عبادت سہی) مگر اُس کے سرا اور نیک باتوں کو عبادت نہ سمجھنا جو اُن سے زیادہ مفید ہیں بڑی غلطی ہی — کیا یہہ مقصود اور کیا یہہ اتہام جو جناب سید الحاج نے بایں دہری دینداری سمجھپور کیا ہی *

جناب سید الحاج ارقام فرماتے ہیں کہ جس قدر عادات و حسنات خلاف نیچر ہوں اُن کو میں نے باطل ٹہرایا ہی *

جو لڑائی میں قید ہوئی تھیں نکاح کیا تھا جس طرح کہ جناب سید الحاج ایہہ اہل بیت پر تہمت لگانا چاہتے ہیں اُس طرح بغیر نکاح بطور لونڈی کے کسیکو تصرف میں نہیں لائے سنی صرف اس مطلب سے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا حق ہونا شیعوں پر ثابت ہو ایہہ اہل بیت پر اونٹنیوں کے تصرف کی تہمت لگاتے ہیں ورنہ وہ ازدواج مطہرات منکوحہ اہل بیت علیہم السلام نہیں صحابہ و تابعین کی نسبت بھی کوئی کاپی بدعت اسباب کا نہیں ہی کہ قیدی مردوں کو بطور لونڈیوں کے بلا نکاح انہوں نے تصرف کیا ہو اور کچھ شبہ نہیں کہ ایہہ کریمہ اما منا بد و اما نداد اخلاقیہ ہی جو اساری کے حق میں قائل ہوئی اور جس سے غلامی ممدوم ہوگئی پس جو شخص ایہہ اعتقاد رکھتا ہو اُس کی نسبت یہ کہنا کہ انبیاء و صحابہ و اہل بیت پر سب و شتم لازم کیا ہی کرسا اتہام ہی *

جب سلطنت سلطین کے ہاتھ آئی پھر مقتدیوں کو اور قاضیوں کو کیا تو تھا ایہہ اما منا بد و اما نداد کو منہ دیا اور ملا دو بیازہ کے قاضی بن گئے قطع نظر اس کے بعد غزوات و انفراس زمانہ خلافت عہد حقہ کونسی لڑائی جہاد جاپز خالصاً لاء واسطے اعلان کلمۃ اللہ کے تھا جس کی بندی کو جناب قاضی و مفتی نے حلال کر دیا تھا اور جس طرح کہ مکہ معظمہ میں لونڈی و غلام بیچے جاتے ہیں یہہ کونسی شرع کی رو سے جائز ہیں شریعت ممدومہ کی رو سے تو یقینی حرام ہیں *

ہاں ایک الزام میرے اوپر ٹھیک ہی کہ میں نے برخلاف جمہور مسئلہ استرقاق کا بیان کیا ہی مگر جب میں دل سے یقین کرتا ہوں کہ خدا اور کتاب اللہ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ساتھ ہیں اور یہہ میرا یقین کامل اور نہایت پختہ ہی تو مجھ پر اس اختلاف سے کچھ گڑ نہیں ہی بغرض مصالح اگر میری سمجھنے نے غلطی بھی کی ہو تو یہی اس اختلاف کا کچھ مضائقہ نہیں ہی کیونکہ مجھ پر کامل یقین ہی کہ ممدومی استرقاق منصرس قرآنی ہی اور میں مرضی خدا و رسول کی پس ممکن ہی کہ جناب سید الحاج یا اور مسلمان کہیں کہ میں غلطی پر ہوں الا ان امور کے سبب کافر کہنا اور سب و شتم انبیاء و صحابہ و ائمہ اہل بیت علیہم السلام کا اتہام کرنا کچھ دیانت کی بات نہیں ہی یہہ بھی یاد رہے کہ میری تحقیق میں غلامی کسی شریعت کا حکم شرعی نہ تھا قندہر و لا فعل ما لیس اک یہ علم *

جناب سید الحاج میرا قول نکل کرتے ہیں کہ احکام نیچور (یعنی نظریات اللہ) کبھی نہیں ٹوٹنے کا اور پھر اُس پر تدریج فرماتے ہیں کہ معہذا احکام حشر و نشر و نما و اطل تہرینکے *

ہیں اور ان ہیٹے کے پھوٹوں کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہر آتی کہ آنحضرت کے حکم کے برخلاف کام کرتے ہیں اور پھر اُنہی کو روضہ مبارک کے سامنے لیتا ہے اور حیات النبی کا بھی اعتقاد رکھتے ہیں اگر غیرت اور خدا و رسول سے شرم ہوتی تو چپنی ہو پانی میں قرب کرتے مگر اُس سے بھی زیادہ تمسک ہو کر یہہ ہی کہ ہمارے مشہور بہ بشارات عجیبہ سید الحاج جناب مولانا علی بخش خان صاحب بہادر سب آر قینت حج گورنور اعلیٰ قاضی الہند شریعت انگریز فرماتے ہیں کہ حرمت شریعت میں حواجہ سراؤں کی تعیناتی کو برا جاننا توہین حرمت شریعت ہی سیکنس اللہ و بعدہ سیکنس اللہ و بعدہ !!

جناب سید الحاج ارقام فرماتے ہیں کہ میں نے تعلیم دینیات کی جو مروج ہی غیر مفید ٹھوٹتی ہی اور اُس کی دلیل میں میرا یہہ قول نکل کیا ہی کہ ”زمانہ حال میں دینیات کی تعلیم بھی مسلمانوں میں مفید طریقہ ہو نہیں ہی اور کونسی عام مفید مروج نہیں ہی“ *

اے مسلمانوں انصاف کرو کہ میرے اس قول کا یہہ مطلب ہی جو جناب سید الحاج نے نکالا ہی کیا اُنکا ایسا کہنا اتہام نہیں ہی اور کہ ”دینہ و دانستہ اُنہوں نے یہہ غلط نہیں لکھا ہی کچھ طریقہ تعلیم کو غیر مفید کہنا اور کچھ تعلیم دینیات کو غیر مفید کہنا *

جناب سید الحاج ارقام فرماتے ہیں کہ میں نے جو تمہید غلامی کے آرٹیکل میں لکھی ہی اُس سے سب و شتم انبیاء سابقین اور لاحقین اور صحابہ و اہل بیت و عام امت مرحومہ کی لازم آتی ہی *

یہہ قول اُنکا محض غلط ہی قبل نزول امتناع کسی فعل کے اُس فعل کے مرتکبیں کو گنہگار اور مرتکب فعل حرام کا جاننا صرف جناب سید الحاج کا عقیدہ ہی ایک زمانہ میں حقیقی بہن سے نکاح منع تھا اور بعض ایسی انبیاء سابقین میں سے اسکے مرتکب ہوئے اسبطرح حقیقی دو بہنوں سے ایک ساتھ نکاح کرنا منع نہ تھا متعدد انبیاء اس فعل کے مرتکب ہوئے شراب کی حرمت جب تک نہ ہوئی تھی تمام انبیاء سابقین اور اکثر صحابہ اُس کے مرتکب ہوئے پس اب اگر کوئی شخص یہہ بیان کرے کہ بہن سے نکاح کرنا حرام ہی دو بہنوں کو ایک ساتھ نکاح میں لانا حرام ہی شراب پینا حرام ہی تو وہ کیا انبیاء سابقین اور صحابہ کرام پر سب و شتم کرتا ہی *

ہر کچھ میں نے نسبت غلامی کے لکھا ہی اول میری تحقیق دریافت کوئی چاہیئے تھی میرا یہہ عقیدہ نہیں ہی کہ کسی نبی نے انبیاء سابقین سے اور لاحقین سے جناب خاتم الانبیاء تک کسی مرد پر بغیر نکاح کے تصرف کیا ہو ایہہ اہل بیت علیہم السلام نے اُن مردوں سے

اعتراض کرنا اور کچا عالموں کی تفسیر کو غلط بتانا یا یہ کہہ کر کہ
ہیئت جدیدہ کی تردید کسی کتاب میں نہیں ہے *

جناب سید الحاج ارقام فرماتے ہیں کہ میں نے ایڈیٹس و اسٹیل
کو پیچیدہ ٹھہرایا ہے *

مگر مجھے سے پہلے فردوسی و انوری و سعدی کو اورک پیچیدہ
ٹھہرا گئے ہیں اگر میں نے اسٹیل و ایڈیٹس کو پیچیدہ ٹھہرایا تو کچھ
گناہ نہیں کیا *

ہاں شاید جناب سید الحاج اس لیے غلط ہوئے ہونگے کہ میں نے
جناب ممدوح کو پیچیدہ ٹھہرا دیا ہے نہ تو یہاں کچھ معاف فرمائیے اسی لیے
کہ میں جناب ممدوح کا مرتبہ اُس سے بھی زیادہ سمجھتا ہوں وہ تو
پیچیدہ ان سبقت تھے الا میں جناب سید الحاج کو عدائے بہتان و اتہام
جانتا ہوں *

جناب سید الحاج ارقام فرماتے ہیں کہ میں نے بمقابلہ فلسفیانہ
جدیدہ کے قرآن و حدیث کو پیکار قرار دیا ہے اور اذلہ ذلکہ شرعیہ کا
مطلوبہ بیان کیا ہے *

لَمَّا أَتَى عَلَى قَائِدِهِ وَ عَلَى مَعْقِدِهِ وَ عَلَى مَنْ يَنْسَبُ هَذَا الْقَوْلُ إِلَى
مَنْ لَمْ يَعْتَقِدْهُ وَ لَمْ يَقُلْهُ اسبقدر کہنا پس ہی کیا مادہ ہی ایسے
اتہامات سے اور کیا نتیجہ جناب سید الحاج نے اس میں سمجھا
ہی *

جناب سید الحاج ارقام فرماتے ہیں کہ میں نے خاتم الانبیاء صلعم
کو نیچرول است ٹھہرایا ہے *

میں نے تو یہ کہ لفظ نہیں کیا اور اگر جناب سید الحاج نے بطور
تعمیر یہ کہ لفظ جناب خاتم المرسلین کی نسبت ارقام فرمادیا ہے تو
اُس کا مظلمہ خود جناب سید الحاج کی طرف سے رہیگا کیونکہ
سید الحاج کے ہم مشرب عامہ کے فتنوں سے پہلے ہی یہ کہنا
ہو چکا ہے کہ نبی کی نسبت کلمہ تعفیر کا ہر قصد نقل کرنا بھی
نفر ہی پس ایسے کلمہ کا ایجاد کر کے کہنا بطریق اولیٰ نافر ہوگا *

جناب سید الحاج ارقام فرماتے ہیں کہ میں نے مادہ عالم کو
ارلی و ابدی ٹھہرایا ہے اگر لفظ مادہ سے کوئی ہی علاقہ ذات باری کے
مراد ہے تو ایسا اعتقاد کرنے والے ہر تو میں لعنت بھیجتا ہوں اور
اُس کو کافر سمجھتا ہوں اور اگر مادہ سے میں ذات باری مراد ہو
(گو لفظ مادہ کا اطلاق اہل علم ہر گاہ) جیسا کہ بڑے بڑے اکابر
بزرگان دین اہل وجد و وحدت وجود کا مشرب ہی تو میں کہتا ہوں
کہ بلاشبہ خدا ازلی و ابدی ہے نہ در من دل *

مگر میں نہایت ادب سے مرض کرتا ہوں کہ جناب یہ میرا
مطلب نہیں ہے حضور نے تصدیق یا عطاء غلطی فرمائی ہے حشر و نشر
و نفا خود فیہر و فطرت اللہ میں داخل ہے اور جب وہ ہر گاہ میں
فیہر ہوگا افسوس ہے کہ جناب کو نہ قرآن کے لفظ فطرت اللہ کی
تصدیق ہے اور نہ انگریزی لفظ فیہر کی مگر قلم پکڑ کر جو دل میں
آتا ہے انگریز تحریر فرما دیتے ہیں *

جناب سید الحاج مجھے ہر اتہام فرماتے ہیں کہ میں نے احادیث
کی صحت کا انکار کرتا ہوں *

لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم یہ بعض غلط اتہام میری
نسبت ہے میں خود پیچیدہ حدیثوں سے جو میرے نزدیک روایت
و درایت صحیح ہوتی ہیں استدلال کرتا ہوں *

جناب حضرت سید الحاج میری نسبت اتہام فرماتے ہیں کہ
قواعد صرف و نحو و معنی و بیان و اصول کے موافق معنی قرآن
و حدیث کے لینے جایز نہیں *

بعض کذب و اتہام ہے اور لفظ ”جایز نہیں“ ایک عجیب
لفظ ہے یہو حال میں نے اُس سے زیادہ نہیں کہا ہے جو شاہ ولی اللہ
صاحب نے تفسیر نور الکبیر میں لکھا ہے — بلاشبہ معنی قرآن کے
موافق معاورہ عرب اول کے لینے چاہیئیں جس زبان و معاورہ میں
قرآن مجید نازل ہوا ہے *

جناب سید الحاج مجھے ہر یہ اتہام کرتے ہیں کہ اگر علوم
جدیدہ میں مذہب اسلام خال انداز ہو تو مذہب اسلام کا چہرہ دینا
قائم ٹھہرایا ہے *

سبھان اللہ کیا داد سبقت نہی ہی جناب یہ مطالب نہیں
ہے بلکہ یہ مطالب ہے کہ مذہب اسلام ایسا پختہ ہے کہ کتنے ہی
علوم جدیدہ کیوں نہ پڑھیں جاریں الا مذہب اسلام سے بد اعتقادی نہیں
ہر سکتی ہے ایسے لچر اصول مذہب کے جیسے کہ جناب سید
الحاج نے اختیار فرمائے ہیں اور جن میں کے بڑے در اصول بہتان
کرنا اور اتہام لگانا اور کلمہ گریں کو کافر کہنا ہی اُن کا چہرہ دینا تو
میں لازم ٹھہراتا ہوں *

جناب سید الحاج ارقام فرماتے ہیں کہ میں نے اعتراض فلسفیانہ
قرآن شریف پر کیئے ہیں اور اُس پر میرے بیان کو بطور دلیل کے لائے
ہیں کہ ہیئت جدیدہ کی تردید کسی کتاب میں نہیں ہے اور جو
تفسیر عالموں نے لفظ سے انسان کے پیدا ہونے کی لکھی ہے وہ سن
تشریح سے غلط معلوم ہوتی ہے *

اگر انصاف و دیانت دلہا میں باقی ہے تو جناب سید الحاج
منہج البہتان کے اتہام کو خیال کیا جاوے کہ کچا قرآن مجید پر

یہ تھریو جناب سید الحاج کی اتھام منھس ہی جبکہ وہ
دیدہ و دانستہ اتھام کرتے ہو مستعد ہیں تو اُس کا علاج کیا ہی
بلاشبہ میوڑی ہائست میں جہاد جہراً مسلمان کرنے کے لئے نہیں ہی
بلکہ صرف اعلا کلمۃ اللہ کے لئے ہی جیسا کہ میوڑی تھریوڑوں سے ظاہر
ہی *

جناب سید الحاج ارقام فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک اسلام صرف
اسی قدر کا نام ہی کہ خدا کو ماننا اور بندوں کے ساتھ براہِ ربی پرتنا
اس پر میرا یہ قول سند لائے ہیں کہ ”مجھے مذہب اسلام کا مسئلہ یہ
ہی کہ خدا کو ایک جاننا اور انسان کو اپنا بھائی سمجھنا“ اب
صاحب تمیز خود غور کریں کہ جناب سید الحاج نے لفظ ”اسی قدر“
کا نام ہی ”اپنی طرف سے بڑھا کر اور میرے مطلب کو تھریف کرکے
کیا عمدہ داد دینداری دی ہی *

گر مسلمان ہی میں اس کے واسطہ دارہ

و اے گر در پس امروز ہر فردائی

جناب سید الحاج ارقام فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک اہل سنت
و خیرہ جو فرقہ اسلام کے ہیں سب باطل ہیں صرف ملت نیچریہ حق
ہی *

میں چاہتا ہوں کہ جناب سید الحاج اگر ہم دونوں ملکر کہیں کہ
اعتدال علی الکذبین اور ہمارے اور اُنکے دوست ہکار کو کہیں بیش
ہے — معلوم نہیں کہ جناب سید الحاج نے ایسی لغو اور پیورہ باتوں
سے کیا فائدہ سمجھا ہی *

جناب سید الحاج لکھتے ہیں کہ میرے نزدیک جو مسئلہ شریعہ
خلاف عقل و مخالف نیچر ہو وہ باطل ہی *

معلوم نہیں کہ جناب سید الحاج الٰہی راہ کیوں چلتے ہیں یہ
کیوں نہیں فرماتے کہ میرے عقیدہ میں کوئی مسئلہ شریعہ خلاف
محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا خلاف عقل و خلاف فطرت
اللہ یعنی نیچر کے نہیں ہی *

تو سم نہ رسی یکہ اے امرابی

کیں وہ کہ تو میوڑی بترکستان است

جناب سید الحاج فرماتے ہیں کہ میں حدیث صحیح کو اپنے
خلاف دیکھ کر باطل سمجھا ہی اور شیطان سپکھنے کا کناہ
ابوہریرہ پر کیا ہی *

جو حدیث ضعیف یا مضعف کہ جناب سید الحاج کے نزدیک
صحیح ہو یہ کبھی ضرور نہیں کہ سب لوگ اُسکو صحیح سمجھیں
جناب سید الحاج کے نزدیک وہ حدیث صحیح ہوگی میرے نزدیک
نہیں ہی اور شیطان سپکھنے کی تسبیح کا جناب حضرت ابوہریرہ

فرلاہ و ازلانا لہما کان الذی کان
فانا ابد حقا و ان اللہ مولانا
واقامینہ قاعلم اذا ماقلت انسانا
فلا تصعب بانسان فقد اعطاک یرہانا
فکن حقاً و کن خلقاً ککن باللہ رحمانا
و مد خلفہ منہ ککن روحاً و ریحانا
قاملینا ما یدور بہ فینا و اعطانا
نصار الامر مقسوماً یا یاء و ایزانا
فاحیاء الذی یدری قلبی حیون احیانا
و کنا فیہ اکوانا و ازمانا و احیانا
ولیس یدایم فینا و لکن ذاک احیانا

انسوس ہی کہ جناب سید الحاج کو ان مضامین پر غور کرنے کو
ایک مدت درکار تھی مگر انہوں نے بے سوچے سمجھے جو چاہا
لکھ دیا — ولاتنف ما لیس لک بہ علم ان السمع والبصر والفؤاد کل اولئک
کان منہ مستورک *

جناب سید الحاج فرماتے ہیں کہ میں نے لکھا ہی کہ شہدہ
دوسرے خدا کے وجود کا زایل نہیں ہو سکتا *

اس کا مطلب کیا ہی آیا یہ مطلب ہی کہ میں معتقد دوسرے
خدا کا ہوں تو میں لعنت بھیجتا ہوں مشرک پر اور ہو اور قین یا
اُس سے زیادہ خدا ماننے والے پر اور اگر یہ مطلب نہ تو جناب سید
الحاج کا تھریف کرکے مطلب بیان کرنا ایک قسم کا اتھام ہی — جو
تذہب کہ میں نے اُس مقام پر بیان کیا ہی اُس پر ایک شہدہ وارد
کیا ہی اور لکھا ہی کہ ہم ایسے شہدات پر شرما مکلف نہیں ہیں *

جناب سید الحاج ارقام فرماتے ہیں کہ میں نے لکھا ہی کہ
اعتقادات جو خلاف نیچر ہوں باطل ہیں اور عملیات معینہ فقہ
باطل ہیں *

جناب سید الحاج فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک عمارہ مذہب
اسلام کے دوسرے مذاہب بھی صحیح ہو سکتے ہیں *

میں نہیں جانتا کہ یہ مطلب جناب سید الحاج نے کہاں سے احتیاط
فرمایا ہی میرا تو یہ مذہب ہی کہ مذہب اسلام ہی سچا مذہب
ہی اور جو مذہب سچا ہوگا وہ اسلام ہی ہوگا *

جناب سید الحاج فرماتے ہیں کہ جہاد سے میوڑی مراد اُس قسم
کی لڑائی ہی جیسی مثلاً جرمن اور فرانس میں ہوئی تھی نہ واسطے
قائم ہونے دین اور اعلام کلمۃ اللہ کے *

صاحب نے بیجا قول دیا ہی اور عرب اول کے مٹارے کو خلاف قاعدہ
مقررہ نحو قرآن مجید میں تسلیم کیا ہی اور اُسے صلیح مانتا ہی
مگر مجھ کو شبہ ہے کہ جناب سیدالہاج مولانا شاہ ولی اللہ صاحب
کو بھی مسلمان جانتے ہیں یا نہیں کیونکہ اہل ہندوؤں اُنکی بھی
تکفیر کرتے ہیں *

جناب سیدالہاج ارقام فرماتے ہیں کہ میں نے اصول و فروع اسلام
سے اپنے اختلاف کا اقرار کیا ہی *

یہ الفاظ تو جناب سیدالہاج کے دل کے پشاوراں ہیں مگر بلاشبہ
اس زمانہ میں جو مسائل مسلمانوں میں رایج ہیں اُن میں سے
چند مسائل سے مجھ کو اختلاف ہی معلوم ہے کہ میری دانستہ میں وہ
مسائل خلاف شرع ہیں اصول و فروع سے اختلاف ہونا جو جناب
سیدالہاج تصدیق فرماتے ہیں یہ بعض اہام ہی *

اب میں اُن چند عقیدوں کا ذکر کرتا ہوں جو جناب سیدالہاج
مولوی علی بخش خاں صاحب نے اپنی طرف سے گھڑ کر لکھے ہیں اور
اتہاماً میری طرف منسوب کیے ہیں *

عقیدہ اول

جناب سیدالہاج نے اس عقیدہ کو میری طرف منسوب کیا ہی
اور لکھا ہی کہ میں نے ایک مادہ اور ایک ذات باری ہر چیزوں کو
ازلی قرار دیا ہی اور لکھا ہی کہ تقدم ذات باری کا مادہ وجود عالم پر
نہیں ہی اور پھر لکھا ہی کہ ذات باری خالق مادہ اصلی عالم کی
نہیں ہی اور نہ اُس کے فنا پر قادر ہی *

ان میں سے ایک بھی میرا عقیدہ نہیں ہی اور نہ میں نے کہیں
یہ باتیں بیان کی ہیں جو انہوں نے لکھی ہیں بعض بہتان اور
افترا ہی *

ذات اور صفات باری کی نسبت تین مذہب مسلمانوں میں قدیم
سے چلے آئے ہیں — ایک یہ کہ صفات باری عین ذات ہیں —
دوسرے یہ کہ غیر ذات ہیں — تیسرے یہ کہ نہ عین ہیں نہ
غیر ہیں — میں مذہب اول کو صحیح سمجھتا ہوں اور اسقدر
میں نے بیان کیا ہی اور اس سے زیادہ جقدر بیان ہی وہ سب افترا
اور بہتان ہی اور نہ وہ میرے الفاظ ہیں جو جناب سیدالہاج نے
لکھے ہیں *

عقیدہ دوم

جناب سیدالہاج اس عقیدہ کو میری طرف منسوب فرماتے ہیں
کہ ذات باری علیٰ قاعدہ وجود ہر شی کی نہیں ہی ذات باری تعالیٰ
کو خالق تک ہی کہنا حقیقت میں غلط و جارحانہ اور سبازا صحیح
نہیں *

کی طرف جناب سیدالہاج نے مجھے پر اتہام کیا ہی 'خود کیا
ہی مجھے پر لگایا ہی میں تو اس حدیث ہی کو صحیح نہیں
سمجھتا جناب سیدالہاج نے ارقام فرمایا تھا کہ حضرت ابوہریرہ نے
صلی اللہ علیہ وسلم کا شیطان سے سیکھا (نور اللہ منہا) اُس پر میں
نے لکھا کہ جناب مولوی علی بخش خاں صاحب بہادر سب آردینک جج
گورکھپور نے اپنے رسالہ شہاب ثاقب صفحہ ۲۲ میں لکھا ہی کہ
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شیطان کے شاگرد ہوئے اور صلی
اللہ علیہ وسلم کا اُس سے سیکھا اس عداوت کے بعد میں نے لفظ
نور اللہ منہا کا بھی لکھا ہی جس سے ظاہر ہی کہ میں قول جناب
سیدالہاج کو غلط جانتا ہوں اُس پر جناب سیدالہاج نے مجھے پر یہ
اتہام کیا ہی کہ میں نے شیطان سے سیکھنے کا کناہ ابوہریرہ پر کیا
ہی انورس ہی کہ جناب سیدالہاج کو ایسی باتیں لکھنے میں کچھ
احتیاط بھی نہیں ہوتا *

جناب سیدالہاج ارقام فرماتے ہیں کہ میرا یہ بیان ہی کہ مادہ
عالم منجملہ صفات باری ہی لہذا وہ عین ذات ہی اور اُسکا خالق
اللہ تعالیٰ نہیں ہی ورنہ اپنی ذات کا خود خالق ہوگا اور فنا ہونا
مادہ عالم کا بھی مستعد ہی اور عالم پر تقدم ذات باری کو نہیں ہی
اور ذات باری مادی ہی *

کیا عجیب سمجھ جناب سیدالہاج کی ہی اور کیا عمدہ مقدمات
اس میں ترتیب دیئے ہیں کہ شیخ اکبر کی روح غرض ہوگئی ہوگی
پھر جو کچھ لکھا ہی بعض غلط لکھا ہی جناب بلاشبہ صفات باری
اُسکی عین ذات ہیں مگر یہ مسئلہ آپ کی سمجھ سے باہر
ہی اس میں آپ کیوں دخل فرماتے ہیں الا اسقدر آپکو معلوم کرنا
چاہیئے کہ جو کچھ آپ سمجھتے ہیں وہ سب غلط ہی اور جو الفاظ
آپ نے ارقام فرمائے ہیں وہ میرے نہیں ہیں سب آپ کے دل کے
پٹائے ہوئے الفاظ ہیں ابھی تو آپ حاجی ہی ہوئے ہیں مگر جب منصور
کے رتبہ پر پہنچیں گے گا جب میرے اُن نظروں کے معنی سمجھیں گے جو
میرے صفات و ذات کی حقیقت میں لکھے ہیں *

جناب سیدالہاج ارقام فرماتے ہیں کہ میرا بیان ہی کہ نکات
بلاغت و اشارۃ النص ودلائل النص باطل ہیں *

غلط ہی میرا یہ قول نہیں ہی بلاشبہ میری سمجھ ہی کہ قرآن
مجید کے معنی اُسی طرح پر لپٹے چاہیئیں جس طرح اعراب عرب
سمجھتے تھے اور چنانچہ زبان میں قرآن مجید نازل ہوا ہی یہی
مشرّب شاہ ولی اللہ صاحب کا ہی جیسا کہ انہوں نے تفسیر نورالکبیر
میں لکھا ہی یہاں تک کہ جو باتیں قواعد مقررہ سیوریہ و فراء
کے خلاف قرآن مجید میں ہیں اُن کی تائید کو بھی شاہ ولی اللہ

یہہ بالکل اتہام معض ہی قانون فطرت کہی نہیں ٹوٹتا کیونکہ جو کچھ خدا کرتا ہی وہی قانون فطرت ہی *
نیچر ایک انگریزی لفظ ہی اور وہ تھیک تھیک مرادف ہی لفظ فطرت الہ اور قانون قدرت کے ابھی بہت مدت چاہیئے کہ جناب سید الحاج ان لفظوں کے معنی سمجھیں *

عقیدہ اول

میری ایک تقریر کا جناب سید الحاج نے یہہ نتیجہ نکالا ہی کہ دوسرا علت الہال کسی دوسرے عالم کا مستنح عقلي نہیں ہی * اس میں بھی جناب سید الحاج نے تشریف کی ہی اور مطلب کو اُٹا بیان کیا ہی میں نے بیان کیا ہی کہ مذہب اسلام کا عقیدہ یہہ ہی ”کہ وہ ہستی جس کو ہم الہ کہتے ہیں واحد فی الذات ہی یعنی مثل اُس کے دوسری ہستی نہیں اور اُس کے ثبوت میں ایک تقریر کی ہی اور ایجاد عالم سے اُس پر استدلال کیا ہی اور پھر تسلیم کیا ہی کہ اس تقریر پر وہ شبہ جو ابن کمونہ کا ایک مشہور شبہ ہی اور جس کے حل کرنے میں بڑے بڑے علما عاجز رہے ہیں وارد ہوگا ہی مگر وہ ایک خیالی اور دھمی شبہ ہی اور یقین دلائے تو کافی نہیں اور مذہب اسلام میں ایسی باتوں پر تکلیف نہیں ہی کیا یہہ تقریر اور کیا وہ اتہام جو جناب سید الحاج نے کیا ہی ایسے لفظوں سے جو ٹوک دل سے نہیں نکل سکتے *

عقیدہ دوم

اس عقیدہ میں میری نسبت متعدد اتہام خالص ملے کرے اُنہوں نے جمع کیئے ہیں اس لیئے ہم قرآن کریم کی تفصیل کریں گے *
قرآن ”سوائے عقل کے کوئی رہنما نہیں — بے شک عقل رہنما ہی اور اسلام اور کفر میں جو تمیز کرنے والی ہی وہ بھی عقل ہی جناب سید الحاج نے اس کتاب میں عقل سے کام نہیں لیا اسی واسطے غلطی میں پڑے اور اگر دیدہ و دانستہ اتہام کیا ہی تو بھی عقل سے کام نہیں لیا *

قرآن ”حسن و قبح تمام اشیاء اور احکام کا عقلي ہی نہ شرعی — مستفہمین اہل اسلام کے اس کی نسبت دو مذہب ہیں — ایک یہہ کہ حسن و قبح تمام چیزوں کا عقلي ہی — دوسرے یہہ کہ شرعی ہی میرے نزدیک بلا شبہ پہلا مذہب صحیح ہی *

قرآن ”لہذا باوجود قانون قدرت کے یعنی نیچر کے ہمیشہ انبیاء کی ضرورت نہیں ہی — غالباً یہہ عقیدہ اور یہہ سمجھہ خود جناب سید الحاج کی ہوگی کہ میرا یہہ عقیدہ ہی نہ میں نے یہہ کہا بلکہ ہمیشہ انبیاء نیچر کی در سے ضروری ہی *

جناب سید الحاج نے مجھے پر یہہ سب اقترا اور بہتان کیا ہی میرا یہہ عقیدہ نہیں ہی میں نے صرف اس قدر لکھا ہی کہ ذات باری تمام کائنات فی علت الہال ہی *

عقیدہ سوم

جناب سید الحاج نے اتہاماً میرا یہہ عقیدہ پھرایا ہی کہ مادہ عالم کا قیامت کے روز فنا ہو جانا مستنح بالذات ہوگا و کل من علیہا فان صحیح نہ ٹھہریگا *

جناب سید الحاج نے معض اتہام کیا ہی میرا یہہ عقیدہ نہیں میں نے لکھا ہی کہ اگر تمام موجودات کے عوارض نوعیہ یا شخصیتہ معلوم ہو جاویں تو جو کچھ باقی رہیگا وہ نا قابل عدم ہوگا و قد قال اللہ تبارک و تعالیٰ ذل من علیہا فان و یبقی وجہ ربک ذوالجلال و الاکرام اس قول کی حقیقت جناب سید الحاج نہیں سمجھتے اُن کو شیخ اکبر کی کتابیں پڑھانی چاہیئیں اور مسئلہ وحدت وجہ کو سمجھنا چاہیئے جب سید اکبر کے قول کو سمجھیں گے *

عقیدہ چہارم

یہہ جناب سید الحاج نے اس عقیدہ کا میری نسبت اتہام کیا ہی کہ ذات باری مادی ہی یا یوں کہو کہ مادہ اور غیر مادہ سے مرکب ہی یا محل مادہ کا ہی *

انوسر ہی کہ جناب سید الحاج کو بہتان پر بہتان لگانے میں کچھ لحاظ نہیں ہوتا میرا یہہ عقیدہ نہیں ہی بلکہ ایسا امتداد رکھنے والا کہ میں کانر سمجھتا ہوں *

عقیدہ پنجم

بلا شبہ میں ذات اور صفات باری کی عینیت کا قائل ہوں مگر اس عقیدہ میں جناب سید الحاج نے یہہ نتیجہ اپنی طرف سے نکالا ہی کہ یہہ کہنا غلط ٹھہریگا کہ مفہوم صفات کا باہم متمیز اور متغایر ہی اور اس صورت میں حقیقت عالم و قدرت وغیرہ متعدد الحقیقت ہوتی مگر یہہ سمجھہ خود اُن کی ہی میری نہیں وہ مسئلہ عینیت ذات و صفات کو سمجھتے ہی نہیں اس کا علاج یہہ ہی کہ کسی سے سیکھیں فاسفوا اہل الذکر انکمتم لا تعلمون *

عقیدہ ششم

جناب سید الحاج نے بغیر سرجے سمجھے اے الفاظ سے میرا عقیدہ بیان کیا ہی کہ ذات باری کو قانون فطرت کے توڑنے یا تبدیل اور تغیر کرنے پر اختیار نہیں ہی بلکہ مستنح بالذات ہو گیا ہی *

فطرت کے گزرنے والے ہیں حالانکہ وہ قانون فطرت کے پورا کرنے والے ہیں۔ اور یہ بھی غلطی کی ہے جو یہ لکھا ہے کہ اگر معجزات انبیاء مان لیئے جائیں تو تمام عقائد کے خلاف اقرار کرنا پڑتا ہے حالانکہ یہ بعض قضاہی *
 قولہ : لامعاذہ انبیاء کو اسقدر سمجھنا چاہیئے کہ وہ ٹیچرل اسک

حکیم تھے بلکہ سب سے زیادہ معتمد رسول اللہ صلعم ٹیچرل فیض کے جاری کرنے والے تھے اور اسی ہوتا اسی واسطے تھا کہ سوائے ٹیچرل کے اور کسی طرح کا میل نہ ہوتے پادے۔ معلوم نہیں جناب سید الحاج نے الفاظ ٹیچر اور ٹیچرل اسک کس ارادہ سے لکھے ہیں اگر ان الفاظ سے اُن کا ارادہ انبیاء کی شان میں اور جناب رسول خدا صلعم کی شان میں کچھ حقارت کرنے کا ہے تو اُس کے مجرم اور گنہگار عہدہ جناب سید الحاج ہیں میں اُس سے بڑی ہوں انبیاء کو میں ٹیچرل اسک حکیم نہیں کہتا مگر بیشک وہ اُس فیض کے جاری کرنے والے ہیں جسکا ذکر خدا نے فرمایا ہے فطرت اللہ الی فطرت الناس علیہا۔ میں تو پیغمبر میں اور ٹیچرل اسک حکیم میں ایسا فرق سمجھتا ہوں جیسا کہ راسی اور غنم میں میرے اعتقاد میں خلقت انبیاء کی دیگر انسانوں سے ایک نوع جدا گانہ ہے بشر صرف اُس کی جنس ہے اور صاحب الوہی ہونا اُسکی نسل ہے اور یہ ایک ملکہ ہے جو خلقت انبیاء میں پیدا کیا ہے جس طرح کہ حیوان اور انسان میں فاطق نسل ہے اسی طرح انسان اور انبیاء میں فوالوہی ہونا نسل ہے کیا قال اللہ تعالیٰ بلسان نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام انپھر مثلکم یرحی الی انما الہکم اللہ واحد پس ایسے شخص کی نسبت (جسکا اعتقاد نسبت انبیاء وہ ہے جو جناب سید الحاج کے وہم و گمان میں بھی گنہگار ہوگا اور غالباً اب بھی جناب مدوح اس نکتہ کو نہ سمجھینگے کیونکہ اس نکتہ کے سمجھنے کو ضرور سینہ معتمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روشنی ملنی چاہیئے جب سمجھ میں آتا ہے (کیسا بہتان اور کتنا بڑا اتہام ہے بلاشبہ رسول خدا صلعم کے اُسی ہونے میں بڑی حکمت ہے تھی کہ خاص ذات باری کا فیض پہنچے نہ اور کسی کا مگر اس فیض کا لطف کا ٹپھی نہ دانی *
 عقیدۃ نہم

اس عقیدہ میں بھی میری نسبت کہتے ہیں اتہام بد تعریف مراد جناب سید الحاج نے ارقام فرمائے ہیں جنکو میں بیان کرتا ہوں *
 قولہ : ملانکہ سے مراد قرآن انسانی ہیں۔ میرا یہ قول ہے کہ ملک کے لفظ کا قرآن انسانی پر بھی اطلاق ہوا ہے اور میں نے کسی ایسے وجود کا حوالہ انسان کے ہو اور ملک کا اطلاق جسپر کیا جاوے انکار نہیں کیا ہے *
 قولہ : لاکھوں ٹیچرل اسک موجود ہیں اور وہ عہدہ پیغمبر ہیں۔ میرا تو یہ عقیدہ نہیں ہے شاید جناب سید الحاج اُن کو پیغمبر جانتے ہوں گے *
 قولہ : لندن کے پیغمبروں میں ایڈیس اور اسٹیل تھے۔ جس طرح کہ کسی شخص کامل کی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ خدا کے مشن ہے یا پیغمبر مشن ہی جیسیکے اس شعر میں ہے۔
 در نظم سنہ نس پیغمبرانند
 فرہوسی و اتوری و سعدی
 اسی طرح ایک مقام پر میں نے اسٹیل اور ایڈیس کو لندن کے پیغمبر کہا ہے مگر جو کہ جناب سید الحاج عقل کو رہنما نہیں سمجھتے اس لیے وہ سمجھ گئے کہ وہ سچ سچ کے پیغمبر ہیں جو خدا کی طرف سے مذهب لاتے ہیں یا دانستہ اتہام کیا ہے *
 قولہ : اس صورت میں ختم ہونا فطرت کا فیی آخر الزماں پر صحیح نہ ہوگا *
 عقیدۃ نہم

اس عقیدہ کے اثبات کو بھی ہم قرآن قرآن کریم بیان کریں گے *
 قولہ : قانون فطرت یعنی ٹیچرل کے خلاف کوئی امر ظہور میں آتا ممکن نہیں ہے لہذا معجزات انبیاء پر یقین لانا صحیح نہ ہوگا۔ یہ قول جناب سید الحاج کا متعصب قضاہی ہے جو شخص کہ فطرت اللہ اور قانون فطرت اور ٹیچرل کے معنی ہی نہ جانتا ہو اُس کو ملک در معقولت کیا ضرور ہے جناب سید الحاج نے عہدہ انبی غلطی سے سمجھ لیا ہے کہ معجزات انبیاء خلاف فطرت اللہ یا خلاف ٹیچرل ہیں حالانکہ کوئی معجزہ کسی نبی کا خلاف ٹیچرل اور خلاف فطرت اللہ نہیں ہے صرف فطرت اُس کے وقوع کا درکار ہے اور جب ثابت ہو کہ نئی امر واقع ہوا تو بلاشبہ اُس پر یقین کیا جاوے گا اور یہ بھی یقین کیا جاوے گا کہ فطرت اللہ یعنی ٹیچرل کے مطابق ہے کہ اُس کی ماہیت ہماری سمجھ میں نہ آئے کیونکہ ہزاروں کام ٹیچرل کے ایسے ہیں جنکی ماہیت ہماری سمجھ سے باہر ہے سید الحاج صاحب نے بڑی غلطی کی ہے جو یہ لکھا ہے کہ سب باتیں یعنی معجزات انبیاء قانون

عقیدۃ نہم

اس عقیدہ کے اثبات کو بھی ہم قرآن قرآن کریم بیان کریں گے *
 قولہ : قانون فطرت یعنی ٹیچرل کے خلاف کوئی امر ظہور میں آتا ممکن نہیں ہے لہذا معجزات انبیاء پر یقین لانا صحیح نہ ہوگا۔ یہ قول جناب سید الحاج کا متعصب قضاہی ہے جو شخص کہ فطرت اللہ اور قانون فطرت اور ٹیچرل کے معنی ہی نہ جانتا ہو اُس کو ملک در معقولت کیا ضرور ہے جناب سید الحاج نے عہدہ انبی غلطی سے سمجھ لیا ہے کہ معجزات انبیاء خلاف فطرت اللہ یا خلاف ٹیچرل ہیں حالانکہ کوئی معجزہ کسی نبی کا خلاف ٹیچرل اور خلاف فطرت اللہ نہیں ہے صرف فطرت اُس کے وقوع کا درکار ہے اور جب ثابت ہو کہ نئی امر واقع ہوا تو بلاشبہ اُس پر یقین کیا جاوے گا اور یہ بھی یقین کیا جاوے گا کہ فطرت اللہ یعنی ٹیچرل کے مطابق ہے کہ اُس کی ماہیت ہماری سمجھ میں نہ آئے کیونکہ ہزاروں کام ٹیچرل کے ایسے ہیں جنکی ماہیت ہماری سمجھ سے باہر ہے سید الحاج صاحب نے بڑی غلطی کی ہے جو یہ لکھا ہے کہ سب باتیں یعنی معجزات انبیاء قانون

جناب سید الحاج جو چاہیں اُس کا نام رکھیں آئینہ دیکھ کر منہ
جڑانے سے کسی دوسرے کا نقصان نہیں ہی *

حقیقۃ کا دوازدہم

اس عقیدہ میں جناب سید الحاج نے تین باتیں میری نسبت
کہی ہیں ایک یہ کہ قرینہ اور الجیل پر مضبوط اعتقاد ہی — اس
لفظوں کے معنی میں نہیں سمجھا اگر یہ مطلب ہی کہ جیسا قرآن
مجید میں اُس پر اعتقاد رکھنے کا حکم ہی ایسا اعتقاد ہی تو یہ
صحیح ہی اور اگر کوئی اور معنی اُنہوں نے قرار دیتے ہیں تو غلط ہی —
دوسری تعریف لفظی اُن میں نہیں ہوئی — ہاں یہ سچ ہی
ہیں تعریف لفظی کا قائل نہیں بلکہ تعریف معنوی کا قائل ہوں
مگر محمد اسماعیل بخاری بھی تعریف لفظی کا قائل نہیں — تیسرے
اور وہ سب صحیح اور درست ہی — اگر اس سے یہ مطلب ہی
کہ پتھیل میں جو کچھ لکھا ہی وہ سب صحیح اور درست ہی تو تو
جناب سید الحاج کا یہ اتہام ہی اور اگر اور کچھ مطلب ہو تو وہ
میں سمجھا نہیں *

حقیقۃ کا سیزدہم

اس عقیدہ میں نہیم چند اور عقیدہ درج کر بیان کر کر میرا یہ عقیدہ
لکھا ہی کہ یہ سب چیزیں اپنی حقیقت پر مشمول نہیں ہیں —
جناب سید الحاج کے نزدیک اگر ضرر کی یہی حقیقت ہی جیسی کہ ایک
خوبصورت رندی اور غلام کی یہ حقیقت ہی جیسی کہ ایک خوبصورت
لڑکا تو تو یہ شبہ میں کہتا ہوں کہ اس حقیقت پر وہ مشمول
نہیں ہیں اور اگر اور کوئی حقیقت ہو تو اُس کو جناب سید الحاج
نے بیان نہیں کیا میرا اعتقاد نہیم چند کی نسبت اور علیٰ ہذا القیاس
دعویٰ جو ہم کی نسبت یہ ہے کہ لا عین رأی ولا أذن سمع ولا خطر
علی قلب بشر *

قرآن 'علوم عقیدہ کے خلاف کوئی حکم معاد قابل تسلیم نہیں ہی —
اس قول میں بھی الٹی راہ چلے ہیں میرے نزدیک کسی حکم معاد
کی صحت پر امتناع عقلی نہیں ہی *

حقیقۃ کا چہارم

جناب سید الحاج ارقام فرماتے ہیں کہ میرا یہ عقیدہ ہی کہ ہندو
اپنے ہر فعل کا مختار ہی مسئلہ بین الجبر والاختیار کا غلط ہی —
اس مطلب کو بھی ہکا بکا کر بیان کیا ہی بیشک میرے نزدیک بین الجبر
والاختیار تو کوئی چیز نہیں ہی بلکہ انسان اپنی جبلت اور قدرت
میں مجبور اور اپنی قدرت میں مختار ہی خدا کرے کہ اُن لفظوں کا
مطلب جناب سید الحاج سمجھا نہیں *

قرآن 'شیطان کا وجود نہیں — میں شیطان کے وجود کا قائل ہوں
مگر انسان ہی میں وہ وجود ہی خارج من الانسان نہیں اگرچہ میرا
ارادہ ہی کہ میں اس عقیدہ سے رجوع کروں کیونکہ اس زمانہ میں
یہ ہے کہ شیطان مجسم دکھائی دیتے ہیں مگر مشکل یہ ہے کہ اور
اکابر بھی وجود شیطان خارج من الانسان کے متکر ہیں مولانا روم
فرماتے ہیں —

نفس شیطان ہم ز اصل واحدے

بود آدم را حسود و ساجدے

حقیقۃ کا یازدہم

اس عقیدہ میں عجیب غلط سمجھت کیا ہی اور ایسا معلوم
ہوتا ہی کہ گریا تصدق لوگوں کو دھوکہ میں ڈالنا چاہا ہی مگر ہم
اُن کے قولوں کو نقل کرتے ہیں *

قرآن 'پھر لفظ اصول تفسیر اور بدین اعتبار اقوال جمہور
مفسرین و ہاد نزل کے قرآن کے معنی اپنی راے سے نہ چائے ہیں —
جناب سید الحاج کا یہ قول تمام اتہام ہی اور اصلی مطلب کو
تعریف کیا ہی اصول تفسیر کو میں انسانوں کے بنائے ہوئے قاعدہ
سمجھتا ہوں خدا کی طرف سے وہ قاعدہ نہیں اُترے اقوال مفسرین
اور ہاد نزل آیات کی جنکی سندیں موجود ہیں وہ معتبر ہیں
جنکی سندیں نہیں وہ معتبر نہیں ہوں پس یہ سیدھی بات ہی
جو کہ جناب سید الحاج نے تعریف کیا ہی *

قرآن 'اور قرآن کے معنی جس قدر نیچر اور فلسفہ کے خلاف ہوں
اُس کو خواہ مضبوط نیچر اور فلسفہ کے اقوال سے ملا دینا چاہیے —
یہ ایسی تقریر ہی جیسی کہ ایک جلاہرا کسی شخص کی اچھی بات
کو بھی برا کر کے دیکھاتا ہی فلسفہ قدیم تو ایک لغو چیز ہی اُس کے
مطابق تو قرآن کا ہیکو ہونے لگا مگر نظرت اللہ بیشک نہایت مدد
اور مستحکم چیز ہی اور میرا یہ عقیدہ ہی کہ نہ قرآن اُس کے
برخلاف ہی اور نہ وہ قرآن کے برخلاف مگر جناب سید الحاج نے
جائے نئے لفظوں میں اُس کو بد صورت کر کے دکھایا ہی *

قرآن 'مقدم تو واسطہ یقین لانے کے قول فلسفہ یورپ کا ہی اُس کے
موانق جو آیت قرآن کی نہر وہ جس طرح ہو سکے مطابق کر دینی
چاہیے — یہ ایسی بات ہی جیسے کوئی کسیکا منہ چڑائے اور
یہ نہ سمجھے کہ چڑانے والے ہی کا منہ تہڑا ہوتا ہی واقعت اور
حقیقت وہ ہی جو قابل تقدم ہی اور قرآن مجید کا اُس سے
متضاد ہونا محال ہے ہی اور اُس کی تطبیق کرنا ہمارا مارتہ ہی

عقیدۃ ہیژنہم

جناب سیدالہاج نے جو تعریفات اس عقیدہ میں کی ہیں وہ حسب تفصیل ذیل ہیں *

قرآنہ کوئی مسئلہ شریعت قابل قبول نہیں ہے جو نیچر کے مطابق اور علم جدیدہ عقلیہ کے موافق نہ ہو — یہاں بھی جناب سیدالہاج نے اُلٹی راۓ اختیار کی ہے میرا یہ قول ہے کہ کوئی مسئلہ شریعی نیچر یعنی فطرت اللہ کے بر خلاف نہیں ہے اور علم حقہ اور اسلام میں اختلاف نہیں ہے *

قرآنہ پھر وحی کے جو کچھ رسول خدا صلعم اپنی راۓ سے فرماتے تھے وہ بھی قابل اتباع نہیں — اس عقیدہ میں ایسی تعریف کی ہے کہ زمین کو آسمان اور آسمان کو زمین بنادیا ہے میرا یہ عقیدہ ہے کہ احکام دین سے جو کچھ کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا یا کیا وہ سب وحی سے فرمایا اور وحی سے کیا اور وہ سب واجب الاتباع ہے اور نسبت امور دنیا کے عہد رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ اتم احکم بامور دنیاکم اس سے زیادہ اور کوئی میرا عقیدہ نہیں *

استرقاق یعنی غلامی کا جو ذکر جناب سیدالہاج نے کیا ہے اُس کے ابطال کو تو وحی منزل من اللہ کتاب اللہ میں موجود ہے *

عقیدۃ نورۃم

اس عقیدہ میں جناب سیدالہاج نے ارقام فرمایا ہے کہ غزوات اور جہاد سے مراد یہ ہے کہ ایک قوم دوسری قوم سے قتال کرے جیسے کہ مثلاً جرمن اور فرانس میں لڑائی ہوئی — یہ عقیدہ نیچر اور میرے عقیدہ کی نسبت جناب سیدالہاج کی غلط اور بالکل غلط اور سراسر اتہام ہے تمام غزوات صرف اعلان کلمۃ اللہ کے لیے ہوئے تھے نہ لڑائیوں اور لڑائیوں کی لالچ سے جسکے اثبات کے درپے جناب سیدالہاج ہو رہے ہیں *

عقیدۃ ہستہم

جناب سیدالہاج ارقام فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک سب سے اہم مقامی اور اپنی اسحق و قیرۃ سب راہیات اور الف لیلیٰ اور صابہاوت کے برابر ہیں — بلاشبہ میں ان کتابوں کو نہایت غور سے جانتا ہوں ہزاروں روایتیں غلط اور بے سند اُن میں مندرج ہیں اور کچھ روایتیں صحیح بھی ہیں *

عقیدۃ ہستہم و یکم

جناب سیدالہاج نے میرا یہ عقیدہ بیان فرمایا ہے کہ جس قدر کتب حدیث و تفسیر و فقہ و اصول کی زمانہ پڑھائی جاتی ہیں

عقیدۃ پانزہم

کوئی حدیث قابل یقین نہیں ہے لہذا عمل کرنا کسی حدیث پر یا سنت نبویؐ کوار دینا غلط ہے — اس عقیدہ میں تعریف اور اتہام دونوں کو دخل دیا ہے کوئی حدیث قابل یقین نہیں اس کی جگہ یہ کہنا چاہیئے کہ خبر احاد مفید ظن ہے مفید یقین نہیں اور پچھلا فقرہ بالکل اتہام ہے میں عمل احادیث پر بلافاصلہ مراتب اُنکے ثبوت کے لازم سمجھتا ہوں *

عقیدۃ شانزہم

جناب سیدالہاج ارقام فرماتے ہیں کہ میرا عقیدہ ہے کہ اجماع اسے یا اتباع جمہور مسلمین کا یا سند لانی کسی عالم کے قول سے پیچھا ہے اجماع قابل حجت نہیں — اس عقیدہ میں بھی سبائی کر تبدیل کیا ہے یوں کہنا چاہیئے کہ اجماع اسے یا اتباع جمہور مسلمین یا اجماع جسکی سند قرآن مجید اور حکم پیغمبر صلعم سے پھر قابل حجت نہیں اگرچہ کوئی مسئلہ غیر منصوصہ ایسا نہیں ہے جو اجماع اُسے یا اتفاق مسلمین یا اجماع روا ہو بلکہ تمام مسائل غیر منصوصہ مختلف ہیں *

عقیدۃ ہفتہم

اس عقیدہ میں بھی جناب سیدالہاج نے اپنی معمولی کارسازی کی ہے جیسے کہ تفصیل ذیل سے ظاہر ہوگئی ہے *

قرآنہ اصول فقہ و اجتہادیات مجتہدین و قیاسات ائمہ دین و مسئلہ رجم اور صحیح سمجھنا غلط اور ظلمت اور ضلالت ہے — میرا یہ قول ہے کہ اصول فقہ علما کے ہنگامے ہوئے قاعدے ہیں منزل من اللہ نہیں اجتہادیات اور قیاسات ائمہ دین کے یکتامل الخطا و الاصول ہیں اُنکا درجہ مثل وحی منزل من اللہ کے نہیں — مسئلہ رجم قرآن مجید میں نہیں ہے اگر ہو تو جناب سیدالہاج دہلاویں بشرطیکہ

یکتبوں الکتاب بایدیم ثم یقرآون هذا من عنداللہ پر عمل فرماریں *

قرآنہ تقلید کرنا کسی بشر کی کفر اور شرک ہے صحابہ ہوں خوار اہلبیت رضی اللہ عنہم اجماعیوں خوار ائمہ اربعہ کسی کی تقلید کرنا نچاہیئے — جو الفاظ تشدد کے جناب سیدالہاج نے ارقام فرمائے ہیں یہ سب دل کے بظارات ہیں جو اُمتق تے ہیں میرا تو صرف یہ عقیدہ ہے کہ سوائے رسول خدا صلعم کے کسی کی تقلید واجب نہیں ہے اور سوائے رسول خدا صلعم کے کوئی شخص ایسا نہیں ہے جسکا قول و فعل دینیات میں بے دلیل حجت ہو اور جو شخص کسی کو ایسا سمجھے وہ مشرک فی الذہن ہے *

عقیدۃ چست و سوم

جناب سید الحاج نے جو خدا نا ترسی اس عقیدہ کے بیان کرتے ہیں کہ میں سمجھتا ہوں کہ کئی انسان کسی پر کبریاں ایسا اٹھام کر سکتا ہے یا ان کے قول میں وہ لکھتا ہوں *
قرآن مجید علوم جدیدہ کے یا انگریزی کے پڑھنے سے معارف ہو کہ مذہب اسلام میں ضعف پیدا ہوگا تو مذہب اسلام کا ترک کر دینا لازم ہے۔ میں اس کے جواب میں کہتا ہوں کہ جس شخص نے یہ بات کہی ہو اور جسکا یہ اعتقاد ہو اس پر خدا کی لعنت ہو اور اتہام کرنے والے سے خدا مواخذہ کرے جس مواخذہ کے وہ لائق ہے ہزاروں آدمیوں کو یہ خیال ہے کہ انگریزی پڑھنے سے اور علوم جدیدہ سیکھنے سے عقیدہ اسلام میں ضعف آجاتا ہے یا دھرم اور لا مذہب ہو جاتا ہے لیکن کیا کہ اگر مذہب اسلام تمہارے نزدیک کوئی ایسا ہوتا مذہب ہے کہ علوم جدیدہ پڑھنے سے اس میں ضعف آتا ہے تو اس مذہب ہی کو چھوڑ دو جسکا ملائکہ یہ مطلب ہے کہ مذہب اسلام ایسا نہیں ہے مذہب اسلام قیامت سچا ہے اور اس کے اصول قیامت پختہ ہیں نہ انگریزی پڑھنے سے اس میں ضعف آتا ہے نہ علوم جدیدہ پڑھنے سے اللہ پیدا ہوتا ہے مگر جو کہ ہمارے جناب سید الحاج کا دل فکر کی طرف زیادہ مائل ہے اسلیئے انہوں نے اس مسئلہ مطلب کو برعکس بیان کیا ہے *

قرآن مجید دینی کا پرمعنا واسطے قیام رکھنے مقاید کے نہیں چاہیئے۔۔۔ جناب سید الحاج نے بعض غلط کہا ہے اور میرے مطلب کو بالکل بدل دیا ہے میری یہ بات ہے کہ جو اختلاف کے مسائل مذہبی اور علوم جدیدہ میں بظاہر معلوم ہوتا ہے اور جسکے سبب لوگ مذہب سے بد عقیدہ ہو جاتے ہیں اس کی حفاظت کے لیئے کتاب موجودہ کافی نہیں ہیں بلاشبہ علم کلام ازسرنو تدوین ہوتا چاہیئے جو علوم جدیدہ کے مقابلہ میں پکار آمد ہو *

عقیدۃ چست و سوم

اس عقیدہ کے بیان میں بھی جناب سید الحاج اپنی کارسازی سے نہیں جو کہ انہوں نے لکھا ہے کہ صرف قرآن کے احکام مخصوصہ قابل تسلیم ہو سکتے ہیں بشرطیکہ پیچھے اور علوم جدیدہ کے ساتھ مطابق ہوں جو شرط کہ جناب سید الحاج نے لگائی ہے غالباً وہ خود اس کا عقیدہ ہوگا میرا تو یہ عقیدہ ہے کہ قرآن میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو ضرورت اللہ یعنی پیچھے اور اس کے کارخانہ قدرت کے برخلاف ہو *

قرآن مجید میں جانے کے واسطے قیود عمل الصالحات کی لگائی جائے گی۔۔۔ میں تو کسی قید کو پائل نہیں کہتا مگر توہین باتیں

اس سے سوائے نفاق مذہب اور بد تہذیب اور غرابی دنیا اور مکی کے کچھ فائدہ نہیں لہذا انکی تعلیم قطعاً موقوفی کے لائق ہے۔۔۔ جو کلمات کہ جناب سید الحاج نے اس عقیدہ میں ارقام فرمائے ہیں وہ تو سب ان کے دل کے بظارات ہیں وہ الفاظ میرے نہیں ہیں ہاں میرے نزدیک یہ بات مسلم ہے کہ علم کلام جو حکمت یونان کے مقابل میں بنایا گیا تھا اس زمانہ میں مختص پیکار ہی اور علماء پر فرض ہے کہ علم کلام کو ازسرنو اسطرح پر تدوین کریں کہ وہ ہمہ جہت حکمت اور علوم جدیدہ کے جو اس زمانہ میں رائج ہیں پکار آمد ہو کتاب تفسیر میں جو بے سند حدیثیں اور بے سند قصے اور کہانیاں لکھی ہیں ان میں جوں جوں سی غلط اور مضرع ہیں ان کی تصحیح ضرور ہے میں کہتا ہوں کہ قرآن مجید اور احادیث کا پڑھنا صرف عمل کرنے کے لیئے مقصود ہے مگر اس زمانہ میں آپس پر عمل کرنے کے لیئے نہیں پڑھا جاتا کیونکہ سبب اس تقلید کے جسکو میں ضلالت کہتا ہوں کوئی حکم کیسا ہی صاف اور روشن قرآن و حدیث میں موجود ہو مگر تقلید یہ اس پر عمل نہیں کریں گے تو پھر ان کے پڑھنے سے کیا فائدہ ہے بظاری حقائق میں نہ رکھی رہی کسیکے تہذیب میں رکھی رہی مگر پر اب ہیں دیکھو مثلاً جو حدیثیں حنفی مذہب کے خلاف بظاری ہیں ہیں حنفی اس پر عمل کرنے کو بدعت یا ضلالت سمجھتے ہیں اور زبان سے بظاری کہ اصح الکتاب بعد کتاب اللہ کہتے ہیں پس ہم ان سے پوچھتے ہیں کہ بظاری کی جن حدیثوں پر تم نے یا تمہارے امام صاحب نے عمل نہیں کیا آیا ان کو امام صاحب نے یا تم نے کیا سمجھا حدیث رسول اللہ سمجھا یا نہیں اگر حدیث رسول اللہ سمجھا اور پھر عمل نہ کیا تو یہ کیسا ایمان ہے اور اگر اسکو حدیث رسول اللہ ہی نہیں سمجھا بلکہ اسکو یوں ہی ایک ضعیف قول سمجھ لیا یا حدیث تو سمجھا مگر ناقابل عمل تو پھر صرف میرا ہی کیا قصور ہے لیئے تو سید ہاشمی کو ہی ضعیف کہا تھا تم نے اور تمہارے امام صاحب نے تو بظاری کو رطب و یابس اقوال کا مجموعہ سمجھ لیا ہے پھر اسکو زبان سے اصح الکتاب کہنا اور حقیقت اپنی رائے کو بظاری کی حدیثوں پر راجع سمجھنا کیسی پھوڑا بات ہے اسی لیئے میں یہ کہتا ہوں کہ قرآن و حدیث عمل کرنے کے لیئے پڑھو اور جو مسئلہ آسمانی یا پھر اس پر عمل کرر خواہ وہ شائع کے مطابق ہو خواہ حنفی کے اور اگر عمل کرنے کے لیئے نہیں پڑھتے تو اس کا پڑھنا بعض بے فائدہ ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ قرآن کے جسکا دل نور ایمان سے منور ہے وہ یقینی طور سے اس قول کو حق سمجھگا *

ہیں میرا قول وہی ہے جو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے
التکفراہل القلیۃ میرا وہی قول ہے جو تمام اکابر دین کا ہے کہ
اصل ایمان تصدیق قلبی ہے اور جب تک کہ وہ تصدیق انسان کے
دل میں ہے کوئی فعل اُس کا اُسکو بیعتہ و بین اللہ کانر نہیں کرتا
دیکھو کہ جناب سیدالہاج برابر فقر کا اتہام کرتے ہیں مگر ہم بدستور
اُن کو مسلمان اور بزرگ اور حاجی اور سیدالہاج سمجھتے ہیں اور
اُن کے کسی فعل سے اُن کو کانر نہیں کہتے *

نسبت سجدہ ہمت و تشقہ کے میں نے کچھ نہیں لکھا ہے زنا
کی نسبت یہ تصحیح بیان حدیث من تشبہ بقرم فہو منہم کے یہ لکھا
ہے کہ بعض مالوں نے مشابہت سے مشابہت کی خصوصیات الدین
مراد لی ہے مثلاً زنا دھننا یا صلیب رکھنا یا ٹیکہ لگانا یا اعیان کفار
کو بطور عید اختیار کرنا یا اُس میں شریک ہونا — اگرچہ یہ رائیں
سیقتور عمدہ معلوم ہوتی ہیں مگر میں اُن کو پسند نہیں کرتا اور
نہ حدیث کی یہ مراد قرار دیتا ہوں اس لیے کہ میرے نزدیک
قطعیات سے یہ بات ثابت ہے کہ جو شخص لا الہ الا اللہ مصدق رسول اللہ
پر دل سے یقین رکھتا ہے اُس کا کوئی فعل معہ یقین مذکور کے اُس کو
کانر نہیں کر سکتا پس اگر اُس قول پر جس پر اہل جہل کی نجات
منحصر تھی اُسکو یقین ہے تو کو رہ کسی قوم کے ساتھ تشابہ کرے
ولہذا خصوصیات الدین و شعائر الکفر کالزنا والصلب والاعیان وہ کانر
نہیں ہو سکتا — کیا ہم دیرالی مسعودہ میں اپنے ہندو دوستوں سے
اور نو روز میں اپنے ہارسی دوستوں سے اور بڑے دن میں اپنے عیسائی
دوستوں سے ملکر اور معاشرت و آمدن کی غرضی حاصل کرکر کانر
ہو جائینگے نعم ہالہ منہا *

ہمت کو سجدہ کرنا سیتلا کے تھاں کو سجدہ کرنا مدار صاحب کی
چوڑیوں کو پرچنا اولیاء اللہ کی قبروں کو سجدہ کرنا اُنکا طواف کرنا سب
برابر ہیں ہزاروں مسلمان یہ باتیں کرتے ہیں میں تو اُنکو کانر نہیں
جانتا کیونکہ مسجود میں جب تک اللہ ہونے کا یقین نہ ہو اُسوقت
تک اُن کے سجدہ سے آدمی کانر نہیں ہوتا ہاں بلاشبہ نہایت محض
گناہ کبیرہ ہے اور یہی تحقیق علماء محققین کی ہے خدا کرے کہ
ہمارے زمانہ کے جناب سیدالہاج ٹیک دلی سے ان امور پر غور کریں *

حقیقہ ہمت و ہمت

جناب سیدالہاج نے اس عقیدہ میں جو اتہام کیئے ہیں وہ بھی
قرلہ قرلہ کر کے بیان کیئے جا رہے ہیں *

قرلہ ترک دنیا و زہد و کسر نفس و شب بیداری و روزہ داری
نکوت نماز نفل وغیرہ اذکار و افعال و وظائف جسقدر کہ معمول اور

بلاشبہ کہتا ہوں — ایمان لانا بلاشبہ نریعہ نجات ہے — بعض
کے لیئے اعمال پر گہنٹا نہیں چاہیئے خدا کی رحمت پر بھروسا ہے —
سوائے شرک کے سب گناہوں کو خدا معاف کریگا — غالباً کوئی مسلمان
سوائے جناب سیدالہاج کے ایسا نہرگا جو ان تینوں باتوں پر اعتقاد
نرکھتا ہوگا قال رسول اللہ صام من قال لا الہ الا اللہ مستیقنا بہا قلبہ
ندخل الجنة و ان زنی و ان سرق علی رغم انف ابی ذر *

عقیدہ ہمت و چہارم

اس عقیدہ میں تو جناب سیدالہاج نے قیاس ہی کر دی ہے
کیونکہ جہوت لکھتے اور اتہام کرنے کی کوئی حد باقی نہیں رہی نہ
خدا کا خوف کیا ہے نہ رسول سے شرم کی ہے اس لیے ہم اُن کے
افراط موثرے نام سے لکھتے ہیں اور اُس کے قایل پر لعنت بھیجتے جاتے
ہیں تاکہ جو اُس کا مستحق ہو اُس کے اوپر پڑے *

قرلہ ، کوئی فعل اگرچہ شمار فقر ہی میں سے کیوں نہ ہو مثلاً —

* انکار کرنا نبوت انبیاء سابقین کا *

لعنہ اللہ علی قائلہ و علی معتقدہ *

یا کتب سماریہ سابقہ کا * یا وجوں ملایکہ کا

لعنہ اللہ علی قائلہ و علی معتقدہ لعنہ اللہ علی قائلہ و علی معتقدہ

یا معاذ اللہ قرآن شریف کا عمدہ بول و ہراز

میں آلودہ کر دینا یا پھینک دینا *

لعنہ اللہ علی قائلہ و علی معتقدہ

یا جلال کو حرام اور حلال ٹھہرانا

باوجوں قطعیت نص کے

لعنہ اللہ علی قائلہ و علی معتقدہ

یا کسی نبی کو معاذ اللہ گالی دینا

لعنہ اللہ علی قائلہ و علی معتقدہ

یا بہشت و دوزخ اور قیامت آنے کا منکر ہو جانا

لعنہ اللہ علی قائلہ و علی معتقدہ

یا ضروریات دین کا انکار کرنا

لعنہ اللہ علی قائلہ و علی معتقدہ

کسی آدمی کو کانر نہیں بنانا

کہاں ہیں میرے یہ اقوال اور کہاں ہیں میری یہ تمثیلیں جو جناب
سیدالہاج نے — کو بھی مات کر کر میری نسبت منسوب کیئے

اور ضلالت فکر اور شرک ہی — لعنت اللہ علی قائلہ و علی معتقدہ
کہ میرا یہ قول ہی نہ میرا یہ اعتقاد ہی *

قولہ ' حج خانہ کعبہ الخ — حج خانہ کعبہ کو میں فرض سمجھتا
ہوں من استطاع الیہ سبیلاً مگر سوری روایت قرآن لیکر مکہ جانے سے
لذت کا جانا بہتر جانتا ہوں اور حاجی جی کہلانے کی خوشی حاصل
کرتے کہ اور اُس خوشی میں پھولنے کو اور چھوٹی بشارت بیان کرنے
کو اور کسی خادم کے فریب میں آکر بند اور خطاب لینے کو اور اُس
چھوٹی باتوں پر قاز کرنے کو البتہ میں حرام سمجھتا ہوں *

جو بدعات کہ مکہ معظمہ میں ہوتی ہیں اور جو خلاف شرع
رسول خدا صائم ہیں وہ اسوجہ سے کہ مکہ والے کرتے ہیں جائز نہیں
ہوسکتیں لہذا اور قلام جسطرح کہ مکہ میں پیچھے جاتے ہیں اور
خواجہ سرا بنائے جاتے ہیں اور مکہ معظمہ اور روضہ منورہ جناب
رسول خدا صائم میں خواجہ سرا معین ہیں یہ سب خلاف شرع ہیں اور
جو مسلمان ہیئت کے پورے اور دلکی آنکھوں کے اندھے آنکھ اچھا جانتے
ہیں بعض جاہل ہیں روضہ منورہ رسول خدا صائم پر خواجہ
سراؤں کا متعین کرنا میری دانش میں ایسی بے ادبی ہی کہ اُس
سے زیادہ اور کوئی بے ادبی نہیں ہوسکتی — و للناس فیما یعشرون
مذہب *

حقیقی بدعت و ششم

آیت خلق شیخ سموات و الارض مراد سات آسمان نہیں ہیں
بلکہ وہ آپ صوم جودیدہ کے خلاف ہی — یہ اعتقاد جناب سید
الحاج کا ہی میرے اعتقاد میں تو صوم جودیدہ بالکل اُس آیت کے
مطابق ہیں *

حقیقی بدعت و ہفتم

جو ترتیب پودا دیش انسان کے نطفہ سے بچہ تک قرآن شریف میں
وارد ہی اور مفسرین نے معنی اُس کے بیان کیئے ہیں وہ صوم جودیدہ
کے خلاف ہی لہذا ناقابل تسلیم ہی — لعنت اللہ علی قائلہ و علی معتقدہ
میرا تو یہ قول ہی کہ قرآن مجید میں جو کچھ وارد ہی وہ بالکل
تشریح اور علوم جودیدہ کے مطابق ہی مگر مفسرین نے اُس کے معنی
بیان کرنے میں غلطی کی ہی معلوم ہوتا ہی کہ جناب سید الحاج خدا
کو اور مفسرین کو یا یوسف صوم کو اور مفسرین کو ایک مرتبہ میں
سمجھتے ہیں اور اس آیت قرآن اور تفسیر میں کچھ فرق نہیں کرتے *

حقیقی بدعت و ہشتم

معتقدہ کی حرمت قرآن میں منصوص نہیں ہی لہذا حلال ہی —
لعنت اللہ علی قائلہ و علی معتقدہ یہ اعتقاد اس واسطے بھی کہ اس عقیدہ

موسوم ہیں سب بے فائدہ ہیں — اگر جناب سید الحاج نے یہ عقیدہ
اپنا بیان کیا ہی تو پھر جو عقیدہ اُن کا ہو وہ ہو اور اگر میرا عقیدہ
بیان کیا ہی تو میرا تو عقیدہ یہ ہی کہ وہاں اسلام میں معتود
ہی گروہانہ فی الاسلام اور سوائے اوروں ماثورہ کے اور سوائے اُس زہد
و تقویٰ کے جس کی ہدایت جناب رسول خدا صائم نے فرمائی ہی
اور سب بدعت ہی *

قولہ ' مثلاً روزہ تیس روز کا بالخصوص رمضان میں وہ بھی گرمی
کے موسم میں فرض نہ ہو سکتا — لعنت اللہ علی قائلہ و علی معتقدہ
میرا یہ قول اور عقیدہ نہیں ہی جتنے روزے کہ فرض اور سنہا ہیں
وہ بالکل ٹیپہ کے مطابق ہیں ہاں بدعتوں نے جو لکھنؤ روزے
تکالے ہیں جیسے سرا پھر کا روزہ علی مشکل کشا کا اور تین دن کا
علی کا روزہ اور مثلاً اُس کے اُس کو بدعت اور خلاف ٹیپہ جانتا
ہوں *

قولہ ' تہذیب سی شراب جو پکا متوالا لکھوے یا امقدور جوا کھیلنا
جو بے قید نہ بنارے حرام اور ممنوع نہ ہوگا — لعنت اللہ علی قائلہ و
علی معتقدہ میرا یہ عقیدہ نہیں ہی *

قولہ ' تہذیب مجسم بنانا جو واسطہ یادگاری کے ہو حرام اور ممنوع
نہ ہوگا — میں نے اس امر کی نسبت کہ تہذیب مجسم بنانا مجسم ہونا
جائز ہی یا غیر جائز کبھی کبھی نہیں کہا ہاں میں اس قسم کی
یادگاریوں کو پسند کرتا ہوں اگر وہ شرعی گناہ ہیں تو میرا اُن کو
پسند کرتا ایسا ہی جیسا کہ میں شامت اعمال سے اور گناہ کی
باتوں کو پسند کرتا ہوں *

ناکردہ گناہ در جہان کیسے پگور

آنکس کہ گناہ نکرد و در دست پگور

قولہ ' قرآن شریف میں صرف لفظ صلوٰۃ و زکوٰۃ کا وارد ہی اُس کی
زیادہ تشریح نہیں ہی الی قولہ اسی طرح نماز موسوم اور معمول کو
اختیار کیا جاوے تو وہی ظلمت اور ضلالت تقلید کی اور کفر بعض کا
اختیار کرتا ہوگا — لعنت اللہ علی قائلہ و علی معتقدہ نہ میرا یہ قول
ہی اور نہ میرا یہ اعتقاد ہی *

قولہ ' صلوٰۃ مراد مطلق دعا پڑھ لینا ہر گز اور وہی واصلہ ادا
فرض کافی ہی باقی جو ترکیب صلوٰۃ پنج گانہ کی مقرر ہی وہ اصول
مختصرہ و فقہ محدثہ و احادیث موضوعہ و اجماع مردودہ کا اتباع
ہی اور اُسکا نام فقر ہی — لعنت اللہ علی قائلہ و علی معتقدہ نہ میرا
یہ قول ہی اور نہ میرا یہ اعتقاد *

قولہ ' باقی رہی زکوٰۃ اُمکی مقدار بقدر چالیسویں حصہ مال کے
مقرر کرنی اور اُس کے متارہائے فقہ کا معمول ہونا وہی ظلمت

میں جو عام لفظ بیان کیئے ہیں وہ کذب اور اتہام ہی میرا مرکز اعتقاد نہیں
ہی کہ میرا منہ منہ حلال ہی ہے یہی میں نے نہیں کہا کہ حرم منہ منہ
منصوص نہیں ہی صرف ایک خاص آدمی کے معنوں میں یہی کہی
ہی کہ اس خاص آدمی میں طہور منہ منہ کی حرم منہ منصوص نہیں
ہی اس کی ایسی مثال ہی کہ اگر کوئی شخص یہہ بات کہے کہ
آیت کریمہ اهدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب
علیہم ولا الضالین میں حرم منہ زنا منصوص نہیں اور اُس شخص کا
عقیدہ جناب سیدالہاج یہہ قرار دیں کہ اُس کے عقیدہ میں زنا کی
حرم منہ قرآن میں منصوص نہیں ہی جناب سیدالہاج کو مسلمانوں
پر اتہام کرنے میں ذرا خدا کا بھی ڈر کرنا چاہیئے *

عقیدہ ہست و نہم

ایک سے زیادہ ازواج منع ہیں — لعنہ اللہ علی قائلہ و علی
معتقدہ *

عقیدہ سیام

معراج جسمانی ہے اصل ہی صرف عراب میں مسجد اقصیٰ نظر
آگئی تھی دگر ہیج اور شق صدر انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی
پے اصل ہی — ضد ہے ایک شخص دوسرے کی بات کو پکا کر اور
اصلیت چھپانے دوسرے پیرائے میں بیان کر سکتا ہی اصل اس کی
صرف اتنی ہی کہ نسبت معراج جناب رسول خدا صام کے تین مذہب
ہیں — اول — مذہب حضرت عائشہ صدیقہ اور بعض صحابہ کا
جو اس بات کے قائل ہیں کہ معراج روحانی تھی نہ جسمانی —
دوسرا — مذہب چند اکابر دین کا ہی اور وہ یہہ ہی کہ معراج
بیابان القدس تک جسمانی تھی اور وہاں سے ملا اعلیٰ تک روحانی —
تیسرا — مذہب عام جو سب میں مشہور ہی کہ تمام معراج
جسمانی تھی میری یہہ رائے ہی کہ جہاں تک اس مسئلہ پر اور
قرآن مجید و احادیث پر غور کیا جاتا ہی تو مذہب حضرت عائشہ
صدیقہ کا ٹھیک اور درست معلوم ہوتا ہی وہی مذہب میں نے اختیار
کیا ہی پس جو شخص اس معاملہ میں جو لفظ طہور میری نسبت
کہتا ہی در حقیقت حضرت عائشہ صدیقہ اور بعض صحابہ کی نسبت
کہتا ہی چنانکہ وہ مذہب ہی *

شق صدر کی نسبت بھی چند مذہب ہیں بعضوں کا قول ہی کہ
پانچ دفعہ شق صدر واقع ہوا اکثروں کا قول ہی کہ ایک دفعہ ایام
طہریت میں واقع ہوا پادریوں نے ان روایات ضعیفہ غیر معتبرہ کی
بنا پر یہہ استدلال کیا ہی کہ نہ در ذلہ انحضرت صام کو صرع کی
بیماری تھی اور حالت صرع میں جو کیفیت واقع ہوتی تھی اسی کر

نمبر ۱۹۰

دائے منصفانہ

جناب سید احمد خان صاحب بہادر جج خفیہ
بنارس اور جناب حاجی امداد العلی صاحب اور
جناب حاجی علی بخش خان صاحب کی
تصنیفات پر

ان دنوں دو کتابیں برخلاف جناب سید احمد خان صاحب کے
کہ جنہیں سے ایک نے مصنف جناب حاجی امداد العلی صاحب ڈپٹی کلکٹر
ملیکانہ اور دوسری کتاب نے مصنف جناب حاجی علی بخش خان صاحب
بہادر صدر الصدور گورکھپور ہیں میری نظر سے گذریں ان دونوں کتابوں کے
مصنفوں اور ان کے مراتب کا انکسار کر معتقد دیکھ کر اسلام کی ہمت
حالی پر قرار واقعی صبر آ گیا جو کہ نبی لیاقت اس زمانے میں کہلاتے
ہیں جب ان کی عالی لہمی اس درجہ تک ترقی کیئے ہوئے ہی کہ
تمام مخالفین اسلام کو چہرے کو صرف سید صاحب کی مخالفت میں
سمے تن مصروف ہو گئے تو اور پیچھے فریب و فریب سے کیا دین اسلام
کی رونق ہو سکتی ہی ہندوستان میں لاکھوں آدمی عیسائی ہو گئے اور
سیکڑوں تصنیفیں اسلام کی بے اعلیٰ اور حضرت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے
ایصال رسالت میں یہاں تک کہ نعرہ ہالہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم خدا
اور مسیح الدجال ٹھہرائے گئے اور بے عارفانہ لاکھوں جلدیں اسی قسم
کی کتابوں کی ہندوستان میں تقسیم اور مشہور ہو گئیں جس کی ضرورت
نہ تھا کہ سید احمد خان صاحب کو کانٹے پلانے سے پیشتر ان بے شمار
مسلمانوں کو جو عیسائی ہو گئے کافر ہوئے سے بچاتے اور نہ صرف یہی
بلکہ ان مسلمانوں نے کافر ہو کر سیکڑوں سخت اعتراض دین اسلام اور
حضرت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم اور اکابر اسلام اور مسلمانوں کی الہامی
کتاب مقدس پر کیئے اور اس بیان میں رسالے لکھے اور چھپوائے کہ
جتنی تاثیر نے لاکھوں آدمیوں کی نظر میں اسلام کو خفیف اور حقیر
کیا مگر اب تک کوئی رسالہ ان بزرگوں کی تصنیفات میں جو اس
قسم کی نصرانی تصنیفات کے جواب میں ہو میری نظر سے نہیں گذرا
سوائے ان رسالوں کے جو سید احمد خان صاحب بہادر کے برخلاف
تصنیف ہو کر تائید اسلام وغیرہ نام رکھے گئے شاید اس زمانہ میں
تائید اسلام کا حصر اسی پر ہی کہ مسلمان کافر بنائے جائیں نہ
یہ کہ کافر مسلمان بنائے جائیں سید احمد خان صاحب کے فکر کا
نشان تو یہی ہی کہ وہ نفس تشریف لیگئے اور حاجی صاحب کے
اسلام کی فضیلت یہی کیا کہ وہ کہتے تشریف لیگئے تھے
لیکن سید صاحب کے لندن جانے کا حاصل یہہ ہوا کہ کئی کتابیں

مؤید اسلام و حمایت اسلام و خطبات احمدیہ وغیرہ دریاب تائید اسلام
اس زمانہ کمال نصف اسلام میں چھپ کر شائع ہوئیں اور حاجی صاحب
نے کتبہ شریف جانے کا حاصل یہہ ہوا کہ کئی کتابیں دریاب تکفیر
بعض مسلمانان اس زمانہ کمال نصف اسلام میں چھپ کر شائع
ہوئیں *

اب ہم دونوں صاحبوں کے کاموں پر جو غور کرتے ہیں تو معلوم
ہوتا ہی کہ جناب حاجی صاحب اگر کتبہ شریف تشریف لے ایجتائے
اور کوئی رسالہ درجواب مخالفین اسلام چھپواتے تو یہہ لطف نہ حاصل
ہوتا کہ خود حاجی بنے اور مسلمانوں کو کافر بنایا اور سید صاحب
اگر لندن تشریف نہ لے جاتے اور کوئی رسالہ در باب تکفیر مسلمانان
چھپواتے تو یہہ لطف نہ حاصل ہوتا کہ خود کافر بنے اور کافروں کو
مسلمان بنایا *

اب کلام الہی کے بموجب ان دونوں صاحبوں کے حالات پر غور کرنا
چاہیئے تو معلوم ہوتا ہی کہ حاجی صاحب نے کتبہ شریف جانے اپنے
ذمہ کا ایک فرض ادا کیا کہ اگر وہ نہ ادا کرتے تو کوئی انہیں کانٹو
نہ کہہ سکتا تھا اور سید صاحب نے نفس جانے اپنے ذمہ کا ایک ایسا
فرض ادا کیا کہ اگر وہ نہ ادا کرتے تو کوئی انہیں مسلمان نہیں کہہ
سکتا تھا کیونکہ جس نے اسلام کی تائید اپنے ذمہ واجب نہ جانی نہ
اسکا حج خدا کے واسطے نہ روزہ نہ نماز نہ زکوٰۃ نہ کوئی اور نیکی
و ان لم تقل لما بلغ رسالتہ *

پس سید صاحب کی ہزار ہزار تائیدیں پر بھی اسلام کی صداقت
انکے اس کام سے ظاہر ہی کہ انہوں نے اپنی طاقت مخالفین اسلام
کو ہمت کرنے میں صرف کی نہ یہہ کہ مسلمانوں کو ہمت کرنے
میں — اور حاجی صاحب کے باوجود ہزار ہزار حج و زیارات کے
اسلام کی بنیاد اس کام سے ظاہر ہی کہ انہوں نے اپنی طاقت
مسلمانوں کے ہمت کرنے میں صرف کی نہ یہہ کہ مخالفین اسلام
کے ہمت کرنے میں پس سید صاحب کا کثرت پتوں اُس جہہ و مہمہ
سے بہتر ہی جو ظاہر پرستوں کو معتقد بنانے کے واسطے استعمال کیا
گیا — اور حاجی صاحب کا جہہ و مہمہ اُس کثرت و پتوں سے بدتر
ہی جو بد پرستوں کو معتقد بنانے کے واسطے استعمال کیا گیا —
اسلام کے حقوق ادا کرنے میں جناب حاجی صاحب نے لباس تقویٰ پر
قباض کیا — اور کفر کے فتنوں کو حاصل کرنے میں سید صاحب نے
اساس تقویٰ پر قباض کیا — حاجی صاحب نے باوجود جہہ و مہمہ
امروز دین میں جس بات کو سب سے فضول جانا وہ دین اسلام پر
اعتراض کرنے والوں کی تردید ہی — اور سید صاحب نے باوجود
تائید اسلام و تردید اعتراضات اہل ظلم امور دین میں جس بات کو
سب سے زیادہ فضول جانا وہ جہہ و مہمہ کی تقلید ہی *

اور تم باوجود دعوے اسلام کے اس کی توثیق کرتے تھے وہ توحید اُسکے
بیان کی تھی بلکہ ہمارے قدرتی فطرت کی تھی کیا تمہارے کلمے
تھے جو سن سکتے اور آنکھ تھ تھی جو دیکھ سکتے اور دل تھ کھا
جو سمجھ سکتے اُس وقت وہ کیا جواب دینگے اُس جواب کے اُن تھ
سننے کے ہم بھی مشتاق ہیں *

ہر روز حشر اگر پرسند خسرو را چرا کشتی

چہ غراہی گفت قربانت شوم تا من ہماں گویم

الہم اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب

علیہم والضالین — اگرچہ پرچہ تہذیب الاخلاق کا ٹیڑھ عام ہے —

گر تھ بیند ہر روز شہر چشم

چشمہ آفتاب را چہ کفہ

مگر مجھے پر اُس کا فائدہ نا منحصر ہوا میں نے ٹھیک ٹھیک

من رائی نقد رائے الحق کا اُس کو مصداق پایا *

ساقی ز یک پیالہ عزائم بہار کرد

ہر در ہارہ داد ہر آب در سالہ را

وا —————

سیدالرحمان خان کلیالی

مدرس اہل مدرسہ اردے ہوا

نمبر ۱۹۲

قرعید چندہ مدرسۃ العلوم

ہماری کمیٹی غزنت البضائع کو قائم ہوئے دو برس سے کچھ زیادہ
مرصہ ہوا اور اس عرصہ میں قرعید ہونے دو لاکھ روپیہ کے چندہ ہوا
ہی سو پچھ چندہ صرف سید احمد خان بہادر سی ایس آئی اور چار
پانچ اور ممبران عالی ہمت کی کوششوں کا نتیجہ ہے اس کمیٹی کے
ممبر ساتھ سے زیادہ ہیں اور علوہ ممبروں کے اور مسلمان بھی ایسے
ہیں جو دلی خواہش سے قومی بھلائی کے خواہاں ہیں اور اس
مدرسۃ العلوم کے قائم ہونے کے دل سے خواستگار ہیں مگر انیسویں ہزار
انیسویں کے سہی اور کوشش نہیں کرتے چندہ مانگنے کے لیئے قلم اور
زبان کو تکلیف نہیں دیتے اوقات عزیز کو فضول اور بیکار کھونے کو
راضی اور غرض ہیں مگر اس عہدہ کام میں جس کو خود اُن کا
بھی جی چاہتا ہے ایک گھنٹہ صرف نہیں کرتے اگر سید صاحب کی
سہی اور کوشش کا عسر مشہور بھی ہر ایک ممبر سہی فرماتا تو ایک
مدرسۃ العلوم کیا اب تک در مدرسۃ العلوم قائم ہو گئے ہوتے مگر اس
قول کی اگر تصدیق منظور ہو تو سب کے سب حضرات یک دل ہو کر
کوشش کر دیکھیں پھر دیکھیں کہ اب سے ایک سال کے بعد مدرسۃ العلوم

پس ایک شخص اگرچہ کثرت پتلون پہنے ہی مگر دین اسلام کی
ترقی چاہنے والا ہی اور دوسرا شخص اگرچہ جپہ و ممامہ پہنے ہی
مگر جماعت اسلام کا تنزل چاہنے والا ہی — ایک شخص مسجد سے
مسلمانوں کو نکالتا ہی اور دوسرا شخص ہتھکانہ کو مسجد بناتا ہی
ایک شخص اپنے ہی ملک اور خاندان میں فساد برپا کرتا ہی اور دوسرا
رئیس فیرو ملک کو قلع کرتے میں اپنی کوشش ظاہر کرتا ہی — حاجی
صاحب مسلمان کثرت پتلون پہننے والا کو کافر بتاتے ہیں اور سید صاحب
کافر کثرت پتلون پہننے والا کو مسلمان بتاتے ہیں — حاجی صاحب کا
اسلام لباس ظاہر کی اصلاح پر منحصر ہی اور سید صاحب کا اسلام
اقرار باللسان و تصدیق بالقلب پر منحصر ہی *

سید محمد نصرت علی مالک نصرت الہ مطایح دہلی

و ادیٹر ناصوالاخبار ناصوالاسلام دہلی

نمبر ۱۹۱

مراسلہ

دام اقبالہ

جناب مولوی سید احمد خان صاحب بہادر سی ایس آئی
تہذیب الاخلاق کی چاروں جلد مطالعہ میں بہ تدریج آئیں جنکے
مضمومین نے دل پر عجیب کیفیت پیدا کی کہ اُس کے حق میں سوائے
اس کے اور کچھ زبان سے نہیں نکلتا بھل بہ کثرت و بھدی بہ کثرت
و ما یصل بہ الافاسقین — شعر —

شوق زلف تو تھ تنہا دل ما شیدا کرد

ہر کہ میں سلسلہ را دید جنوں پیدا کرد

آپ نے اسلام کو اُس کی اصلی حقیقت سے مطابق فطرت (نیچر)
کے کر دکھایا نظرت اللہ الہی فطرت الناس علیہا لا تبدلک انطلق الہ اور
مخالفین متعصبین نے اس کے خلاف ثابت کیا یعنی فطرت کے مخالف
کہ وجود آسمان کا خارج میں ثابت ہی و رسم غلامی شرع میں جائز
ہی و تقلید واجب ہی وغیرہ حالانکہ اس سچے مذہب سے ان باتوں
کی کچھ بھی اصل ثابت نہیں پس یہہ مخالف آپ سے نہیں در اصل
اسلام سے ہی حشر کے دن مخالفین [خدا اُن کو ہدایہ دے اور
اسلام کی حقیقت اُن کے دلوں پر کھولے] پرچہ جارینگے کہ ایک بندہ
ہمارے احکام ہماری فطرت کے مطابق جیسے کہ وہ در اصل تھے تمہارے
فائدہ کے واسطے بغیر اپنی ذاتی غرض اور منفعہ کے بیان کرتا تھا

تھی وہ پشیمان ہو کر ہمارے حاسی اور مددگار ہو گئے اور کونا چاہیئے کہ میں کچھ علم و عمل یا دنیاوی جالا و حشمت کی وجاہت نہیں رکھتا جس سے یہ سمجھا جاوے کہ لوگوں نے میری خاطر پارص داب کے سبب سے چندہ دیا یہ بعض مدرسۃ العلوم کی غرض اور غایت سمجھانے اور چندہ دینے کی تحریک کرتے رہنے کے باعث سے دیا اور ابھی اور چندہ ملنے کی توقع ہی پس جو صاحب کہ تہذیب الاخلاق کو نہایت عمدہ سمجھ کر خریدتے اور پڑھتے ہیں اور جو صاحب کمیٹی عزتہ الیقاعہ کے اور سب کمیٹیوں کے ممبر مختلف مقاموں میں ہیں اور دینی اور دنیاوی مشنر اُن کو ایسی حاصل ہی کہ میری اُن کے سامنے کچھ بھی حقیقت نہیں فراہمی چندہ کے لیئے کہ وہ ہمدانددہیں اور کچھ تھوڑی سی معذرت گوارا فرما کر فرض اور غایت مدرسۃ العلوم کی لوگوں کو سمجھاویں تو کبھی کچھ کامیابی ہو کیسہ انوس کی بات ہی کہ ایسے لوگ اس موقع پر سستی اور کالہی کرتے تھوڑی سی سعی اور کوشش نہ فرمادیں اور دنیا اور آخرت کی پھانسی حاصل نہ کریں *

شاید کوئی مقام ایسا ہو جہاں متمصب اور مخالف نہیں اُن حضرات کی کوششوں اور ایسی باتوں کی ہمایشوں سے کہ سید احمد خاں بد عقیدہ ہیں اس لیئے مدرسۃ العلوم کے طلباء بھی بد عقیدہ ہو جاویں گے یا اُن کے بد عقیدہ ہو جانے کا احتمال ہی ایک عجیب اثر پیدا ہوا ہے مگر معارف مدرسۃ العلوم کو اُن حضرات کی اُن کوششوں کا مدد کیلئے بدگوئی اور علامہ خاں کے سختی کے ہرگز گوارا ہونا چاہیئے کیونکہ یہ باتیں خیالات کی ترقی کا سبب ہیں جنکے مقابلہ میں سید صاحب کی پردہ پاری اور حلم کے ہارے ہوئے چولہوں نے خلق معصومی کو آنکھوں سے دیکھا دیا ہے *

چین چین اور ہو پیتایم کشرہ

آہ ایں جہ قتل پرہ کہ کار کلید کرہ

مگر انوس ہی کہ اب وہ مخالف جس سے ہم لوگوں کی ہمد پڑھتی تھی اور سعی اور کوشش کرنے پر زیادہ تو طبیعت کو اعتدالک ہوتی تھی کم ہوتی جاتی ہے *

ہراب لطف پر ہو جام میریزی و میترسم

کہ زوہ آخر مرد ایں یادہ و من در شمار اقم

راقم

عبدالرحمان خاں کلیاتی

مدرس صوبی و فارسی مدرسہ اودے پور

ثابہ ہو جاتا ہے یا نہیں میں دیکھتا ہوں کہ جہاں کسی نے فراہمی چندہ کی تحریک کی وہاں باوجودیکہ بعض سی مخالفت بھی رہی مگر کچھ نہ کچھ چندہ ضرور ہو گیا اور جہاں کسی نے کچھ تحریک نہیں کی وہاں کوئی خبر بھی نہوا یہ بات جو میں نے کچھ عیالی بات نہیں ہی بلکہ میں اس کا تجربہ کرچکا ہوں دیکھو اس مقام اودے پور واقع ملک میوار میں جو ہندوؤں کا ملک ہے اور تھوڑے سے مسلمان ہیں پہلے تو مدرسۃ العلوم کو کوئی جانتا بھی نہ تھا کچھ اُس کا ذکر تک نہ ہوتا تھا جب میں نے اودے اخبار اور پنجابی اخبار وغیرہ میں مدرسۃ العلوم کی تسبیح سوانح اور مخالف تحریروں دیکھیں اور اُن سے جو نتیجہ نکالا وہ یہی ہے کہ مدرسۃ العلوم کا قائم ہونا مسلمانوں کی قومی عزت اور قومی پھانسی کے لیئے نہایت ضروری ہے پھر اس تدبیر کے مسلمان کسی طرح اس ذلت اور کمیت اور جہالت اور انکسائی مصیبت سے نکل نہیں سکتے بلکہ روز بروز قیام اور پرباد ہوویں گے اور دین و دنیا دونوں کو کورہیں گے آخر میں یہ جی میں تھان کر کہ اس سے کس پشاور یا لشاور سے گفتگوے میرکلم مدرسۃ العلوم کا ہو چکے اور وہ جلسہ میں تذکرہ کرنا شروع کر دیا *

جب میں نے ایک مختصر سا جلسہ کر کے وہ نکچر جو جناب مولوی سید مہدی علی صاحب نے سوزاپور کے انسٹیٹیوٹ میں دیا تھا اور وہ تقاریر سید احمد خاں پھانسی ایس آئی کی جو اُنہوں نے لاہور کے جلسہ میں بیان فرمائی تھی سنائی تو مخالفوں نے جو اخبار اور افراد کے پڑھنے سے مدرسۃ العلوم کے مخالف ہو گئے تھے مشہور کیا کہ جو سید احمد خاں اسلم سے مخالف اور اتحاد کی طرف سائل ہیں ویسا ہی یہ مولوی بھی ہو گیا ہے لیکن جب یہ چرچا عام ہوا اور لوگوں کو ان سب باتوں پر ضرور کرنے کا موقع ملا تو کہنے لگے کہ سید صاحب کو چند مسائل میں اختلاف ہے وہ یہ سب تجویزیں دنیا کے واسطے کرتے ہیں عقلمیں سے اُنہیں کچھ سودکار نہیں ایسے کام میں چندہ دینا کچھ مفید نہیں مگر ان سب باتوں نے میری ہمد کو نہ توڑا بلکہ روز بروز پڑھتی گئی آخر یہ ٹوبہ پہنچی کہ جب فرد چندہ موتب ہو کر لوگوں کی خدمت میں پیش کی گئی تو کچھ تھوڑی سی گفتگو کے بعد سب نے دستخط کر دیئے اور کہنے لگے کہ مدرسۃ العلوم میں چندہ دینا ثواب ہے چنانچہ تعداد چندہ کی اب تک ایک ہزار ایک سو اکیس روپیہ تک پہنچی ہے جس میں سے ایک ہزار روپیہ وصول بھی ہو گیا ہے اور جن لوگوں نے نفر و اتحاد کے الزام لگائے

بمقام علیگت — مطبع علیگتہ انسٹیٹیوٹ میں چھپا اور حافظ

محمند عبدالرزاق کے اہتمام سے شایع ہوا

THE
MOHAMMEDAN
SOCIAL REFORMER

تہذیب الاخلاق

[جلد پنجم] یکم رمضان سنہ ۱۲۹۱ ہجری سنہ ۱۳۰۵ نبوی [نمبر ۱۲]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اطلاع

بخدمت ممبران و خریداران و ناظرین
تہذیب الاخلاق

اس پرچہ کی بابت جس صاحب کو کچھ خط و کتابت کرنا منظور ہو یا خریداری اس پرچہ کی مد نظر ہو یا کوئی مضمون اس پرچہ میں مندرج ہونے کے لیے بھیجتا ہو یا زر قیمت اخبار یا زر چندہ یا کچھ روپیہ بطور قریش کے عنایت فرماتا ہو گو سبب لحد خاں صاحب بہادر سی ایس آئی پاس بمقام پٹارس بھیجتا چارے غرض کہ تمام خط و کتابت بابت اس پرچہ کے انہی سے کی جائے کیونکہ یہ پرچہ منگنے میں چھپکر اُن کے پاس چلا جاتا ہے اور وہاں سے تقسیم ہوتا ہے اور تمام حساب کتاب اسکا سب اُن کے پاس رہتا ہے * اس پرچہ میں صرف مضامین مفیدہ جو مسلمانوں سے منسن ہیں چھاپے ہوتے ہیں اور اس سبب سے اخبار امصار و دیار اس میں مندرج نہیں ہوتے — مقصود اس پرچہ کے اجرا سے یہ ہے کہ مسلمانوں کی حسن معاشرت اور تہذیب کی ترقی ہو اور جو لفظ اراہام مذہبی اس ترقی کے مائع ہیں اور درحقیقت وہ مذہب اسلام کے برخلاف ہیں وہ بھی مٹائے جائیں *

اطلاع

تشریح قیمت و مصرف منافع
تہذیب الاخلاق

جستدر روپیہ بابت اس پرچہ کے بطور چندہ خراج بطور قیمت وصول ہو وہ کسی خاص شخص کی ملکیت نہوگا بلکہ اس پرچہ کے اجرا و ترقی میں صرف کیا جائیگا * جن درستوں نے شریک ہوکر اس پرچہ کو جاری کیا ہے اور ساتھ روپیہ سالانہ اس پرچہ کے اجرا کے لیے بطور امداد دیتے ہیں وہ اس پرچہ کے متعلق معاملات میں بطور ممبر کے متصور ہیں اُن کو اختیار ہے کہ اگر چاہیں تو اُڑ کسی کو بھی بطور ممبر اپنے ساتھ شریک کریں اور جو شخص اس طرح پر شریک ہوگا اُس کو بھی ساتھ روپیہ سالانہ دینا ہوگا * یہ پرچہ ہر مہینے میں ایک بار یا در بار یا تین بار جیسا کہ مقتضای مضامین ہوگا چھپا کر یکا خریداروں کو چار روپیہ سالانہ قیمت پیشگی دینی ہوگی اور اخراجات روانگی پرچہ سے اُن کو کچھ تعلق نہوگا * اگر کوئی شخص نوٹی خاص پرچہ خریدنا چاہیگا! اُس کو فی پرچہ چار آنہ سے اخراجات روانگی پرچہ دینا ہوگا *

سید احمد خاں صاحب کا یہ حال سنا کہ وہ انگریزوں کے طرفدار ہیں وہ ظاہر میں مسلمان باطن میں عیسائی ہیں وہ سب مسلمانوں کو پہنکا کر عیسائی کیا چاہتے ہیں — قرآن کے معنی بدلتے ہیں — حدیث کو بے اعتبار بتاتے ہیں انگریزوں کا کھانا کھانا درست کہتے ہیں — انگریزوں سے دوستی رکھتی ثواب بتاتے ہیں — شیطان کے منکر — آسمان سے منحرف ہیں — کسی امام کو نہیں مانتے کسی مفسر کو معتبر نہیں سمجھتے — کسی مجتہد کے قائل نہیں سید احمد خاں صاحب سے نفرت کرتے انکا اور برا جاننے لگا — حقیقت میں جب اتنی برائی کسی میں ہو — تو کونسا مسلمان ہی کہ ایسے آدمی کو اچھا کہہ سکتا — جب اُس سے واقعی حال سید احمد خاں صاحب کا کہا گیا کہ سید احمد خاں ایسے آدمی نہیں ہیں بلکہ مسلمان ہیں ظاہر اور باطن میں یکساں ہیں — مسلمانوں کو مسلمان رکھا چاہتے ہیں قرآن کے معنی جو ہیں وہی کہتے ہیں حدیث کو معتبر جانتے ہیں — جو حدیث نہیں ہی اُس کو بے اعتبار سمجھتے ہیں — اہل کتاب کے ذبیحہ کو قرآن مجید کے موافق حلال کہتے ہیں — سرور اور شراب کو حرام سمجھتے ہیں — انسانوں سے انسانیت کی وجہ سے قرآن مجید کے مطابق دوستی رکھتی اور ہر ایک کی پہلائی چاہتی موجب ثواب بتاتے ہیں — شیطان اور آسمان کے منکر نہیں مقرر ہیں ضرورت — اور طرم میں جو بعض عالموں نے بیان کی اُن کے ہم زبان ہیں انہوں نے ساتھی نہیں — امام کو امام جانتے ہیں پیغمبر نہیں مانتے مفسر کو مفسر مانتے ہیں الہامی نہیں جانتے — مجتہد کو مجتہد کہتے ہیں خاتم النبیین نہیں سمجھتے — ہر وقت ایسی کوشش میں رہتے ہیں کہ مسلمانوں کی دین و دنیا درست ہو — ہزاروں روپیہ اپنے خرچ کرتے ہیں — دل و جان سے ہر وقت اسی کے خواستگار ہیں — اپنا جان و مال مسلمانوں کے واسطے وقف کر رکھا ہے — چاہتے ہیں کہ مسلمان دنیا میں مال دار ہو جاویں اور دین میں ایماندار یہہ سلکو وہ سید احمد خاں صاحب کی تعریف کرتے لگا ہندوستانی نے کہا بہت اچھے آدمی ہیں اور عرب نے کہا طیب *

یہی خراب حال اور برائی ہی جناب مولانا علی ہاشم خاں صاحب پرانے جب تک مکہ معظمہ میں رہے مولانا صاحب کو یہی خیال رہا جب مدینہ منورہ میں گئے وہاں بھی انہیں فتور کی فکر رہی حالانکہ مدت قیام مدینہ منورہ کی تھوڑی تھی یعنی آٹھ سات دن کہ ضروری کام اور زیارات طہیات بھی مشکل سے انجام دیتے ہیں مگر وہاں بھی مولانا صاحب اسی انتظام میں رہے سوالات کا مسردہ مستند نبوی میں ورقہ منظرہ کے درپر ہوا مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں اکثر ہندوستانی اور عرب سے مولانا صاحب بھی ذکر فرماتے رہتے اور اسی کی بھٹا دیتی رہتی — مولانا صاحب شہاب ثانی اور ایک اُڑو رسالہ کی کئی جلدیں لیکھتے تھے وہ بھی وہاں تقسیم فرماتے سید احمد خاں صاحب کا فکر اور اسلام اور اُنکے فکر کے فتور کا مدلو اُنکا حال بیان کرنے والوں پر منحصر ہی کہ مکہ والے اُنکو جانتے نہ مدینہ والے اُن سے واقف اگر کرتے چاہے تو سر قلم اُنکے اسلام کے حرمین شریفین سے واقعی حال بیان کر کے لاسکتا ہے — مگر — پشمال و خطہ حاجت روے زیبا را — سید احمد خاں صاحب کا اسلام مسلمانوں کے دلوں پر نہایت عمدتہ سندہ ہوتا چلا جاویگا — اور تھوڑے عرصہ بعد سید احمد خاں صاحب کے نام کے ساتھ مجتہد و مجدد کا لفظ لکھنا شروع ہو جاویگا — اُنکے اسلام کے نبوت میں کاذب کی اور سیاہی کی مدد ضرور نہیں — جو بات فکر کی ہی وہ فقر کی ہی اور جو اسلام کی ہی وہ اسلام کی — سید احمد خاں صاحب صرف اس سبب سے کہ حرمین شریفین کے عالموں نے اُن کے فکر کے فتورے دیدیئے کافر نہیں ہو سکتے جیسے دوسرے کے عالم ہیں ویسے ہی وہاں کے صرف زبان کا فرق ہی اُنہی نقابوں سے وہاں والے فتورے لکھتے ہیں اُنہی سے یہاں والے — بلکہ اس عالم یہاں کے وہاں بھی مستند گئے جاتے ہیں اور ایک بات اُڑو بھی ہی کہ یہاں والے کل حالات سے واقف وہاں والے ناواقف — شہید نے خود مائند دیدہ *

حاصل مطلب یہ کہ وہاں کے فتورے ویسے ہی ہیں جیسے یہاں کے اُن میں اُن میں کچھ فرق نہیں صرف اتنا فرق ہی کہ وہاں کے فتورے میں ایک مسلمان کا غنیمت اور عزیز وقت جو دما اور عبادت میں ایسی پاک جگہ صرف ہونا چاہیئے وہ ایک مسلمان کے کافر کرتے میں صرف ہوتا ہی یارب یارب *

پورا ستم سید احمد خاں صاحب نے یہہ کیا کہ یہاں کے ساتھ کھانا کھایا تو کی توہی اُڑو ہی کلا رت اور انگریزی پرت پہننے کو اچھا سمجھا اس کا حال یہہ ہی کہ جتنے ہوئے حدیدہ سے ایک انگریزی تاجر ہمارے ساتھ اپنا مال لادکر جدہ تک انگریز میں سوار ہو گیا تھا — اُس انگریز میں پانچ عرب دو جدہ کے تین مکہ کے رہنے والے

جو تین مولانا صاحبوں کے سامنے بیٹے سید احمد خاں صاحب کی تعریف کی اور واقعی حال اُن کا بیان کیا تو اُنہوں نے جوابدیا کہ ہاں مولانا صاحب یا حکیم صاحب یا منشی صاحب ایہی ہندوستان سے آتے ہیں وہ اس کے خلاف کہتے ہیں — تم ہرگز سید احمد خاں صاحب کا نہ ماننا ورنہ کافر ہو جاؤ گے مینے کہا بہت اچھا سید احمد خاں صاحب کا کہنا نہ مانو گے اُن کو برا جانو گے مگر پھر کس کا کہا مانوں آپ کا سر آپ کو بھی تو ہاں مولانا صاحب کافر کہتے ہیں اس کا کیا علاج فرض ہندوستانی عالموں اور جاہلوں کا وہاں بھی

ہی ان علامات کا استعمال ہوتا ہے۔ ہم مسلمانوں نے اپنی تہذیبوں میں کوئی علامتیں اس قسم کی نہیں ہیں؛ صرف قرآن مجید میں جسکو ہم نہایت عزیز و قابل ادب سمجھتے ہیں، اور جسکی تلاوت میں ہمکو بڑا اہتمام ہے، بعض ایسی علامتیں، جو قرأت قرآن مجید سے متضمن ہیں، مقرر کی گئی ہیں۔

سانسرت زبان کی تہذیب میں بھی کچھ علامتیں اس قسم کی مقرر نہ تھیں، لیکن اس زمانہ میں جن لوگوں نے اپنی زبان کی ترقی اور درستگی کی فکر کی ہے انہوں نے اپنی اپنی تہذیبوں میں ان علامتوں کا رواج شروع کیا ہے۔ ہنگالی زبان کی تہذیب میں تو یہ علامتیں نہایت خوبی سے مروج ہو گئی ہیں، اور آذربائی اور گجراتی اور فارسی میں بھی مروج ہوتی جاتی ہیں، مگر اردو زبان کی تہذیب میں اس کا بہت کم رواج ہے۔ کبھی کبھی ہم اپنے تہذیب الاخلاق میں کوئی علامت اس قسم کی لگا دیتے ہیں، یا اگر اچھا کے ایک صاحب معارف اپنے ارتکلوں میں نہایت خوبی اور اسلوب سے ان علامتوں کا استعمال کرتے ہیں۔

کچھ کم دو برس کا عرصہ ہوا ہوگا کہ جناب منشی غلام محمد صاحب مکتوب بمبئی نے اس پر بہت توجہ کی، اور اردو زبان کی تہذیب میں بھی ان علامتوں کا مروج ہونا ضرور سمجھا، اور اسباب میں ایک رسالہ، موسوم بہ انوار علامات، تہذیب فرمایا جو درحالیہ اپنی خوبی اور حسن بیان میں بے نظیر ہے۔ اس رسالہ میں جناب موصوف نے ہر قسم کی علامتیں مقرر کی ہیں جو علامات قرأت قرآن مجید سے اخذ کی گئی ہیں، اور انہیں حروف مفردہ تہجی پانچواں ایک لکیر متک زبر کے اُن علامتوں کے ایسے مقرر کیئے ہیں، اور ہر ایک علامت کا بیان نہایت خوبی اور عرصہ بیانی اور وضاحت سے کیا ہے۔

ہمکو جناب ممدوح کی تمام تہذیبوں سے دل سے اتفاق ہے، مگر جو علامتیں انہوں نے مقرر کی ہیں اُن سے بوجوہات مفصلہ ذیل ہمکو اختلاف ہے :-

اول — ہم نہیں پسند کرتے کہ جو علامتیں مذکور سے قرآن مجید کی تہذیب میں متضمن ہو گئی ہیں وہ اور تہذیبوں میں مروج کی جائیں، اور آیت اور معلق جو خاص قرآن مجید کی اصطلاحات ہیں، اور تہذیبوں پر بولی جائیں، گو شرماً و عقلاً اس میں کچھ قباحت نہ ہو، الا تعظیماً للقرآن المجید ایسا کرنا ہم پسند نہیں کرتے۔

دویم — علامتیں جو حروف مفردہ تہجی سے مقرر کی گئی ہیں وہ اردو زبان کی تہذیب میں حروف عبارت سے مشابہہ ہر جاتی ہیں، اور پڑھنے میں شبہ پڑتا ہے کہ وہ حرف بھی منقولہ حروف عبارت

اطلاع

بیتکلمت مہبران کہیتی خزنتہ البضامۃ

۲۲ ستمبر سنہ ۱۸۷۲ ع کے اجلاس میں جو یہ تجویز ہوئی تھی کہ مدرسہ العلوم کے احاطہ کے تین دروازوں میں سے جس دروازہ کو جو مہر اپنے خرچ سے بنوائے وہ دروازہ اُسکے نام سے موسوم ہو منجملہ اُنکے ایک دروازہ مولوی سید مہدی علی صاحب نے اپنے خرچ سے بنوانا چاہا ہے اور اُسکا مہدی دروازہ نام ہوگا اور دوسرا دروازہ مہر سید ظہور حسین صاحب نے اپنے خرچ سے بنوانا چاہا ہے چنانچہ نقد سات سو روپیہ اُسکی لاکھ کا انہوں نے پہنچا دیا ہے اور وہ دروازہ ظہور حسین دروازہ کے نام سے موسوم ہوگا جس اب صرف ایک دروازہ باقی رہ گیا ہے دیکھئے کہ کس کی قسمت میں ہے *

والسلام

سید احمد

سرگرمی، کمیٹی خزنتہ البضامۃ

نمبر ۱۹۳

علامات قرأت

اس مقام پر انظر قرأت سے ہماری مراد قرأت مصحفہ قرآن مجید نہیں ہے، بلکہ اُس کے لغوی معنی مراد ہیں؛ یعنی پڑھنے کے نشان؛ انگریزی میں چند علامتیں مقرر ہیں جنکو ہنگویٹھن کہتے ہیں۔ انگریزی عبارت میں وہ نشان ہمیشہ لگائے جاتے ہیں؛ اُن سے فائدہ یہ ہے کہ عبارت کو فصیح طور پر پڑھنے میں آسانی ہوتی ہے۔ اُن نشانوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جملہ کہاں ختم ہوا، کہاں سے دوسرا مطالب شروع ہوا، کونسے لفظ ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں، کونسے ملحدہ ہیں، عبارت پڑھتے ہیں کس جگہ پھرتا چاہیئے، کس جگہ ملا کر پڑھنا چاہیئے، تاکہ مطالب پڑھنے والے اور سنتے والے کی سمجھ میں بخوبی آتا جائے۔ اس کے سوا اُن نشانوں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس عبارت میں کونسا جملہ معترضہ ہے، اور کونسا استفہامیہ، کونسا اقتباسیہ، اور کونسا ندائیہ، کس مقام پر مصنف نے کوئی بات تعجب انگیز لکھی ہے، اور کس مطلب پر مصنف نے پڑھنے والے کی زیادہ توجہ چاہی ہے، علیٰ ہذا القیاس۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ علامات قرأت نہایت عمدہ چیز ہیں، اور علم ادب کی ترقی کے لئے نہایت مفید ہیں۔ تمام ملکوں میں جہاں مارم و نغز، علم ادب و انشاء، تہذیب و شایستگی کی ترقی

ہی ' اسلئے ضرور ہی کہ علامات مذکورہ صرف نقرہ ہوں حروف
نہوں ۔

سویں — علامات مذکورہ ایسی ہرٹی چاہئیں کہ جو پتھر اور ٹیپ
ہوئیوں قسم کے چھاپہ میں مستعمل ہو سکیں : پس اگر ہم ایسی
علامتیں مقرر کریں جو ٹیپ میں پتی ہرٹی مروج نہوں تو بالفعل
ہم کو نہایت مشکل پڑے گی ' اور کسی طرح ہم کو نہ اُن علامتوں کا
ہاتھ آنا میسر ہوگا نہ اُن کو بناسکیں گے ؛ اسلئے نہایت مناسب ہی
کہ جو علامتیں انگریزی میں مروج ہیں وہی ہم اردو تحریر میں
بھی اختیار کریں ۔ اُن علامتوں کا ٹیپ ہر قسم کا بنا ہوا دستیاب
ہوتا ہی ۔ پتھر کے چھاپہ میں نہایت آسانی سے تحریر میں آسکتی
ہیں ' اور اُنکی شکل ایسی ہی کہ کسی حرف کے ساتھ مشابہہ
نہیں ہی ' صرف ایک علامت ہی جو حرف واد کے مشابہہ ہی ؛ لیکن
اُسکو اولت دینے سے وہ التباس بالکل زایل ہو جاتا ہی ۔ ہمارا ارادہ
ہی کہ ہم تہذیب الاخلاق میں اُن علامتوں کا رواج دیں ۔ اگر اردو اور
بھی اُسکو پسند کرینگے تو اُمید ہی کہ اردو زبان میں بھی اُس کا
رواج ہو جاوے گا ۔ اب ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ جناب ماسی
غلام محمد صاحب کے رسالہ کی غرضہ چینی سے اُن علامتوں کا اس
مقابلہ ہو سکے۔

مفصلہ ذیل علامتیں ہیں جو اُردو زبان کی تحریر میں مستعمل ہو سکتی ہیں

(۱) کاما یعنی علامت سکتہ ۔ انگریزی میں اسکی یہ شکل
ہی (و) ۔ مگر یہ حرف واد کے مشابہہ تھا اسلئے اُس کو اولت دیا
تاکہ حرف مفرد تمجی سے مشابہہ نہ رہے ۔

(۲) سیکوان یعنی علامت سکون ۔ انگریزی میں اس کی
صورت یوں (۰) ہی ۔ اسکو بھی اولت دیا ہی *
(:) کولن یعنی علامت وقفہ ۔

جہاں علامت سکتہ ہو اُس لفظ پر پڑھنے میں ذرا ٹھرتا چاہیئے ' اور
جہاں علامت سکون ہو وہاں ذرا اُس سے زیادہ ' اور جہاں علامت
وقفہ ہو وہاں ذرا اُس سے بھی زیادہ ۔

(.) فلستاپ یعنی علامت وقفہ کامل ۔ یہ علامت اسباب کی
ہی کہ یہاں فقرہ پورا ہو گیا ۔

(P) قوت آف انٹررکشن یعنی علامت استفہام یا علامت سوال ۔

(I) قوت آف انکلامیشن یعنی علامت تعجب و حیرت و
فرحت ۔ اگر یہی نشان برابر ہو (!) کر دینے جارویں یا تین (!!!)
کر دینے جارویں تو زیادہ تعجب و حیرت یا مسرت پر دلالت کرتے
ہیں ۔

(-) ہائی فن یعنی علامت ترکیب ۔

(—) قہش یعنی خط یا لکیر ۔

() پرتھسز یعنی علامت جملہ معترضہ ۔

(" ") کوٹیشن یعنی علامت اقتباس ۔ انگریزی تحریر میں یہ

علامت اس طرح پر لکھی جاتی ہی ' (" ") مگر ہم نے دونوں کو
اولتا دھنے دیا ہی ۔

لفظوں کے اوپر لکیر کر دینا ' یہ قدیم علامت نقل یا اقتباس کی
ہی ؛ جیسیکہ شرح میں متن کی عبارت پر لکیر کر دی جاتی ہی ۔

— اندر لین یعنی علامت ترجمہ ۔ جن لفظوں کے نیچے لکیر
کر دی جاتی ہی وہ اسباب کا نشان ہی کہ پڑھنے والا اُس پر زیادہ توجہ
کرے ۔

(*) اسٹار یعنی نجم ۔ کسی جملہ یا عبارت منقولہ کے اہم
میں دو یا تین نجم لگا دینا اسباب کا نشان ہی کہ اس مقام پر سے
کچھ لفظ یا عبارت جو مطلب سے متعلق نہ تھا یا اُسکی نقل ضروری
نہ تھی چھوڑ دی گئی ہی ' اور ایک نجم حاشیہ کی ہی ۔

(* † ‡ ||) ان میں سے ہر ایک حاشیہ کی علامت ہی ۔

علامت سکتہ

اس علامت سے جملہ کے ایسے حصے علیحدہ علیحدہ معلوم ہوتے
ہیں جو مطلب میں تو ملے ہوئے ہیں مگر پڑھنے میں اُن مقاموں
پر ذرا سکتہ کرکے پڑھنا چاہیئے ۔

۱ — جب کسی مفرد جملہ میں مبتدا اور خبر مرکب ہوں ' تو
اُنکو پیچھے ہوں علامت سکتہ لگانی چاہیئے ۔

مثال — کسی چیز کی طرف مستقل اور پوری توجہ ' اصلی
طبیعت کی نشانی ہی ۔

۲ — جملہ مرکبہ کے اجزاء مفردہ بفریدہ علامت سکتہ علیحدہ کرتے
چاہئیں ' تاکہ پڑھنے میں الگ الگ پڑھے جارویں ۔

مثال — جب اچھائی نہیں رہتی ' تو لوگوں کی توجہ بھی
نہیں رہتی ۔

پہلووں نے ' جب دشمنوں کا حال سنا ' تو اُنپر نہایت
دلچسپی سے حملہ کیا ۔

مگر جب جملہ کے اجزاء ایسے ہوں کہ خود اُنہی سے اُن میں
ترکیب پاتی جاتی ہو ' تو وہاں علامت سکتہ کا لگانا کچھ ضرور نہیں
ہی ۔

مثال — خود ہمارا دل ہم کو بتاتا ہی کہ اصلی نیکی کیا ہی ۔

۳ — معطوف و معطوف علیہ میں جب حرف عطف موجود
ہو ' تو وہاں بھی علامت سکتہ لگانی ضرور نہیں ۔

مثال — بے بندوبستی اور بے انتظامی ' مفلسی اور محتاجی
تکلیف اور مصیبت ' ویرانی و پرہیزی ' آپسکی طاقت نہوں
کا نتیجہ ہے ۔

۵ — جملہ ذاتیہ کے بعد بھی علامت سکتے ہوئی چاہیئے ۔

مثال — میرے پیارے ' میری بات سن ۔

اوجانے والے ' ادھر ہوتا جا ۔

جاگنے والوں ' جاگتہ رہو ۔

۶ — جملہ بیانیہ فقرہ فقرہ کے شروع میں ہر ' خواہ بیچہ میں '

خواہ اخیر میں ' اُس کے ساتھ بھی علامت سکتے ہوئی چاہیئے ۔

مثال — اُنکی نیکی ' احسانمندی سے ' مجھے یاد ہے ۔

اُنکی نیکی مجھے یاد ہے ' نہایت احسانمندی سے '

احسانمندی سے ' اُنکی نیکی مجھے یاد ہے ۔

۷ — جبکہ کسی جملہ میں دو اسم آریں ' اور پہلا اسم '

معنی اپنے متعلقات کے ' اُسی شخص یا چیز پر دلالت کرے جس پر

پہلا اسم دلالت کرتا ہے ' تو اُنکے درمیان میں بھی علامت سکتے لگائی

چاہیئے ۔

مثال — احمد ' غیر خواہ معاندان ۔

مگر جب کئی لفظ ملکر ایک مرکب اسم بنے ' تو اُن لفظوں کے

درمیان میں علامت سکتے نہ ہوئی چاہیئے ۔

مثال — شاہجہاں آباد ' اکبر آباد ' الہ آباد ' چٹوڑ گڑہ ' مسک کسا '

قبی احوال الزماں ' مشکل کشا علی '

۸ — اگر اسماء موصول کے بعد بھی جملہ بیانیہ ہو ' تو اُسکے

پہلے علامت سکتے لگائی چاہیئے ۔

مثال — وہ ' جو غم ہو کر پھر سیدھی ہو جاوے ' اکیلے تلواری

ہی ۔

مگر جب کہ اسماء موصولہ اسم کے ساتھ ملے ہوئے ہوں ' تو

اُس وقت اُن کے پہلے علامت سکتے کا لگانا ضرور نہیں ۔

مثال — جو تلوار غم ہو کر سیدھی ہو جاوے ' اکیلے ہی ۔

۹ — جب کسی جملہ کی ترکیب اولیٰ جی جاوے تو اُس کے بیچ

میں علامت سکتے لگائی چاہیئے ۔

مثال — خدا کے نزدیک کوئی چیز مشکل نہیں ہے ۔

اس مثال میں علامت سکتے کی ضرورت نہیں ہے مگر جب اسکی

ترکیب اولیٰ ہو تو علامت سکتے کی ضرورت ہوگی ۔

مثلاً — کوئی چیز مشکل نہیں ہے ' خدا کے نزدیک ۔

۱۰ — جب کوئی فعل مضارع ہو ' تو وہاں علامت سکتے لگائی

چاہیئے ۔

مثال — پڑھنے سے آدمی پورا انسان ہوتا ہے ' اور اچھی گفتگو

سے ' لائق ' اور لکھنے سے ' ذہل '

مثال — زمین اور چاند دونوں سیارے ہیں ۔

مقامتہ آدمی وقت کی قدر کرتا ہے اور اُسکو ضایع نہیں

کرتا ۔

کامیابی اکثر ہوشیاری اور ہمت سے کام کرنے پر منحصر

ہوتی ہے ۔

مگر جب معارف و معارف ملیوہ میں حرف عطف

موجود نہ ہو '

تو وہاں علامت سکتے لگائی ضرور ہے ۔

مثال — عقل ' ہرشی ' علم ' ہنر ' سب وقت پر کام آتے ہیں ۔

وہ تو سیدھا ' سادھا ' ایمان دار ' آدمی ہے ۔

مستثنیٰ اور مستثنیٰ منہ کے درمیان میں بھی علامت سکتے کا

لگانا ضرور ہے ۔

مثال — وہ شخص ایماندار ہے ' مگر سست ۔

پہت ہوا عالم ہے ' مگر بے عمل ۔

پڑھ رہا ہے ' مگر طاہری باتوں میں ۔

جب متعدد صفتیں کسی اسم کی بغیر حرف عطف کے بیان کی

جاویں تو وہاں علامت سکتے لگائی ضرور ہے ۔

مثال — زید نہایت دانا ' ہوشیار ' عالم ' فاضل ہے ۔

مگر جب دو یا دو سے زیادہ ایسی بیان کی جاویں کہ ایک صفت

دوسری صفت کی تشریح کرتی ہو ' تو اُن میں علامت سکتے لگائی

نہیں چاہیئے ۔

مثال — پورا سیاحی سایل ' پورا ۔

ہلکا زردی سایل سبز رنگ ۔

اگر حرف عطف موجود ہو ' مگر جملہ کے اجزا لنبیہ لنبیہ ہوں '

تو بھی اُن میں علامت سکتے لگائی چاہیئے ۔

مثال — بے اعتدالی ہمارے جسم کی قدرت کو ضایع کرتی ہے ' اور

ہمارے دل کی جرأت کو ۔

۱۲ — جبکہ تین یا تین سے زیادہ الفاظ ایک ہی جزو کلام میں

ہوں ' اور اُس میں حرف عطف ہو خواہ نہ ہو ' اُن لفظوں کے اخیر

میں بھی ' سوائے اُس لفظ کے جو سب سے اخیر ہو ' علامت سکتے

لگائی چاہیئے ' لیکن اگر وہ اخیر کا لفظ اسم ہو تو اُس کے بعد بھی

علامت سکتے ہوئی چاہیئے ۔

مثال — نظم ' موسیقی ' مصوری ' مدد ہنر ہیں ۔

خودم ایک دایر ' دانا ' اور دور اندیش شہزادہ تھا ۔

جبکہ جملہ میں دو دو لفظ ساتھ ساتھ ہوں ' تو ہر دو کے

بعد علامت سکتے ہوئی چاہیئے ۔

۲۔ جب کہ ایک فقرہ کے کئی جملے علامت سکون سے ملاحظہ کیئے جارہیں اور اُن کا نتیجہ اخیر فقرہ یا فقروں پر منحصر ہو تو اخیر فقرہ سے پہلے علامت وقفہ لگانی چاہیئے۔

مثال۔ نیکی سے خدا خوش ہوتا ہے؛ پورے کاموں سے خدا ناراض ہوتا ہے؛ نیکیوں کو عاقبت میں جزا دیگا؛ بدکاروں کو قیامت کے دن سزا دیگا؛ یہاں ایسے خیالات ہیں کہ دنیا کو خوف ورجا میں رکھتے ہیں، نیکی پر رغبت دلاتے ہیں، گناہوں سے باز رکھتے ہیں۔

علامت وقفہ کامل

۱۔ جب کوئی مفرد جملہ چھوڑتا ہو، تو اُس کے اخیر میں علامت وقفہ کامل لگانی چاہیئے۔

مثال۔ زندگی کی کوئی حالت تکلیف سے خالی نہیں۔

۲۔ جب کوئی فقرہ توثیب معنائی میں پورا ہو جاوے، تو وہاں بھی علامت وقفہ کامل لگانی چاہیئے۔

مثال۔ نا اُمیدی سے، اور آزمائش میں پڑنے سے ہمارے دلوں کا جوش کم ہو جاتا ہے۔

۳۔ جب کسی لفظ کو اختصار کرنا لکھیں، تو اُس کے بعد بھی علامت وقفہ کامل لگانی چاہیئے۔

مثال۔ الخ۔ جو اختصار ہے الی آخرہ کا، ہف۔ جو اختصار ہے ہذا خلف کا، اے۔ جو اختصار ہے بیچرل آف آرٹ کا ایم۔ اے۔ جو اختصار ہے ماسٹر آف آرٹ کا، سی۔ ایس۔ ائی۔ جو اختصار ہے کمپینین آف دی آرڈرف ڈی سٹار آف انڈیا کا۔

علامت استفہام یا سوال

یہ علامت ایسی فقرہ کے اخیر میں لگائی جاتی ہے جس میں کوئی بات پوچھی گئی ہو۔

مثال۔ تم اپنے کام سے کیوں غفلت کرتے ہو؟

آپ کا مزاج کس طرح ہے؟

کیا ہونے لگا ہے تم سے نہیں کہا تھا؟

علامت تعجب

جبکہ فقرہ میں کوئی ایسا کلمہ جس سے ذہناً جوش، یا مسرت، یا خوف، یا تعجب وغیرہ پیدا ہوتا ہو تو، اُس کے اخیر میں یہ علامت لگائی جاتی ہے۔

مثال۔ او ازل و ابداً خدا!

او خدایا کرتے والے اور خدایا دلاتے والے خیال!

میں نے شیخ نلو سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ اُس نے کہا کہ کپتر!

۱۱۔ کاف بیانیہ یا تکریدی کے پہلے علامت سکونہ لگانی چاہیئے۔

مثال۔ ذوالفقار خاں آرینگے، کہ نہیں۔

چپک ہو، تاکہ خوش رہو۔

علامت سکون

یہ علامت فقرہ کے ایسے اجزا ملاحظہ کرنے کو لگائی جاتی ہے جو بہ نسبت اُن اجزا کے جن میں علامت سکونہ لگاتے ہیں، آپس میں کم مناسبیت رکھتے ہیں۔

۱۔ جبکہ پہلا حصہ فقرہ کا پورا نلام ہو، مگر اُس کے بعد کا حصہ ایسا ہو کہ اُس سے کوئی نتیجہ پایا جاوے، یا پہلے حصہ کا مطلب پتاوے، تو اُن میں علامت سکون لگانی چاہیئے۔

مثال۔ ایمانداری سے اپنا کام کرو، کیونکہ اس سے تمہاری عاقبت سترہیگی۔

۲۔ جب کئی چھوٹے چھوٹے جملے ایک دوسرے کے بعد آریں، اور ہم اُن کے کچھ ضروری مناسبیت نہ ہو، تو اُن میں بھی علامت سکون لگانی چاہیئے۔

مثال۔ ہر چیز پر راتی ہوتی ہے؛ وقت گذر جاتا ہے؛ ہر چیز

۳۔ جب کسی فقرہ میں کچھ تفصیل ہو، تو اُس کے اجزا علامت سکون سے الگ کرتے چاہیئیں۔

مثال۔ حکیموں کا قول ہے کہ نیچو کے بے انتہا کام ہیں؛ اُسکا خزانہ معدوم ہے؛ علم ہمیشہ ترقی پر ہے؛ اور آئندہ نسل کے لوگ ایسی باتیں دریافت کریں گے، جو ہمارے وہم و گمان میں بھی نہیں۔

علامت وقفہ

اس علامت سے فقرہ کو دو یا زیادہ حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ جو حصے علامت سکون سے ملاحظہ کیئے جاتے ہیں، یہ نسبت اُن کے ان حصوں میں جو علامت وقفہ سے ملاحظہ ہوتے ہیں، اور یہی کم مناسبیت ہوتی ہے، مگر ایسی بھی نہیں ہوتی کہ اُن پر مطلب ختم ہو گیا ہو۔

۱۔ جب کوئی جزو فقرہ کا اپنی ترکیب اور معنی پٹانے میں پورا ہو، مگر اُس کے بعد کا حصہ بیانیہ ہو، تو ایسی جگہ علامت وقفہ لگانی چاہیئے۔

مثال۔ فور کرنے کی عادت ڈالو؛ کہ اس سے زیادہ عمدہ کوئی تعلیم نہیں۔

علامت ترکیب

جب دو لفظ مرکب کیئے جائیں تو ان کے درمیان میں یہ علامت لگا دیتے ہیں " تاکہ کوئی ان کو جدا جدا نہ سمجھے ۔
مثال — کتب — خانہ — شراب — خانہ — فیل خانہ — منشی — خانہ ۔

خط یا لکیر

کبھی تو اس خط سے یہ مقصود ہوتا ہے کہ ایک لفظ سے دوسرے لفظ میں فرق ہو جاوے " اور کبھی مطلب نہیں ہوتا ؛ مگر دراصل اسکا استعمال ایسی جگہ ہوتا ہے جہاں دومتا فقرہ ٹوٹ جاتا ہے " یا دومتا خیال پھر جاتا ہے "۔

مثال — خدا نے کہا — کیا ؟ — اے زمین نک جا اپنا پانی ؛
اور اے آسمان تم جا پوسنے سے ۔

کبھی اس علامت کا بطور کنایہ کسی معذوف لفظ کے استعمال ہوتا ہے ۔

مثال — وہ تو — ہے بھی بدتر ہے ؛ یعنی وہ تو شیطان سے بھی بدتر ہے ۔

میں جاتا تھا — مجھ سے ملا ۔

اس مقام پر کسی ایسے شخص سے کنایہ ہے " کہ جسکو پڑھنے والا جانتا ہے " یا لکھنے والے کو اس کا نام ظاہر کرنا مقصود نہیں ہے ۔

علامت جملہ معترضہ

جب کسی فقرہ میں کوئی جملہ معترضہ آجائے " تو اس جملہ معترضہ کے شروع و اخیر میں یہ علامت لگائی جاہیئے " جس سے معلوم ہو کہ وہ ایک علیحدہ جملہ ہے جو مطلب کے پیچھے آگیا ہے ۔

مثال — اسپاہ کو پکڑی جان لو (اور تمکو اتنا ہی جائنا کافی ہے) کہ انسان کے لیئے صرف نیکی ہی اصلی خدشی ہے ۔

علامت اقتباس یا نقل

جبکہ تھریز میں کسی دوسرے کا قول آجائے " یا کسی دوسرے مصنف کی بعینہ عبارت اپنی تھریز میں ملادی جاوے " تو اس کے اول اور آخر میں یہ علامت لگادینی چاہیئے ۔

مثال — بالغ کی تعریف اس سے بہتر نہیں ہو سکتی " تو گری خوردہ مینا پر خاکش ریختہ و تند ثریا پرتاکش آریختہ "۔

جب تک آدمی خود اپنا کام آپ نکرے " بشرطی کام نہیں ہوتا ؛ مشہور قول ہے کہ " آپ کام مہا کام " ۔
رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے کہ " عمل نیت پر منحصر نہیں " حدیث کے یہ لفظ ہیں " انما الاعمال بالنیات "۔

علامت توجہ

جس لفظ یا عبارت کے نیچے لکیر کی جاتی ہے اس کا یہ مطلب ہے کہ اس پر زیادہ توجہ دیکار ہے ۔
مثال — ذرائع غاں کشتی پر جاتے تھے " کتاب " ہاتھ میں تھی " قادانی سے کر پڑی " اور قارب گئی ۔

علامت نجم

اسیات کی نشانی ہے کہ نقل کرنے میں بیخ میں سے تھیر ضروری عبارت چھوڑ دی گئی ہے ۔

مثال — " شہی کامل از ام گذشتہ میگردم " و یو مر تلف کردہ تاسف میخوردم " و ستک لافہ دل را بالاماس آب دیدہ می ستم ***
تایکی از دوستان کہ در کجارتہ ہم انیس من برد " و در حقیقتہ ہم جلیس " ہرسم قدیم از دو درآمد "۔

علامت حاشیہ

شخصی نزد نفیہی آمد و ہوسید " کہ ان کدام زن * مجوسی + برد " کہ دخترش ‡ را گرگان خوردہ بودند || ؟ فقہہ جواب داد " کہ بایا تو تمامتر غلط گفتی " من کدام کدام غلط ترا صحیح انم از پیش من برد ۔

راڈ — سیم

سید احمد

* آی زن نہ بود بلکہ مرد بود

+ مجوسی تیرہ بلکہ حضرت یعقوب ثبی بنی اسرائیل پودند

‡ دختر نہ بود بلکہ پسر بود

|| گرگان خوردہ پودند بلکہ ہزارانہی غلط گفتہ پودند

مدرستہ العلوم

اور

مدبران تعلیم مذهب اہل سنت و جماعت

جناب مولوی محمد قاسم صاحب اور جناب مولوی محمد یعقوب صاحب نے جو علم متقدمہ مدارس و مدارس میں تعلیم مذهب اہل سنت و جماعت سے لکھا ہے پچیسہ ذیل میں مندرج ہے *

نقل خط

سلام

بخدمت مطیع منایات ہے شایعہ مجمع الطوائف ہے تمایات بعد سلام مستور معروض ہے درجہ تہذیب اصلاح قانون درباب مدرستہ العلوم جو متعلق علوم دینیہ سے ہے پہنچا اور سبب ہوتا حاجی علی بخش خان صاحب کا مہتمم اس امر کا واضح ہوا مبارک باد نام قاسم ایسے شخص کا اس کارخانہ کے لیئے بہت عمدہ ہے اب امید ہے کہ کوئی عارف ہائی نہ رہے — احقر کا نام اور جناب مولوی محمد قاسم صاحب و قبلہ کا نام اس فہرست میں نظر آیا کہ جن کو اہل شری تہذیب فرمایا ہے ہر چند تائید مذهب اہل تشیع اس مدرسہ میں ایک جداگانہ چیز ہے مگر ہر لوگوں کے دل میں یہ امر بہت عجیب کرتا ہے کہ ایسے مجمع میں جہاں ایک شیعہ تائید ایسے لوگوں کی ہے جن کا فرض مذہبی ہمارے ہاں کو دنا کہتا ہے ایسے مجمع کے سرکردوں میں شامل ہو کر خدا رسول کو یاد کر مرنے دیکھنا دیکھنے قال تعالیٰ ولا تکرہوا فی الذین ظہروا قتہم انما آپ لوگوں کو بڑی ہمت اور تہذیب دینی جو اس ہمارے حوصلے پر ہمت کرتے ہیں ادا تعالیٰ ہمیشہ اپنی ہمت میں محفوظ رکھے ہر چند تہذیب مذکورہ بالا ہم ناقص عقول کے نزدیک مستطیع معض ہے بات وہی کی وہی ہے اور حاصل ہونا جناب مولوی علی بخش خان صاحب کا خلاف عقل تو نہیں کہہ سکتے مگر بے شک کسی مصلحت عقلی پر مبنی ہے مگر یہ امر قابل التفات نہ تھا اس میں الیہ اتنا ہی تھا کہ اقرا مواضع التہم تثنیٰ ہی مسلمان ہم لوگوں کو وضع اور عقاید اور اعمال اور رائے اور طرز اور وضع کو ایک کیفیت خاص پر سمجھے ہوئے ہیں اس صورت میں اگر متزلزل نہ ہو جاتے متروک ہو جانے میں کچھ تردد نہ تھا بالجملہ اب ہم خاک نشینوں کو آپ اپنے گرجہ منایات و ترجمہ سے ایسا منسی و معرو و ماریس نہ پھر کبھی پھر سے یہی یاد نہ آویں جناب مولوی

محمد قاسم صاحب نے منشی محمد عارف سے ہر وقت ملاقات جب انہوں نے اس تہذیب کا ذکر کیا تھا ہمیشہ یہی مقصود ارشاد فرمایا تھا انہوں نے آپ کی خدمت میں ذکر کیا ہوگا اب ہر وقت پہنچنے ان چیزوں کے کہ جناب مرانا یہاں تشریف رکھتے تھے احقر کو ارشاد فرمایا کہ تو ہی یہ جواب لکھتے پہنچتے چنانچہ حسب ارشاد معروض ہوا *

محمد یعقوب

اطلاع ثانی

بحث دست مدبران کمیٹی خزانۃ البضاعۃ

واضح ہو کہ بعد تہذیب اطلاع سابق کے جناب ممتاز الدولہ ثواب محمد فیض علی خان بہادر سی ایس آئی کا مکاتیب مدہ ہندوئی کے سکریٹری کمیٹی کے پاس آیا اور جناب مدوح نے ایک دروازہ احاطہ مدرستہ العلوم مسلمانان کی تعمیر کا خرچ اپنی طرف سے مرحمت کرنا تہذیب فرمایا چنانچہ وہ دروازہ "فیض علی خان دروازہ" کے نام سے موسوم ہوگا اور بشرط اجازت اسور نشان خطاب و علامت تمغائے ستار آف انڈیا بنائی جاوے گی پس اب کوئی دروازہ ہائی نہیں رہا تیلوں دروازے مفصلہ ذیل بزرگوں کے نام سے ہو گئے *

مہدی علی دروازہ ظہور حسین دروازہ فیض علی خان دروازہ ہم خدا تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر کرتے ہیں اور اپنی کمیٹی کے عالی ہمت اور فیاض مدبروں کا بھی شکر کرتے ہیں کہ اس قدر جلد تینوں دروازوں کی تعمیر کا نہایت عمدہ طور سے بندوبست ہو گیا اور ہمارے عالی ہمت مدبروں کی یادگاری اس مدرستہ العلوم مسلمانان کے ساتھ ہمیشہ کے لیئے قائم ہو گئی *

میں اپنی کمیٹی کے اس معزز و نامی مدبر کا شکر ادا کرتا ہوں کہ جنہوں نے نسبت تعمیر دروازوں کے بعض امور استفسار فرمائے تھے اور اپنا ارادہ بھی دریاب تعمیر دروازہ ظاہر کیا تھا مگر میں اسوس سے اطلاع دیتا ہوں کہ اب انکی خواہش کے پوری ہونے کی جگہ نہیں رہی اُنکے منایات قائم پہنچنے سے پہلے جناب ممتاز الدولہ بہادر مدوح کا منایات قائم آ چکا تھا *

واقعہ —

سید احمد

سکریٹری کمیٹی خزانۃ البضاعۃ

بمقام علیگنڈا — مطبع علیگنڈا انسٹیٹیوٹ میں چھپا اور حافظ

محمد عبدالرزاق کے اہتمام سے شایع ہوا



SOCIAL REFORMER



جلد پنجم [یکم شوال سنہ ۱۳۰۶ نبوی سنہ ۱۲۹۱ ہجری] نمبر ۱۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اطلاع

بخدمت ممبران و خریداران و ناظرین تہذیب الاخلاق

اس پرچہ کی بابت جس صاحب کو کچھ خط و کتابت کرنی منظور ہو یا خریداری اس پرچہ کی مد نظر ہو یا کوئی مضمون اس پرچہ میں مندرج ہونے کے لئے بھیجنا ہو یا زر قیمت اخبار یا زر خدمت یا کچھ روپیہ بعارضہ توثیق کے عنایت فرمانا ہو تو سید احمد خاں صاحب بہادر سی ایس آئی پاس بمقام پلارس بھیجتا جاوے فرماتے تمام خط و کتابت بابت اس پرچہ کے انہی سے کی جائے کیونکہ یہ پرچہ علیحدہ میں چھپ کر اُن کے پاس چلا جاتا ہے اور وہاں سے تقسیم ہوتا ہے اور تمام حساب کتاب اسکا سب اُن کے پاس رہتا ہے * اس پرچہ میں صرف مضامین مفیدہ جو مسلمانوں سے متعلق ہیں چھاپے ہوتے ہیں اور اس سبب سے اخبار امصار و دیار اس میں مندرج نہیں ہوتے — مقصد اس پرچہ کے اجرا سے یہ ہے کہ مسلمانوں کی حسن معاشرت اور تہذیب کی ترقی ہو اور جو غلط ارہام مذہبی اس ترقی کے مائع ہیں اور درحقیقت وہ مذہب اسلام کے برخلاف ہوں وہ بھی مٹائے جاویں *

اطلاع

تشریح قیمت و مصرف منافع تہذیب الاخلاق

جستدر روپیہ بابت اس پرچہ کے بعارضہ توثیق خراج بطور قیمت وصول ہو وہ کسی خاص شخص کی ملکیت نہیں بلکہ اس پرچہ کے اجرا و ترقی میں صرف کیا جائیگا * جن دوستوں نے شریک ہو کر اس پرچہ کو جاری کیا ہے اور ساتھ روپیہ سالانہ اس پرچہ کے اجرا کے لئے بطور امداد دیتے ہیں وہ اس پرچہ کے متعلق معاملات میں بطور ممبر کے متصور ہیں اُن کو اختیار ہے کہ اگر چاہیں تو آڑ کسی کو بھی بعارضہ توثیق اپنے ساتھ شریک کریں اور جو شخص اس طرح پر شریک ہوگا اُس کو بھی ساتھ روپیہ سالانہ دینا ہوگا * یہ پرچہ ہر مہینے میں ایک بار یا دو بار یا تین بار چھپا کر متعلقہ مضامین ہوگا چھپا کر ایک خریداروں کو چار روپیہ سالانہ قیمت پیشگی دینی ہوگی اور وہ خریدار اُس سال رواں کے شروع سے جس میں وہ خریدار ہوا ہے خریدار تصور ہوگا اور اخراجات روانگی پرچہ سے اُن کو کچھ تعاقب ہوگا * اگر کوئی شخص کوئی خاص پرچہ خریدنا چاہے گا اُس کو فی پرچہ چار آنے سے اخراجات روانگی پرچہ دینا ہوگا بشرطیکہ وہ پرچہ زائد دتار میں موجود ہو *

مضمون نمبر ۱۹۵

سولزیشن یا تہذیب

ہم دریافت کیا جاتے ہیں کہ سولزیشن کیا چیز ہے ؟ اور کن کن چیزوں سے ملانہ دیکھتی ہے ؟ کیا یہ کوئی بنیادی ہوئی چیز ہے ؟ یا قدرت نے انسان کی فطرت میں اسکو پیدا کیا ہے ؟ اس کے معنی کیا ہیں ؟ کیا یہ کوئی اصطلاح ہے جس کو لوگوں نے ؟ یا فیلسوفوں نے ؟ مقرر کیا ہے ؟ یا یہ ایسی چیز ہے کہ اسکا مفہوم ؟ اور جن جن چیزوں سے اسکا تعلق ہے ؟ قانون قدرت میں پایا جاتا ہے ؟ اس امر کے تصفیہ کے لیئے انسان کے حالات پر مکتو نظر کرنی چاہئے ۔ اگر تہذیب انسان میں ایک فطرتی چیز ہے ؟ تو وحشیوں میں ؟ شہریوں میں ؟ سب میں اسکا نشان ملے گا ؟ تو اس کی صورتیں مختلف دکھائی دیتی ہوں ؟ الا سب کی چیز ایک ہی ہوگی ۔

انسان میں یہ ایک فطرتی بات ہے کہ وہ اپنے خیال کے موافق کسی چیز کو پسند کرتا ہے اور کسی کو ناپسند ؟ یا یوں کہہ کہ کسی چیز کو اچھا سمجھتا ہے اور کسی چیز کو برا ؟ اور اس کی طبیعت اس طرف مائل ہے کہ اس پر چیز کی حالت کو ایسی حالت سے تبدیل کرے جس کو وہ اچھا سمجھتا ہے ۔ یہی چیز سولزیشن کی چیز ہے ؟ جو انسانوں کی ہر گروہ میں اور ہر ایک میں پائی جاتی ہے ۔ اسی تہذیب کا نام سولزیشن یا تہذیب ہے ؟ اور کچھ شے نہیں کہ یہ میلان یا یہ خواہش تہذیب انسان میں فطرتی اور فطرتی ہے ۔

سولزیشن یا تہذیب کی طرف انسان کی طبیعت کے مائل ہونے کے دو اصول تھے ؟ اچھا اور برا ؟ اور برے کو اچھا کرتا سولزیشن یا تہذیب تھی ۔ مگر اچھا اور برا قرار دینے کے مختلف اسباب اخلاقی اور خلقی ، ملکی اور تمدنی ، ایسے ہوتے ہیں جنکے سبب اچھا اور برا قرار دینے میں ؟ یا یوں کہہ کہ قوموں کی سولزیشن میں اختلاف ہو جاتا ہے ۔ ایک قوم جس بات کو اچھا سمجھتی ہے اور داخل تہذیب بناتی ہے ؟ دوسری قوم اسی بات کو برا سمجھتی ہے اور وحشیانہ حرکت قرار دیتی ہے ۔ یہ اختلاف سولزیشن کا ؟ قوموں کے باہم ہوتا ہے ؟ اشخاص میں نہیں ہوتا ؟ یا یہ بھی کم ہوتا ہے ۔ جبکہ ایک گروہ انسانوں کا کسی جگہ اکٹھا ہو کر رہتا ہے ؟ تو انہیں انکی ضرورتیں اور انکی حاجتیں ، انکی غذائیں اور انکی پوشاکیں ، انکی معلومات اور انکے خیالات ، انکی مسرت کی باتیں اور ان کی فطرت کی چیزیں ، سب یکساں ہوتی ہیں ؟ اور اسی لئے برائی اور اچھائی کے خیالات بھی سب میں یکساں پیدا ہوتے ہیں ؟ اور برائی کو اچھائی سے تبدیل کی خواہش سب میں ایک سی ہوتی

ہے ۔ اور یہی مجموعی خواہش تہذیب یا مجموعی خواہش ہے وہ تہذیب اس قوم یا گروہ کی سولزیشن ہے ۔ مگر جبکہ مختلف گروہیں مختلف مقامات میں رہتے ہیں ؟ تو ان کی حاجتیں اور خواہشیں بھی مختلف ہوتی ہیں ؟ اور اس سبب سے تہذیب کے خیالات بھی مختلف ہوتے ہیں ؟ مگر ضرور کوئی ایسی چیز بھی ہوگی کہ جو سولزیشن کی ان مختلف حالتوں کا تصفیہ کر سکے ۔

ملکی حالتیں ؟ جہاں تک کہ وہ بود و باش سے تعلق رکھتی ہیں ؟ کہ تکر اور خیال اور دماغ سے ؟ ان کو تہذیب سے چنداں تعلق نہیں ؟ بلکہ صرف انسان کے خیال کو اس سے تعلق ہے جس کے سبب وہ اچھا اور برا سمجھتا ہے ؟ اور جس باعث سے خواہش تہذیب تھریک میں آتی ہے ؟ اور وہ تہذیب رائج ہوتا ہے جو سولزیشن کہلاتا ہے ۔ پس سولزیشن کی مختلف حالتوں کا فیصلہ وہ اسباب کر سکتے ہیں جن کے سبب سے اچھے اور برے کا خیال دل میں بیٹھتا ہے ۔

اچھے اور برے کی جگہ میں اور لفظ استعمال کرونگا ؟ یعنی پسند اور نا پسند ۔ انگریزی میں ایک لفظ "تیسٹ" ہے جو تہذیب وسیع معنوں میں مستعمل ہوتا ہے ۔ ہماری زبان میں بھی اس قسم کے لفظ ہیں ؟ جیسیکہ مزا یا مذاق ؟ مگر وہ استعمال میں ایسے خاص ہو گئے ہیں کہ ان سے وہ عام اور وسیع معنی خیال میں نہیں آتے ؟ اس واسطے میں اس لفظ کا ترجمہ "پسند" کرتا ہوں ۔ پس پسند کا صحیح ہونا ؟ جو خیال کے صحیح ہونے کی فرع ہے ؟ یہ تہذیب یا وسیع سولزیشن کی مختلف حالتوں کے تصفیہ کا ہے ۔

خیال کی درستی اور پسند کی صحت قدرت معلومات پر ؟ اور علم معلومات سے بخوبی ماہر ہونے پر منحصر ہے ۔ انسان کی معلومات کو روز بروز ترقی ہوتی جاتی ہے ؟ اور اس کے ساتھ ساتھ سولزیشن بھی بڑھتی ہے ۔ کیا عجب ہے کہ آئندہ کوئی ایسا زمانہ آوے ؟ کہ انسان کی تہذیب میں ایسی ترقی ہو کہ اس زمانہ کی تہذیب کو بھی وہ لوگ ایسے ہی ٹھہرے دل سے دیکھیں جیسیکہ ہم اپنے سے انہوں کی تہذیب کو ایک ٹھہرے مگر مؤہب دل سے دیکھتے ہیں ۔

تہذیب ؟ یا یوں کہہ کہ بری حالت سے اچھی حالت میں لانا ، دنیا کی تمام چیزوں سے ؟ اخلاقی ہوں یا مادی ؟ یکساں تعلق رکھتا ہے اور تمام انسانوں میں پایا جاتا ہے ۔ تکلیف سے بچنے اور آسائش حاصل کرنے کا سب کو یکساں خیال ہے ؟ ہزار ہا اُسکو ترقی دینا تمام دنیا کی قوموں میں موجود ہے ۔ ایک تربیت یافتہ قوم زر و جواہر ، طاقت و مال سے تہذیب نفیس نفیس خوبصورت زیورہ بناتی ہے ؛ نا تربیت یافتہ قوم بھی کرڑیوں اور پوتھوں سے اپنی آرایش کا سامان بہم پہنچاتی ہے ؛ تربیت یافتہ قومیں اپنی آرایش میں سونے چاندی ،

لانا ' اخلاق اور مہمانداری اور معاشرت اور طریق تمدن اور علوم و فنون کو بقدر امکان قدرتی غریبی اور فطرتی محدودی پر پھرنچانا ' اور اُن سب کو خوش اسلوبی سے پرتنا ۔ اور اُس کا نتیجہ کیا ہی ' روحانی خوشی اور جسمانی غریبی ' اور اصلی تمکین ' اور حقیقی وقار ' اور خود اپنی عزت کی عزت ۔ اور ہر حقیقت ' یہی پہلی ایک بات ہی جس سے وحشیانہ پن اور افسانیت میں تمیز ہوتی ہی ۔

اس تہذیب کے حاصل ہونے کے ' بقول مسٹر ایچ ۔ ٹی ۔ پگل صاحب ' چار اصول ہیں ۔

اول — " جو چیزیں ہم کو دکھائی دیتی ہیں ' اور جنکا سبب ہم کو معلوم نہیں ہوتا ' اُن کے سببوں اور قاعدوں کو دریافت کرنا ' اور اُن کے علم کو پھیلانا ' پس جسقدر کامیابی اس میں ہوگی ' اُسقدر انسان کی ترقی ہوگی ۔ "

دوم — " اس تحقیقات سے پہلے تجسس کا خیال پیدا ہوتا چاہیئے ' جس سے ابتدا میں تحقیقات کو مدد ملتی ہی ' اور بعد کو تحقیقات سے اُس کی استعانت ہوتی ہی ۔ "

سوم — " جو باتیں اس طرح ہر دریافت ہوتی ہیں وہ مثالی باتوں کے اثر کو زیادہ کرتی ہیں ' اور اخلاق کی باتوں کو کسی قدر کم ' مگر اخلاق کی باتیں بہ نسبت عقلی باتوں کے زیادہ مستقل ہیں ' اور اُن میں کمی بیشی بہت کم ہوتی ہی ۔ "

چہارم — " اس تھریک کا بڑا دشمن ' جو ہر حقیقت سولیزیشن کا بھی سخت دشمن ہی ' یہہ خیال ہی ' کہ جب تک زندگی کے امورات کی نگرانی ہر طرح در سلطنت اور مذہب سے نہر ' تب تک انسان کے گردہ کی ترقی نہیں ہو سکتی : یعنی سلطنت رعایا کو یہہ سکھارے کہ اُن کو کیا کرنا چاہیئے ' اور مذہب یہہ سکھارے کہ کس بات پر یقین کرنا چاہیئے ۔ "

دوسری بات میں مسٹر پگل سے مجھے کئی سیاق پر اختلاف ہی ۔ اس میں کچھ شہید نہیں کہ لوگوں کا یہہ خیال کہ پادشاہ وقت ہم کو بنادے کہ ہم کو کیا کرنا چاہیئے ' انسان کی ترقی اور تہذیب کا تہذیب قوی مانع ہی اور جسقدر کہ ہندوستان میں ' بلکہ تمام ایشیہ میں اُر ترقی اور ایجیڈنٹ میں ' یہی قانہا پسنگی اور نا تہذیبی ہی ۔ اُس کا بڑا سبب یہی خیال ہی ' اور ہندوستان کے مسلمانوں کہ اسی خیال نے غارت اور پرہیز کیا ہی ' اور یہی خیال ہی جو ہندوستان کی رعایا کو عموماً ' اور مسلمانوں کو خصوصاً گروہمنیت سے ناراض رکھتا ہی ۔ پس چپتک یہہ خیال کہ چارینگا اور یہہ خیال نہ آویگا کہ ہم خود سوچیں کہ ہم کو اپنے لیے کیا کرنا چاہیئے ' اُس وقت تک ہندوستان کے مسلمانوں کو نہ درگاہ ہوگی ۔ "

موتکہ اور مردکیوں کو کام میں لاتی ہیں ' نا تہذیب یافتہ قومیں جانوروں کے خوبصورت اور رنگین پردوں کو ' تیلوں پر سے چھلے ہرٹے ستمی دوست ' اور زمرود کے سے رنگ کی پارک اور خرمنما کھانسی میں گرفتہ کر اپنے آرائش کرتی ہیں ' تہذیب یافتہ قوموں کو یہی اپنے لباس کی درستگی کا خیال ہی ' نا تہذیب یافتہ قومیں یہی اُس کی درستگی پر مصروف ہیں ' شاہی مکانات ' نہایت عمدہ اور عالیشان ہوتے ہیں ' اور نفیس چیزوں سے آراستہ ہوتے ہیں ' نا تہذیب یافتہ قوموں کے چہرہ پرے اور اُن کے رہنے کے گھونپے ' درختوں پر پاندھے ہوئے قانڈ ' زمین میں کھودی ہوئی کھوئیں یہی تہذیب سے خالی نہیں ۔ معاشرت کی چیزیں ' تمدن کے قاعدے ' عیش و عشرت کی مجلسیں ' خاطر اور مدارات کے کام ' اور اخلاق و معیشت کی علامتیں ' دونوں میں پائی جاتی ہیں ۔ علمی خیالات سے یہی نا تہذیب یافتہ قومیں خالی نہیں ' بلکہ بعض چیزیں اُن میں زیادہ اصلی اور قدرتی طور سے دکھائی دیتی ہیں ' مثلاً شامی جو ایک نہایت عمدہ فن تہذیب یافتہ قوموں میں ہی ' نا تہذیب یافتہ قوموں میں عجیب عمدگی و خوبی سے پایا جاتا ہی ۔ یہاں عالی باتوں کو ادا کیا جاتا ہی اور وہاں دلی جوشوں اور اندرونی جذبات کا اظہار ہوتا ہی ۔ موسیقی نے تہذیب یافتہ قوموں میں نہایت ترقی پائی ہی ' مگر نا تہذیب یافتہ قوموں میں یہی عجیب کیفیت دکھائی ہی ۔ ان کی ادا اور آواز کی پھرت ' اُس کا گھڑ اور اُس کا پوجا ' اُس کا پھراؤ اور اُس کی ارجح ' ہاتھوں کا ہراڑ اور ہراڑ کی دھمک ' زیادہ تر مصنوعی قراہی پائند ہی ' مگر نا تہذیب یافتہ قوموں میں یہہ سب چیزیں دلی جوش کی موجیں ہیں ۔ وہ لٹی اور تال ' راک و راگنی کو نہیں جانتے ' مگر دل کی لہر اُن کی لٹی ' اور دل کی ریزک اُن کا تال ہی ۔ اُن کا غول پاندہ کر کھڑا ہوتا ' طبعی حرکت کے ساتھ اوجھلا ' دل کی بیٹابی سے جھکنا ' اور پھر جوش میں آکر سیدھا ہو جانا ' گر تواضع اور فن خنیاگری سے خالی ہو ' مگر قدرتی جذبات کی ضرور تصویر ہی ۔ دلی جذباتوں کا روٹنا اور اُن کو عمدہ حالت میں رکھنا ' تمام قوموں کے خیالات میں شامل ہی ۔ پس جس طرح کہ ہم تہذیب کا قدرتی لگڑ تمام انسانوں میں پاتے ہیں ' اسی طرح اُسکا تعلق عقلی اور مادی سب چیزوں میں دیکھتے ہیں ۔ جس چیز میں کہ ترقی یعنی برائی سے اچھائی کی طرف رجوع ' یا ادنیٰ درجہ سے اعلیٰ درجہ کی طرف تھریک ہو سکتی ہی ' اُسی سے تہذیب بھی متعلق ہی ۔ پس سولیزیشن یا تہذیب کیا ہی ؟ انسان کے اعمال ارادی اور جذبات نفسانی کو امتداد پر رکھنا ' وقت کو مزید سمجھنا ' واقعات کے اسباب کو سمجھنا اور اُن کو ایک سلسلہ میں

ہرگز درست کیئے ہیں؛ جو زبانیں کہ حروف میں تحریر ہوتی
 تھیں، بلکہ چیزوں کی شکلوں میں لکھی جاتی تھیں، اُنکے معنوں
 کو دریافت کیا اور اُنکے مطلب کو نکالا؛ جو زبانیں کہ مدت سے بھول
 گئی تھیں اُنکو بھی نئے صوبے یاد کیا، انسان کی بول چال کی تبدیل
 کے قاعدے دریافت کیئے، اور اُس کے ذریعہ سے قوموں کی ابتدائی ثقافت
 وطن کے ایسے زمانے دریافت ہوئے جو بالکل نامعلوم تھے، علم انتظام
 میں بنایا گیا، اور اُسکی بدولت دولت کی کمی بیشی کے اسباب دریافت
 کیئے، ملکوں کے اور وہاں کے وہنے والوں کے حالات بڑی بڑی مہکتوں
 سے جمع کیئے، اُنکے نقشے بنائے، انسان کے دنیوی کاموں اور اخلاقی
 باتوں کا بڑا کچھہہ حال دریافت کیا؛ مثلاً مختلف قسم کے جرموں
 کی تعداد، اور ایک کی نسبت بمقابل دوسرے کے، اور اُن پر جو اثر
 کہ زمانہ اور تعلیم اور قسم (یعنی مرد و عورت) کے سبب ہوا
 اُسکا اندازہ، اور اور جو باتیں اس کے متعلق ہیں، وہ سب دریافت
 کی گئیں، اسیکے ساتھ جغرافیہ نامی بھی قدم قدم چلتا رہا، آب و
 ہوا کے حالات کے رجسٹر طیار ہوئے؛ پہاڑوں کی پیمائش ہوئی؛ دریا
 ناپے گئے، اور اُنکے مندرجہ دریافت ہوئے؛ سب قسم کی قدرتی پیداواریں
 اور اُنکی مصفی تاثیریں معلوم کیں؛ ہر قسم کی خوراک کی، جو
 انسان کی زندگی کو ضرور ہے، نام کیہیا کے ذریعہ سے تقییش کی، اُس
 کے اجزا شمار ہوئے اور تولد گئے، اور جو نسبت اُن میں اور انسان کے
 جسم میں ہی اُسکی بشری تحقیقات کی گئی؛ علیٰ هذا القیاس
 انسان کے متعلق جو باتیں ہیں اُنکی ہر قسم کی تحقیقات ہوئی ہیں
 یہاں تک کہ مذہب اور شایستہ قوموں میں مرنے اور شادی کرنے،
 پیدا ہونے اور پیشہ کرنے، یا اور کاموں میں مشغول رہنے کا، اور
 اجرت کی کمی و بیشی کا، اور جو اشیاء کہ زندگی کے لئے ضروری ہیں
 اُنکی قیمت کا اندازہ کیا گیا ہے، یہ سب واقعات، اور اسی قسم کے
 اور بہت سے حالات جمع کیئے گئے ہیں، اُنکو درست سے مرتب کیا
 گیا ہے، اور اب وہ سب کام میں لانے کے لائق ہیں، اُنکے ساتھ اور
 بھی مفید باتیں شامل ہیں، کیونکہ صرف بڑی بڑی قوموں کے ہی
 افعال اور خاصیتیں لکھی نہیں گئیں، بلکہ سیاحوں نے تمام دنیا
 میں، جو اب تک معلوم ہوئی ہے، سفر کیا ہے، اُس کے تمام
 حصوں کی سیر کی ہے، اور مختلف قوموں کو دیکھا ہے، اُن کے
 حالات دریافت کیئے ہیں، اب ہم اُسکے ذریعہ سے تہذیب و شایستگی
 کے ہر درجہ کا اور ہر جگہ کا متابلہ کر سکتے ہیں، جبکہ ہم یہ
 کہتے ہیں کہ اپنے ہمجنسوں کے حالات دریافت کرنے کا ہر حق کہی کم
 نہیں ہوتا، بلکہ زیادہ کرتا جاتا ہے، تو ہم ہم بھی دیکھتے ہیں
 کہ اُس حق کے پورا کرنے کے وسیلے بھی روز بروز اُسکے ساتھ ساتھ

حاشہ: کہ مدت ہوگی نہ سزاوت، اور نہ تہذیب ہوگی، اور نہ
 شایستگی، مگر دوسرا جملہ جو مذہب سے متعلق ہے وہ کسیقدر
 صحیح ہے اور کسیقدر غلط؛ یعنی غلط مذہب بلاشبہ تہذیب کا بڑا
 مانع ہے، اور اگر سچے مذہب میں غلط خیالات اور بیجا تمسبات اور
 مسائل اجتہادیہ، اور علاید قیاسیہ اس طرح پر مل جاریں کہ علم
 اور اعتقاد اصلی احکام مذہبی میں اور اُن میں کچھہہ تفرقہ و تمیز
 نہ رہے، جیسیکہ مذہب اسلام کی موجودہ حالت ہے اور جو تقابہ کی
 ڈارہی میں آئے، اس سے بالکل چھب گیا ہے، تو بلاشبہ وہ بھی انسان
 کی ترقی اور تہذیب کا مثل مذہب غلط کے مانع قری ہے، لا سچا
 مذہب، جیساکہ تہذیب مذہب اسلام ہے، وہ کبھی ہارج ترقی انسان
 نہیں ہو سکتا، کیونکہ اُس مذہب کے احکام اور تہذیب و شایستگی کے
 کام دونوں متحد ہوتے ہیں والسلام علی من اتبع الهدی۔

واقف

سید احمد

نمبر ۱۹۶

تہذیب

اور

اُسکی تاریخ کے وسیلے اور افعال انسانی کے باقاعدہ ہونے کا ثبوت

ہم قریب کے مفید ہونے پر بہت کچھہہ کہا گیا ہے، اور وہ ہمیشہ
 مغرب بھی رہا ہے، یہ عام رائے ہے کہ مورخوں نے جیسی معنیت
 کی ہے ویسی ہر اُنکو کامیابی بھی ہوئی ہے، بہت لوگوں نے اُسکو
 پڑھا بھی ہے اور بہت کچھہہ سمجھا بھی ہے؛ عموماً اُس کی بہت
 بڑی قدر ہے؛ اور تمام تعلیم کے سامان میں شامل ہے، اسباب سے
 یہی انکار نہیں ہو سکتا کہ وہ اسی اعتبار کے لائق ہے، اور جب
 بالاجمال نظر قی جاوے تو قبول کرنا پڑتا ہے کہ ایسے سامان جمع
 ہیں جو نہایت عظیم الشان اور عمدہ معلوم ہوتے ہیں، فرنگستان کے
 اور اور بڑے بڑے ملکوں کے حالات اور لڑائیوں کے واقعات نہایت احتیاط
 سے جمع کیئے ہیں، اور جس ثبوت پر وہ مبنی ہیں، اُنکی بھی
 بشری تحقیقات ہوئی ہے، مذہب کی تاریخ پر بھی بشری توجہ
 کی ہے؛ ملرم و فنون، اور علم ادب، اور مفید ایجادوں، اور آہرکار
 انسان کی آسائش اور آرام کے طریقوں پر بہت کچھہہ معنیت ہوئی
 ہے، زمانہ تدم کے حالات دریافت کرنے کو یونانی باتوں کی تحقیقات
 کی ہے، قدیم شہروں کی جگہوں کو ہر پرانے سکے نکالے ہیں اور
 بڑھے ہیں؛ پرانے کتبے ڈھونڈ ڈھونڈ کر نکالے ہیں، اُنکے حروف تہجی

ایک شخص کسی علم کو اور دوسرا کسی علم کو سیکھتا ہی مگر ہر شخص اس کے کہ وہ سب علوم ایک شخص میں ملنے جارہیں متفرق ہوجاتے ہیں اور جو مدد کہ مشابہت اور مماثلت کی ایک شخص میں ان سب علوم کے جمع ہونے سے حاصل ہوسکتی تھی وہ ضایع ہوجاتی ہی اور اسی سبب سے کسی شخص نے ان سب علوم کو تاریخ میں ملانے کی کوشش نہیں کی، حالانکہ وہ سب تاریخ ہی کے اجزا ہیں۔

ہاں البتہ اٹھارہویں صدی کے شروع سے چند عاقل پیدا ہوئے جنہوں نے تاریخ کے اس نقص پر افسوس کیا اور حتی الوحس اس کی اصلاح کی کوشش کی مگر ایسی مثالیں قہایت کم ہیں یہاں تک کہ یورپ کے تمام علم ادب میں اصل کتابیں تین چار سے زیادہ نہیں ہیں جن میں انسان کی تاریخ کی تحقیقات اُن عمدہ اور عام طریقوں پر کی گئی ہو جن سے علم کی اور شاعروں میں کامیابی ہوئی ہی اور جن قاعدوں اور قیودوں سے علم کی حقیقت قائم ہوسکتی ہی۔

سولہویں صدی کے بعد سے اور خصوصاً اخیر صدی میں مورخوں میں خیال کی وسعت کے نشان اور اپنی تصنیفات میں ایسے مضمونوں کے شامل کرنے کا شوق پایا جاتا ہی جن کو اُس سے پہلے وہ چھوڑتے بھی نہ تھے۔ اس سے ایک عمدہ بات پیدا ہوئی اور ایک قسم کے واقعات جمع ہونے سے قاعدہ کلیہ نکالنے کا خیال پیدا ہوا جس کا نشان یورپ کے قدیم علم ادب میں نہیں پایا جاتا۔ اس بات سے بہت بڑا فائدہ ہوا کیونکہ مورخوں کے خیال نے وسعت پائی اور غور کرنے کی عادت پڑی جو اعلیٰ واقفیت کے لئے ضرور ہی کیونکہ بغیر اُس کے کوئی علم نہیں بن سکتا۔

اس زمانہ میں اگرچہ یہ نسبت زمانہ سابق کے تاریخ کے آثار زیادہ طمانیت کے لائق موجود ہیں مگر سوائے چند مثالوں کے وہ سب اب تک آثار ہی آثار ہیں۔ آج تک اُن اصراوں کے دریافت کرنے میں جن کا اثر قوموں کی قسمت اور اُن کے حال چلن پر ہوتا ہی بہت ہی کم کوشش ہوئی ہی اور کچھ شبہ نہیں کہ انسان کے اعلیٰ خیالات کے لئے اب بھی تاریخ بہت ہی ناکامل ہی اور وہ ایسی ہی بے ترتیب صورت میں ہی جیسیکہ اُس مضمون کی صورت ہوتی ہی جس کے قاعدے معلوم نہیں ہوئے اور جس کی جو قایم نہیں ہوئی۔ ہمارے پاس تاریخ کا اس قدر سامان موجود ہی کہ اگر اُس پر زیادہ کوشش کی جائے تو جس طرح کہ علوم طبیعی کی مختلف شاخیں تھریز ہوئی ہیں اسی طرح انسان کی تاریخ بھی تھریز ہوسکتی ہی۔ نیچر کی اکثر باتیں جو ظاہراً بالکل بے قاعدہ معلوم ہوتی ہیں اور کبھی یکساں نہیں رہتیں سمجھ میں آگئی ہیں اور یہ بات

زیادہ ہوتے جاتے ہیں۔ جو باتیں دریافت ہوئی ہیں وہ سب موجود اور معطر ہیں۔ جب ہم اُن سب باتوں کو یکجا کرتے ہیں تب ہمکو معلوم ہوتا ہی کہ جن چیزوں سے ہم واقف ہوگئے ہیں وہ کس قدر مفید ہیں اور اُن کی مدد سے انسان کی کس قدر ترقی کا حال معلوم ہوتا ہی۔

مگر جب ہم یہ بات بیان کرنی چاہیں کہ ان سب سامانوں سے کیا کام لیا گیا تو ساری یہ صورت بدل جاتی ہی۔ انسان کی تاریخ میں بہت بڑا نقص یہ ہی کہ کہ تاریخ کے علاوہ ملحدہ چیزوں کی قہایت قابلیت سے تحقیقات ہوئی ہی لیکن کسی نے اُن سب اجزا کو ملاکر اُن سے ایک عام نتیجہ نکالنے کی کوشش نہیں کی اور نہ اُس طریقہ کو دریافت کیا جس کے ذریعہ سے اُن تمام چیزوں کی آپس کی نسبت معلوم ہو۔ یہ بات سب کے نزدیک مسلم ہی کہ بڑی بڑی باتوں کی تحقیقات کے لئے جزئیات کا استقرا کرکے کلیہ نکالتے ہیں اور خاص خاص باتوں سے عام قاعدہ نکالنے میں بڑی بڑی کوششیں کی جاتی ہیں تاکہ وہ قاعدے دریافت ہوں جنکی رو سے وہ خاص خاص باتیں وضع میں آتی ہیں مگر مورخوں میں یہ طریقہ عام نہیں ہی اُن کے دل پر ایک عجیب خیال سامایا ہی کہ وہ اپنا کام صرف اس قدر سمجھتے ہیں کہ واقعات کو اور گذرے ہوئے حالات کو بیان کردیں اور کہیں کہیں اخلاق اور انتظام مدن کی کچھ کچھ باتیں جنسہ کچھ فائدہ متصور ہو لکھ دیں۔ ایسے مصنفوں کا جو خیال کی سستی سے یا قدرتی ذہنیات سے اعلیٰ درجہ کی تصنیف کی قابلیت نہیں رکھتے یہ طریقہ ہی کہ چند سال تھوڑی سی کتابیں پڑھ لیں اور تاریخ لکھنے کی قابلیت ہم پہونچالی ہو پڑی بڑی بڑی قوموں کی تاریخیں لکھنے لگے اور اُن کی تاریخیں اُن مضمونوں کے لئے سند ہوگئیں۔

اس معذور اور تنگ طریقہ کے سبب ایسے نتیجے پیدا ہوئے جن سے ہمارے علم کی ترقی کو بہت نقصان پہونچا۔ اسی طریقہ کے سبب مورخوں نے ایسی وسیع ابتدائی تعلیم کو ضروری نہیں سمجھا جسکے ذریعہ سے اُس علم کی تمام قدرتی باتیں بالکل اُنکی گونہ میں آجاریں اور اسی طریقہ کے سبب یہ نتیجہ ہوا کہ ایک مورخ تو علم انتظام مدن و علم معاشرت سے واقف ہی دوسرا آئیں و قانون کو کچھ نہیں جانتا؛ کوئی مذہبی معاملات اور تبدل رائے کے حالات سے معض واقف ہی؛ کوئی فلسفہ مدنی کو نہیں جانتا؛ کوئی علوم طبیعی سے آگاہ نہیں ہی؛ حالانکہ یہ سب علوم قہایت ضروری ہیں اس لئے کہ وہ خاص باتیں جن سے انسان کے مزاج اور اُس کے اطوار پر اثر ہوتا ہی انہیں علوم سے پیدا ہوتی ہیں۔ اگرچہ ان علوم میں سے

سامان تجربہ کا ٹیپر میں ہی ' کہ اُس کے ذریعہ سے ہم دنیا میں نہایت پیچیدہ مسئلوں کو حل کر لیتے ہیں ' وہ سب سامانِ مروج کے کام میں نہیں آسکتے ۔

پس اس بات کا کچھہہ تعجب نہیں کہ انسان کے اعمال کا علم بہ نسبت ٹیپر کے علم کے بچپن کی حالت میں ہی ۔ بے شک ان دونوں علموں کی ترقی میں اتنا بڑا فرق ہی کہ علم طبعی کی ایسی باتوں کو جو اب تک ثابت بھی نہیں ہوئیں اورک تسلیم کر لیتے ہیں کہ ضرور باقاعدہ ہوئگی ' اور اُن کی نسبت پوشیدہ گرتی بھی کرتے ہیں ' مگر تاریخی واقعات کا باقاعدہ ہونا کوئی تسلیم نہیں کرتا ' بلکہ اُس سے انکار کرتے ہیں ۔ اس سبب سے جو شخص کہ علم تاریخ کو مثلاً دیگر علوم کے ترقی دینا چاہتاہی ' اُسکو ابتدا ہی میں ایک بڑی مشکل پیش آتی ہی ' کہ اُس سے کہا جاتا ہی کہ انسان کے معاملات میں کچھہہ اسرار ہیں ' اور وہ اسرار خدا ساز ہیں ' کہ ہماری عقل اور ہماری تحقیقات اُن تک نہیں پہنچ سکتی ' اور انسان کے آئندہ کے حالات ہمیشہ ہمہ پوشیدہ رہینگے ۔ اس کے جواب میں صرف اسقدر کہنا کافی ہی ' کہ ایسا کہنا صرف تھکما تسلیم کرتا ہی ' کیونکہ اس کا ثبوت کچھہہ نہیں ہی ' اور اس مشہور حقیقت کے متخالف ہی ' کہ جہاں علم بڑھتا جاتا ہی وہاں قاعدہ اور سلسلہ میں بھی زیادہ یقین ہوتا جاتا ہی ' اور اُس قاعدہ کے بموجب یکساں حالت میں ایک سے گتیجے پیدا ہوتے ہیں ۔ بہتر ہی کہ ہم اس عقدہ کے حل کوئے میں زیادہ غور کریں ' اور اس بات کو دیکھیں کہ لوگوں کی جو یہہ عام رائے ہی ' کہ تاریخ کبھی علم کے درجہ تک نہیں پہنچ سکتی ' اُس کی بنیاد درست ہی یا نہیں ۔ جب ہم اُس کا خیال کرتے ہیں تو ہمارے دل میں ایک بہت بڑا سوال پیدا ہوتا ہی جو اُس کی جڑ ہی ' اور وہ سوال یہہ ہی ' کہ آیا انسان کے اعمال اور انسان کی باہمی معاشرت کے کام کسی قانون معین کے تابع ہیں یا اتہ قیہہ ہیں ' اور ایسی باتوں کے نتیجے ہیں جو انسان کی سمجھ میں نہیں آتیں ؟

ان امور کی بحث میں چند مفید خیال پیدا ہوتے ہیں ' کیونکہ جو سوال کیا گیا ہی اُس کے متعلق دو مسئلے ہیں جن کے ذریعہ سے تہذیب کے مختلف درجے ظاہر ہوتے ہیں ۔ پہلا مسئلہ یہہ ہی کہ تمام امور اتقاقیہ واقع ہوتے ہیں ۔ اس مسئلہ کے بموجب گویا ہر ایک واقعہ ملاحدہ اور قنہا واقع ہوتا ہی ' اور کسی امر اتقاقیہ کا نتیجہ سمجھا جاتا ہی ۔ ایسا خیال بالکل ایک جاہل اور وحشی شخص کو ہوتا ہی ' اور پھر جوں جوں تجربہ بڑھتا ہی اور جس سے معلوم ہوتا ہی کہ سب باتیں یا قاعدہ ایک دوسرے کے بعد ہوتی ہیں تو

ثابت کی گئی ہی کہ وہ بھی عام قواعد معین کے بموجب ہوتی ہیں ۔ قابل لوگوں نے نہایت کامل و غور سے طبعی واقعات پر اس فرض سے قوجہہہ کی ہی کہ اُن کے قاعدے معلوم ہوں ' اور اُسی غور و کامل کا یہہ نتیجہ حاصل ہوا ہی ۔ پس اگر انسان کے واقعات کو اُسی طور پر دیکھیں ' تو بے شک ویسے ہی نتیجے حاصل ہونگے ' اور یہہ بات کھدینی کے تاریخ کے واقعات سے کلیہ قاعدہ نہیں نکل سکتا ' ایک امر زیر تحقیقات اور پلا تحقیقات کے تسلیم کر لینا ہی ۔ اس قسم کے لوگ صرف ایسی ہی بات کو تسلیم نہیں کرتے جس کو وہ ثابت نہیں کوسکتے ' بلکہ ایسی باتوں کو بھی مان لیتے ہیں جو علم کی موجودہ حالت میں نہایت غیر ممکن ہیں ۔ جو کوئی شخص اخیر ہر صدی کے حالات سے واقف ہوگا وہ ضرور جانتا ہوگا کہ ہوا یک شخص میں کسی نہ کسی ایسے واقعہ کا باقاعدہ ہونا ثابت ہوتا جاتا ہی ' اور اُسکی نسبت پیشینگوئی ہوسکتی ہی جسکو پہلی شخص کے ایک شخص نے قاعدہ اور ناقابل پیشینگوئی سمجھتے تھے ۔ پس تہذیب و شایستگی سے جو ترقی پائی جاتی ہی ' ہمارا یقین مضبوط ہوتا جاتا ہی کہ سب باتیں یا قاعدہ اور قوتیب وار ہوتی ہیں ۔ پس اُن باتوں سے یہی نتیجہ پیدا ہوتا ہی کہ اگر کسی قسم کے واقعات کا قاعدہ دریافت نہیں ہوا ہی تو ہمکو یہہ نہ کہنا چاہیئے کہ یہہ بے قاعدہ ہیں ' بلکہ پہلے کے تجربہ کو لحاظ کرکے یہہ تسلیم کرنا چاہیئے کہ جو بات اسوقت سمجھہہ میں نہیں آتی ممکن ہی کہ کسی آئندہ زمانہ میں سمجھہہ میں آجائے ۔ بے ترتیبی میں سے ترتیب نکالنے کی اُمید اس درجہ تک ہرتی ہی کہ اکثر نامور عالموں کو بعض اُمید کے یقین ہوتا ہی ' اور اگر یہی اُمید عموماً مروجوں میں نہ پائی جائے تو اُس کا سبب یہی سمجھنا چاہیئے کہ وہ لوگ ٹیپر کے معقدوں کی بہ نسبت کمتر ایانت رکھتے ہیں اور کسیقدر یہہ بھی سبب ہوسکتا ہی ' کہ معاشرت کی باتیں جو تاریخ سے ملکہ رکھتی ہیں زیادہ پیچیدہ ہرتی ہیں ۔

یہی اسباب ہیں جنہوں نے اب تک علم تاریخ کو ایک علم ہوتے نہیں دیا ۔ نہایت مشہور اور نام آور مروج علم طبعی جاننے والے کے مقابلہ میں کچھہہ بھی درجہ نہیں رکھتا ہی ۔ کسی ایسے شخص نے تاریخ کی طرف ہدل توجہہہ ہی نہیں کی ہی جو ذہن و عقل میں مثلاً کپلر و نیوٹن کے وحید عصر ہو ۔ اگرچہ موجودات کے حالات بھی نہایت پیچیدہ ہیں ' مگر جو مروج فلسفہ کے طور پر تاریخ لکھتا ہی اُس کو ٹیپر کی تحقیقات کرنے والے کی نسبت زیادہ مشکلات پیش آتی ہیں ' کیونکہ اُس کے تجربہ میں وہ غلطیاں ہوسکتی ہیں جو تعصب اور حرص سے پیدا ہوتی ہیں ' اور جسقدر

اور پہلے کا واقعہ اپنے سے پہلے واقعے سے ' اسی طرح ساری دنیا ایک زنجیر ہے اور ہر ایک آدمی ایک سلسلہ میں اپنا کام کرتا ہے ' پھر وہ اس بات کا تعین نہیں کر سکتے کہ وہ کیا کام کرے گا ۔

غرضکہ جب سوسائٹی یعنی گروہ انسانی عام طور پر ترقی کرتی جاتی ہے تو نیچر کے بقاعدہ ہونے کا زیادہ یقین ہوتا جاتا ہے ' اور اُس وقت بجائے مسئلہ واقعات کے اتفاقیہ ہونے کے ' دوسرا مسئلہ واقعات میں ضروری مناسبت کا قائم ہوتا ہے کہ مصنف کی یہ رائے ہے کہ غالباً انہی دونوں مسئلوں اتفاق اور ضرورت سے انسان کے مستند اور معیار ہونے کا معنی تقدیر کا مسئلہ نکلا ہے ۔ اور احکامات کا سمجھنا میں آنا کہ گروہ انسانی کے زیادہ تر مہذب ہونے کی حالت میں یہ تبدیلی صورت پذیر نہ ہو سکتی ہے کچھ مشکل نہیں ہے ۔ ہر ملک میں جب دولت کا جمع ہونا ایک حد میں تک پہنچ جاتا ہے تو ہر ایک شخص کی صنعت کا معاملہ اُس مقدار سے زیادہ ہوتا ہے جو اُسکی ضرورت کے لئے کافی تھا ' اور اسی لئے سب لوگوں کو معاش کرتے کی ضرورت نہیں رہتی ۔ پس ایک ایسا جدا فرقہ بن جاتا ہے جس کے لوگ اپنی زندگی بلا معاش پیش و آرام سے بسر کرتے ہیں ؛ اور چاند آدمی علم کی تحصیل میں اور اُس کے پھیلائے میں اپنا وقت صرف کرتے ہیں ؛ اور ان پچھلے لوگوں میں ایسے لوگ بھی ہر گز نکلتے ہیں جو بیرونی واقعات پر خیال نہیں کرتے ' بلکہ اپنے داخلی تصفیقات کی طرف متوجہ ہوتے ہیں ؛ اور جب یہ لوگ کامل ہو جاتے ہیں تو یہی لوگ اُس فلسفہ کے مجدد ' اور نئے مذہب کے بانی ہوتے ہیں ؛ اور جو لوگ اُس فلسفہ یا مذہب کے پیرو ہوتے ہیں اُنہیں اُسکا بہت بڑا اثر ہوتا ہے ' لیکن اُن کے موجودوں یا بانیوں پر خود اُنکے زمانہ کا اثر پڑا جاتا ہے ؛ اور تاکہ یہ ممکن نہیں ہے کہ کوئی شخص اپنے چاروں طرف کی رائے کے دباؤ سے بچ سکے ' اور جسکو نیا فلسفہ اور نیا مذہب کہتے ' وہ کچھ بالکل نئے خیالات کا پیدا کیا ہوا نہیں ہوتا ' بلکہ اُس زمانہ کے لوگوں کے جو خیالات ہوتے ہیں وہی خیالات ایک نئی راہ کی طرف پھر جاتے ہیں ۔ پس امر مانع یہ ہے میں بیرونی دنیا کے واقعات کے اتفاقیہ ہونے کا مسئلہ انسان کے مستند ہونے کے مسئلہ کے مطابق ہے جو اندرونی دنیا سے علانہ رکھتا ہے ؛ اور ضروری مناسبت کا مسئلہ اسی طرح انسان کے معیار ہونے یا تقدیر کے مسئلہ سے مشابہت رکھتا ہے : صرف فرق اتنا ہے کہ پہلا مسئلہ متنازعہ یعنی فلسفیانہ فلسفہ یعنی کا نکلا ہوا ہے اور دوسرا مسئلہ تقیر و توحید یعنی علم مذہبی کا ۔ پہلے مسئلہ میں فلسفہ ذہنی کے حکم و واقعات کے اتفاقیہ ہونے کے مسئلہ سے شروع کوئی دل میں ایک خود اختیاری یعنی افعال میں انسان کے مستند ہونے کا اصول قائم کر دیتے ہیں ' اور اسی

یہ خیال مضبوط ہوتا جاتا ہے : مثلاً وحشی قومیں جن میں تہذیب کا اثر کچھ بھی نہیں معلوم ہوتا ' اور جو صرف شکار پر اپنی زندگی بسر کرتی ہیں ' اُن کو بلاشبہ یہ خیال ہوسکتا ہے کہ ہماری ضروری خوراک کا ملنا صرف کسی امر اتفاقی کا نتیجہ ہے جو بیان نہیں ہوسکتا ' چنانچہ شکار کبھی ملتا ہے اور کبھی نہیں ملتا ' کبھی افراط سے ملتا ہے اور کبھی نہایت کم ' اور اسی سبب سے اُن کو کبھی شہدہ بھی اس بات کا نہیں ہوتا کہ نیچر کے انتظام میں ترتیب بھی ہے ' اور نہ اُن کے دل میں ان عام اصولوں کا وجود سمجھتا ہے جن کی رو سے تمام واقعات وقوع میں آتے ہیں ' اور جن اصولوں کے علم سے ہم اُنہی باتوں کی آئندہ حالت کی نسبت پیشین گوئی کرسکتے ہیں ۔ مگر جب بھی قومیں کچھ ترقی کو کر سکتوں کی حالت میں آجاتی ہیں ' تو وہ پہلے پہل ایسی گمراہیوں کا شکار ہوتی ہیں جنکا ملنا بلکہ اُسکا پیدا کرنا بھی اپنے ہی فعل کا نتیجہ دیکھتی ہیں ' یعنی جو کچھ ہوتے ہیں وہی کاتے ہیں ' اُنکی ضرورتوں کے ضروری سامان زیادہ تر اُنکے اختیار میں ہوجاتے ہیں ' اور اُنہی کی صنعت کے نتیجے ہوتے ہیں : جبکہ وہ باج زمین میں ہوتے ہیں ' اُس سے درخت ہوتا ہے ' پھولتا ہے ' پھلتا ہے ' بالیں نکالتی ہیں ' جب وہ پختہ ہوجاتی ہیں تو اُن سے وہی غلہ نکلتا ہے جو بویا تھا ' اور اُس غلہ کو اُس باج سے بھی جو بویا تھا کچھ مناسبت ہوتی ہے : ان باتوں سے اُنکو صاف معلوم ہوجاتا ہے کہ اس میں کوئی تدبیر اور حکمت ہے ۔ یہ نتیجہ ہمیشہ یکساں ہوتا ہے ۔ اب اُنکو آئندہ کے لئے ' کو یقین نہو ' مگر ایک قسم کا اختیار اور بھروسہ پڑجاتا ہے ' اور پھر اعتبار اُس سے کہیں زیادہ ہوتا ہے جو اُنکو اپنی اُس پہلی اور غیر معین حالت میں تھا ' اسی سے اُنکو ایک دھونڈلا سا خیال اسپاتکا پیدا ہوتا ہے کہ واقعات میں کچھ تسلسل اور استحکام ہے ' اور کچھ کچھ وہ باتیں سمجھتے ہیں آئے لگتی ہیں جنکو آخر کار نیچر کے قانون کہتے ہیں ۔ اس بڑی ترقی کے ہر ایک قدم پر اُنکا خیال صاف ہوتا جاتا ہے ۔ جسقدر اُن کی تصفیقات بڑھتی ہیں اور تجربہ زیادہ وسیع ہوتا جاتا ہے ' اُسقدر اُنکو قاعدہ و سلسلہ ' اور واقعات میں باہم موافقت ملتی جاتی ہے جسکے وجود کا اُنکو پہلے شبہ بھی تھا ۔ اسکے ظاہر ہونے سے وہ مسئلہ واقعات کے اتفاقیہ ہونے کا جو شروع میں اُنکے دل میں بیٹھا ہوا تھا ہوتا ہوتا جاتا ہے ۔ تہذیبی سی اور ترقی کے بعد استدلال کا شوق دل میں پیدا ہوتا ہے ' اور اُن میں سے بعض لوگ اپنی تصفیقات سے کلیہ نکالتے ہیں ' اور اگلی رائے سے ' نفرت کرنے لگتے ہیں ۔ اور یہ یقین کرتے ہیں کہ ہر ایک کچھ واقعہ اپنے پہلے واقعے سے تعلق رکھتا ہے

اصول کا ایک نئی صورت میں آزادی قائم رکھتے ہیں کہ انسان آزاد مطلق ہی ہے اور اس طرح ہر ماننے سے تمام مشکلات دفع ہو جاتی ہیں؛ کیونکہ پوری آزادی جو سب فاعلوں کا سبب ہی غرہ کسی کا نتیجہ نہیں، بلکہ مثل مسئلہ ”اتفاقہ“ کے ایک ایسی حقیقت ہے جس میں زیادہ بیان نہیں ہو سکتا۔ علماء مذہبی دوسرے یعنی واقعات میں ضروری مذاہب کے مسئلہ کو مذہبی صورت میں لگتے ہیں، اور چونکہ ان کی مطابقت انتظام اور مطابقت کے خیالات سے پوری ہوتی ہے اس لیے وہ اس مناسبت کو جس میں کبھی فرق نہیں ہوتا، خدا کے علم غیب سے منسوب کرتے ہیں، اور اس اعلیٰ اور عمدہ اور پاک خیال کے ساتھ کہ خدا واحد ہی ہے مسئلہ تقدیر کا بھی لگایا جاتا ہے کہ خدا نے تمام چیزوں کو ابتدا سے ایک اندازہ پر اپنی مرضی کے موافق معین و مقرر کر دیا ہے۔

ہماری زندگی کے جو حالات تاریکی میں ہیں وہ ان مختلف مسئلوں اتفاقہ اور ضروریہ سے، یعنی مختاری اور تقدیر سے سہل طور پر صاف ہو جاتے ہیں اور باآسانی سمجھ میں آ جاتے ہیں، اور اس لیے اوسط درجہ کی قابلیت کے لوگوں کے دل کو بہت پسند ہوتے ہیں۔ اس زمانہ میں بھی ہم سے لڑک انہی درجوں مسئلوں کے پیرو ہیں، مگر ان مسئلوں نے انسان کے علم کے سرچشمہ کو صرف گدلا ہی نہیں کیا بلکہ ایسے مذہبی فرقے پیدا کیئے جن کی آپس کی دشمنی نے انسان کی سوسائٹی کو برباد کر دیا اور زندگی کی اثر باتوں کو تلخ کر دیا۔ یورپ کے عالموں کا اب یہ خیال ہے کہ یہ درجوں مسئلے غلط ہیں، یا یہ کہ ان کی واقعت کا اور محض کا کوئی کافی ثبوت نہیں ہے، مگر چونکہ یہ امر عظیم ہے اور نہایت ضروری ہے اس لیے مناسب ہے کہ جہاں تک ہو سکے ہم اس کو صاف کر لیں۔

مختاری اور تقدیر کے خیال کی ابتدا کی نسبت جو کچھ ہم نے لکھا، شاید اس میں کچھ شک ہو، مگر جس بنیاد پر وہ قائم ہیں اس میں کچھ جھگڑا نہیں ہے۔ تقدیر کا مسئلہ مبنی ہے ایک مذہبی قیاس پر؛ اور مختاری کا مسئلہ مبنی ہے ایک ایسے قیاس پر جو وجدان قلبی سے ملتا رکھتا ہے۔ تقدیر کے ماننے والے ایک ایسے مسئلہ پر چلتے ہیں جس کا اب تک کوئی قرار واقعی ثبوت نہیں ہے۔ وہ لڑک اس بات کا یقین دلاتے ہیں کہ خدا نے جس کی نیکی مسلمہ ہے، باوجود اپنے بالکل نیک ہونے کے، اچھے و برے میں، یا بدی و نیکی میں، یا پسندیدہ ہونے اور نا پسندیدہ ہوتے میں، تمیز کی ہے، اور لاکھوں مطلق کو جو اب تک پیدا بھی نہیں ہوئی، اور صرف خدا ہی کے ذہن یا ارادہ سے پیدا ہو سکتی ہیں، ازل سے

ابتد تک پر پادی اور گنہگاری میں ڈال دیا ہے؛ اور یہ بات خدا نے کسی انصاف کے اصول پر نہیں کی، بلکہ صرف اپنی قدرت کاملہ اور مختار کل ہونے کی قدرت سے کی ہے۔ عیسائیوں میں جو پراستانت فرقہ کے ہیں، انہیں یہ مسئلہ کالوں کے وقت سے نکلا جسکی مطابقت نہایت قوی تھی، مگر نہایت تاریک، لیکن انہوں نے اس مسئلہ کو پہلے پہل درست کیا، اور معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے مسیحین لوگوں سے یہ مسئلہ سیکھا تھا۔ پھر حال اگر اس بات سے بھی قطع نظر کی جاوے کہ یہ مسئلہ اُور اصولوں کے بھی مخالف ہے، علمی تحقیقات میں اس مسئلہ سے کچھ فائدہ نہیں ہے؛ کیونکہ جب یہ مسئلہ ہمارے علم سے باہر ہے تو ہم اس کی سچائی یا جھوٹائی کی تحقیق نہیں کر سکتے۔ دوسرا مسئلہ جو مذہب سے مختاری کے نام سے مشہور ہے، آرمینین کے مذہب سے مناسبت رکھتا ہے، لیکن در حقیقت انسان کی کائنات کی بزرگی کے مسئلہ پر مبنی ہے۔ (پوری بات کرنے سے جو از خود آدمی کا دل پکڑا جاتا ہے، اور آدمی کو بے چین و بے تاب کر دیتا ہے اس کو کائنات کہتے ہیں) ہر ایک شخص کو معلوم ہوتا ہے اور بالبدادہ جانتا ہے کہ میں آزاد ہوں، اور کوئی دلیل اس خیال کو کہ ہم آزاد ہیں دوز نہیں کر سکتی۔ اب اس اختیار کامل کے وجود میں جسکے مقابلہ میں تمام عام طریقے استدلال کے کچھ کام نہیں کرتے، دو یا تین ہیں؛ پہلی بات کو صریح ہو مگر نہایت نہیں ہے؛ اور دوسری تو بلاشبہ غلط ہے، اور وہ دو باتیں یہ ہیں؛ اول یہ کہ قوت ممیزہ نیک و بد جسکو انگریزی میں ”کانشنس نس“ کہتے ہیں، اور جس قوت کے احکام کبھی خطا نہیں کرتے ایک علاحدہ قوت ہے، مگر یہ بات کہ ”کانشنس نس“ ایک علاحدہ قوت ہے اب تک کسی طرح تحقیق نہیں ہے۔ بعض بڑے بڑے مافلوں کی یہ رائے ہے کہ یہ مطابقت کی ایک حالت ہے؛ اگر بھی بات ہو تو پس بحث ختم ہو گئی؛ کیونکہ اگر ہم یہ بھی تسلیم کر لیں کہ جب دل کے تمام قری سے پورا پورا کام لیا جاوے تو برابر ٹھیک ٹھیک کام کرتے ہیں، تب بھی کوئی شخص یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ دل کی ہر ایک حالت میں، جو اتفاقہ کسی ایک طرح کی ہو جاتی ہے، صحیح صحیح اور ٹھیک ٹھیک کام ہوتا ہے۔ قطع نظر اس بات کے اگر یہ بھی تسلیم کیا جاوے کہ ”کانشنس نس“ ایک جدا قوت ہے، تو بھی ہم یہ دوسری طرح پیش کرینگے، کہ تاریخ سے بخوبی ثابت ہے کہ یہ قوت بہت خطا کھاتی ہے۔ تہذیب کی ترقی کی تمام حالتوں میں جو انسان پر گذری ہیں دل کی خصوصیت یعنی عقیدہ کا بہت بڑا اثر ہوا ہے، اور وہ اثر اس زمانہ کے مذہب اور فلسفہ اور اخلاق کی باتوں پر

بھٹ کرنے کی کچھ ضرورت نہیں ہی ؛ کیونکہ اُس کو مفصلہ ذیل امور کا تسلیم کرنا کافی ہی ؛ یعنی ہم جو کوئی کام کرتے ہیں کسی ایک یا ایک سے زیادہ غرض سے کرتے ہیں ، اور وہ غرض بھی کسی اور غرض کا نتیجہ ہوتی ہی ۔ پس اگر سب باتوں سے اور اُن کی تصریح کے قاعدوں سے واقف ہوں تو ہم بغیر کسی غلطی کے پہلے سے بتا سکتے ہیں کہ اُن کا نتیجہ کیا ہوگا ۔ جن لوگوں کے دل میں طرفداری نہیں ہی ، اور جو اپنی رائے سے ثبوت موجودہ پر کام کرتے ہیں ، اس رائے کو قبول کرینگے کہ مثلاً اگر ہم کسی شخص کے حال جان سے بطوری واقف ہوں تو ہم بتا سکتے ہیں کہ بعض خاص حالتوں میں وہ شخص کیا کریگا ۔ اگر ہماری اس پیشین گوئی میں غلطی ہو تو عہدہ مستظاری یا تقدیر کو اُس کا سبب نہ قرار دینا چاہیئے ؛ کیونکہ اب تک اُن دونوں باتوں کا کچھ ثبوت نہیں ہوا ہی ، بلکہ یہ خیال کرنا چاہیئے کہ یا تو ہم کو اُس شخص کے حالات غلط معلوم تھے ، یا یہ کہ ہم نے اُس کے دل کی عام حرکتوں کے سمجھنے میں غلطی کی ۔ اگر ہماری سمجھہ صحیح ہو اور اُس کے ساتھ ہی اُس شخص کے مزاج کے حالات سے بطوری واقفیت ہو تو اُن حالات کے سبب ہم کو پہلے سے معلوم ہو سکتا ہی کہ وہ شخص کیا کریگا ۔

پس اب عہدہ مستظاری اور تقدیر کے مسئلوں کی بھٹ سے قطع نظر کر کر یہ نتیجہ نکلتا ہی ، کہ انسان کے افعال میں اور اُن باتوں میں جن سے اُن افعال کے سرزد ہونے سے پہلے یہ بات معین ہو جاتی ہی کہ اُس سے وہ افعال سرزد ہونگے مطابقت کا ہونا ضرور ہی ؛ کیونکہ یکساں حالتوں میں یکساں نتیجے ہونے چاہیئیں ، اور جو کہ اُن افعال کے تمام اسباب یا تو اندر سے یعنی دل سے پیدا ہوتے ہیں یا بیرونی چیزوں سے ، اس لئے اُن کے نتیجوں میں بھی فرق ہوتا ہی ؛ یعنی وہ فرق جو انسان کے حالات کے تبدیل ، یعنی اُن کے مزاج اور اُن کے تنزل ، اُن کی عروہ اور اُن کے رنج ، کا تاریضوں میں پایا جاتا ہی ، وہ سب اُنہی درہری باتوں کا ، یعنی بیرونی باتوں کے اثر کا دل پر ، اور دل کے اثر کا بیرونی باتوں پر ، نتیجہ ہوتا ہی ۔

یہی سب سامان ہیں جس کے ذریعہ سے تاریخ فلسفہ کے طرز پر لکھی جا سکتی ہی ۔ ایک تو انسان کا دل ہی جو عہدہ اپنے وجود کے قانون کی اطاعت کرتا ہی ، اور جب بیرونی چیزوں کا اُس پر کچھ دخل نہیں ہوتا تو بموجب اپنی بقاوت کے قریبی کرتا ہی ۔ دوسری وہ ہی جس کو ہم قیچہ کہتے ہیں ، اور قیچہ بھی اپنے قانون کی اطاعت کرتا ہی ، لیکن ہمیشہ انسان کے دل سے ملکر اُس کی دلی خواہش اور ذہن کو احتمال دیتا ہی جسکے سبب انسان اپنے

ہوا پر رہا ہی ۔ اُس زمانہ کے عقیدوں کو ہو ایک شخص مانتا آیا ہی اور دوسرے زمانہ کے لوگ اُن پر ہنساکھتے ہیں ، اور ہر ایک عقیدہ اپنے زمانہ کے لوگوں کے دلوں میں ایسا ہی گڑا رہا ہی اور اُن کے کائنات کا جزو اعظم رہا ہی جیسے اب وہ رائے ہی جس کو ہم آزادی کہتے ہیں ، تو یہی یہ بات ممکن نہیں کہ کائنات نس کے سب نتیجے صحیح ہوں ؛ کیونکہ اُن میں سے اکثر ایک دوسرے کے مخالف ہیں ۔ پس جب تک یہ بات نہ مانی جاوے کہ زمانہ مختلف میں سچائی بھی مختلف ہوتی ہی تب تک وہ عقدہ حل نہیں ہو سکتا ، اور یہ بات معال ہی ۔ پس اس سے صاف ثابت ہوتا ہی کہ کائنات کی شہادت اس بات کا ثبوت نہیں ہی کہ وہ رائے صحیح ہی ؛ کیونکہ اگر ایسا ہو تو وہ باتیں جو ایک دوسرے کے بالکل مخالف ہیں دونوں برابر صحیح ہونگی ۔ علامہ اُس کے زندگی میں جو باتیں ہوتی ہیں اُن کے دیکھنے سے ایک دوسری بات نکلتی ہی ۔ کیا ہم کہ بعض حالتوں میں بھوت اور آسیب کے ہونے کا یقین دل میں نہیں ہو جاتا ؟ اور کیا پھر یہی لوگ یہی نہیں کہتے کہ ایسی چیزوں کا وجود نہیں ہی ، کوئی اور بات ہوگی جس کو ہم بھوت اور آسیب سمجھا ہی ۔ اگر یہ کہا جاوے کہ اس قسم کا کائنات یا یقین دہوکا ہی اصلی نہیں ہی تو ہم یہ پرچہ ہینگے کہ وہ کوئی چیز ہی جو صحیح اور غلط ، یا سچی اور جھوٹی ، کائنات میں تو ہوتی ہی ۔ اگر بعض باتوں میں کائنات ہم کو دھوکا دیتا ہی تو کیونکہ یقین ہو سکتا ہی کہ اور باتوں میں دھوکا نہ دیگا ؛ اور اگر یقین نہیں ہو سکتا تو وہ کسی اعتبار کے لائق نہیں ہی ، اور اگر کسی طرح اُس پر یقین ہو سکتا ہی تو ایک دوسری کسی ایسی ہی کا وجود لازم آتا ہی کہ کائنات اُس کا تابع ہو ۔ پس کائنات کی سچائی کا مسئلہ جس کی بنیاد پر عہدہ مستظاری کے مائندہ والوں نے اپنا اصول قائم کیا تھا قائم جاتا ہی ۔ بے شک میرے نزدیک اس بات کا شبہ کہ کائنات نس کا وجود بطور ایک ملحدہ قوت کے ہی کہ نہیں ، اور نیز یہ بات کہ یہ قوت ہمیشہ سب باتوں کو یکساں نہیں بتاتی ، ایسی دو دلیلیں ہیں جن سے یقین ہوتا ہی کہ چند شخصوں کے دل کا حال معلوم کرنے سے ذہنی فلسفہ علم کے درجہ کو نہیں پہونچ سکتا ، مگر اُن اصولوں کے تحقیق کرنے سے جو تاریخ سے نکالے جاویں اُس کی تحقیقات بطوری ہو سکتی ہی ؛ یعنی اُسکے اصول اُن باتوں سے نکالے جاویں جو ایک زمانہ دراز میں انسان کے حالات میں گذرے ہوں ۔ یہ بات بلا شبہ نہایت عروہ کی ہی کہ جس شخص کے خیال میں یہ بات ہو کہ فن تاریخ بھی ایک علم ہو سکتا ہی ، اُس شخص کو عہدہ مستظاری یا تقدیر کے مسئلہ پر

قطع نظر اُن تحقیقاتوں کے جو آئندہ ہونگی، ہم کو بالکل صرف اُنہی ثبوتوں سے مطالبہ ہی جسے یہہ پایا جاتا ہے کہ انسان کے حالات میں جو بذریعہ سالانہ نقوشوں کے معلوم ہوئے ہیں بالکل مطابقت ہے۔

انسان کے اعمال آسان طور پر دو قسموں میں منقسم ہیں، ایک نیک اور دوسرے بد؛ اور چونکہ یہہ دونوں قسمیں باہم ایک دوسرے سے مناسبت رکھتی ہیں، اور انہوں کا مجموعہ ہمارے اخلاق ہیں، اس لیے یہہ لازم آتا ہے کہ جس سبب سے ایک قسم زیادہ ہوتی ہے اسی سبب سے اسی قدر دوسری قسم کم ہوتی ہے۔ پس اگر ہم کسی زمانہ میں ایک قوم کی پرائیویٹ میں مطابقت پائیں، تو اُن کی نیکیوں میں بھی اسی قسم کی مطابقت ہوگی، یا اگر ہم اُن کی نیکیوں میں مطابقت پائیں، تو ویسی ہی اُن کی برائیوں میں مطابقت ہوگی۔ یہہ دونوں قسم کے اعمال، جیسے کہ اُن کے نام سے ظاہر ہوتا ہے، ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں؛ یا اگر اسی بات کو دوسرے طور سے بیان کریں تو یوں کہیں، کہ اگر یہہ ثابت ہو سکے کہ انسان کے بڑے اعمال میں سوسائٹی کے تبدیلات کے موافق فرق ہوتا ہے تو اُس سے یہی نتیجہ نکلیگا کہ اُن کے نیک اعمال میں بھی ایسا ہی فرق ہوتا ہے؛ اور نیز یہہ یہی نتیجہ نکلیگا کہ اس قسم کا فرق بڑے بڑے اور عام اسباب کا نتیجہ ہے جو تمام سوسائٹی پر اپنا اثر پہنچاتے ہیں اور خاص نتیجہ پیدا کرتے ہیں، بلا لحاظ اُن خاص شخصوں کی خواہش کے جسے سوسائٹی بنی ہوئی ہے۔ اگر انسان کے فعل سوسائٹی کی حالت کے بموجب ہوتے ہیں تو اسی قسم کی مطابقت ملے گی ہمیں اُمید ہے، اور اگر ایسی مطابقت نہ ملے تو ہم لوگ یہی یقین کر سکتے ہیں کہ انسان کے فعل کسی ایسے اصول کے بموجب ہوتے ہیں جسکا کچھ ٹھیک نہیں ہے، اور جو ہر ایک شخص میں خاص طور پر ہوتا ہے؛ مثلاً خود مختاری وغیرہ۔

اصل غرض قانون کی یہہ ہے کہ بے گناہ بمقابہ گناہگاروں کے معفو رہیں، اس لیے یورپ کی گورنمنٹوں نے، جب اُنکو معلوم ہوا کہ لوگوں کے حالات کے نقشہ کیسے مفید ہوتے ہیں، تو اُن جرایم کی نسبت ثبوت جمع کرنا شروع کیا جنکے لیے سزا دینی منظور تھی۔ یہہ ثبوت جمع ہوتا گیا، یہاں تک کہ اب یہہ از خود لٹریچر یعنی علم ادب بن گیا ہے؛ اور یہہ سے راتوں رات نہایت احتیاط سے اور تحقیقات کے ساتھ جمع کیے گئے ہیں؛ اور زمانہ سابق کے تجربہ کی یہہ نسبت انسان کے اخلاق کے حالات اُن سے زیادہ معلوم ہوتے ہیں، مگر چونکہ اس تمہید

فعل کرتا ہے جو بغیر ٹیچر کی مداخلت کے نکرتا، پس انسان ٹیچر کو تبدیل کرتا ہے اور ٹیچر انسان کو تبدیل کرتا ہے، اور اسی آپس کی تبدیلات سے سب واقعات پیدا ہوتے ہیں۔

اب ہم کو اس دوسری تبدیلی کے قانون کے دریافت کرنے کا طریقہ تحقیق کرنا ہے، لیکن اُس سے پہلے اس بات کی تحقیقات ہونی چاہیئے کہ ان دونوں قسم کی تبدیلیوں میں سے کونسی زیادہ قوی ہے؛ آیا انسان کے خیالات اور خواہشوں پر طبی باتوں کا زیادہ اثر ہوتا ہے، یا طبی باتوں پر انسان کے خیالات اور خواہشوں کا زیادہ اثر پڑتا ہے، تاکہ ان دونوں میں سے جو کسی چیز زیادہ اثر کرنے والی ہو اسیکے دریافت کرنے میں، اگر ممکن ہو، تو سب سے پہلے توجہ کریں؛ کیونکہ اُس کے نتیجے زیادہ تو ظاہر ہونگے، اور اس سبب سے باآسانی تجربہ میں آسکیں گے، اور اس میں ایک یہہ بھی فائدہ ہوگا کہ جب ہم بڑی قوت کے قانون کا ایک کلیہ نکال لیں گے تو بہت کم باتیں سمجھنی رہ جائیں گی۔ مگر اس تحقیقات سے پہلے ہم کو اُن صاف اور روشن ثبوتوں کا بیان کرنا مناسب ہے جسے ظاہر ہوتا ہے کہ دل کی حرکتیں باقاعدہ ہوتی ہیں۔ اس بیان سے رے مذکورہ بالا قوی ہو جائیگی؛ اور جس ذریعہ سے اس امر میں تحقیقات ہوئی رہے ہیں صاف ہو جائیگا۔

جو نتیجے حقیقت و قریع میں آئے ہیں بے شک نہایت مفید ہیں، اور علم اخلاق کے محقق علم الہیات کے ایسے قیاس پر چلے ہیں جو طبیعت کے علم سے متعلق ہے، لیکن جس تحقیقات کا میں ذکر کرتا ہوں وہ بالکل بے شمار واقعات پر مبنی ہے، اور وہ واقعات ایسے ہیں جو بہت سے ملکوں میں پائے گئے ہیں، اور نہایت صاف طور پر ہندسہ کی صورت میں بتائے گئے ہیں، اور ایسے لوگوں نے اُنکو جمع کیا ہے جو سرکاری اہلکار تھے اور اُن کو کسی خاص مسئلہ کی پیچ یا کسی خاص نائدہ کا پاس نہ تھا کہ جسکے سبب اُن باتوں کی ضرورت کی سچائی کو جنکی تحقیقات کا اُن کو حکم تھا پگارتے یا غراب کرتے۔ نہایت وسیع نتیجے جو انسان کے اعمال کی نسبت نکالے گئے ہیں، اور جسپر کسیکو اعتراض نہیں ہے، وہ اسی یا اسی قسم کے ذریعہ سے نکالے گئے ہیں۔ ملکوں کے حالات کے سالانہ نقوشوں سے اُن کا ثبوت ہوتا ہے، اور وہ علم حساب کے قاعدہ پر بنائے گئے ہیں، اور جو کوئی اس بات سے واقف ہوگا کہ اس ایک طریقہ سے کتنی باتیں دریافت ہوئی ہیں، وہ صرف دل کی حرکات کے مطابق ہونے کو ہی نہیں مانیکا، بلکہ اُس کو یہہ بھی یقین ہو جائیگا کہ اگر وہ قوی ذریعہ کام میں لائے جائیں جو علم کی موجودہ حالت میں حاصل ہو سکتے ہیں، تو اُن پر بھی بہت سی مفید باتیں دریافت ہونگی۔

اُس قدر ہوا کہ جرم کی تعداد کی کمی بیشی موت کی کمی بیشی سے کم ہوئی۔ اسی قسم کا قاعدہ ہر ایک ملحدہ ملحدہ جرم میں پایا گیا ہے۔ سب جرم ایک ہی قاعدہ کے بموجب ایک وقت میں کے بعد برابر صادر ہوتے گئے۔

جو لوگ یہ یقین کرتے ہیں کہ انسان کے افعال ہر شخص کے خاص مزاج کے موافق ہوتے ہیں، اور سوسائٹی کی عام حالت سے کچھ تعلق نہیں ہوتا، اُن کو یہ بات عجیب معلوم ہوئی، لیکن اس سے بھی زیادہ عجیب ایک بات یہ ہے کہ متعینہ جرائم قابل سزا کے کوئی جرم ہر شخص کے مزاج پر ایسا موقوف نہیں معلوم ہوتا جیسے کہ خود کشی، عورت یا لڑکے کی کوششیں رک سکتی ہیں، اور روکی بھی گئی ہیں۔ بعض وقت وہی شخص اُن کو روک دیتا ہے جس پر حملہ کیا جاتا ہے، اور بعض وقت حاکم مانع ہوتے ہیں، لیکن خود کشی کی کوشش میں کم روک ترک ہو سکتی ہے۔ جو شخص اپنے قتل کرنے کا مصمم ارادہ کر لیتا ہے، اُس کو اگر وقت میں دھم کی لڑائی مانع نہیں ہوتی، اور وہ حاکم کی دست اندازی سے بھی آسانی سے بچ سکتا ہے، اُس کا کام گریبا تھا ہوجاتا ہے، باہر سے اُس پر کچھ مداخلت نہیں ہوتی، اور یہ نسبت اور کسی جرم کے زیادہ تو خاص ایک شخص کی مرضی اور خواہش کا نتیجہ ہوتا ہے۔ یہ بھی واضح ہو کہ پر خلاف اور جرائم کے، یہ جرم ساتھیوں کے درغلنے سے بہت کم ہوتا ہے۔ پس جبکہ لوگ ساتھیوں کے درغلنے سے یہ جرم نہیں کرتے، تو ایک بڑی بیرونی بات کا اثر، جس سے آزادی دب جاوے، اُن پر نہیں ہوتا، اس لیے خود کشی کی نسبت، جو تنہائی میں ہوتا ہے، اور جس پر قانون کا کچھ اختیار نہیں چلتا، اور نہ ہوشیار پولیس اُس کو کم کر سکتی ہے، عام اصول کا نکالنا اور قاعدہ تلاش کرنا غیر ممکن معلوم ہوتا ہوگا۔ ایک اور مشکل یہ ہے کہ خود کشی کا نہایت مددہ ثبوت بھی ناکامل ہوتا ہے۔ مثلاً ڈوب کر مرنا اتفاقیہ خود کشی میں داخل ہو سکتا ہے، لیکن بعض وقت یہی مددہ ہوتا ہے، اور اُس کو اتفاقیہ کہتے ہیں۔ پس خود کشی صرف غیر معین اور بے اختیار ہی نہیں معلوم ہوتی، بلکہ اُس کا ثبوت بھی نہایت تاریک ہے۔ مذکورہ بالا وجہوں سے اگر اس کے عام سپرد کے دریافت کرنے میں ناامیدی ہو تو معقول ہے۔

جب کہ اس ایک جرم کے یہ حالات ہیں، تو یہ بات بھی نہایت عجیب کی ہے، کہ جو کچھ ثبوت اُس کی نسبت ہمارے پاس ہے اُس سے یہ ایک بڑا نتیجہ نکلتا ہے، اور دل میں کچھ ہیبت باقی نہیں رہتا کہ خود کشی سوسائٹی کی عام حالت کا نتیجہ ہے، اور مجرم صرف عمل میں لاتا ہے اُس بات کو جو حالات سابق کا

میں پورا پورا بیان اُن نتیجوں کا نہیں ہو سکتا جو تقصیر سے نکلتے ہیں، اس لیے میں دو باتیں نہایت ضروری اور بڑی بڑی باتوں کا ذکر کروں گا اور اُن کی نسبت کو بیان کروں گا۔

منجملہ سب جرموں کے قتل ایک ایسا جرم تصور کیا جاتا ہے جو بالکل بے قاعدہ ہے، اور اس پر کچھ اختیار نہیں چلتا، گر یہ جرم ایک مدت کی بدیہوں کا ایک بڑا کام ہے، تاہم جب ہم یہ خیال کرتے ہیں کہ اکثر یہ دنعتاً وقوع میں آتا ہے، اور جب کہ پیشتر سے بندش ہوتی ہے تو اُس میں بھی موافق موقعوں کا انتظار کرنا پڑتا ہے، وقت کا لحاظ کرنا پڑتا ہے، اور ایسے موقعوں کا انتظار کرتا پڑتا ہے جو اختیار میں نہیں ہیں، اور جب وقت آجائے تو شاید جرم کرنے والے کا دل ثبوت جائے۔ اور پھر جرم کا کرنا یا نہ کرنا متخالف غرضوں پر منحصر ہوتا ہے، مثلاً قانون کا خوف، اُن سزائوں کی دھمک جو دین میں لکھی ہیں، جرم کرنے والے کی کاشنس کے نیش، و آئندہ انیس کے اندیشہ، و فائدہ کی طمع، و حسد، و بدلا لینے کا خیال، و ناامیدی وغیرہ۔ جب یہ سب باتیں جمع کی جائیں تو ایسے اسباب مضبوط ہوجاتے ہیں، کہ اُن سپردوں میں جن کے ذریعہ سے عورت ہو سکتا ہے یا منع ہو سکتا ہے کوئی خاص قاعدہ نکلنے کی امید نہیں رہتی، لیکن اب دیکھنا چاہیئے کہ اصل بات کیا ہے۔ اصل تو یہ ہے کہ عورت اُسی طرح باقاعدہ ہوتا ہے اور خاص معلوم سپردوں سے نسبت رکھتا ہے جیسے جوار بھاتا اور تبدیلی موسم۔ موسیورگیر ٹکٹ، جس نے اپنی تمام زندگی مختلف ملکوں کے نقشوں کے جمع کرنے میں صرف کی، اپنی تحقیقات کا نتیجہ یوں بیان کرتا ہے، کہ ہر ایک بات جو جرم سے ملحقہ رہتی ہے وہ مکرر ایک ہی تعداد پر وقع میں آتی ہے، اور ایسے جرائم کا بھی جس میں انسان کی پیش بینی کچھ کام نہیں کرتی یہی حال ہے، مثلاً عورت جو عموماً اتفاقیہ لڑائیوں کے بعد ہرا کرتا ہے، ہم تجربہ سے جانتے ہیں کہ ہر سال عورت کی تعداد قریب برابر کے ہوتی ہے، اور جن اوزاروں سے عورت کیا جاتا ہے وہ بھی قریب ایک ہی تعداد پر کام میں لائے جاتے ہیں۔ یہ قول سنہ ۱۸۳۵ ع میں یورپ کے پہلے اسٹائٹیشن کا ہے، اور ما بعد کی تحقیقات سے اُس کی صحت ہوتی آئی ہے۔ پچھلی تحقیقاتوں سے یہ ایک عجیب بات دریافت ہوئی ہے کہ جرم مکرر ایک تعداد پر صادر ہوتے ہیں، اور یہ نسبت نیچر کے قانون کے، جو ہمارے جسم کی بیماری اور پرہیزی سے ملحقہ رکھتے ہیں، جرم کا حال پیشتر سے زیادہ معلوم ہوجاتا ہے، مثلاً فرانس میں ابتدائے سنہ ۱۸۲۶ ع لغایت سنہ ۱۸۳۳ ع تک جتنے لوگ مجرم قرار پائے اُن سے ہی مرد اُس زمانہ میں یورپ کے اندر موت سے مرے، فرق صرف

حقیقت حال کے دریافت کرنے کا حاصل تھا، اور دھوکا دینے میں اُس کی کوئی غرض نہ تھی، تو بیشک یہہ تسلیم کی جائیگی کہ جرم کا ایک قاعدہ معین کے بموجب صادر ہوتا ایک ایسا امر ہی کہ جو انسان کے اخلاق کی تاریخ کے اور کسی امر کی بہ نسبت زیادہ ثابت ہے۔ ان نقوش میں متوازی سلسلہ شہادت کا پایا جاتا ہے جو بموجب مختلف حالتوں کے نہایت احتیاط کے ساتھ جمع کیا گیا ہے، اور سب سے پہلی ایک نتیجہ نکلتا ہے کہ انسان کے جرم ایک معیوم کی برائی کا نتیجہ نہیں ہے، بلکہ اُس سوسائٹی کی حالت کا نتیجہ ہے جس میں وہ معیوم رہتا ہے۔ اس نتیجہ کا ثبوت صاف وہاں ہے، اور دنیا میں سب لوگ اُس کو دیکھ سکتے ہیں، اور ایسا ہی کہ وہ تصورات، جنکے ذریعہ سے متاثرین اور تھیولوجین نے گذشتہ واقعات کی تحقیقات کو پریشانی میں ڈال رکھا ہے، اُسکو رد نہیں کرسکتے۔

وہ لوگ جو اسباب سے واقف ہیں کہ طبعی باتوں میں نیچر کے قاعدوں کے بچالانے میں تبدیل ہوتی رہتی ہے، وہ اخلاق کی باتوں میں بھی ویسا ہی فرق چاہینگے۔ یہہ فرق دونوں حالتوں میں چھوٹے چھوٹے قانون سے پیدا ہوتا ہے، جو خاص موقعوں پر بڑے قانون سے ملتے ہیں اور اُن کی اصلی اور باقاعدہ تاثیر کو تبدیل کردیتے ہیں۔ اِس کی نہایت عمدہ مثال جرنیکل کے اُس عمدہ اصول میں پائی جاتی ہے جسکو متوازی الاضلاع کے زوروں کی قوت کہتے ہیں، اور جسکے بموجب قوتوں میں وہی نسبت ہوتی ہے جو اُن قوتوں کی شکل متوازی الاضلاع کی قوتوں میں ہوتی ہے۔ یہہ قاعدہ بہت بڑے بڑے نتیجوں سے بھرا ہوا ہے؛ اور قوتوں کا ملائ اور اُنکا علاحدہ علاحدہ کرنا اسی قاعدہ سے متعلق ہے۔ اور جو شخص اُس دلیل سے واقف ہے جسپر یہہ قاعدہ مبنی ہے، وہ کبھی اسکے ٹھیک ہونے میں کسی شبہ کا بھی خیال نہ کریگا۔ مگر جب وہ اس قاعدہ کو کام میں لایا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اور قاعدے اُس کو چمٹے ہوئے ہیں، یعنی ہوا کی رگوں کے قاعدے اور اُن جسموں کی ہمارت کا اختلاف چنپر زور لگایا جاتا ہے۔ اور جب اس قسم کے امور پیش آتے ہیں تو اصلی اور سیدھا اثر جر نیکل کے قاعدہ کا مختلف ہو جاتا ہے۔

لیکن گر قاعدہ کے نتائج میں فرق ہوتا ہے، تاہم قاعدہ تبدیل نہیں ہوتا۔ اسطرح ہر اس بڑے سوشل قاعدہ میں، کہ انسان کے افعال اُنکی خواہش کے نتیجے نہیں ہیں بلکہ حالات ماحول کے نتیجے ہیں، بہت فرق ہوتا ہے، لیکن اصل حقیقت پر کچھ اثر نہیں ہوتا۔ ایک ملک کے جرم کی تعداد میں جو سال ہر سال تھوڑا

ایک ضروری نتیجہ ہے۔ سوسائٹی کی ایک خاص حالت میں ضرور ہے کہ کچھ لوگ جنکی تعداد معین ہے خود کشی کریں۔ یہی عام قاعدہ ہے، اور یہہ خاص سوال کہ کون یہہ جرم کریگا، خاص قاعدوں سے متعلق ہے جو عمل میں بڑے سوشل قاعدے کے، جس کے وہ تابع ہیں، انعامات کرتے ہیں؛ اور بڑے قاعدہ کی ایسی قوت ہوتی ہے کہ نہ زندگی کی مصیبت اور نہ عاقبت کا خوف اُن کے عمل کو روک سکتا ہے۔ اس عجیب قاعدہ کے اسباب کو میں آئندہ لکھونگا، لیکن قاعدہ کا وجود ہر شخص کو معلوم ہے جو اخلاق کی باتوں کے نقوش کو بھی جانتا ہے۔ مختلف ملکوں میں، جہاں کے نقشے ہمارے پاس موجود ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ سال ہر سال خود کشی کرنے والوں کی تعداد برابر ہوتی ہے۔ اِس بات سے اس کے کہ ہررا ہررا ثبوت نہیں مل سکتا، ہم بیشتر سے بتا سکتے ہیں کہ آنے والے زمانہ میں کتنے لوگ خود کشی کریں گے، بشرطیکہ سوسائٹی کے حالات کچھ زیادہ تبدیل نہ ہوجائیں۔ لندن میں بھی، عارچہ اُن تبدیلیات کے کہ جو دنیا کی سب سے بڑے اور نہایت عیاں دارالخلافت میں ہوا کرتے ہیں، بہت مطابقت اور قاعدہ پایا جاتا ہے۔ امور متعلق انتظام ملکی و تجارت اور قحط سالی کی تلخیصیں، یہی سب خود کشی کے سبب ہیں، اور یہہ ہمیشہ تبدیل ہوتے رہتے ہیں، تاہم اِس وسیع دارالخلافت میں قریب دو سو چالیس آدمیوں کے خود کشی کرتے ہیں۔ عارضی سبب سے سالانہ خود کشی کی تعداد میں فرق یہی ہوتا ہے کہ زیادہ سے زیادہ تعداد دوسو چھیاسٹھ ہوتی ہے، اور کم سے کم در سو تیرہ — سنہ ۱۸۲۶ ع میں، جس سال ریلوے کے سبب بڑا انقلاب ہوا، لندن میں در سو چھیاسٹھ آدمیوں نے خود کشی کی؛ سنہ ۱۸۲۷ ع میں کچھ کم ہی شروع ہوئی، اور تعداد دوسو چھپن ہوئی، سنہ ۱۸۲۸ ع میں دوسو سینتالیس؛ اور سنہ ۱۸۲۹ ع میں در سو تیرہ؛ اور سنہ ۱۸۵۰ ع میں دو سو اُتیس۔

یہی چند ثبوت ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ سوسائٹی کی یکساں حالت میں ایک قسم کے جرم ضرور مکرر ہوتے ہیں۔ یہہ یاد رکھنا چاہیئے کہ یہہ نتیجہ خاص خاص منتخب واقعات سے نہیں نکلا گیا ہے، بلکہ یہہ عام نتیجہ جرم کے بہت وسیع نقوش سے نکلا گیا ہے، اور اُن نقوش میں لاکھوں تجربہ بہت سے ملکوں کے، جن میں مختلف درجوں کی تہذیب، مختلف قانون، مختلف رائے، مختلف اخلاق، اور مختلف مادیات جاری تھیں، مندرج ہیں۔ اور اگر ہم یہہ بھی لکھیں کہ ان نقوش کے حالات ایسے شخصوں نے جمع کیئے جو خاص اسی کام کے لئے نر کر تھے، اور اُنکر ہر ایک ذریعہ

کا اور ذکر ہوا اُنہیں کی اُمید ہوتی چاہتے تھے، اور وہی بہت دن
پیشتر معلوم ہوچکا چاہتے تھے۔ اس میں کچھ شبہ نہیں ہے کہ
تہذیب کی ترقی اب بہت جلد اور دل سے ہوتی جاتی ہے، اور مجھکو
کچھ شک نہیں ہے کہ ایک سو برس کے پیشتر سلسلہ نبوت کا پورا
ہوجاویگا، اور پھر شاخ و ثار کرکے ایسا مورخ ملےگا جو اخلاق کی
باتوں کے باقاعدہ ہونے سے انکار کرے، جیسے اب بہت کم ایسا کرکے
عالم ہی جو دنیا کی باتوں کے باقاعدہ ہونے سے انکار کرتا ہو۔

واضح ہو کہ ہمارے افعال کے لیے ایک قاعدہ ہونے کا ثبوت
لوگوں کے حالات کے تقصیر سے نکالا گیا ہے۔ یہ شاخ علم کی جو اب
تک اپنی ابتدائی حالت میں ہے، تاہم یہ نسبت تمام علوم کے انسان
کے پیچھے کی تحقیقات میں اس نے بہت روشنی بکھائی ہے اور جو یہ
نہایت قریبی ذریعہ حقیقت کے دریافت کرنے کا ہے، تاہم ہمکو یہ
نہیں خیال کرنا چاہیئے کہ قریبی ذریعہ باقی نہیں ہیں جو اس طرح
پر ترقی پاسکتے ہیں، اور نہ یہ نتیجہ نکالنا چاہیئے کہ علوم مذہبی
سے اور تاریخ سے آج تک کچھ نسبت نہیں رکھی گئی اسلئے اُن دونوں
میں کچھ نسبت نہیں ہو سکتی، جب ہم یہ خیال کرتے ہیں کہ
انسان اور یورپی دنیا کے آس میں ملتی ہیں، تو کچھ شبہ
باقی نہیں رہتا کہ انسان کے افعال اور پیچھے کے قاعدوں میں نسبت
قریبی ہے۔ اگر علم طبیعی اور تاریخ سے آج تک نسبت نہیں رکھی گئی
تو اسکا سبب یا تو یہ ہے کہ مورخوں نے اُس مناسب کو دیکھا
نہیں، یا یہ کہ دیکھا ہو لیکن اُنکو اس قدر علم اور واقفیت نہیں کہ
اُس کے عمل کی تہ کو پہنچیں۔ اسی سبب سے یورپی اور اندرونی
باتوں کی تحقیقات میں جدائی رہی، اور جو یورپ کی تہذیب کی
موجودہ حالت سے اُٹار پائے جاتے ہیں کہ یہ مصنوعی روک توڑ ڈال
جائے، تاہم یہ تسلیم کرنا ضرور ہوتا کہ اب تک اس بڑی فرض کیہ
تعمیل کے لیے کچھ بھی نہیں کیا گیا ہے۔ علم اخلاق و علم الہیات و
علم باطنی کے عالم اپنے اپنے علم کی تحصیل کرتے ہیں، اور یہ
سمجھتے ہیں کہ یہ باتیں سائنس جانتے والے لوگوں سے متعلق ہیں،
اور اکثر یہ کہتے ہیں کہ اس قسم کی تحقیقات مذہب کے لیے مضر
ہے، اور انسان کی سمجھ پر غیر واجب پورے ہوتا ہے، لیکن
پر خلاف اس کے، علم طبیعی کے بڑھانے والے، جو یہ سمجھتے ہیں
کہ ہمارے ترقی کرنے والے ہیں، اپنی کامیابی پر فخر کرتے ہیں،
اور اپنی تحقیقاتوں کا مقابلہ اپنے مخالفوں کی بے حرکت حالت سے
کر کے ایسے علم کی تحصیل سے نفرت کرتے ہیں جسکا پے نہ ہونا
سب پر ظاہر ہے۔

تھوڑا فرق ہوتا ہے، اُس کے سمجھنے کے لیے بیان مندرجہ بالا کافی
ہے۔ بلکہ اس امر کے کہ یہ نسبت پیچھے کے سامان کے اخلاق کے
متعلق بہت سی چیزیں ہیں، تعجب اس بات کا ہوتا ہے کہ پارچہ
اسکے فرق زیادہ نہیں ہے، اور فرق کے ایسے خفیہ ہونے کے سبب
ہم خیال کر سکتے ہیں کہ وہ بڑے بڑے سرشناس قاعدے کیسے قری
ہیں کہ جن میں ہمیشہ مداخلت ہوتی ہے لیکن وہ ہر ایک مشکل
کو حل کرتے ہیں۔

انسان کے جراثیم میں ہی ایسی مطابقت نہیں پائی جاتی، بلکہ
جستدر شادیاں ہر سال ہوتی ہیں وہ بھی لوگوں کے مزاج اور
عوام کے موافق نہیں ہوتیں، بلکہ بڑے بڑے عام واقعات کے سبب
سے ہوتی ہیں جن پر آدمی کا کچھ اختیار نہیں چلتا۔ یہ امر ظاہر
ہے کہ شادی اور اناج کی قیمت میں ایک قسم کی خاص نسبت ہوتی
ہے۔ انگلستان میں سو برس کے تجربے سے ثابت ہوا ہے کہ شادیوں
کو لوگوں کے ذاتی خیالات سے کچھ تعلق نہیں ہوتا، بلکہ لوگوں کی
جماعتی تہذیب کی آمدنی کے بموجب ہوتی ہیں۔ پس یہ بڑی سرشناس اور
مذہبی بات قیمت عوراک اور نرخ اجرت پر منحصر ہوتی ہے۔ اسلئے
ہر اور باتوں میں بھی مطابقت اور قاعدہ پایا جاتا ہے، جو سبب
اُنکے باقاعدہ ہونے کا اب تک ظاہر نہیں ہے۔ مثلاً یادداشت کی غلطیوں
میں بھی ایسا ہی عام قاعدہ پایا جاتا ہے، جسکو ہم ثابت کر سکتے
ہیں۔ لندن اور پیرس کے ڈاکٹروں میں اخیر زمانہ میں ایسے
خطروں کی فہرست مشہور ہوئی جن کے لقائوں پر لکھنے والوں نے
پہلے پتہ نہیں لکھا تھا، اور بالفرض اسباب کے کہ اسکا سبب
مختلف ہوا ہوگا، سال بسال وہ فہرست ایک دوسرے کی نقل ہوتی
تھی۔ ہر سال اُسی تعداد کے چٹھی لکھنے والے اس آسان کام کو پھولتے
تھے۔ پس ہم پیشتر سے بتا سکتے ہیں کہ ہر ایک زمانہ آئندہ میں
میں کتنے لوگ اس حقیقت کام کو جو اتفاقیہ بات معلوم ہوتی ہے
پھولینگے۔

ایسے لوگ جنکو واقعات کے باقاعدہ ہونے کا مضبوط خیال ہے،
اور جنہوں نے اس بڑی حقیقت کو خوب سمجھ لیا ہے کہ انسان کے
افعال جو حالات ماضی کے بموجب ہوتے ہیں کبھی بے قاعدہ نہیں
ہوتے، جو ظاہر میں بے قاعدہ معلوم ہوں، لیکن اصل میں ایک
بڑے عام انتظام کے جزو ہیں جس کے نقشہ کو ہم علم کی موجودہ
حالات میں نہیں دیکھ سکتے، جو اسباب کو سمجھتے ہیں، اور یہی
تاریخ کی جز اور تاریخ کی کنجی ہے، اُن کو بیان مندرجہ بالا سے
کچھ تعجب نہ ہوگا، بلکہ صاف یہ معلوم ہوجائیگا کہ جن نتیجوں

سورج کا یہ کام ہے کہ ان ہونٹوں قریب کے بیچ میں پڑو اتنی
مکالمات دہری کو مطابق کرے اور بتلاوے کہ کس مقام پر انکے خاص
خاص علوم کو مطابق ہونا چاہیئے اور اس اتفاق کی صورت قائم
کرنا وہی تاریخ کی بنیاد قائم کرنا ہے۔ چونکہ تاریخ میں انسان کے
افعال کا ذکر ہوتا ہے اور انسان کے افعال بیرونی و اندرونی باتوں
کے میل سے پیدا ہوتے ہیں اسلیئے ضرور ہے کہ ان باتوں کی حقیقت
دریافت کی جاوے اور یہ بھی دریافت کیا جاوے کہ کہاں تک انکے
قائدے معلوم ہیں اور علم باطن اور نیچر کے جائزہ والوں کے پاس
آئندہ تحقیقات کے لیئے کیا سامان ہیں۔ اسکا بیان آئندہ کیا جاوے گا
اور اگر اس میں کچھ کامیابی ہوگی تو مصنف کی اس قدر تو تعریف
ہوگی کہ اسلئے اس اور بڑے خوفناک گڑھے کی جو ایسی باتوں کو
محصود کرتا ہے جس میں نسبت قریبی ہی اور جسکو کبھی جدا
فہرنا چاہیئے پھر نے کی کوشش کی۔

رازم

ہندی عامس پک

ترجمہ از

پکڑ ہندی آف سوانیشن ان انکلند

اشتہار

کتاب مفصلہ ذیل واسطے فروخت کے ہمارے
پاس موجود ہیں اور محصول قاک کا علاوہ
اس قیمت کے ہی جس صاحب کو خریدنی
منظور ہوں وہ خرید فرماویں

وہ کتابیں جن کی قیمت مدرسۃ العلوم مسلمانان کی
کمیٹی میں جمع ہوگی *

کتاب جان دیوں دوت متضمن حمایت اسلام بزبان

انگریزی قیمت فی جلد ...

کتاب حمایت اسلام ترجمہ کتاب گافری ہیگنس

متضمن جواب اعتراضات عیسائیوں بزبان اردو

قیمت فی جلد ...

کتاب خطبات احمدیہ مولفہ سید احمد خاں
بزبان انگریزی قیمت فی جلد ...
اگر کوئی غریب مسلمان انگریزی خواں خطبات
احمدیہ کو خاص اپنے پڑھنے کے لیئے چاہے تو
اس کو نصف قیمت پر ملجائیگی *

کتاب مباحثہ مذہبی پادری فنڈر صاحب و ڈاکٹر
وزیر خاں و مولوی رحمت اللہ صاحب بزبان
اردو قیمت فی جلد ...

حصہ اول تاریخ ہندوستان زمانہ ہندوان مولفہ
منشی محمد ذکاء اللہ صاحب بزبان اردو قیمت
فی جلد ...

وہ کتابیں جن کی قیمت کمیٹی خواستگار ترقی
تعلیم مسلمانان میں جمع ہوگی *

کتاب رپورٹ سلیکٹ کمیٹی اردو و انگریزی معہ

خلاصہ رسالہ ہائے موصوفہ کمیٹی قیمت فی جلد ...

وہ کتابیں جنکی قیمت دوسری کمیٹی مسلمانان
میں جمع ہوگی *

جواب کتاب ڈاکٹر ہنٹر صاحب مولفہ سید احمد

خاں بزبان انگریزی قیمت فی جلد ...

اسباب بغاوت ہندوستان مولفہ سید احمد خاں

بزبان انگریزی قیمت فی جلد ...

تہذیب الاخلاق من ابتداء شوال سنہ ۱۲۸۶

ہجری لغایت سنہ ۱۲۸۸ ہجری قیمت ...

تہذیب الاخلاق بابت سنہ ۱۲۸۹ ہجری قیمت ...

تہذیب الاخلاق بابت سنہ ۱۲۹۰ ہجری قیمت ...

دستخط

سید احمد خاں

سکرتری

کمیٹی ہائے مذکورہ

بمقام علیحدہ — مطبع علیحدہ انسٹیٹیوٹ میں چھپا اور حافظ

محمد عبدالرزاق کے اہتمام سے شایع ہوا

THE MOHAMMEDAN SOCIAL REFORMER

تہذیب الاخلاق

جلد پنجم [۱۰ شوال سنہ ۱۳۰۶ نبوی سنہ ۱۲۹۱ ہجری] نمبر ۱۴

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اطلاع

بخدمت ممبران و خریداران و ناظرین
تہذیب الاخلاق

اس پرچہ کی بابت جس صاحب کو کچھ خط و کتابت کرنی منظور ہو یا خریداری اس پرچہ کی مد نظر ہو یا کوئی مضمون اس پرچہ میں مندرج ہونے کے لئے بھیجنا ہو یا زر قیامت اخبار یا زر چندہ یا کچھ روپیہ بطور قوتیشن کے عنایت فرمانا ہو تو سید احمد خاں صاحب بہادر سی ایس آئی پاس بمقام پٹارس بھیجا جاوے غرضکہ تمام خط و کتابت بابت اس پرچہ کے انہی سے کی جاوے کیونکہ یہ پرچہ علیحدہ میں چھپکر ان کے پاس چلا جاتا ہے اور وہاں سے تقسیم ہوتا ہے اور تمام حساب کتاب اسکا سب ان کے پاس رہتا ہے * اس پرچہ میں صرف مضامین مفیدہ جو مسلمانوں سے متعلق ہیں چھاپے جاتے ہیں اور اس سبب سے اخبار امصار و دیار اس میں مندرج نہیں ہوتے — مقصد اس پرچہ کے اجرا سے یہ ہے کہ مسلمانوں کی حسن معاشرت اور تہذیب کی ترقی ہو اور جو غلط اوہام مذہبی اس ترقی کے مانع ہیں اور حقیقت وہ مذہب اسلام کے برخلاف ہیں وہ بھی مٹائے جاویں *

اطلاع

تشریح قیمت و مصرف منافع
تہذیب الاخلاق

جس قدر روپیہ بابت اس پرچہ کے بطور چندہ خواہ بطور قیمت وصول ہو وہ کسی خاص شخص کی ملکیت نہوگا بلکہ اس پرچہ کے اجرا و ترقی میں صرف کیا جاوےگا * جن دوستوں نے شریک ہوکر اس پرچہ کو جاری کیا ہے اور ساتھ روپیہ سالانہ اس پرچہ کے اجرا کے لئے بطور امداد دیتے ہیں وہ اس پرچہ کے متعلق معاملات میں بطور ممبر کے متصور ہیں ان کو اختیار ہے کہ اگر چاہیں تو آؤر کسی کو بھی بطور ممبر اپنے ساتھ شریک کریں اور جو شخص اس طرح پر شریک ہوگا اس کو بھی ساتھ روپیہ سالانہ دینا ہوگا * یہ پرچہ ہر مہینے میں ایک بار یا دو بار یا تین بار جیسا کہ مقتضای مضامین ہوگا چھپا کر یگا خریداروں کو چار روپیہ سالانہ قیمت پیشگی دینی ہوگی اور ہر خریدار اس سال رواں کے شروع سے جس میں وہ خریدار ہوگا اس پرچہ کے متصور ہوگا اور اخراجات روانگی پرچہ سے ان کو کچھ تعلق نہوگا * اگر کوئی شخص کوئی خاص پرچہ خریدنا چاہیگا اس کو فی پرچہ چار آنہ مع اخراجات روانگی پرچہ دینا ہوگا بشرطیکہ وہ پرچہ زائد دفتر میں موجود ہو *

مضمون نمبر ۱۹۷

مسلمانوں کا افلاس

“الشیطان یعدکم الفقر و یامرکم بالانکسار
واللہ یعدکم معزۃ منہ و فضلا“

خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمکو محتاج اور فقیر کر دینے کا تر
شیطان وعدہ کرتا ہے اور لچپنے کے کام کرنے کو حکم دیتا ہے اور خدا
اپنی بخشش کا اور نعمت دینے کا وعدہ کرتا ہے — اس زمانہ میں
یہ کہتے ہیں کہ اُن لوگوں کی ہے جنکا پیشہ یقولوں والا ہے کہ وہ
یعنی خود کو دنیا کے بندے ہیں اور کسی مرید و معتقد کی قدر
تک نہیں چھوڑتے مگر زبان سے دنیا کی بی ثباتی اور دنیا کا ہیج
ہوتا کہتے ہیں اپنی جیب میں دنیا بھر رہتے ہیں اور لوگوں کو اُس
کے چھوڑنے کی نصیحت کرتے ہیں — جو کام مسلمانوں کی بھلائی
و بہتری اور ترقی کا سونپا جاتا ہے یا کیا جاتا ہے یہ عقل کے
دشمن خدا کے دشمن رسول کے دشمن مسلمانوں کے دشمن ایک
نہایت مسکینی سے ٹھنکے سانس بھر کر کہتے ہیں ہاں دنیا چند
روز ہے دولت مند ہو کر تو کیا غریب ہو کر تو کیا؟ محل میں بھی
گزر جاتی ہے درخت کے سایہ میں بھی گزر جاتی ہے؛ مرنے پڑے
سے بھی بدن قہقہہ جاتا ہے مہینے بھی بہت جاتا ہے؛ اچھا کھانے
سے بھی پیٹ بھرنا ہی جو کی روٹی سے بھی بھرتا ہے؛ ایسی بات
کو جو وہاں کام آئے؛ دنیا تو گزر ہی جاتی ہے — ہاں جتنی
دنیا ہوگی اتنا ہی زیادہ حساب دینا پڑیگا؛ تقدیر پر ہانک رہو؛
انسان کو خدا ہو کا اٹھاتا ہے پر ہو کا سکتا نہیں — یہ اور
حقیقت میں اُس ایک کے مصداق ہیں اور وہ ٹھیک ٹھیک وہی
وعدہ کرتے ہیں جسکا اُس ایک میں ذکر ہے۔

مگر ہم تمام مسلمانوں کی دین و دنیا کی بھلائی چاہتے ہیں؛
یہ خواہش کرتے ہیں کہ احکام ہریمہ حق کے پیالوں میں
و مصلحتات سے بچیں؛ مباح کے مزے آزادیں؛ ٹیک طریقہ اور اچھے
پیشہ اور مباح وسیلوں سے دنیا کمائیں؛ اور پھر جس طرح خدا کی
مرضی ہی ٹیک کاموں میں اُس کو صرف کریں؛ کہ یہی مرضی خدا
کی اور یہی حکم ہریمہ مصلحتی کا ہے۔

مگر نہایت انوس ہی کہ مسلمانوں کا حال روز بروز بدتر ہوتا
جاتا ہے؛ مفاسی اُنکو گہرترتی جاتی ہے؛ جرایم میں وہ مبتلا ہوتے
ہیں یا جیلخانے اُن سے بھرے جاتے ہیں؛ بیدیں اُنکو چوٹوں پر
لگتی ہیں؛ ڈکریں میں رہ پکڑے جاتے ہیں؛ جائدادیں اُنکی

فروخت ہوتی جاتی ہیں؛ مگر وہ بے رحم اُن کے حال پر رحم نہیں
کرتے اور اُن کو بھگائے سے باز نہیں آتے۔ وہ اپنے اس قول پر
“فیمزک لاقربہم الی یوم الدین“ جدہ ہرگہ اور ثابت قدم ہیں۔
حال کے ایک انگریزی اخبار انڈین پبلک آپینین لاہور میں مسلمانوں
کا حال چھپا ہے اُسکا ماحصل ہم اس مقام پر لکھتے ہیں شاید
مسلمان متنبہ ہوں۔

اخبار مذکور نے مسلمانوں کے حالات پر غور کر کر یہ اصول قائم
کیا ہے کہ اس زمانہ میں مسلمانوں کو ضرور مفلس ہونا چاہیئے۔
مسلمان کسانوں کا بتدریج مفلس ہونا جسکو ہم اس ضلع میں
زیادتی مقدمات کا ایک سبب قرار دے چکے ہیں قابلِ تہن و غور
ہے۔ جو رپورٹیں اور حالات کے اخبار میں چھپی ہیں اُن سب سے
پایا جاتا ہے کہ عام ہندوستان میں یہ افلاس ترقی پر ہے۔ اس
ضلع میں سنہ ۱۸۷۳ ع میں جتنی قالشیں نقدی کی مہاجرات و
دوکانداران نے کیں اُنہیں سے نصف قالشیں مسلمان کسانوں پر ہوئیں
اور بمقابلہ کل مقدمات قسم مذکورہ کے ہتھساب اوسطاً نصفی چونتیس
مقدیمے ہوتے ہیں۔ جب ہم یہ بات دیکھتے ہیں کہ منجملہ آٹھ
عظموں کے ایک شخص ہتھساب اوسط عدالت کی لڑائی میں مشغول
رہتا ہے تو تعداد اُن کسانوں کی خیال کرنی چاہیئے کہ کتنے لوگ
روپیہ بیس کے معاملات میں مبتلا ہو کر عدالت کی لڑائی میں حیران
پریشان رہتے ہیں۔ رجسٹرار جنرل پنجاب کی اخیر رپورٹ سے معلوم
ہوتا ہے کہ قیرہ لاکھ اسی ہزار پونڈ یعنی ایک کروڑ اڑتیس لاکھ روپیہ
کی جائداد غیر منقولہ مسلمانوں کی سنہ ۱۸۷۳ ع میں بیع رہی
ہوئی مسلمانوں کا مذہب صرف لڑائی اور لوٹ مار کے مناسب ہے؛ تقدیر
پر اندھا دھند سے اعتبار و تکیہ کرنا جیسا یہ مذہب سکھاتا ہے
اور اُس کے معقدوں کو خوش خوش ایسے موقع کی طرف لیجاتا ہے
جس میں یقینی پر بادی کا سامان ہوتا ہے اور کوئی مذہب نہیں
سکھاتا مگر وہی خیال کہ تقدیر کبھی نہیں گنتی تمام جرات اور ہمت
کو کھودیتا ہے اور قوتی و بہرہ دہی کو پڑھوڑ کر ڈالتا ہے۔

تقدیر کے مسئلہ کی نسبت جو کچھ صاحب اخبار نے لکھا ہے
اس میں کچھ شک نہیں کہ موجودہ حالات مسلمانوں کی ایسی ہی
ہے اور خود غرض لالچی مولویوں نے درحقیقت ایسا ہی اُنکو سکھایا
ہے اِلا مذہب اسلام کا یہ مسئلہ نہیں ہے خود قرآن میں خدا
فرماتا ہے “لہس للانسان الا ماسی“۔

ایک دوسرے اخبار مدراس ٹائمز نے مسلمانوں کی موجودہ حالت
کی نسبت نہایت عمدہ مضمون لکھا ہے اُسکو بھی ہم لکھتے ہیں وہ

کے یعنی مسلمانوں کے دشمن ہیں۔ نا مہذب خیالات نہایت بڑی چیز
ہی، اس سے قوم میں مغربی اور شایستگی، بے حیائی اور بے فیرونی
پھیلتی ہی۔

واقعہ —
سید احمد

مقدمہ نمبر ۱۹۸

لکچر

نمبر ۱

مانسیر ایف گیزت صاحب فرانسیسی کا

سولزیشن ہر

اے صاحبوں

ممالک یورپ + کی سولزیشن یعنی شایستگی کو یکجہائی اور
بالاجمال اس لیئے بیان کیا جاتا ہے، کہ اُن ملکوں کی جداگانہ
شایستگی کے باہم ایک ایسا اتحاد نکلتا ہے جس کے سبب سے اُن
تمام ملکوں کی شایستگی کو واحد قرار دے سکتے ہیں؛ باوجود اختلافات
زمانہ اور مقام اور خاص حالات کے شایستگی ممالک مذکور کی ایسے واقعات
کے ذریعہ سے ہوتی ہے جو آپس میں بہت مشابہہ ہوتے ہیں، اور
شایستگی اُن ملکوں میں ہر جگہ ایسے قاعدوں پر ترقی کرتی ہے، اور
ہر جگہ اُس کے ایسے نتیجے پیدا ہوتے ہیں جو باہم متحد اور
مشابہہ ہوتے ہیں؛ پس ایک ایسی شایستگی کا وجود پایا جاتا ہے
جس کو یکجہائی شایستگی بلکہ یورپ نام دیا جاسکتا ہے۔

بلقان یورپ کی شایستگی پر یکجہائی گفتگو کرنے کی دوسری وجہ
یہ ہے، کہ شایستگی کے حالات مکمل کسی ایک ملک سے بہم نہیں
پہنچ سکتے؛ کیونکہ کسی ایک ملک میں ممالک مذکور میں سے شایستگی
کا ظہور بطور کامل نہیں ہوا ہے، بلکہ ایک جزو اُس کا ایک ملک
میں، اور دوسرا جزو اُس کا دوسرے ملک میں، اور علیٰ هذا القیاس؛
پس یہ ضرور ہے کہ کچھ فرانس، کچھ انگلستان، کچھ اسپانیہ، اور

لکھتا ہے کہ "مسلمان یورپ کے بادشاہوں کے مشابہہ ہیں، جو
نہ گذشتہ بات کو بھولتے ہیں اور نہ کسی بات کو جو آئندہ اُن کے
لیئے مفید ہو سیکھتے ہیں؛ یہہ لوگ ہر بات میں ساکن رہتے ہیں؛
حرکت کرنے کی کبھی اُنکو خواہش نہیں ہوتی۔ یہہ لوگ دور میں
پیچھے پڑ گئے، اور گر ممکن ہی نہ پڑی کوشش سے اوروں کی برابر
جاویں، مگر وہ کوشش کرنے کی خواہش اُن کو معلوم نہیں
ہوتی، اور نتیجہ اس کا یہہ ہوا کہ پلھاط قریب اور مرتبہ و
اختیار کے، مسلمان بالکل کم ہو چکے ہیں، اب یہہ لوگ گریبا اپنے
امتحان پر ہیں، اور اگر چہ تو ممکن نہیں کہ دوسرا موقع اُن کو
مل سکے۔ یہہ تسلیم کرنا چاہیئے کہ ان لوگوں کی حالت عجیب ہے۔
یہہ لوگ سابق میں اس ملک کے فتح کرنے والے تھے، اور اب اُن کو
مقتدرہوں میں اپنا شمار کرنے کا بالطبع رنج ہوتا ہے مذہبی تعصب
اور ضرور، اور تعلیم کا جھوٹا خیال مسلمانوں کو اپنی ترقی کے اُس
میدان میں پیر رکھنے سے باز رکھتا ہے جس میدان کو انہیں ملی
کرنا ضرور ہے۔ پیشتر اسکے کہ مقابلہ اپنے ہوشیار ہمسایہ ہندوؤں
کے ٹوٹنے یا اپنی روٹی پیدا کرنے کی امید کریں۔ جو قوم کہ تھوڑا
ہرصہ گذرا اُن کے تابع تھی، اُس کے ساتھ مقابلہ کرنے میں ان کے
ظہور کو سخت ضرر پہنچتا ہو، مگر اُن کو چاہیئے کہ اپنی حالت کو
قبول کرنے کے لیئے کافی ہمت اور اُس مقابلہ میں سخت کوشش کرنے
کے لیئے کافی جرأت اور اپنی ذات کی عزت کا خیال رکھنے کے لیئے
پوری ہمت کریں اگر تجربہ کی نصیحتوں کو صحیح سمجھیں نہیں
پڑا سکتے، یا نہ پڑھیں گے، تو ضرور تکلیف میں دھینگے، منجمد
اُن بڑے بڑے اسباب کے جن سے مسلمانوں کی عرابی ہوئی ہے،
روزینہ داری اور لاخراج داری بھی، جس کے رہ بہت گزریا ہے،
ایک پرا سپ ہے۔ یہہ طریقہ کاغذی پیدا کرتا ہے، اور کاغذی سے
افلاس ہوتا ہے، اور افلاس موجب ہی ناخوشی کا۔"

بلکہ مشابہہ ملکی ہوتا اور روزینہ دار ہوتا انسان کے لیئے بہت بڑی
آفت ہے اس زمانہ میں ملکی معافی دار و روزینہ دار سب سے زیادہ
عذاب و بڑی حالت میں ہیں، مگر میری دانست میں ایک اور فرقہ
بھی ایسا ہی ہے، یعنی وہ لوگ جو یورپین کر شہر بھر اپنے سریدوں
سے ٹیکس وصول کرتے پھرتے ہیں، یا وہ لوگ جو بیٹھے کر چھوٹے سچے
قصہ سناتے اور واعظ بن کر لوگوں سے روپیہ لیتے پھرتے ہیں، اور
بہت سے وہ لوگ ہیں جو اپنے تئیں کسی پیر فقیر کے خاندان کا بیٹ
کو کر، کسی درگاہ کا خادم کہہ کر، یا مکہ معظمہ کا مطوف اور
مدینہ منورہ کا زیارت کرنے والا ہتاکر روپیہ مانگتے پھرتے ہیں۔ جو
مسلمان کہ ان لوگوں کے ساتھ سارے کرتے ہیں، وہ حقیقت اپنی قوم

+ ممالک یورپ کی تفصیل یہہ ہے — انگلستان — اسکاٹ لینڈ
ایر لینڈ — فرانس — اسپانیہ — ہالینڈ — بلجیم — اٹالیا — سوئٹزر لینڈ
اسٹریا — جرمن — پولینڈ — ترکی — روس — یونان — سوڈن
ناروے — جزائر بحر قزو — ان میں سے اٹالیا وہ ملک ہے جس کا
پورا شہر روم قدیم ہے اور وہی دارالخلافت شاہشاہی رومی قدیم کا
تھا — ترکی سے حال کی رومی سلطنت مراد ہے جو اہل اسلام کے
قبضہ میں ہے اور جس کا دارالسلطنت قسطنطنیہ ہے — مترجم

ہی جس کے حالات قلمبند ہو سکتے ہیں، اور اُس کی تفصیل کی جا سکتی ہے۔

کچھ عرصہ سے بہت سی بحث ہو رہی ہے، کہ علم تاریخ کو صرف بیان واقعات پر محدود کرنا چاہیئے؟ بیشک اس سے بہتر اور درست کوئی بات نہیں ہے؛ مگر واضح ہے کہ لوگوں کے سرسری خیال کی یہ نسبت واقعات قابل بیان بہت نثر سے ہیں، اور بہت مختلف قسموں کے ہیں؛ مثلاً واقعات معسرہ، جیسے لڑائیاں، اور معاملات ملکی؛ اور واقعات اخلاقی جن کا رجحان بوجہ معسرہ نہیں کے بچہ بے اصل نہیں ہے؛ اور واقعات خاص جنکا نام پلٹا ہر واقعہ خاص کے جدا گانہ ہوتا ہے؛ اور واقعات عام جن کا کوئی خاص نام نہیں لے سکتے، اور جن کے ظہور کی تاریخ صحیح صحیح بیان نہ ہو، اور انکو کسی مقام یا شخص سے محدود اور مخصوص کرنا غیر ممکن ہے؛ مگر باوجود اس کے وہ واقعات، دیگر واقعات تاریخی سے کچھ کم قدر و منزلت نہیں رکھتے؛ اگر ہم اُن کو علم تاریخ میں سے خارج کریں تو سلسلہ تاریخ کا شکستہ اور ناقص ہو جائے۔ علم تاریخ کے جس حصہ کو ہم تاریخی فلسفہ کہتے ہیں، یعنی تعلقات درمیان واقعات اور اُنکے اسباب اور نتیجوں کے، پالیتھنک وہ حصہ اُسے واقعات سے بھرا ہوا ہے، جو قدر و منزلت میں اُن واقعات تاریخ سے کم نہیں ہیں، بلکہ ہم واقعات معسرہ کہتے ہیں، جیسے لڑائیاں، زلزلہ وغیرہ۔ تاریخی فلسفہ کے اوجہ واقعات کو دیگر واقعات سے علیحدہ کرنا بیشک مشکل ہے، اور اُن کے بیان میں ہم سے غلطی ہو جانی کچھ بعید نہیں، اور اُن کے بیان کو دلچسپ و رنگین کرنا بھی آسان نہیں؛ مگر ان دشواریوں کی وجہ سے اُن کی ماہیت نہیں بدلتی، اور وہ بھی علم تاریخ کا ایسا ہی ضروری جزو ہیں، جیسے واقعات معسرہ ہیں۔

شایستگی بھی اُنہیں واقعات میں سے ہے، یعنی واقعہ شایستگی ایک عام اور متغی اور پرجید واقعہ ہے؛ مگر ایسا ہونے سے اُس کے رجحان میں کچھ قصاص نہیں آتا، اور دیگر واقعات سے کم قابل بیان نہیں قرار پاتا۔ اس واقعہ کی نسبت ہم بہت سے سوال کر سکتے ہیں، یعنی ہم پوچھ سکتے ہیں، اور استفسار کیا بھی کیا ہے، کہ آیا شایستگی بھلائی ہے یا برائی؟ بعض آدمی اُس کی بہت شکایت کرتے ہیں، اور بعض اُس سے خرس ہوتے ہیں۔ ہم پوچھ سکتے ہیں، کہ شایستگی ایک عام واقعہ ہے، آیا انسان کی تمام نسلوں کے واسطے کوئی شایستگی عام ہے، یا انسانیت کا کوئی عام مقتضی ہے؟ آیا مختلف قومیں اپنے اپنے زمانہ میں کوئی ایسی چیز باقی چھوڑ جاتی ہیں، جو کبھی معذور نہیں ہوتی، اور جس کو تو قی ہوتے

کچھ عرصہ سے اجزاء مختلف لیکو، کامل شایستگی کی تاریخ لکھی جا رہی ہے۔

ملک فرانس اُسے موقع پر وسط میں واقع ہے، جس سے اُس کو ممالک یورپ کی شایستگی حاصل کرنے کا صدہ ذریعہ موجود ہے۔ کسی شخص کی تعریف بیجا کرتی بلکہ اپنے ملک کی بھی بیجا تعریف کرتی ہو کر نہیں چاہیئے؛ لیکن یہ کہنا کہ فرانس ہمیشہ شایستگی کا مرکز رہا، کچھ غور ستانی نہیں ہے۔ اس سے ہماری یہ مراد نہیں ہے کہ فرانس شایستگی حاصل کرنے میں سب قوموں کا پیشوا رہا ہے؛ ایسا دعویٰ کرنا بے شک لغو ہے؛ کیونکہ زمانہ ہائے مختلف میں ملک اٹلی ایچا اور قری قرون میں، اور انگلستان ملکی معاملات اور تدبیروں میں، سبقت لے گئے؛ اور دوسرے ممالک بھی اور امور میں فرانس سے افضل ہو گئے ہوں؛ مگر اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ جب اہل فرانس قری اور شایستگی میں آپ کو مغلوب اور پس ماندہ پاتے ہیں، تو اُن میں ایک ایسا نیا حوش اور غیرت ظاہر ہوتی ہے، جس سے پھر وہ سعی اور کوشش کر کے اور قوموں کی برابر ہو جاتے ہیں، یا اُن سے آگے بڑھ جاتے ہیں؛ اور صرف یہی حوش اہمیتی فرانس کی نہیں ہے بلکہ جب کبھی کچھ قرامد اور امور شایستگی، گو وہ کسی ملک میں ایچا اور پیدا ہوئے ہوں، اور ملکوں میں شایع ہو کر عام نضرسانی کا باعث ہونا چاہتے ہوں، تو اول اُن کی تلاش خواہ فرانس میں ایسی ہو جاتی ہے جس کے بغیر وہ علی العموم شایع اور مفید نہیں ہو سکتے؛ فرانس اُن کے حق میں گویا دوسرا مقام اُن کی پیدائش کا قرار پاتا ہے۔ کوئی امر اور قاصدہ شایستگی کا ہاید ایسا نہ ہوگا جس کی نشو و نما اسطرح سے فرانس میں نہ ہوئی ہو۔ وجہ اسکی یہہ معلوم ہوتی ہے کہ فرانس کے تمدن اور ہمدردی کا طرز ایسا ہے، جس کا اثر لوگوں کے دلوں پر بہت آسانی اور خوبی سے ہوتا ہے؛ کسی اور قوم کی طبیعت ایسی روا نہیں ہے۔ اہل فرانس کے خیالات بہ نسبت اور قوموں کے زیادہ عام پسند ہیں، اور تمام لوگوں کو زیادہ صاف اور قابل فہم معلوم ہوتے ہیں، اور اُن کا جلد اثر ہوتا ہے؛ فرض کہ سہولت سخن، اور صافی تفریر، اور صدہ طرز تمدن، اور باہمی ہمدردی کے باعث سے فرانس شایستگی میں پیشوا ہونے کے بہت مناسب اور لائق قرار پایا۔

اُس واقعہ شایستگی کے بیان میں فرانس کو شایستگی کا مرکز قرار دینا بیجا اور خود راقی نہیں ہے؛ فی الحقیقت شخص شایستگی کا فرانس دل اور جگر ہے۔

ہم شایستگی کو واقعہ کے لفظ سے جان بوجہ کر اس لفظ سے تعبیر کیا ہے کہ شایستگی بھی، مثلاً دیگر واقعات کے، ایک ایسا واقعہ

ہوتے ایک بڑا ذخیرہ ہو جاتا ہے اور وہ ہمیشہ قائم رہیگا؟ سورے
تزدیک یہ امر قابل یقین ہے کہ حقیقت میں انسانیت اپنا ایک
عام مقتضی رکھتی ہے: یعنی مجموعہ شایستگی کا ہمیشہ برابر
ایک زمانہ سے دوسرے زمانہ کو پہنچتا رہا ہے۔ پس شایستگی کی
ایک عام تاریخ قابل تحریر کرنے کے موجود ہے: لیکن قطع نظر اسے
پڑے اور مشکل سوالات کے، اگر ہم اپنی تقریر کو وقت اور مقام کے
حدود میں میں متصور کریں: یعنی اگر ہم کسی قوم کی چند
صدیوں کی تاریخ پر اتفاق کریں، تو ظاہر ہے کہ اُن حدود کے اندر
شایستگی بمذاہب اسے واقعہ کے موجود پائی جائیگی، جس کے
حالات قابل بیان ہونگے: اور اسے ہی واقعہ کو تاریخ کہتے ہیں؛
بلکہ یہ بھی کہنا چاہیئے کہ شایستگی کی تاریخ سب تاریخوں سے
اعلیٰ ہے: یعنی تمام تاریخیں اُس میں شامل ہیں۔

کیا ہم کو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ واقعہ شایستگی سب واقعات سے
افضل ہے؟ یہ ایسا عام اور معین واقعہ ہے کہ اور تمام واقعات اُس پر
ختم ہوتے ہیں، اور انجام اُس سب کے اُسی پر ہوتا ہے۔ اُن تمام واقعات
پر، جن سے کسی قوم کی تاریخ مرکب ہو، اور جنکو ہم اُس قوم کی
زندگی کے اجزا سمجھتے ہیں، فوراً کرنی چاہیئے: یعنی اُس قوم کی تمام
رسم و رواج، اور تجارت، اور ہنر، اور فن، اور لڑائی اور معاملات مابکی
پر نظر ڈالنی چاہیئے۔ پس جب ہم اُن تمام واقعات کو بھیئت مجموعہ
پلٹھا اُنکے تعلقات کے دیکھیں، اور سوچیں سمجھیں، تو ہم یہ دریافت
کریں گے کہ اُس قوم کی شایستگی کو اُن واقعات سے کیا مدد ملی، اور
کیسا اثر اُنکا اُس پر ہوا: اِس طریقہ سے ہم اُن واقعات کا صرف پورا
خیال ہی نہیں پاندا سکتے، بلکہ اُنکی اصلی قدر و منزلت بھی دریافت
کرسکتے ہیں۔ وہ واقعات بمذاہب درجوں کے ہیں، اور شایستگی ایک قسم
کا سمندر ہے، اور ہم پوچھتے ہیں کہ اُن دریاؤں سے کس قدر پانی کی
امداد اُس سمندر کو پہنچتی؟ شایستگی ایسی ہی ہے کہ اُسی سے ایک قوم
کی دولت مرکب ہوتی ہے، اور اُسی میں اُس قوم کی زندگی کے تمام اجزا
اور وہ سب قراء، جو اُس قوم کے وجود کا باعث ہوتے ہیں، جمع ہوتے
ہیں۔ یہ امر ایسا صحیح ہے کہ جو واقعات ناپسندیدہ اور مضر ہیں
اور سب قوموں کے سینہ میں بہت بڑی طرح کوہکتے ہیں: مثلاً ظالمانہ
حکومت اور بد صوابی کے، اگر اُن سے بھی کسی طرح شایستگی کو مدد
پہنچتی ہو اور توفی حاصل ہوئی ہو تو کس قدر ہم اُن کے نقصانوں
سے چشم پوشی اور اُنکی بڑی خاصیت سے درگزر کرسکتے ہیں: اور اُن
کو بھی توجہ کے قابل قرار دے سکتے ہیں: یعنی کسی قسم کے واقعات
سے شایستگی پیدا ہوئی ہو، ہم اُن کے نقصانوں کو جو اُس کی تحصیل
میں اُتھانے پڑے ہوں، اُسکی خاطر سے بھول جاتے ہیں۔

مدت تک اشر ملکوں میں لفظ سولیزیشن یعنی شایستگی کا
استعمال رہا ہے، اور لوگوں نے اُس کی تشریح میں مختلف خیال

کیا ہو؟ یہ ہم نہیں کہتے کہ وہ قوم مظالم ہو بلکہ ظلم کا خیال بھی اُس کو قہ آقا ہو۔ ایسی قوموں کی مثالیں بھی موجود ہیں: چنانچہ اکثر ایسی چھوٹی سلطنتیں ہوتی ہیں جن میں امراء کو غلبہ اور ترقیت حاصل رہی ہے، اور عوام پھڑوں کے گلوں کی طرح رکھے گئے ہیں، یعنی اُن کو خوب کھلا پلانٹر عرش و خرم رکھا ہے؛ لیکن اُن کی عقل اور اخلاق کی کچھ بھی ترقی یا اصلاح نہیں کی گئی؛ تو اب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ایسی حالت کو شایستگی کہیں گے؟ کیا ایسی قوم اپنے آپ کو شایستہ کرتی جاتی ہے؟

اب دوسری ایک ایسی قوم فرض کرتے ہیں، جس کی جسمانی آسائشیں اُس سے کمتر ہوں: یعنی اُس قدر عیش و آرام اس قوم کو حاصل نہ ہو جس قدر پہلی مفروضہ قوم کو تھا؛ لیکن جس قدر وہ قائم رہنے کے قابل ہو؛ اور اس قوم کے لوگوں کی عقلی اور اخلاقی ضروریات کی طرف سے غفلت نہ کی جاتی ہو؛ بلکہ کسی قدر ایسے سامان موجود ہوں جن سے اُن کی عقل ترقی پائے؛ اور مدد مددہ خیالات کی وہ تحصیل کرتے ہوں، اور مذہبی اور اخلاقی مسائل میں بھی اُنہوں نے شگفتگی حاصل کی ہو؛ مگر اب آزادی اُن پر بالکل بند کر دیا گیا ہو۔ فرض کہ جس طرح پہلی مفروضہ قوم میں ضروریات جسمانی کا سر انجام بخوبی تھا؛ اُس قوم میں عقل و اخلاق کی حاجتیں پوری کی گئی ہوں، اور ہر شخص بقدر اپنے حصہ کے سچائی اور راست بازی سے محروم نہ رہا ہو؛ لیکن وہ خود اپنے لیے راستی اور صداقت کے تلاش کرنے کا مجاز نہ ہو، یعنی اُس قوم کے اخلاق کے قائم رہنے کی مقدم علامت یہ ہو، کہ اُس کے خیالات میں تبدیلی درآ نہ رکھی گئی ہو؛ چنانچہ ایسی حالت اکثر ایشیا کی قوموں کی ہے، جن میں قرای اور صفات انسانی پر + ایسے احکام کے ذریعہ سے قید اور بندش رکھی گئی ہے، جن کا خاص خدا تعالیٰ کی جانب سے نازل ہونا تسلیم کیا گیا ہے، اور انسانیت کو شگفتگی اور ترقی نہیں دی جاتی۔ یہی حال اہل ہندوستان کا بھی ہے۔ پس اب

+ مگر مصنف نے اس بات کا خیال نہیں رکھا کہ جو در حقیقت سچا مذہب ہے اور خدا کی طرف سے دیا گیا ہے، اُس میں کوئی قید اور بند ایسی نہیں ہوتی جس سے انسان کی ترقی کے لیے کچھ روک ہو۔ وہ بندہ حقیقت میں عام لوگوں کے خیال میں بندش ہوتی ہے؛ لیکن اُس بندش میں یہ صفت ہے کہ اگر نہایت آزادی سے اُس پر غور کی جائے، تو آزادی اور نیچر کے اصول کے بموجب رہی امر سچ قرار پاریگا جسکا بندش قائم رکھا گیا ہے۔ پس نام کا فرق ہی مگر نتیجہ میں کچھ فرق نہیں، جیسا کہ ہماری رائے میں توہین مذہب اسلام ہی جو انسانوں کے الہامی مسائل سے بڑی ہے۔

ظاہر کیئے ہیں، جو تھوڑے بہت وسیع اور صاف ہیں؛ اور لوگ اُس کے مختلف معنی سمجھتے ہیں؛ مگر ہرکو اُس کے ایسے معنوں پر توجہ نہ کرتی چاہیے جو اصلی اور عام نہم ہوں۔ پس واضح ہو کہ نہایت عام لفظوں کے مزاج معنوں میں، یہ نسبت اُن خاص علمی تشددوں کے جو بہت احتیاط اور غور سے کی جاتی ہیں، زیادہ تر درست پائی جاتی ہے؛ اور لفظوں کے معنی عام رائے کے ذریعہ سے، جو انسانیت کی خاص علامت ہے، قائم ہوتے ہیں: یعنی معمولی معنی کسی لفظ کے پکھلا دایمی وقوع واقعات کے بتدریج قائم اور معین ہوا کرتے ہیں۔ جب کوئی واقعہ ایسا پیش آتا ہے، جسکا اظہار کسی لفظ سے ممکن ہوتا ہے، تو وہ لفظ بالطبع واسطہ ظاہر کرتے اُس واقع کے موضوع ہوجاتا ہے اور اُس کے معنی وسیع ہوتے جاتے ہیں، اور رفتہ رفتہ وہ سب مختلف واقعات اور خیالات، جو بمقتضی حالات کے لوگ اُس لفظ میں داخل کرتے ہیں، اُس سے منسوب ہوجاتے ہیں۔

پھر خلاف اس کے، جب کسی لفظ کے معنی از روئے عام قرار دیئے جاتے ہیں، تو وہ کسی ایک یا چند آدمیوں کے ایجاد ہوتے ہیں: اسی سبب سے وہ بہ نسبت عام پسند معنوں کے صحیح اور درست ہوتے ہیں۔ لفظ سولیزیشن یعنی شایستگی کے اس طرح پر معنی لیا ہے، کہ ہم اُس پر بطور ایک واقعہ کے لحاظ کریں، اور اُن تمام خیالات کو جو اُس لفظ میں داخل ہیں انسانوں کی عام رائے یا فہم کے موافق تحقیق کریں، اُس کے علمی معنوں کے اختیار کرنے کی یہ نسبت، جو ہادی النظر میں زیادہ صاف اور درست معلوم ہوں، واقعہ شایستگی کے سمجھنے میں ہرکو بہت زیادہ دسترس ہوگی۔

اب اس تحقیقات کی ابتدا ہم چند لفظی مثالوں سے کرتے ہیں: یعنی انسانوں کے تمدن اور معاشرت کی چند فرضی حالتیں بیان کر کے دریافت کریں گے، کہ اُن حالتوں میں عام رائے کے بموجب لوگوں کی کوئی ایسی حالت پائی جاتی ہے، جو دلیل اس بات کی ہو کہ وہ اپنے آپ کو روز بروز شایستہ کرتے جاتے ہیں، اور اُن سے کوئی ایسے معنی پیدا ہوتے ہیں جن کو لوگ لفظ شایستگی سے منسوب کرتے ہیں۔

پس اول ہم ایک ایسی قوم فرض کرتے ہیں، جس کی معاشرت کے ظاہری حالات اچھے ہوں: یعنی لوگ بخوبی عیش و عشرت کے ساتھ اوقات بسر کرتے ہوں، اور چند معمول ادا کر کے سختی اور تکلیف سے آزاد رہتے ہوں، اور اُن میں عدل و انصاف بھی اچھی طرح سے ہوتا ہو: فرض کہ اُن کی جسمانی حالت بہت بہتر ہو، اور اُن کی جان و مال کی حفاظت کا بخوبی انتظام موجود ہو؛ مگر اسی کے ساتھ اُن کی عقل اور اخلاق کا وجود ایسی بڑی طرح قائم ہو، جس کو نشر و نما نہ دی جاتی ہو، بلکہ نہایت پڑمردہ اور دباؤ رکھا

کی بیخ و بنیاد ہے۔ اب یہ دیکھنا چاہیئے کہ یہ ترقی اور شکستگی کیا چیز ہے؟ مگر اس کا بیان کرنا مشکل ہے۔

لفظ سولزیشن یعنی شایستگی کی بناوٹ سے اس کا جواب صاف اور اطمینان کے قابل حاصل ہوتا ہے۔ لفظی معنی سولزیشن کے سرہینک لایف کی تکمیل ہے یعنی انسانوں کے باہمی تعلقات یا معاشرت کو شکستہ و کامل کرنا۔

پس جسوقت کسی ملک کی نسبت لفظ سولزیشن بولا جاتا ہے، تو اُس کے ساتھ سے ہمارے دل میں یہی خیال پیدا ہوتا ہے، اور ہم سمجھتے ہیں، کہ اُس ملک میں تعلقات باہمی اور معاشرت نہایت وسیع اور شکستہ اور ترقی و ترقی ہیں؛ اور اُن کی ترتیب اور اُن کا انتظام بہت اچھا ہے؛ یعنی ایک تو یہ بات سمجھتے ہیں کہ لوگوں کو جن ذریعوں سے قوت اور آسودگی حاصل ہو، وہ کثرت سے ہیں؛ اور دوسرے یہ کہ اُن ذریعوں کی تقسیم سب لوگوں میں کمال خوبی اور انصاف سے ہے۔

مگر کیا سولزیشن یعنی شایستگی کی صرف یہی مراد ہے، اور اُسکے معنوی اور اصلی معنی اسی پر ختم ہیں؟ اُس میں اور کچھ زیادہ وسعت نہیں ہے؟ کیا انسان کی قومیں چھوٹیوں کے گردہ کی مانند ہیں، یعنی ایسا کر رہے ہیں کہ اُس میں بجز حسن انتظام اور جسمانی آرام کے اور کچھ دیکھا نہ ہو؟ جسمیں جسقدر زیادہ معنی اور سعادت کی جاوے، اُسی قدر زیادہ خوبی اور انصاف کے ساتھ اُس معنی کے قدروں کی تقسیم ہو، اور مقصد زیادہ یقین کے ساتھ حاصل ہو اور ترقی کو کمال ہو؟

ہماری طبیعت ہم مقصد انسانیت کے ایسے تنگ اور محدود معنوں سے فوراً پرگشتہ ہوتی ہے، اور یہی ہی نظر میں معلوم ہوتا ہے کہ لفظ سولزیشن میں اس سے کچھ زیادہ وسعت اور گنجائش ہے؛ یعنی صرف تعلقات باہمی معاشرت اور قوت اور آسودگی کی تکمیل سے سولزیشن یعنی شایستگی کی حالت زیادہ وسیع رکھتی ہے؛ اور واقعہ سولزیشن اور لفظ سولزیشن کے عام مروج معنی، اور اُس کی نسبت عام رائے، یہ ہے سب ہمارے اُس خیال سے جسکا ذکر ہوا موافقت رکھتے ہیں۔

پہلے + روم قدیم کی اُس حالت کو خیال کیا جاوے، جو + کارتھج

+ روم قدیم ملک اٹلی کا اب ایک بڑا شہر ہے، جہاں پرپ یعنی مذہب عیسوی کا پھیرا رہتا ہے؛ یہ شہر زمانہ قدیم میں دارالخلافت رومی شاہشاہی کا تھا اس موقع پر روم قدیم سے روم قدیم کی تمام قلمرو مراد ہے۔

+ کارتھج ایک ملک پر اعظم افریقہ میں تھا، جہاں روم قدیم کی طرح جمہوری سلطنت تھی ان دونوں سلطنتوں میں چند لڑائیاں ہوئیں اور مدت تک قائم رہیں؛ آخر کار رومی سلطنت شاہشاہی ہو گئی۔

ہم سوچتے ہیں کہ کیا یہ ایسی قوم بھی اپنے آپ کو روز بروز شایستگی کرتی جاتی ہے؟

اب ہم ایسی قوم فرض کرتے ہیں جس میں ہر شخص کو بہت سی آزادی تو حاصل ہو، مگر نہایت بد انتظامی اور لوگوں میں مساوات کا قہرنا پایا جاوے؛ جو شخص قوی نہ ہو وہ مظلوم اور مہیبت میں مبتلا رہ کر ہلاک ہو جاوے؛ یعنی اُس قوم کی معاشرت کی مقدم علامت زور و زبردستی ہو۔ یہ بات بطورینی درجہ ہے کہ ایک زمانہ میں تمام یورپ کا یہی حال تھا؛ تو ہمارا وہی سوال ہے کہ کیا یہ حالت شایستگی کی ہے؟ گو اس حالت میں شایستگی کے ایسے اصول موجود ہوں جو آئندہ بتدریج شکستہ ہوں، مگر موجودہ حالت میں جو امور غلبہ رکھتا ہے اُس کو لوگوں کی عام رائے یا فہم کے بموجب شایستگی نہ کہہ سکتے۔

اب ہم ایک چوتھی قوم ایسی فرض کرتے ہیں، جس میں ہر شخص بالکل آزاد ہو؛ فیروز مساوی ہوتا نہایت بے اثر ہو؛ جسکے جو دل میں آوے اُسے اور اپنے ہمسایوں سے دولت و اختیار میں برابر ہو؛ مگر اُس کو عام مقصدوں اور عام کاموں سے کچھ سروکار نہ ہو؛ اور کسی کو عام خیالات اور عام تدبیروں سے کچھ بھٹ نہ ہو؛ فرض کہ سامان معاشرت اور باہمی ارتباط نہایت کم ہو، یعنی ہر شخص اور ہر قسم کے قوام ظاہر اور پیدا ہو کر بلا کسی طرح کے باہمی تعلق کے کوئی نشان اپنا نہ چھوڑ کر جداگانہ دنیا سے گذر جاوے، اور یہی جداگانہ حالت معاشرت کی متواتر پشتوں تک بدستور رہے؛ چنانچہ یہ حالت وحشی قوموں کی ہے، کہ اُن میں آزادی اور یوازی پائی جاتی ہے، مگر بلا شبہ شایستگی نہیں ہے۔

اسی طرح کی ہم بہت سی مثالیں دے سکتے ہیں، مگر جسقدر بیان کیا گیا وہ لفظ شایستگی کے عام پسند اور اصلی معنوں کی تصریح اور اظہار کے لیئے کافی ہے۔

ظاہر ہے کہ جتنی فرضی حالتیں ہم نے بیان کیں، اُن میں سے کوئی حالت ایسی نہیں ہے جس کو عام فہم اور عام پسند معنوں کے لحاظ سے شایستگی قرار دے سکیں؛ کیونکہ ان فرضی حالتوں سے صاف ظاہر ہے کہ لفظ شایستگی میں جو امور مقدم داخل ہے، وہ اُن میں نہیں ہے؛ یعنی ترقی اور شکستگی روز افزوں، جس سے ایسی قوم کا خیال پیدا ہوتا ہے جو ہمیشہ آگے بڑھتی جاتی ہے؛ نہ اس فرض سے کہ اپنا مقام بدل دے بلکہ اپنی حالت کے بدلنے کی غرض سے آگے بڑھتی ہے؛ یعنی ایسی قوم کا خیال پیدا ہوتا ہے جو تہذیب و تربیت کو خود اپنی حالت سمجھتی ہے۔ انصاف ترقی اور شکستگی روز افزوں کا خیال میرے نزدیک ایسا ہے؛ جو سولزیشن یعنی شایستگی

پس اس بڑے واقعہ سولزیشن میں دو واقعہ داخل ہیں، جو دونوں اُسکے وجود کی شرط ہیں: یعنی شایستگی کی دو علامتیں ہیں: ایک تو لوگوں کی مجبوری حالت اور معاشرت کا ترقی پر ہونا، دوسرے لوگوں کی ذاتی حالت کی اصلاح اور تہذیب ہونا، فرض کہ مجبوری ترقی لوگوں کی، اور ہر انسان کی ذاتی انسانیت کی ترقی شایستگی میں شامل ہیں۔ جہاں کہیں انسان کی ظاہری حالت اصلاح پاکو رونق اور شکفتگی پاتی ہے، اور جہاں انسان کی باطنی حالت کو رونق اور شوکت حاصل ہوتی ہے، تو انہیں دونوں علامتوں کے سبب سے، بارگاہ نہایت ذاکم ہونے حالت معاشرت کے، اکثر ہم پآراز بلند شایستگی کے وجود کو تسلیم کرتے ہیں۔

فرض کہ اگر میری رائے غلط نہیں ہے، تو انسان کی اُس تحقیق کا نتیجہ، جو صرف عام رائے اور عام فہم کے پروجیکٹ کی جاتی ہے، یہی ہے: اور اگر ہم عام تاریخ سے شایستگی کی بڑی علامتوں یعنی اُن واقعات کی ماہیت دریغ نہ کریں، جن کی بدولت آزادی عام تسلیم اور عام اتفاق کے سولزیشن کو ترقی ہوئی ہے، تو ہم کو دونوں علامتوں مذکور المصدر میں سے ایک نہ ایک ہمیشہ معلوم ہوگی۔ واقعات مذکورہ ہمیشہ اُس ترقی کی علامتیں ہوتی ہیں، جو لوگوں کو جداگانہ یعنی ہر شخص کو ذاتی حاصل ہوتی ہے، یا سب لوگوں کو عموماً حاصل ہوتی ہے، اور بسبب اُن واقعات کے انسان کی باطنی حالت یعنی اُسکے مفاد اور اطرار، یا اُس کی بیرونی حالت یعنی وہ تعلقات جو اُس کو اپنے ہمجنسوں کے ساتھ ہوتے ہیں تبدیل ہو جاتے ہیں: مثلاً جبکہ مذہب عیسائی ظاہر ہوا تو اُس کی ابتدائی حالت میں اُس کا اثر اور اُسکی مداخلت لوگوں کی مجبوری حالت میں کچھ نہیں ہوا، چنانچہ حامیان مذہب نے علانیہ مفاد کی کہ اس مذہب کو لوگوں کی مجبوری حالت سے کچھ سروکار نہیں ہے، اور اجازت دی کہ ظلم اپنے مالک کی اطاعت کرے، اور اور جو بڑی بڑی برائیاں اور خرابیاں اُس زمانہ کے لوگوں میں جایز تھیں اُنکی مذمت نہیں کی: لیکن یارصاف اُسکے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا کہ † مذہب عیسائی شایستگی کی ایک علامت اور ذریعہ ہوا۔ ہم پوچھتے ہیں کہ کس وجہ سے؟ جواب اسکا یہ ہے کہ یہاں اس مذہب کے باطنی حالت انسان کی یعنی مفاد اور خیالات لوگوں کے بدل گئے، اور اُنکی عقل اور اخلاق کی اصلاح ہو گئی۔

(باقی آئندہ)

† مذہب اسلام اس سے بہت زیادہ اور عمدہ ذریعہ شایستگی کا ہوا ہے یعنی شروع ہی سے لوگوں کی باطنی حالت اور بیرونی حالت دونوں پر ایک ساتھ اُسکا اثر اور اُسکی مداخلت ہوئی ہے، اور اُس نے تمام برائیوں اور خرابیوں کی ابتدا ہی سے علانیہ مذمت کی ہے اور فحاشی کر بھی منع کیا ہے۔

کی لڑائی کے بعد اُسوقت میں تھی، جب کہ روم کی جمہوری سلطنت کا شہاب اور ایسا عمدہ زمانہ تھا کہ روم والے تمام دنیا کی شاہانہی حاصل کرنے پر آمادہ تھے، اور لوگوں کی حالت معاشرت ترقی پر تھی، اور پھر روم کی اُس حالت، کو دیکھا جاوے، جو ہینشاہ اغتس کے عہد میں یعنی اُس زمانہ میں تھی جب کہ اُس سلطنت کا زوال شروع ہوا یا لوگوں کی ترقی روز افزوں رک گئی، اور خواب اور بڑے قاعدے اُن میں مروج ہونے لگے، تو کوئی شخص ایسا فہرگا جو یہ خیال کرے، کہ روم اغتس کے عہد میں، فیڈی سینس یا سنسینٹس کے زمانہ کی بہ نسبت، زیادہ شایستہ تھا۔

ہم یہاں ہی ایسی ولایتوں کا حوالہ دے سکتے ہیں، جنہیں ہم نسبت دوسری ولایتوں کے آہل اور سوچیز زیادہ ہے، اور یہاں جلد حاصل ہوتی ہے، اور لوگوں میں عیش و آرام کی تقسیم نہایت عمدہ ہے مگر بارگاہ اس کے، ازروئے انسانوں کی عام رائے یا ہماری مقنضات ماہیت کے، سولزیشن اُن ولایتوں کی، بہ نسبت اُن دوسری ولایتوں کے جنہیں معاشرت کی حالت ویسی عمدہ نہیں ہے، کمتر سمجھی جاتی ہے — مگر ہم پوچھتے ہیں کہ یہ کیا بات ہے؟ کیا اُن دوسری ولایتوں میں، جن کی شایستگی افضل سمجھی جاتی ہے، کچھ ایسے فائدے موجود ہیں جن سے لوگوں کی رائے میں حالت معاشرت کے اُن نقصانوں کا معارفہ ہرجاتا ہے، جو اُن میں موجود ہیں؟ اسکا جواب یہ ہے، کہ عارفہ ترقی حالت معاشرت یا باہمی تعلقات کے لوگوں میں ایک اور قسم کی شکفتگی ظاہر ہوئی ہے، جو اُن کے نظر کا ہامک ہے: یعنی ہر فرد بشر کی جداگانہ اور ذاتی شکفتگی، جس میں ترقی اُس کے قدام اور ہر قسم کے خیالات کی داخل ہے، پس اگر کسی ولایت میں لوگوں کی مجبوری حالت یا حسن معاشرت کی تکمیل یہ نسبت دوسرے ملک کے کم ہو، تو ممکن ہے کہ انسانیت یعنی لوگوں کی ذاتی حالت زیادہ رونق اور آزادی حاصل کرے۔ بے شک ہماری معاشرت کے متعلق یہاں سے امور ایسے ہیں جن میں اب تک کامیابی نہیں ہوئی ہے، لیکن عقل اور اخلاق کے متعلق یہاں سے امور میں ہم کامیاب ہو گئے ہیں، چنانچہ ظاہری فائدے اور معاشرت کے حقوق اثر آدمیوں کو حاصل نہیں ہیں، مگر یہاں سے عمدہ اور عالی دماغ آدمی دنیا میں آب و تاب کے ساتھ موجود ہیں۔ پس علوم دقیق، اور فن، اور علم انشاء وغیرہ سب اپنی رونق دکھاتے ہیں جہاں کہیں انسان اُن بڑی علامتوں کو دیکھتا ہے، جن کو خرد انسان نے رونق بخشی ہے، اور جہاں کہیں اُس عمدہ سرور اور نشاط کے ذریعہ اور خزانے پاتا ہے وہاں سولزیشن یعنی شایستگی کو تسلیم کرتا ہے۔

بمقام علیکدہ — مطبع علیکدہ انسٹیٹیوٹ وٹ میں چھپا اور حافظ

محمد عبدالرزاق کے اہتمام سے شایع ہوا

THE
MOHAMMEDAN
SOCIAL REFORMER

تہذیب الاخلاق

جلد پنجم [۱۰ ذی قعدہ ۱۳۰۶ ہجری سنہ ۱۲۹۱ ہجری] نمبر ۱۰

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اطلاع

بخدمت ممبران و خریداران و ناظرین
تہذیب الاخلاق

اس پرچہ کی بابت جس صاحب کو کچھ خط و کتابت کرنی منظور ہو یا خریداری اس پرچہ کی مد نظر ہو یا کوئی مضمون اس پرچہ میں مندرج ہونے کے لیے بھیجنا ہو یا زر قیامت اخبار یا زر چندہ یا کچھ روپیہ بطور توثیق کے منایا فرمانا ہو تو سید احمد خاں صاحب بہادر سی ایس آئی پاس بمقام پٹارس بھیجا جاوے گا۔ تمام خط و کتابت بابت اس پرچہ کے اُنہی سے کی جاوے گی۔ کیونکہ یہ پرچہ علیحدہ میں چھپکر اُن کے پاس چلا جاتا ہے اور وہاں سے تقسیم ہوتا ہے اور تمام حساب کتاب اسکا سب اُن کے پاس رہتا ہے۔ اس پرچہ میں صرف مضامین مفیدہ جو مسلمانوں سے متعلق ہیں چھاپے جاتے ہیں اور اس سبب سے اخبار امصار و دیار اس میں مندرج نہیں ہوتے۔ مقصد اس پرچہ کے اجرا سے یہ ہے کہ مسلمانوں کی حسن معاشرت اور تہذیب کی ترقی ہو اور جو غلط اراہام مذہبی اس ترقی کے مائع ہیں اور درحقیقت وہ مذہب اسلام کے برخلاف ہیں وہ انہی سے تباہی جاوے۔

اطلاع

تشریح قیمت و مصرف منافع
تہذیب الاخلاق

جس قدر روپیہ بابت اس پرچہ کے بطور چندہ خواہ بطور قیمت وصول ہو وہ کسی خاص شخص کی ملکیت نہوگا بلکہ اس پرچہ کے اجرا و ترقی میں صرف کیا جاوے گا۔

جن دوستوں نے شریک ہوکر اس پرچہ کو جاری کیا ہے اور ساتھ روپیہ سالانہ اس پرچہ کے اجرا کے لیے بطور امداد دیتے ہیں وہ اس پرچہ کے متعلق معاملات میں بطور مدیر کے متصور ہیں اُن کو اختیار ہے کہ اگر چاہیں تو اُس کسی کو بھی بطور مدیر اپنے ساتھ شریک کریں اور جو شخص اس طرح پر شریک ہوگا اُس کو بھی ساتھ روپیہ سالانہ دینا ہوگا۔

یہ پرچہ ہر مہینے میں ایک بار یا دو بار یا تین بار جیسا کہ مقتضای مضامین ہوتا ہے یا کوئی خیرداروں کو چار روپیہ سالانہ قیمت پیشگی دینی ہوگی اور ہر خیردار اُس سال و اُن کے شروع سے جس میں وہ خیردار ہوا ہے خیردار ضرور ہوتا اور اخراجات روانگی پرچہ سے اُن کو کچھ تلافی ہوگا۔

اگر کوئی شخص کوئی خاص پرچہ خریدنا چاہے اُس کو بھی پرچہ چار آنے مع اخراجات، انہی پرچہ دینا ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ پرچہ زائد ہندوستان میں موجود ہے۔

ہا ہم اپنے ہمجنسوں کے رہکر اپنی اوقات گزار دے اور اُس کی ذات بالکل مجموعہ خلیق کے کام آئے، یا اُس کی ذات میں کوئی اور ایسی چیز بھی موجود ہے جو اُس کی دنیوی زندگی سے بہتر اور افضل ہے؟

اس سوال کو ایک نامی شخص رابرٹ کولوق صاحب نے جنکی دوستی کا نقشہ مجھکو حاصل ہے، اور جو ایسے جلسوں سے جیسا کہ ہمارا جلسہ ہی ترقی کر کے زیادہ قری اور خطر ناک جلسوں میں اول درجہ پر پہنچے ہیں، اور جنکی گفتگو کا اثر اُن کے تمام سامعین کے دلوں پر ہے، اپنے علم و فہم کے موافق اپنی اُس گفتگو میں حل کیا ہے، جو اُنہوں نے مسودہ قانون تدارک دزدی سال گرجا کے باب میں کی ہے: چنانچہ اُن کی اُس گفتگو میں یہ دو فقرہ مندرج ہیں: کہ انسان خلقت کے کردہوں میں پیدا ہوتے اور مرتے ہیں، اور اُن کے مقدر اُس سے انجام پاتے ہیں، مگر اُن کردہوں میں انسان کی بالکل ذات داخل اور شامل نہیں ہے: ملاوہ اُس توجہ کے جو انسان مجموعی حالت یعنی دنیا پر صرف کرتا ہے، اُسکی ذات کا نہایت عمدہ حصہ یعنی وہ اعلیٰ درجہ کے قواد، جنکے ذریعہ سے وہ خدا تعالیٰ تک رسائی حاصل کرتا ہے، اور حیاتِ آخرت اور عالم غیر محسوس کی ایسی خواہی جو وہاں میں نہیں آ سکتی حاصل کرتا ہے، اُس کے پاس باقی رہتے ہیں: انسان کا وجود مخصوص بالذات امتیاز اور تصدیق کے قابل اور غیر فانی ہے، اور مقدر اُس کا ملکوں یا خلقت کے کردہوں کے انجام سے مختلف ہے۔

میں اس پر کچھ اپنی طرف سے زیادہ کرنا ضرور نہیں سمجھتا، اور خاص اس امر کی بھٹ مجھکو منظور نہیں ہے، اس لیے صرف اُس کے بیان کردہینے پر اکتفا کرتا ہوں۔ شایستگی کی تاریخ میں اُس کا طرور موجود ہے، یعنی جب تاریخ شایستگی پوری ہو جاتی ہے اور ہماری موجودہ زندگی کی نسبت کچھ زیادہ کہنا باقی نہیں رہتا، تو ضرور انسان اپنے دل سے پرچھتا ہے کہ آیا اب کوئی چیز اُس کی توجہ کے قابل رہی ہے یا نہیں، اور وہ سب چیزوں کے انجام پر پہنچ گیا یا نہیں؟ پس یہ امر تمام اُن امور میں سے نہایت عالی منزلت اور آخر ہے، جس کی طرف تاریخ شایستگی ہمکو مائل کر سکتی ہے: اس مقام پر اس امر کے صوف سوچنے اور درجہ کا ذکر کر دینا کافی ہے۔

اُس کے سبب سے انسان کی ذاتی حالت بھی زیادہ درست اور صحت پر جاوے گی۔ جس طرح ہر کہ خارجی حالت پختہ باطنی حالت کے اصلاح پاتی ہے، اسی طرح باطنی حالت کو خارجی حالت سے تہذیب ہوتی ہے، دونوں اجزاء شایستگی ایک دوسرے سے بہت سا اختلاط اور تعلق رکھتے ہیں: ہر چند کہ سینکڑوں برس اور ہر قسم کے موانع اُن کے درمیان میں حائل ہوتے ہیں، اور ممکن ہے کہ اُن کے باہم وصل اور اختلاط ہونے کے لیے اُن کی ہزار ضرورتیں پدنتی ہوں، مگر جلد یا دیر میں اختلاط اُن کا ضرور ہو جاتا ہے: اُن کی اصلیت اور عام علم تاریخ اور انسانوں کے دلی یفین تینوں کا یہی نتیجہ اور مقصد ہے۔

میں خیال کرتا ہوں کہ اگرچہ میں نے اس مضمون یعنی واقعہ شایستگی کی تعریف میں کامل اور کافی گفتگو نہیں کی ہے، مگر مختصر طرز پر جہاں تک بطور کامل تشریح اُس کے وجود کی ممکن تھی ہے، فرض کہ اُس کی حدیں قائم ہو گئیں، اور جو بڑے بڑے امور اُس کی باخ و بنیاد ہیں، اور شایستگی کے باب میں توجہ کے قابل ہیں، اُن کو بیان کر دیا ہے۔ اسی قدر کافی ہوتا، لیکن ایک اور امر پر گفتگو کرنے سے، جو اس موقع پر میرے خیال میں آتا ہے، میں ہر گذر نہیں کر سکتا۔ وہ امر تاریخ کے امور میں سے نہیں ہے، بلکہ ایسے امور قیاسی میں سے ہے، جنکا ایک سرا تو انسان کے اختیار میں ہوتا ہے، اور دوسرا سرا اُس کی رسائی سے ہمیشہ باہر رہتا ہے: اُن کی پوری کیفیت اور اندازہ اُس کو معلوم نہیں ہو سکتا: صرف ایک ہی پہلو پر انسان کی نظر پہنچ سکتی ہے: مگر ہرچہ اس کے وہ اعلیٰ اور واقعی ہیں اور ہماری توجہ کے مستحق ہیں، کیونکہ برخلاف ہماری مرضی کے ہمیشہ ہمارے سامنے موجود رہتے ہیں۔ اب دریافت کرنا چاہیئے کہ دونوں قسم کی تہذیب اور اصلاح مذکورہ میں سے، جسے واقعہ شایستگی مرکب ہے، یعنی خلقت کی مجموعی حالت کی ترقی، اور انسان کی جداگانہ ذاتی حالت یعنی انسانیت کی تہذیب میں سے، کون سی قسم اصل مقصود اور نتیجہ ہے، اور کون سی اُس مقصود کے حاصل کرنے کا ذریعہ ہے؟ آیا انسان اپنی ذات اور قواد اور خیالات کی ترقی اس فرض سے کرتا ہے، کہ انسانوں کی مجموعی حالت یعنی تمدن اور معاشرت کی تکمیل اور دنیوی تعلقات کی اصلاح ہووے، یا خدمت کی مجموعی حالت کی اصلاح اور ترقی اس مراد سے کی جاتی ہے کہ اُس سے انسان کی ذات اور قواد اور خیالات کی تکمیل ہو: یعنی اس کی مجموعی حالت ہر ایک انسان کی جداگانہ ذاتی حالت کے کام آئے، یا انسان کی جداگانہ ذاتی حالت سے خلقت کی مجموعی حالت راہد پھنچے؟ ہمیشہ اس سوال کے جواب پر یہ ہے کہ نہ مصلحت دہتی ہے نہ آیا انسان کی حالت غانی صرف یہی ہے کہ

+ اس جلسہ سے عام جلسہ سواہ ہے جو آپس میں لوگ جمع ہو کر نج کے طور پر کرتے ہیں۔

+ اس جلسہ سے مالکی جلسہ مراد ہے جو بہ نسبت عام جلسوں کے زیادہ قری اور پر خطر ہوتا ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ جب میں اس واقعہ کی کسی قدر تاریخ بیان کروں گا، تو یقین کے ساتھ دریافت ہوگا کہ شایستگی ہنوز کم سن ہی یعنی تھوڑے ہی عرصہ سے اُس کا وجود قائم ہوا ہے اور دنیا کی تمام رفتار کا حال ابھی تک ہمارے اندازہ اور قیاس میں نہیں آیا ہے۔ بے شک ابھی انسان کی فہم و فراست اُس درجہ سے بہت بعید ہے، جس پر اُس کا پہونچنا ممکن معلوم ہوتا ہے؛ اپنے انجام تک کے تمام زمانہ کی ماہیت ہماری سمجھ میں آئی دھوا رہی ہے۔ اگر کوئی شخص اپنے دل میں غور اور فکر کرے اُس غایت درجہ کی رفاہ اور فلاح کا نقشہ اور تصور باندھے، جو اُس کے خیال اور توقع میں ہو، اور پھر اُس تصور کو دنیا کی واقعی موجودہ حالت سے مقابلہ کرے، تو اُس کو یقین ہو جاوے گا کہ لوگوں کی مجسمہ صی حالت اور شایستگی کی بنیاد تھوڑے عرصہ سے قائم ہوئی ہے اور جس قدر راہ ہمارے لیے کی ہے وہ، بمقابلہ اُس راہ کے جو ہنوز ملے ہوئی پائی ہے، نہایت قلیل اور خفیف ہے؛ مگر اس سے اُس سرور میں کچھ کمی نہیں ہو سکتی ہے جو ہم کو اپنی واقعی حالت کے سرچشمہ اور سمجھنے سے حاصل ہو۔

جو کہ میں تاریخ شایستگی یورپ کے بڑے بڑے واقعات پندرہ سو برس گذشتہ کی پہلی تمہارے دور پر بیان کرتا چاہتا ہوں، اُن سے تم کو دریافت ہوگا کہ اب تک انسان کی حالت نہ صرف بلحاظ حالات خارجی یعنی تمدن اور معاشرت کے، بلکہ حالات باطنی یعنی قلبی اور روحی کے اعتبار سے بھی کس قدر جفا کشی اور آفتوں میں مبتلا رہی ہے۔ اُس تمام زمانہ میں انسان کی طبیعت کو اُسی قدر سختی اور مصیبت گزارا کرنا پڑی ہے، جس قدر کہ انسانوں کے مجسمہ کو؛ اور معلوم ہوگا کہ شاید اول ہی مرتبہ انسان کی ذات ایسی حالت کو زمانہ حال میں پہونچی ہے جو موجودہ ہے؛ مگر ابھی تک وہ بہت ناقص اور نا کامل ہے، لیکن ایسی ہی کہ اُس میں کچھ امن و امان اور صلح اور اتفاق پایا جاتا ہے۔ ابھی حال خلقت کی مجسمہ صی حالت کا یہی ہے، چنانچہ اُس کو بھی بہت ترقی حاصل ہوئی ہے اور انسانوں کی حالت زمانہ سابق کی نسبت آسودہ اور قریب انصاف ہے۔ جب کہ ہم اپنے بزرگوں کے حال پر نظر ڈالیں تو لیو کریمس نامی اُن اشعار کو اپنی حالت سے منسوب کر سکتے ہیں، جن کا مضمون یہ ہے کہ ایک بڑے طرفان میں سمندر کے کنارے پر کسی مقام محفوظ سے ایسے جہازوں کو خطرہ میں دیکھنا، جو طرفان غصب ناک اور ہمارے ہولناکی کے پتہ بلا میں مبتلا ہو گئے ہوں، خرابیہا ہے۔

جو کچھ بیان کیا گیا، اُس سے ظاہر ہے کہ شایستگی کی تاریخ ہر طریقوں اور ہر صورتوں سے بیان ہو سکتی ہے، اُس کے ہر مستفیج ہوں؛ ایک تو یہ کہ مورخ کسی قوم کی اندرونی اور باطنی حالت پر کسی معبود زمانہ کے اندر اپنی توجہ مصروف کر سکتا ہے؛ دوسرے اُس قوم کی بیرونی اور خارجی حالت سے بھٹ کر سکتا ہے، یعنی جو واقعات اور تبدیلیاں اور انقلاب انسان کی ذات میں ہوئے ہیں، اُن کے حالات لکھے، اور اُسکو ختم کرے اُس قوم کی مجسمہ صی حالت اُسی زمانہ کی بیان کرے؛ خواہ اس کے برعکس عمل کرے، یعنی انسان کی ذات پر توجہ کرنے کے بدلے وہ دنیا کے حالات کو اپنا مضمون بنائے، اور انسان کے خیالوں اور رازوں کے انقلابوں کے بیان کرنے کے بجائے وہ انسان کی خارجی حالت یعنی لوگوں کی مجسمہ صی حالت کی تبدیلیوں اور واقعات کو اپنا مد نظر قرار دے۔ یہاں ہر دور حصہ اور شایستگی کی تاریخیں اُس میں بہت سا اتصال اور اختلاط رکھتی ہیں، بلکہ دونوں کو ایک دوسرے کا مکمل اور شہید تصور کرنا چاہیئے؛ مگر ہرچہ اسکے وہ ایک دوسرے سے جدا ہو سکتے ہیں؛ خصوصاً آغاز بیان میں تو اُنکو اس نظر سے جدا کرنا لازم ہے کہ ہر ایک حصہ کا مفصل اور صاف صاف بیان ہو سکے۔ میرا یہ ارادہ نہیں ہے کہ انسان کی ذاتی اور قلبی شایستگی کی تاریخ پر تمہارے دور کچھ گفتگو کروں، بلکہ خارجی واقعات یعنی لوگوں کے باہمی تعلقات اور معاشرت کے واقعات معروضہ کی تاریخ پر متوجہ ہونا منظور ہے۔ البتہ میری یہ خواہش تھی کہ تمام واقعہ شایستگی کی کیفیت، جیسی رسمت اور پیچیدگی کے ساتھ میرے خیال میں ہے، آپ صاحبوں کے رویہ بیان کرتا، اور تمام بڑے بڑے امور جو شایستگی سے متعلق ہیں ظاہر کرتا؛ مگر بالفمل میں اپنی تحقیق کے میدان کو تنگ اور محدود رکھ کر صرف لوگوں کی مجسمہ صی حالت اور معاشرت کی تحقیق اور تاریخ پر اکتفا کرتا ہوں۔

میں اس تاریخ کا آغاز اس طرح پر کروں گا کہ یورپ کی شایستگی کے اجزا کا بیان اُنکی ابتدائی پیدائش سے یعنی زوال سلطنت روم قدیم سے کروں گا؛ اور لوگوں کی مجسمہ صی حالت کا جو کچھ حال اُس سلطنت کی مشہور و معروف تباہی اور غریبی کے وقت میں تھا، اُسکو معلوم کروں گا۔ مجھ کو شایستگی مذکور کے اجزا کو از سر نو شکستہ کرنا منظور نہیں ہے؛ اُنکا فراہم اور جمع کر دینا مقصود ہے؛ اور پندرہ سو برس میں جو اُسوقت سے اب تک گذرے ہیں شایستگی مذکور کو جو کچھ نشر و نما اور شگفتگی ہوئی ہے، اُس کو مسلسل بیان کروں گا۔

رہتے تھے؛ اور ہم اس زمانہ کے لوگ اپنی حالت پر قانع ہیں۔ پس ہم کو چاہیئے کہ کسی ایسی پیہودہ خواہش میں جس کے حاصل ہونے کا ابھی وقت نہ آیا ہو، دل لگا کر غلطی میں نہ پڑیں۔ بہت سا کچھ ہم کو عطا ہوا ہے، اور بہت ہی کچھ اُسکا معارضہ ہم سے طلب کیا جا رہا ہے؛ آئندہ زمانہ کے لوگ ہم سے ہماری کارروائی اور اُسکے نتیجوں کے حساب کا سختی سے مواخذہ کریں گے؛ اب حکام اور رعایا سبائی نسبت مباحثہ اور تحقیق کا عمل میں آنا چاہیے اور ضروری قرار دینا ہے؛ اور سب کے سب مواخذہ دار ہیں۔ پس ہم کو چاہیئے کہ اپنی شایستگی کے اصول کی استقلال اور ایمانداری سے ہمیشہ پیروی کرتے رہیں، اور اُن سے تجاوز نہ کریں؛ وہ اصول یہ ہیں - انصاف - قانون کے بموجب عمل درآمد - اپنی عام کارروائی اور افعال کا مشہور کرنا، کردار اور گفتار کی آزادی - یہ بات ہم کو ہرگز نہیں بھولنی چاہیئے کہ جب ہم یہ چاہتے ہیں، اور ہمارا چاہنا معقول بھی ہے، کہ تمام معاملات ہم پر ظاہر کیئے جائیں اور ہم اُن پر بحث و مباحثہ کرنے کے مجاز ہوں، تو اُسی کے ساتھ ہماری کارروائی پر بھی دنیا کی نظر لگی ہوئی ہے، اور اپنی باری کے وقت ہماری کارروائی پر بھی مباحثہ ہوگا، اور لوگ اُسکی طرح چہان بین کریں گے۔

واقف

ایف گیزٹ پڑھان فرائس

مترجمہ

ولیم ہیڈلست پڑھان انگریزی

لکچر

نمبر ۲

مانسیرر ایف گیزٹ صاحب فرائسیمیسی کا

سولریشن پڑ

اے صاحبوں

جو کہ مجھ کو تھوڑی سی جگہ میں مختصر کر کے بہت سا مفہوم لکھنا منظور ہے، اسلئے میرے لکچروں میں باوجود اس ارادہ کے کچھ طوالت ہو جاوے گی؛ اور اس اختصار کے ارادہ کے سبب سے ایک اور مشکل پیش آریگی، یعنی بعض اوقات مجھ کو ایسی باتیں بیان کرنی پڑیں گی جن کا ثبوت اُسی وقت نہ دے سکوں گا؛ اور ایسے ایسے خیالات اور امور پیش آریں گے جن کی تصدیق آئندہ کسی موقع پر ملتی ہوگی جاوے گی؛ پس مجھ کو اُمید ہے کہ آپ صاحب بعض وقت صرف میرے قول ہی کا ضرورت اعتبار کریں گے۔

اور بغیر کچھ بہت سی شے کے ہم اپنی حالت سے رومو کے اُن اشعار کو منسوب کر سکتے ہیں جن کا مقصد یہ ہے، کہ خدا کا شکر ہے کہ ہم اپنے پیشانیوں کی یہ نسبت بہت بہتر حالت میں ہیں۔ مگر ہم کو فائل ٹھوننا چاہیئے اور اپنے عیش و عشرت اور اصلاح و خوبی پر بھولنا نہ چاہیئے، ورنہ ہم دو بڑے خطروں یعنی شہی و اور کالہی میں مبتلا ہو جاویں گے، اور اپنی طبیعت کی قوت اور کامیابی اور روشن ضمیری پر اعتماد بیجا کرتے لگیں گے، اور عیش و آرام کی حالت سے ضعیف اور غراب ہو کر طرح طرح کی آفتوں میں مبتلا ہو گئے۔ مجھ کو معلوم ہوتا ہے کہ اب ہم ایسی غیر مستقل حالت کو قبول کرتے جاتے ہیں، کہ کبھی تو اپنی حالت کی نہایت خفیف وجوہات سے نزع و شکایت کرنے لگتے ہیں، اور کبھی بالکل بلا وجہ قانع اور رضامند ہو جاتے ہیں۔ ہماری طبیعت میں بڑی صلاحیت اور متواتر خواہش اور بے انتہا بلند نظری ہمارے خیال اور دل میں ہمیشہ رہتی ہے؛ مگر جب ہم اپنی زندگی کے متعلق کوئی کام کرنا ہوتا ہے، اور اُس میں کچھ دقت اور جانکاهی اور خرچ کرنا پڑتا ہے، اور اپنے مقصد کے حاصل کرنے میں سعی و کوشش کرنی ہم پر واجب ہوتی ہے، تو ہمارے ہاتھ کالہی سے پفلوں کی جانب جاتے ہیں، اور ہم اپنے مقصد کو اُسی طرح کی آسانی اور سہل انکاری سے مایوس ہو کر چھوڑ دیتے ہیں، جس طرح کہ بے خبری اور اضطرابی سے پہلے اُس کی تحصیل کی خواہش ظاہر کرتے ہیں۔ پس ہم کو ہوشیار ہونا لازم ہے تاکہ ہم قیاحتوں میں نہ پڑیں؛ ہم کو ارادہ کرنے سے پہلے اپنی قوت اور فہم و فراست اور علم کا واجبی تضمینہ کر لینے کی عادت کرنی چاہیئے، اور جو ہے ہم کو اپنے نزدیک، بطور جائز اور انصافاً اور نہایت درستی اور اُن قاعدوں کے مراعات کے ساتھ جن پر ہماری شایستگی کی بنیاد قائم ہے حاصل نہوسکے، اُس کا ارادہ نہیں کرنا چاہیئے۔ کبھی کبھی ہم ایسے اصول اور طریقہ اختیار کرتے ہیں جن پر ہمیشہ عود اعتراض کرتے ہیں اور اُن سے نفرت رکھتے ہیں؛ یعنی وہ طریقہ جن کو وحشت کے زمانہ میں یورپ کے قوی اور زبردست آدمی اپنا حق سمجھتے تھے، یعنی جانوروں کے سے زور و زبردستی اور کھوئی ہوئی دروغ گوئی سے اپنا کام نکالتے تھے۔ یہ طریقہ چار پانچ سو برس پیشتر بیشک روز مرہ کی عمل درآمد میں تھا؛ لیکن جب ہم ایسی نامعقول خرافات کو ایک لحظہ بھی گوارا کرتے ہیں، تو پھر ہمارے اندر نہ تو وہ استقلال نہ وہ وحشیانہ دلالتی قوت، جیسے کہ اُس زمانہ کے لوگوں میں تھی، پائی جاتی ہے۔ اُن لوگوں کی حالت رنج اور سختی سے بھری ہوئی تھی، اسی وجہ سے وہ اُس سے نجات پانے کے لئے ہمیشہ ضرورت امداد سعی اور کوشش اور جانفشانی کے

کسی تہذیب و قوم کا غلبہ ۔ جہاں نہیں یہی اصول غالب ہوتا ہے ۔ وہاں صرف زور اور زیردستی پر لوگوں کے قوانین اور رسم و رواج کی بنیاد قائم ہوتی ہے اور انہیں مجبوری حالت خائفہ کی مجبوری اصول پر قائم ہوتی ہے ؛ چنانچہ جو مجبوری سلطنتیں سرداروں اور قاجروں کے ذریعہ سے + ایشیاء کوچک اور شام اور افریقہ اور ایشیاء میں قائم ہوئیں وہ اسی اصول غالب کے بموجب قائم ہوئیں ۔ فرض کہ جب ہم زمانہ قدیم کی شایستگیوں پر نظر ڈالتے ہیں تو ہم کو دریافت ہوتا ہے کہ اُس زمانہ کی رسم و رواج اور قاعدے اور جلسہ اور خیالات اور اطوار سب میں ایک عجیب قسم کی یکونگی اور وحدت موجود ہے ؛ اور ایک قوت واحد اور غالب تمام حالات پر حاوی اور اُن میں دھیل پائی جاتی ہے ۔

ہماری یہ مراد نہیں ہے کہ ممالک مذکورہ کی شایستگی کا ہمیشہ ایک ہی اصول اور طریقہ رہا ۔ جب کہ ہم اُن ملکوں کی زیادہ تو قدیم تاریخ کو دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ جب خلق کے کسی گروہ میں قواہ مختلف ظاہر اور شگفتہ ہوئیں ، یعنی مختلف قوت والے پیدا ہوئے ، تو اُن کی کوشش شاہنشاہی کے حاصل کرنے یعنی سب پر غالب رہنے کے لیے ہوئی ؛ چنانچہ مصریوں اور یونانیوں وغیرہ میں سپاہیوں اور بہادری کے گروہ نے کانٹوں اور ہوجاریوں کے فرقہ سے لڑائی اور مقابلہ کیا ؛ اور اور مقاموں میں ذات اور تفرقہ کے مدد و معاون لوگ اُن لوگوں کے مخالف رہے جو بلائید ذات اور فرقہ کے عام میل جول کے حامی اور مددگار تھے ؛ اور جو لوگ کسی ملک کی حکومت میں امرا اور عمائد کا غلبہ چاہتے تھے وہ جمہوری حکومت کے قیام اور عام پسند خیالات سے نا اتفاقی کرتے رہے ؛ مگر یہی مخالفت اور مقابلہ ایسے زمانوں میں ہوا ہے جن کی تاریخ موجود نہیں ہے ؛ اس لیے اُن کی یادگار نہایت خفیف اور عام طور پر بقی رہی ہے ۔

یہی مخالفت قوموں کی اسودات زندگی میں بھی بعض اوقات ظاہر ہوتی ہے ، مگر ہمیشہ جلد ختم ہو جاتی ہے ؛ یعنی منجملہ اُن قوتوں (یعنی صاحب قوتوں) کے جو غلبہ پاتے ہیں ، کوئی + ایشیاء کوچک اور شام کا ملک عرب کے شمال میں واقع ہے اور سلطنت عثمانیہ یعنی سلطان روم کے قبضہ میں ہے ؛ اور افریقہ میں راجع تھا ؛ اب یہی نام اُس کا نہیں رہا ؛ یہی کوئی حصہ مغربی افریقہ کا بصر قلم ہے جو زمانہ قدیم میں ایشیاء کے نام سے پکارا جاتا تھا ؛ اور اُس کا دارالسلطنت شہر کارتاج تھا ؛ اسی کارتاج اور روم قدیم کے باہم مدت تک لڑائیاں رہیں تھیں ؛ اور افریقہ کوئی جزیرہ اسی بصر قلم میں واقع ہے ۔

پہلے لکچر میں میں نے واقعہ شایستگی کی توضیح عام طور پر بغیر تفرقہ کسی خاص شایستگی اور بلا لحاظ کسی وقت اور مقام کے کی ہے ؛ یعنی صرف نفس واقعہ شایستگی پر محض حکیمانہ طور پر گفتگو کی ہے ؛ اور اب میں تاریخ سرگزشت یعنی شایستگی یورپ پر گفتگو کرتا ہوں ۔ لیکن اُس کا خاص بیان کرنے سے پہلے آپ صاحبوں کو اُس کی خاص علامتوں سے واقف اور آگاہ کرنا چاہتا ہوں ؛ اور اُس کا ایسا صاف اور روشن امتیاز قائم کیا چاہتا ہوں کہ وہ تمام دیگر شایستگیوں سے جو دنیا کے مختلف مقاموں میں ظاہر ہوئی ہیں ، بالکل غیر اور علیحدہ ثابت ہو جاوے ؛ فرض کہ میں اپنے اس ارادہ کی مدافعت کرتا ہوں ، اور اچھی طرح تکمیل اُس کی صرف اُس وقت تصور ہوگی ، جب کہ میں یورپ کے لوگوں کی مجبوری حالت کی کیفیت ایسی تھیک تھیک بیان کر سکوں گا ، جس سے اُسکی شناخت اور اُس کا امتیاز ایسا ہو جاوے کہ اُس کی تصویر تمہارے آگے موجود ہے ۔

جب ہم اُن شایستگیوں پر جو یورپ کے زمانہ حال کی شایستگی سے پہلے ایشیا میں پائے گئے اور حصوں میں ظاہر ہوئیں ، جنہیں یونان اور روم قدیم کی شایستگی کو بھی داخل سمجھنا چاہیئے ، نظر ڈالتے ہیں ، تو عواہ نظرہ ہمارے دل میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ اُن شایستگیوں میں وحدت اور یکونگی موجود ہے ؛ اور معلوم ہوتا ہے کہ وہ سب واقعہ واحد اور خیال منفرد سے ظہور میں آئیں ؛ اور ہم کہہ سکتے ہیں کہ خلق کا تمام گروہ ایک ہی اصول غالب کا پابند رہا ، اور اُسی سے اُس کی تمام رسم و رواج اور جلسہ اور قاعدے ، اور عقائد اور خیالات ، فرض کہ ہر قسم کی ترقیاں ظہور میں آئیں ۔ مثلاً ملک مصر میں اُس اصول + غالب نے تمام مجمع خلائق پر اپنا اثر و دخل کیا ، جسکے بموجب یہ یقین کیا جاتا ہے کہ ذلّی ناس احکام اور قاعدے خاص خدا تعالیٰ کی طرف سے معاملات دنیوی کے انتظام کے واسطے نازل ہوئے ہیں ؛ چنانچہ یہ مسئلہ شایستگی مصر کے رسم و رواج اور ہر قسم کی یادگاریوں + اور حالات سے چٹکا کچھہ بقیہ اب بھی موجود ہے ، ظاہر ہوتا ہے ۔ ہندوستان میں بھی یہی حال پایا جاتا ہے ؛ رہاں بھی اب تک یہی مسئلہ بڑے زور شور سے پھیل رہا ہے ؛ اُسکے مقابلہ میں اور خیالات بھی کم نہیں ہیں ؛ اور مقامات دیگر میں دیکر اصول غالب ، جسکے بموجب گروہ خلائق نے تربیت پائی ہے ، پایا جاوے گا ؛ مثلاً

+ یہ وہ مسئلہ ہے ، جسکا ذکر لکچر اول میں اُس مقام پر آیا ہے ، جہاں شایستگی کے توضیح کے واسطے چند فرضی حالتیں قوموں کی بیان کی ہیں ؛ ملاحظہ کرر حالہ فرضی دوم کو ۔
+ اُس لفظ میں کتابیں بھی داخل ہیں ۔

کی جو یادگاروں اب یورپ میں تقسیم اور شایع ہوئیں، ان سب میں ایچوہ کا طرز و طریقہ ایک ہی پایا جاتا ہے، اور وہ سب واقعہ واحد کا نتیجہ اور خیال واحد کا مظہر معلوم ہوتے ہیں۔ مذہبی یا اخلاقی کتابیں اور تاریخی ذخائر وراثتیں، ورمیہ نظم کی تصنیفات وغیرہ، ان سب میں ایک ہی علامت پائی جاتی ہے؛ اور عقل کے کاموں اور کتابوں میں یہی ویسی ہی سادگی اور یکرونگی ظاہر ہوتی ہے جیسی کہ واقعات اور رسم و رواج اور قاعدوں میں ہی ہلکتے خاص یونان میں، جو انسان کی عقل کے خزانوں کا معجزانہ تھا، علوم و فنون میں ایک عجیب یکتائی پائی جاتی ہے۔

زمانہ حال کی شایستگی کی کیفیت اس سے بالکل مختلف ہے؛ بغیر اس بات کے کہ اس کا بیان مفصل کیا جاوے، اس کے حالات پر صرف سرسری نظر ڈالنے سے غوراً معلوم ہو جائیگا، کہ وہ ایسے اصول پر مبنی ہے جو ہرچہ مختلف اور متفرق ہونے کے آپس میں گہلے ملے ہیں؛ تمام مختلف طریقے اور اصول جس سے لوگوں کی معیومی حالت نے ترکیب پائی ہے، زمانہ حال کی شایستگی میں موجود ہیں؛ یعنی قراء دینی اور دنیوی اور اجزائے سلطنت وخصیہ اور سلطنت جمہوری اور سلطنت نوعیہ، اور وہ طریقہ انتظام دنیا کا جس کا مخرج خدا تعالیٰ کو تسلیم کیا گیا ہے؛ فرض کہ ہر قسم کے انتظام اور طریقے تمدن اور معاشرت کے باہم متضاد ہیں؛ اور ایک دوسرے کے زور کو دہاتے ہوئے ہیں۔ یورپ میں غایت درجہ کی آزادی اور بے انتہا دولت اور شوکت اور قوت موجود ہے، اور یہ سب قوت مختلف ہمیشہ ایک دوسرے کے متضاد اور مقابل دھتے ہیں؛ مگر کسی ایک قوت کو دوسری قوتوں پر ایسا غلبہ نہیں ہوتا، کہ یورپ کے سب لوگوں کی معیومی حالت پر اس کی تاثیر غالب ہو جاوے۔ قدیم زمانوں میں خلقت کے سارے گروہوں کا طرز اور طریقہ ایک ہی قسم کا معلوم ہوتا تھا؛ یعنی کبھی تو انتظام سلطنت وخصیہ کا، اور کبھی وہ انتظام جو بذریعہ احکام الہی ہوتا ہے، اور کبھی انتظام جمہوری سلطنت کا، ایک وقت میں غالب اور راجح ہوتا تھا، اور کوئی دوسرا طریقہ انتظام دنیا کا اس کے مقابلہ میں قائم نہیں رہ سکتا تھا؛ مگر اب اہل یورپ کی معیومی حالتوں کی ترکیب اور ترکیب میں تمام طریقے اور سارے ذہنک آپس میں ملے جلے اور متضاد پائے جاتے ہیں؛ یعنی خالص یا کچھ آمیزش کے ساتھ انتظام سلطنت وخصیہ، اور انتظام بذریعہ احکام الہی، اور انتظام سلطنت جمہوری، اور توہرآ یہ انتظام سلطنت نوعیہ، سب کے سب وقت واحد میں پہلو پہ پہلو قوتوازا اور شکستہ ہو رہے ہیں؛ اور ہرچہ سے

قوت (یعنی صاحب قوت) شاہشاہی کے حصول میں کوشش اور تکرار کر کے اس کو جلد حاصل کر لیتی ہے، اور مجمع خلایق پر بالکل قابض ہو جاتی ہے۔ لڑائی جھگڑا کا خاتمہ ہمیشہ اس طرح ہو جاتا ہے کہ کوئی خاص اصول نہایت غارت حاصل کر لیتا ہے، گو وہ ایسا غالب نہیں ہو جاتا کہ دوسرے تمام اصولوں کو خارج کر دے؛ اور قوموں کی تاریخ میں مختلف اصولوں کا وقت واحد میں موجود ہونا اور باہم مخالفت رکھنا اتفاقیہ ہوتا ہے، یعنی بہت تھوڑے عرصہ تک رہتا ہے۔

نتیجہ اس تمام تقریر کا یہ ہے کہ اکثر زمانہ قدیم کے سرلشٹوں یعنی شایستگیوں میں نہایت سادگی پائی گئی، اور اس سادگی سے مختلف نتیجے پیدا ہوئے؛ چنانچہ یونان میں بعض اوقات اصول معاشرت کی سادگی سے بہت بڑی ترقی اور نہایت جلد ہوئی، کہ کسی اور قوم نے ایسے تھوڑے عرصہ میں ایسی مددگی کے ساتھ اپنی ترقی نہیں کی؛ مگر اس حیرت انگیز ترقی کے بعد دفعتاً یونان کے قراء بالکل صرف اور ضائع ہو گئے؛ اور اس کا زوال اگرچہ ایسی ہی شتابی سے نہیں، تاہم بہت جلد ہوا، جس سے تعجب آتا ہے۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ یونان کی شایستگی کے اصول میں جو قوت ذہنی یا قوت ایجاد تھی وہ بالکل نہیں رہی، اور اس کی جگہ اور کوئی قوت قائم نہیں ہوئی۔

اور مقاموں میں، مثلاً مصر اور ہندوستان میں، اصول شایستگی کی یکتائی کا اثر اور طرح پر ہوا۔ وہاں لوگوں کی معیومی حالت ایک درجہ خاص پر قائم رہ گئی، یعنی اس سے آگے نہیں بڑھی؛ اصول غالب کی سادگی سے تمام حالات اور معاملات میں ایسا طریقہ واحد پایا جاتا ہے، جس سے طبیعت پروردہ ہوتی ہے؛ ملک ویران اور برباد تو نہیں ہوا، مگر لوگوں کی معیومی حالت کے وجود کا یہ حال ہو گیا کہ اس میں حس و حرکت نہ رہی، اور ہر کی مانند جم گیا۔

جو ظلم و ستم اصول اور قاعدوں کے نام سے مختلف صورتوں پر قدیم زمانہ کی شایستگیوں میں ظاہر ہوا، اس کا سبب یہی قرار دے سکتے ہیں کہ مجمع خلایق صرف ایک ہی قوت کے اختیار اور قابو میں ہو گیا، اور اس قوت نے کسی اور قوت کے وجود کو گوارا نہ کیا؛ جو قاعدہ اس کے متضاد اور اس سے مختلف ہوا، اس کے ہٹانے اور مٹانے کے لیے کوشش کی گئی؛ اصول غالب اور حاکم نے کسی متضاد قاعدے کے ظہور اور اجرا کو اپنے ساتھ روا نہ کیا۔

شایستگی کی اس وحدت کا اثر علمی اور عقلی امور پر بھی ایسا ہی ہوا؛ چنانچہ سب اہل یورپ جانتے ہیں کہ ہندوستان کے علوم

پیش آویکی ۔ مددہ اور سندی اور استادی کے کاموں میں جس ہی کو ہم صورت اور وجاہت پانچواں کہتے ہیں ، اور جس چیز کو تصنیف اور ایجاد کی خوبصورتی اور لطافت کہتے ہیں ، وہ وہ صفائی اور سادگی اور یکسانی ہی جو کسی استادی کے کام میں ظاہر کی جاتی ہے : مگر جب کہ رائیوں اور خیالات نہایت مختلف اور رنگین ہوں ، جیسی کہ یورپ کی شایستگی میں پائی جاتی ہیں ، تو سادگی اور صفائی کا حاصل کرنا بہت دشوار معلوم ہوا ہے ۔

جس تمام اطراف و جرائب میں زمانہ حال کی شایستگی کی یہ بڑی علامت (یعنی متفرق اور مختلف قواعد یا اصول کا مضبوط اور مجتمع ہونا) ظاہر اور روشن ہے ۔ یہہ نقصان البتہ اُس میں ہے کہ جب ہم علم اور فن میں انسان کی طبیعت کی کسی خاص شکستگی اور ترقی جداگانہ پر توجہ کرتے ہیں ، تو اُس کو زمانہ قدیم کی شایستگیوں میں کی اُسی قسم کی ترقی سے اثر کمتر پاتے ہیں ؛ مگر جب ہم کل مجموعہ شایستگی پر لحاظ کرتے ہیں ، تو اس زمانہ کی یورپ کی شایستگی کو بہ نسبت ہر ایک زمانہ کی شایستگی کے بہت زرخیز اور مالا مال دیکھتے ہیں ؛ کیونکہ ایک ہی وقت میں اُس میں بہت سی قسموں کی ترقیاں رونق پذیر ہوئی ہیں ؛ اور اسیرجہ سے یورپ کی شایستگی کا وجود پندرہ سو برس سے قائم رہا ہے ، اور اب بھی اُس کو ہرادر ترقی ہوتی جاتی ہے ۔ اگرچہ ترقی اُسکی شاید ایسی تیزی سے نہیں ہوئی جیسی کہ ہونان کی شایستگی کو ہوئی ۔ مگر اُس کی ترقی کبھی مسدود اور سائن نہیں ہوئی ہے ؛ اور جو بڑی راہ اُسکو آئندہ علی کرنی باقی ہے ، اُس میں سے روز بروز کچھ نکچھ علی ہوتی رہتی ہے ؛ بلکہ اُس کی رفتار زیادہ تیز ہوتی جاتی ہے ؛ کیونکہ اُس کی آزادی اور رفتار کی مزاحمتیں رفع ہوتی جاتی ہیں ۔ جب کہ اثر اور شایستگیوں میں صرف ایک اصول یا طریقہ واحد رائج ہوتا ہے ، یا وہ اور طریقوں پر نہایت غلبہ حاصل کر کے ظلم و ستم کا باعث ہو جاتا ہے ، تو یورپ کے زمانہ حال کی شایستگی کے وہ مختلف اجزاء ، جیسے خلقت کی مجموعہ حالت کے انتظام کی ترکیب قائم ہوئی ہے ، مضرع اور ذریعہ اُس آزادی کا ہیں جو آج کل یورپ میں پائی جاتی ہے ؛ اور اس شایستگی کے مختلف اجزاء کے مخلوط ہونے سے یہہ امر غیر ممکن ہے ، کہ ایک جزو اُسکا دوسرے جزو کو خارج اور بطل کر دے ؛ اور جبکہ وہ اجزاء ایک دوسرے کو نیست و نابود نہیں کر سکتے ، تو اُن سب کا یکجہائی موجود ہونا اور اُن کے آپس میں ایک قسم کا ارتباط اور اتفاق ہونا ضروری ٹہرا ۔ اسی اتفاق کی وجہ سے اُن میں کا ہر ایک جزو اُس قسم کی ترقی میں مصروف ہے جو اُس کے حصہ میں آئی ہے ؛ اور اگر اور مقاموں

اپنے اختلاف اور رنگینی کرنا گرن کے ، اُن میں ایسی مشابہت اور باہمی تعلق پایا جاتا ہے جو صاف ظاہر ہے ۔

اہل یورپ کے خیالات اور رائیوں میں بھی وہی اختلاف اور طرح طرح کی مضامین پائی جاتی ہے ؛ کیونکہ خلقت کے گروہوں کی مجموعہ حالت کی ترکیب میں مختلف طریقے انتظام دنیا کے وقت واحد میں موجود ، اور ایک دوسرے کے مخالف اور مقابل ہو کر ایک ہی وقت اور اثر کو محدود اور اُس کی اصلاح کرتے رہتے ہیں ؛ جس متوسط زمانوں کی دلدراں تھریوں کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے ، کہ اُس وقت میں کوئی ایسا خیال اور مسئلہ ظاہر نہیں ہوا کہ اُس کے انتہائی نتیجے پیدا ہوئے ہوں ؛ بلکہ معلوم ہوتا ہے اعتبار مسائل کے مدد و معاون اپنے مسئلہ کے انتہائی نتیجوں سے بلا اپنے علم اور ارادہ کے دھمکا باز آئے ؛ اور انہوں نے اپنے اُس پاس ایسے خیالات اور قافیوں کے وجود کو موجود پایا ، جنہوں نے مزاحمت کر کے اُنکے ارادوں کو حد فایت پر نہیں پہنچنے دیا ۔ جمہوری طریقہ کے معاون بھی اُسی قاعدہ کے پابند پائے جا رہے تھے ؛ غرض کہ ہر ایک جانب سے ایسی سیلہ زوری اور شک اور ارادہ بے تھکانے اور اندھا دھندی کے ساتھ ظاہر ٹھہرا ؛ جیسا کہ قدیم زمانوں کی شایستگیوں میں پایا جاتا ہے ؛ اور لوگوں کی رائیوں اور خیالات میں بھی ایسا ہی اختلاف اور مقابلہ پایا جائیگا ؛ یعنی آزادی کا معقول انس ایسی طبیعت کے ساتھ موجود ہے ، جو اطاعت کی یہ آسانی صلاحیت رکھتی ہے ؛ اور ہر شخص کی دوسرے شخص کے ساتھ بڑی وفاداری اور اُسی کے ساتھ اس غالب خواہش کا وجود سب کے دلوں میں پایا جائیگا ، کہ ہر شخص اپنی مرضی کے موافق ازادانہ عمل کرے ، اور ہر طرح کی قید و بند کو اُڑھارے ، اور اس طرح بے تکلف اوقات بسر کرے کہ گویا اُسکو کسی کی کچھ پروا نہیں ہے ؛ اور لوگوں کی ذاتی حالت یعنی جداگانہ طبیعتیں بھی ایسی ہی مختلف اور متضاد ہیں جیسے کہ مجموعہ حالت ہے ۔

زمانہ حال کے علوم کا یہی ایسا ہی حال ہے ۔ اس پر سب کو اتفاق ہے کہ خوبصورتی اور ظاہر کی مددگی اور رونق میں ہمارے علوم زمانہ قدیم کے علوم سے کمتر ہیں ؛ ایک بلکہاں صہق ہونے خیالات اور رائیوں کے ہمارے علوم اُن سے زیادہ زرخیز اور قوی ہیں ۔ معلوم ہوتا ہے کہ بہ نسبت سابق کے انسان کی طبیعت بہت زیادہ امور کی طرف پر انگیزش اور راجح ہوئی ، اور نہایت دقیق گہسی پیٹھی ہے ؛ اسی وجہ سے ظاہری صورت کا نقص پیدا ہوا ہے ؛ کیونکہ حسد زیادہ شہرت اور تیرنگی کے ساتھ حالات اور لوازم ہونگے ، اسقدر اُنکی سادہ اور خالص طرز روش قائم ہونے میں زیادہ دشواری

ہی ۔ مجسمہ کویں ہی کہ اُس کی حالت سے خصوصیت کی علامت
اول ہی مرتبہ دور ہو کر ، اُس کی شکستگی اور ترقی اُسی طرح اختلاف
اور زرخیزی اور کوشش اور مستعدی کے ساتھ ہوئی ہی ، جیسی کہ
تمام دنیا کی حالت کی رنگ پرنگی کیفیت کی ہوئی ہی ۔

ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یورپ کی شایستگی ازلی راستی کے مقام
اور قدرت کے میدان میں پھرنے لگی ہے ، اور اُس کی ترقی خدا تعالیٰ
کے ارادوں کے بموجب ہوئی ہے ، اور اُس کی ترقیت اور برتری کا
بھی یہی سبب معقول معلوم ہوتا ہے ۔

میں چاہتا ہوں کہ یہ مقدمہ اور خاص علامت یورپ کے سولزیشن
یعنی شایستگی کی ان لکچروں کے سنتے وقت ہر ایک تمہاری آنکھوں کے
روبرو اور تمہارے دلوں کے اندر موجود رہے ؛ مگر بالفعل اس علامت
کو صرف ظاہر کر دیا ہے ، ثبوت اس کا واقعات کی توضیح اور تشریح
سے حاصل ہوگا ۔ یاد رکھو اس بات کے اگر اس علامت کے اسباب اور
اجزاء ، جو میں نے یورپ کی شایستگی سے منسوب کی ہے ، اسی
شایستگی کے ابتدائی حالات سے دریافت ہوویں ، اور سولزیشن کی
پیداہش کے وقت یعنی شہنشاہی روم قدیم کے زوال کے وقت میں اور
دنیا کی علم حالت میں ، اور اُن واقعات میں جو نہایت قدیم زمانہ سے
یورپ کی شایستگی کی ترکیب پانے اور قائم ہونے کے باعث ہوئے ہیں ،
اس زر خیز اور متحرک اختلاف کی اصل و بنیاد کی شناخت اور تمیز
ہوسکے ، تو مجسمہ کویں ہی کہ تم میری رائے سے اتفاق کرو گے اور میرے
بیان کی تائید اُس سے بخوبی ہوگی ۔ اب میں اُس تحقیق کو شروع
کرتا ہوں ؛ چنانچہ قدیم شہنشاہی روم کے زوال کے وقت سے میں یورپ کی
حالت کی تحقیقات کرتا ہوں ، اور رسم و رواج اور قواعد اور خیالات
اور دایروں سے یہ بات معلوم کرنے کا قصد رکھتا ہوں ، کہ قدیم دنیا
سے زمانہ حال کی دنیا کو کونسے اجزاء اور اصول ہم پھرنے لگے ہیں ۔
اگر اصول مذکور میں وہی علامت موجود پائی جاوے جو میں نے
بیان کی ہے ، تو تم کو اُس کا بہت کچھ یقین ہو جاوے گا ۔

اول ہم شہنشاہی روم قدیم کی کیفیت اور اُس کی ترکیب یعنی
بناوت اور تشو ئما کا حال بشعری سمجھ لیتا چاہیے ۔ واضح ہو
کہ ابتدا میں قدیم روم کی سلطنت ایسی پختہ پختہ کی مانند تھی ،
جو شہروں میں واسطے انتظام اور صفائی اور آراستگی شہر کے قائم
ہوتی ہے ؛ اور اُس کی گورنمنٹ صرف اُن قاعدوں اور رسم و رواج کا
ایک مجسمہ تھا ، جو شہر کے اندر کے رہنے والوں کی حالت کے مناسب
اور موضوع تھی ؛ غرض کہ جو چلے اور قاعدے شہروں کی آراہش

میں کسی خاص اصول واحد کے غلبہ سے زور و ظلم قائم ہوا ہے ، تو
یورپ میں آزادی کی وجہ سے شایستگی کے مختلف اجزاء اور وہ حالت
مختلف اور مقابلہ کی ، جو اُن اجزاء کے باہم ہمیشہ رہتی ہے ، قائم
ہوتی ہے ۔

اس حالت سے یورپ کی ایک بڑی اور اصلی برتری قائم ہوتی
ہی ۔ اگر ہم ، اس کی زیادہ تحقیقات کریں ، اور واقعات خارجی سے
کنارہ کر کے اصلی حالت پر متوجہ ہوں ، تو دریافت ہوگا کہ یہ
برتری جائز اور واجب ہے ، اور جس طرح وہ اصلی واقعات سے قائم
ہوتی ہے اُسی طرح وہ بھی اُس کو تسلیم کرتی ہے ۔ چند لمحہ
یورپ کی شایستگی سے قطع نظر کر کے ہم دنیا کی عام حالت اور طریقہ
پر التفات کریں ، تو معلوم ہوگا کہ دنیا کے کارخانوں کی کیفیت بھی
ایسی ہی مختلف اور طرح طرح کے حالات سے پھری ہوئی ہے ، اور اُن
اجزاء مختلف اور مخالف کے باہم ایسی ہی جد و جہد اور تفاق پایا
جاتا ہے جیسا کہ یورپ کی شایستگی میں ۔ ظاہر ہے کہ دنیا
میں کسی اصول واحد ، یا کسی ترکیب خاص ، یا کسی خیال مفرد ،
یا کسی خاص قوت کو ایسا رتبہ حاصل نہیں ہے کہ تمام دنیا پر اُس
کو غلبہ ہو ، اور دنیا کے سارے کارخانے اُسی کی متابعت اور تاثیر سے
ایک خاص صورت پکڑیں ، اور اُسی صورت پر ہمیشہ قائم رہیں ، اور
اُس قوت غالب کے سوا اور سب قواں اور تاثیریں بالکل معدوم
ہو جاویں ؛ بلکہ تمام قوتیں اور اصول اور مختلف ترکیبیں مضبوط
ہو کر ایک دوسرے کے اثر کو محسوس اور محسوس کرتی ہیں ، اور اُن
کی آپس میں سخت مخالفت علی الاطلاق چلی جاتی ہے ؛ جس کا
یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ کبھی کبھی اصول غالب ہو جاتا ہے ، کبھی
مغلوب ہو جاتا ہے ؛ مگر ایسا کبھی نہیں ہوتا کہ کسی ایک اصول کو
غلبہ کامل اور نتجہ مطلق حاصل ہو ، یا وہ بالکل مغلوب اور معدوم
ہو جاوے ۔ غرض کہ دنیا میں مختلف طریقے اور خیالات اور اصول ،
اور اُن کے باہم ایک دوسرے کے برخلاف جد و جہد کا ہوتا رہنا ، اس
غرض سے پایا جاتا ہے کہ اُن کو کسی قدر یکتائی اور وحدت حاصل
ہو ؛ گر یہ یکتائی محض خیالی ہے ، ممکن الحصول نہیں ؛ لیکن
انسان اپنی آزادی اور اعمال سے اُس وحدت اور یکتائی کی طرف راجع
اور مایل ہے ۔ خلاصہ یہ کہ دنیا کی عام حالت مختلف اور رنگین
اجزاء سے مرکب ہے ، اور یورپ کی شایستگی تھیک اُس کی تصویر
ہی ؛ یعنی جیسا طریقہ دنیا کے حالات اور کارخانوں کا ہے ، اُسی
طرح یورپ کی شایستگی نہ تو محدود اور تنگ ہے ، نہ ایسی غالب
اور مطلق اصول پر مبنی ہے جس کے مقابلہ میں دوسرے اصول اور
قواعد موجود اور قائم نہ ہو سکیں ، نہ اُس کی حالت سکون اور قیام کی

آبادی نہ تھی، جیسی کہ مغربی شہروں میں تھی؛ مگر جو کہ ہم کو یورپ کی آبادی سے زیادہ غرض ہے، اس لیے مشرق کے حال پر کچھ توجہ نہیں کرنی چاہیئے۔

مغرب میں جا بجا آبادی کی وہی حالت تھی جو میں نے بیان کی۔ ملک کال یعنی فرانس اور ہسپانیہ میں بجز شہروں کے اور کچھ نہ تھا، اور شہروں سے کچھ فاصلہ پر تمام ملک میں جنگل تھا اور دلدل تھی؛ جو یاد گار اور سڑکیں رومیوں نے بنائیں، انکی کیفیت دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ بڑی بڑی سڑکیں ایک شہر سے دوسرے شہر تک بنائی گئی تھیں؛ اور یہ پیشمار سڑکیں جو اب ہر ضلع میں جا بجا پائی جاتی ہیں موجود نہ تھیں، اور کوئی آبادی ان پیشمار دیہات اور بیرونجات کی آرامگاہوں اور گرجوں کی مانند، جو متوسط زمانوں سے یورپ میں پھیلی ہے، اُسوقت میں مطلق نہ تھی۔ رومی سلطنت نے بجز ایسی ہی یادگاروں یعنی شہروں کے، جن میں ایک ہی مقام پر بہت سی آبادی جمع ہوگئی، اور جن کی خاص علامت باہمی تعلقات کی یہ ہے کہ ان کا حال پنچاپٹ کے منجمدوں کی مانند ہے، اور کچھ باقی نہیں چھوڑا؛ فرقہ ہم کسی نظر سے اور کسی طور پر رومی سلطنت کے وقت دنیا کو دیکھیں، یہی معلوم ہوگا کہ شہروں کی آبادی کو بڑا قلبہ اور کثرت حاصل تھی، اور مصلحت میں خلقت کے تمدن اور معاشرت کا وجود نہ تھا۔

روم کی قلمرو میں جو آبادی کی حالت شہروں کے انتظام کی پنچاپٹ کی مانند تھی، اسی وجہ سے یگانگت اور یکرتگی کا قائم و برقرار رہنا، جس سے ایک بڑی سلطنت کے حصوں میں باہمی تعلق قائم رہتا ہے، دشوار ہوگیا۔ رومی سلطنت کی پنچاپٹ (یعنی جمہوری سلطنت) جو شہروں کے انتظام کے واسطے موضوع تھی، دنیا کو فتح تو کوسکی، لیکن اُس کو ترکیب دینا اور اُس میں انتظام اور حکومت کرنا ایسا آسان نہ تھا جیسا کہ فتح کر لینا؛ پس جب وہ سلطنت باسیاب ظاہر اپنا کام پورا کرچکی، اور تمام مغرب اور بہت سا حصہ مشرق کا اُس کے تحت حکومت ہوگیا، تو اُس کے بے شمار شہر اور چھوٹی چھوٹی ریاستیں، جن سے وہ مرکب تھی اور جن کے آپس میں کچھ تعلق نہ تھا، اور ہر ایک اُن میں سے خود مشتار تھی، ملحدہ ملحدہ ہوگئیں؛ گویا ہر اطراف و جوانب میں متفرق اور منقسم ہوگئیں۔ یہ ایک سبب اُن اسباب میں سے ہے جن کی وجہ سے شہنشاہی کا ہونا ضرور ہوا، کیونکہ شہنشاہی ایسے طرز کی حکومت تھی جس کے اجزاء بہ نسبت پہلی سلطنت چھوڑی کے زیادہ مستعد اور وابستہ تھے؛ اور شہنشاہی زیادہ تو اس قابل تھی کہ

اور انتظام اور سلامتی کے مرتب ہوتے ہیں، وہ اُس سلطنت میں خلقت کی مجموعی حالت کی خاص علامت تھی۔

یہ حال صرف شہر روم کا نہ تھا، بلکہ اگر ہم تمام ملک اٹلی کے اُس زمانہ ابتدائی کا حال ملاحظہ کریں، تو دریافت ہوگا کہ شہر روم کے چاروں طرف بجز شہروں کے اور کچھ آبادی نہ تھی؛ اور جو رومی قوم اُس وقت میں کہلاتی تھی اُس کا وجود بجز ایک شہروں کے مجموع کے اور کچھ نہ تھا؛ چنانچہ + قوم اترس کنس اور سیم قانیٹس اور سیپانیٹس اور یونان پر تو کی قوم، غرض کہ ان سب قوموں کا یہی حال تھا۔ اُسوقت میں یہ آبادی نہ تھی، جس کو مصلحت اور ضلع کی آبادی کہتے ہیں؛ مصلحت میں کوہیتی تو ہوتی تھی، مگر آبادی کچھ بھی نہ تھی؛ مالکان اراضی شہر کے باشندے ہوتے تھے؛ وہ اپنی حقیقت کی نگرانی کرنے پھر جایا کرتے تھے، اور انٹر اپنے ساتھ قلاموں کو بھی لے جایا کرتے تھے؛ مگر جس آبادی کو ہم آجکل مصلحت اور ضلع کہتے ہیں، جو ہر ضلع میں جا بجا موجود ہے، یعنی کہیں تو دیہات اور کہیں خاص خاص عمارتیں ہیں، زمانہ قدیم میں اٹلی میں کہیں اس آبادی کا نام و نشان بھی نہ تھا؛ لوگ اُس سے بالکل غائب تھے۔

اب یہ دیکھنا چاہیئے کہ جب سلطنت روم کو وسعت ہوگئی، تو اُس نے آبادی کے باب میں کیا کارروائی کی۔ تاریخ کے دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ اُس نے شہروں کو فتح کیا، اور شہر ہی آباد کئے؛ شہروں ہی سے اُس کی لڑائیاں رہیں، اور شہروں ہی سے وفائت اور دوستی رہی؛ اُس نے جو لوگ دوسری جگہ آباد ہونے کے لیے، اپنی قلمرو سے باہر کر بھیجے، وہ شہروں ہی میں آباد ہونے کو بھیجے گئے۔ فرض کہ اُس عالم کی تاریخ، جس کو رومی سلطنت نے فتح کیا، بہت سے شہروں کے آباد اور فتح کرنے کی تاریخ ہے۔ البتہ مشرق میں رومیوں کی سلطنت کی یہ صورت نہ تھی، کہ مشرق میں بھی اُس کو وسعت ہوگئی تھی؛ مشرق میں بہ نسبت مغرب کی آبادی کے تقسیم مختلف تھی؛ چنانچہ مشرق کے شہروں میں ایسی گنجائش

+ یہ اُن چھوٹی چھوٹی قوموں کے نام ہیں جو ملک اٹلی میں آباد تھیں، اور یونان پر تو اٹلی کے اُس حصہ کو کہتے تھے جس میں یونانی لوگ جا کر بسے تھے؛ غالباً وہ حصہ جزیرہ سسلی تھا جو اٹلی کے جنوب میں واقع ہے اور اُس کا ایک جزر سمجھا جاتا ہے؛ اب اُس کا نام جزیرہ سسلی ہے؛ زمانہ قدیم میں اُس کو یونان پر تو شاید اس وجہ سے کہتے تھے کہ وہ خاص یونان سے اُڑنے کی جانب واقع ہے۔

حکومت یعنی شاہشاہی کا اعتبار پیدا ہو گیا ہر کا ، اور اُس حکومت کے خیالات نے اُن کے دلوں میں رسائی کی ہو گئی ۔

ایسے مقدمہ اور اعتبار ، اور ایسے اہلکاروں کے انتظام مذکور ، اور فوج کی بدولت شاہشاہی روم نے اُس پر پادہ اور تباہی کا جو اُسکی قلمرو کی اندرونی حالت میں کام اپنا کر رہی تھی ، اور اُن حملوں کا جو + وحشی قومیں کرتی تھیں ، مقابلہ کیا ، اور مدت تک اپنے زوال مسلسل کی حالت میں اُن خرابیوں کا مقابلہ کرتے اور اپنے آپکو بچاتے رہے ؛ مگر آخر کار وہ وقت آپہونچا جبکہ اُس کے اجزاء کی اتفاقی اور انتشار غالب ہو گیا ؛ اُسکے مالیشان قد و قامت کے قائم رکھنے میں نہ تو کوئی ہنر و فنارت حکومت ظالمانہ کی کام آئی ، اور نہ وہ بے پردائی جس سے لوگوں نے اُس حکومت کی اطاعت اور غلامی اختیار کی تھی کافی ہو گئی ۔ چوتھی صدی میں وہ سلطنت بالکل متفرق اور منقسم ہو گئی ؛ ہر طرف سے وحشی قومیں گھس آئیں ، اور اُس کے سرحدات کی طرف تمام سلطنت کی بھلائی اور انجام کے لئے ، پھرتے ہی مقابلہ اُن وحشیوں کا نہوا ، اور کچھ زیادہ تکلیف اور دقت گزارا نہیں کی گئی ۔

(پائی آئندہ)

اطلاع

ہمارے پاس ہمارے دوستوں کے غلام آئے ہیں جو اپنی عنایت سے میرا فوٹو گراف طلب فرماتے ہیں میں نے حال میں اپنا فوٹو گراف ایک نہایت عمدہ فوٹو گرافر سے بنوایا ہے اور وہ سب تصویریں فوٹو گراف کی کمیٹی مدرسۃ العلوم کو دیدی ہیں پس میرے جن دوستوں کو میری تصویر فوٹو گراف کی مطلوب ہو در روپیہ قیمت بھیج کر طلب فرمائیں وہ سب روپیہ چاندہ مدرسۃ العلوم میں جمع ہوگا ۔

راقم
سید احمد

از مقام بنارس

+ وحشی سے یہ مراد ہے کہ وہ قومیں ذاتریت یافتہ اور غیر مہذب تھیں ۔

سلطنت سابق کے اجزاء کو جن میں بہت تھوڑا تعلق اور یگانگت تھی وابستہ اور مجتمع کرے ؛ چنانچہ غلبہ کے گردھوں کے اُن متفرق حصوں میں جن سے روسی سلطنت مرکب تھی اجتماع اور اتفاق قائم کرنے کے لئے کوشش عمل میں آئی ، اور کسیدر کامیابی ہوئی ، جبکہ عہد سلطنت شہنشاہ + اگستس اور شاہشاہ قاپروکلیشین میں معاملات تمدن اور معاشرت کی باہت قانون بنائے گئے ، اور قانونوں نے بہت سی رونق پائی ، تو اُس وقت میں اُس ظالمانہ انتظام کا بڑا سرشتہ قائم ہوا ، جس کے سبب سے روم کی تمام قلمرو میں ایسے کارپردازوں اور اہلکاروں کا گویا جال پورا کیا ، جس کی تقسیم قلمرو کے مختلف حصوں میں ایک خاص نکتہ کے اختیار سے عمل میں آئی جن کے آپس میں بھی اور دربار سلطنت کے ساتھ بھی اتفاق اور سازش تھی ؛ اُن کے ذریعہ سے لوگوں میں حاکم کی خواہش اور مرضی کا پورا کرنا ، اور لوگوں کے کاموں اور اختیارات کو حاکم کے ہاتھ میں منتقل کرنا مقصود تھا ۔

اس سرشتہ اور انتظام کو روسی قلمرو کی غلبہ کے اجزاء باہم مجتمع کرنے ہی میں صرف کامیابی نہیں ہوئی ، بلکہ ایسی قوت کا خیال جو مطلق اور غیر محدود ہو ، اور جو تمام دوسری قوموں کا مرکز اور مروجع ہو ، لوگوں کے دلوں میں بہت آسانی سے جگہ پکڑ گیا ۔ ہمکو اس بات کے دیکھنے سے حیرت ہوئی ہے ، کہ جو چھوٹی چھوٹی جمہوری سلطنتیں اور مہروں کی ہینچایتوں کے مجمع ایسے تھے جنکے باہم کوئی اچھا انتظام اور اتفاق نہ تھا ، اور وہ روسی قلمرو میں داخل تھیں ، اُن کے دلوں میں صرف شہنشاہ کی پارگاہ مقدس اور عالی کی بہت بڑی تعظیم اور عظمت بہت جلد قائم اور شایع ہو گئی ۔ اُن تمام حصوں میں بے شک کوئی تعلق قائم ہونے کی سطح ضرورت معلوم ہوئی ہوگی ، اور اُس کے سبب سے لوگوں کی طبیعت میں ظالمانہ

+ روم کی سلطنت جمہوری کی تباہی کے بعد بھی بڑھ شاہشاہ ہوا ؛ اس کے عہد میں ہر عام و دن کو ایسی ترقی اور رونق ہوئی کہ جب کسی زمانہ میں عازم و فزوں کی کسی قوم میں بڑی ترقی ہوتی ہے ، تو اُس زمانہ کو بطور استعارہ کے عہد اگستائیں اُس ملک کا کہتے ہیں ، لفظ اگستس کے معنی نہایت مبارک اور عمدہ کے ہیں ، اور اسی شاہشاہ کے نام سے مہینہ اگست کا نام اُس کی عزت اور یادگار کے واسطے مشہور کیا گیا ۔

بمقام علیگڑہ — مطبع علیگڑہ انسٹیٹیوٹ میں چھپا اور حافظ

محمود عبدالرزاق کے اہتمام سے شایع ہوا

THE MOHAMMEDAN SOCIAL REFORMER

تہذیب الاخلاق

جلد پنجم [یکم ذی الحجۃ سنہ ۱۳۰۶ ہجری ۱۹۸۵ء] نمبر ۱۶

بسم اللہ الرحمن الرحیم

إطلاع

بخدمت ممبران و خریداران و ناظرین
تہذیب الاخلاق

اس پرچہ کی باہم جس صاحب کو کچھ خط و کتابت کرتی منظور ہو یا خریداری اس پرچہ کی مد نظر ہو یا کوئی مضمون اس پرچہ میں مندرج ہونے کے لیئے بھیجنا ہو یا زر قیامت اخبار یا زر چندہ یا کچھ روپیہ بطور ذریعہ کے عنایت فرمانا ہو تو سید احمد خاں صاحب بہادر سی ایس آئی پاس بمقام پتارس بھیجا جائے خوشگاہ تمام خط و کتابت باہم اس پرچہ کے انہی سے کی جائے کیونکہ یہ پرچہ علیحدہ میں چھپ کر اُن کے پاس چلا جاتا ہے اور وہاں سے تقسیم ہوتا ہے اور تمام حساب کتاب اسکا سب اُن کے پاس رہتا ہے * اس پرچہ میں صرف مضامین مفیدہ جو مسلمانوں سے متعلق ہیں چھاپے ہوتے ہیں اور اس سبب سے اخبار امصار و دیار اس میں مندرج نہیں ہوتے مگر مقصود اس پرچہ کے اجرا سے یہ ہے کہ مسلمانوں کی حسن معاشرت اور تہذیب کی ترقی ہو اور جو غلط اوہام مذہبی اس ترقی کے مائع ہیں اور درحقیقت وہ مذہب اسلام کے برخلاف ہیں وہ بھی مٹائے جائیں *

إطلاع

تشریح قیمت و مصرف منافع
تہذیب الاخلاق

جس قدر روپیہ باہم اس پرچہ کے بطور چندہ اخراہ بطور قیمت وصول ہو وہ کسی خاص شخص کی ملکیت نہ ہوگا بلکہ اس پرچہ کے اجرا و ترقی میں صرف کیا جائیگا * جن دوستوں نے شریک ہو کر اس پرچہ کو جاری کیا ہے اور ساتھ روپیہ سالانہ اس پرچہ کے اجرا کے لیئے بطور امداد دیتے ہیں وہ اس پرچہ کے متعلق معاملات میں بطور ممبر کے متصور ہیں اُن کو اختیار ہے کہ اگر چاہیں تو اور کسی کو بھی بطور ممبر اپنے ساتھ شریک کریں اور جو شخص اس طرح پر شریک ہوگا اُس کو بھی ساتھ روپیہ سالانہ دینا ہوگا * یہ پرچہ ہر مہینے میں ایک بار یا دو بار یا تین بار جیسا کہ مقتضایہ مضامین ہوگا چھپا کر دیگا خریداروں کو چار روپیہ سالانہ قیمت پیشگی دینی ہوگی اور وہ خریدار اُس سال رواں کے شروع سے اس میں وہ خریدار ہوا ہے خریدار ضرور ہوگا اور اخراجات روانگی پرچہ سے اُن کو کچھ تعلق نہ ہوگا * اگر کوئی شخص کوئی خاص پرچہ خریدنا چاہیگا اُس کو فی پرچہ چار آنہ مع اخراجات روانگی پرچہ دینا ہوگا بشرطیکہ وہ پرچہ زائد ہفتہ میں موجود ہو *

تتمہ مضمون لکچر نمبر ۲

ایسے ادبار کے زمانہ میں کئی شاہنشاہوں کو ایک عجیب خیال پیدا ہوا، یعنی انہوں نے یہہ امتحان کرنا چاہا کہ عام آزادی کی اُمیدوں سے یعنی ایسے انتظام اور حکومت کے قائم ہوتے ہیں، جسکو اب ہم ایسی حکومت کہتے ہیں جو لوگوں کے وکیلوں کے ذریعہ سے ہوتی ہے، روم کی قلمرو میں اتفاق اور انتظام یہ نسبت ظالمانہ حکومت کے اچھے طور سے قائم رہ سکتا ہے یا نہیں: چنانچہ شاہنشاہ ہونوریس اور تھیردورس صغیر کا فرمان مصادوۃ سنہ ۱۲۱۸ھ موسومہ حاکم ملک کال یعنی فرانس موجود ہے، جسکا یہہ مقصد تھا کہ فرانس کے جنوبی حصہ میں ایک ایسی حکومت قائم کی جاوے جس میں رعایا کی طرف سے وکیل حاضر ہوگیں اور اُس کے ذریعہ سے شاہنشاہی کے مختلف حصوں کا اتفاق اور انتظام قائم رہے۔ اُس فرمان کا مضمون یہہ ہے:

فرمان بنام ایکریکولا حاکم فرانس

اُس قابل اطمینان کیفیت کے لحاظ سے جو تتمہ ملک فرانس کی نسبت تصور کی ہے، علاوہ اور ایسے حالات کے جو ظاہراً اُس ملک کی واسطے مفید ہیں، ہم احکام متدرجہ ذیل کو ہمیشہ کے واسطے قانون کی منزلت بخشتے ہیں، یعنی اُن احکام کا نفاذ بطور قانون کے مروجی دھیکنا، اور ہم حکم دیتے ہیں کہ ہمارے ساتوں صوبوں کے باشندے اُن احکام کی اطاعت کریں، جو ایسے احکام ہیں کہ اُن کے جاری ہونے کی خود اُن کو خواہش اور التماس کرنا چاہیئے تھا۔

ہمکو معلوم ہوتا ہے کہ تمہارے دربار میں، خاص اور عام فلاح کی نظر سے، حکام نایب اُن صوبوں کے ہر صوبہ سے بلکہ ہر شہر سے زمینداروں کی حقیقت کے حالات اور اُڑ اُڑ امور بیان کرنے کے واسطے اکثر حاضروں ہوتے ہیں: اسلیئے ہم نے یہہ مناسب اور مفید سمجھا ہے کہ اس سال سے تمہاری دارالحکومت شہر آرلیز میں ایک تاریخ معین ہر ساتوں صوبوں کے باشندوں کی طرف سے ایک سالانہ مجلس ہوا کرے۔ اس قاعدہ سے ہماری غرض یہہ ہے کہ خاص اور عام دونوں قسم کے امور کا انتظام اُس کے ذریعہ سے ہوتا رہے۔ تمہارے دربار میں نہایت نام اور معزز لوگوں کے جمع ہونے سے، بشرطیکہ تم تاریخ معینہ پر کار و کار کی ضرورت سے باہر نہ گئے ہو، نہایت صحیح اطلاع اور عمدہ خبریں ہر ایسے معاملہ کی نسبت حاصل ہوسکتی ہیں جو قابل غور اور توجہ کے ہوگا: اور جو امر بعد غور کامل طے ہوگا اُس کا ہم سب صوبوں کو ہرجاریگا، اور جن صوبوں کے لوگ اُس مجلس میں حاضر نہونگے اُن پر بھی اُنہیں قاعدوں کی پابندی لازم و زور ہوں گے کہ ملک فرانس کو سات صوبوں پر منقسم کیا تھا۔

ہوئی جو اُس مجلس میں اتفاقاً قرار پادینگے۔ علاوہ اس کے شہر: قسطنطنیہ میں سالانہ مجلس کے قائم کرنے سے ہمکو یقین ہے کہ سرکار ہی کو فائدہ نہ پہونچےگا، بلکہ لوگوں کے باہمی تعلقات اور معاملات تمدن اور معاشرت کو بھی بہت ترقی حاصل ہوگی۔ بے شک یہہ شہر ایسے عمدہ موقع پر واقع ہے کہ غیر ملکوں کے لوگ وہاں بکثرت آتے ہیں اور تجارت کثرت سے ہوتی ہے، اور مقاموں کی ہر قسم کی چیزیں وہاں آتی ہیں، یعنی زر خیز ملک مشرقی، اور بحرہیریں سے مالامال ملک عرب، اور نازک اور پاکیزہ اسیا کا مندرجہ ملک ی ایسریا، اور تھورر خطہ افریقہ، اور خوبصورت ملک اسپانیہ، اور بہادر ملک فرانس کی تمام عمدہ چیزیں جو اُنہیں پیدا ہوتی ہیں، اس شہر میں ایسی فراوانی سے موجود رہتی ہیں کہ جو اشیاء دنیا کے اور مقاموں میں بڑی عمدہ اور نایاب سمجھی جاتی ہیں، وہ اس جگہ کی خاص پیداوار معلوم ہوتی ہیں۔ علاوہ اس کے اس مقام پر دریائے رن کے سمندر تسکن میں گرنے سے وہ تمام ملک جس میں سے وہ دریا گزرتا ہے اور جن کو یہہ سمندر گھیرے ہوئے ہے، قریب ہرگئے ہیں۔ جو کہ تمام دنیا کی وہ سب چیزیں، جو نہایت عمدہ اور کارآمد سمجھی جاتی ہیں، بڑا خشکی و تری بخیریت گاڑیوں اور جہازوں کے آبر اس شہر میں جمع ہوتی ہیں، اسلیئے اس شہر میں، جہاں خدا تعالیٰ کی خاص مغایت سے زندگی کے عیش و آرام کے سامان اور تجارت کی ہر طرح کی آسانی اور آسائش مہیا اور موجود ہے، جو حکم ہم مجلس عام کے منعقد ہونے کی نسبت صادر کرتے ہیں اُس سے ملک فرانس کو ضرور فائدہ پہونچےگا۔

سابق میں بھی حاکم پٹرونیس نے بظنر فیض رسائی اور مصلحت کے اسی جلسہ کے منعقد ہونے کا حکم دیا تھا، مگر اُسکے بعد انقلاب

شاہنشاہ قسطنطنیہ اعظم نے قدیم رومی قلمرو کے حصہ مشرقی کا دارالسلطنت شہر قسطنطنیہ آباد کیا تھا، جو اب دارالسلطنت ترکی یعنی سلطنت عثمانیہ کا ہے جس کو اہل اسلام روم کہتے ہیں، اور اسی شاہنشاہ نے شہر آرلیز واقعہ ملک فرانس میں ایک حاکم اعلیٰ مقرر کرکے اُس شہر کو فرانس کا دارالحکومت قرار دیا تھا: اُس کی یہہ خواہش تھی کہ اُس شہر کا نام بھی اُسی کے نام پر رکھا جاوے، کیونکہ اُس کو اُس سے نہایت اُنس تھا، لیکن رسم و رواج کے غلبہ سے یہہ خواہش اُس کی پوری نہ ہوئی اور شہر کا نام آرلیز قائم رہا۔

ی اُس کو اب سریا یعنی ملک شام کہتے ہیں جو مملکت عثمانیہ میں یعنی سلطان روم کے قبضہ میں ہے۔

مجموعہ یا ولایت کا از سر نو قائم کرنا غیر ممکن معلوم ہوا۔ شہروں کے لوگ اپنے اپنے خاص حالات پر متوجہ رہے؛ انہوں نے اپنی شہریت کے بیرونی مقاموں سے کچھتہ روکار نہ رکھا؛ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شاہنشاہی قبائے اور پرباد ہو گئی، کیونکہ کسی شہر کے باشندوں نے اُس کی گائیڈ نہیں کی؛ وہ صرف اپنے اپنے شہر کے انتظام اور درستی کے خواہشمند رہے۔ جس سر ذات شاہنشاہی روم کی ابتدا میں ہم کو معلوم ہوئی تھی، وہی اُس کے زوال کے وقت بھی ظاہر ہوتی تھی؛ یعنی رومی قلمرو کی خالق میں اُس قسم کی طبیعت اور اصول کا غلبہ، جس کے ذریعہ سے لوگ آپس میں جمع ہو کر بطور پختہ پختہ کے اپنے شہروں کا انتظام اور اُن کی اصلاح کرتے ہیں۔ غرض کہ شاہنشاہی روم کی تباہی کے وقت اُس کی قلمرو کی خالق نے اپنی ابتدائی حالت پر عود کیا؛ چنانچہ شہروں سے وہ سلطنت مرکب تھی، اور اُس کی پرہیزی کے بعد بھی شہر ہی باقی رہے۔

الحاصل جو قاعدہ آبادیوں اور شہروں کے انتظام اور درستی کا کمیٹی کے ذریعہ سے مرتب تھا، وہ یورپ کی زمانہ حال کی شایستگی کو رومیوں کی شایستگی سے وراثتاً حاصل ہوا تھی؛ اگرچہ اخیر میں یہ نسبت ابتدائی زمانہ کے یہ قاعدہ بہت ضعیف اور کمزور ہو گیا تھا، اور بڑی بے ضابطگی اور خرابی اُس میں ظاہر ہوئی تھی، مگر یہی ایک ایسا اصلی قاعدہ تھا، جو رومی سلطنت کے تمام قراء اور اصولوں میں سے اُس کے زوال کے بعد قائم اور باقی رہا۔

یہ کہنا کہ صرف یہی قاعدہ باقی رہا صحیح نہیں ہے؛ بلکہ ایک اور امر یا خیال بھی باقی رہا، یعنی شاہنشاہی کا خیال اور اُس جاہ و جلال اور اعلیٰ اور مطلق قوت کا خیال، جو شاہنشاہ کے نام کے ساتھ لازم و ملزوم ہے۔ غرض کہ یورپ کی شایستگی کو رومیوں کی شایستگی سے جو اصول اور خیالات ہم پہنچے، وہ یہ ہیں؛ یعنی ایک تو شہر اور آبادیوں کی درستی اور انتظام کا قاعدہ، جو کمیٹی کے ذریعہ سے کیا جاتا ہے، اور آزادی کی وہ مادیتیں اور قاعدے اور اصول اور نظریوں، جو اُس قاعدہ سے متعلق ہیں؛ دوسرے اُس قانون کے بنانے کا قاعدہ، جو امور تمدن اور معاشرت کے باب میں سب خالق کے لئے علی العموم یکساں قاعدہ کیا جاتا ہے، یعنی اُس قوت اور اختیار مطلق کا خیال جو شاہنشاہ عالی جناب اور مقدس کو حاصل ہوتا ہے، جس سے عام انتظام اور ہر ایک کو مطیع و معکوم کرنے کا قاعدہ حاصل ہوا ہے۔

مگر اُسی زمانہ میں رومیوں کے اندر ایک دوسرا گروہ نہایت مختلف قسم کا قائم ہوا؛ اُس مجمع کے اصول اور قاعدے اور رائے اور خیالات بہت مختلف تھے، اور وہ ایسا مجمع تھا کہ اُس کی

اور پریشانی کے واقع ہونے اور ایسے بادشاہوں کے سبب سے، جنہوں نے تمام اختیارات کو خود غصب کر لیا، اُس کا عمل درآمد جاتا رہا؛ پس اب ہم اپنی رائے مصلحت آمیز اور اپنے حکم سے پھر اُس کو شکستہ اور ترو تازہ کرتے ہیں۔ اے حاکم والا جاہ ایگریکولا اور ہمارے عزیز بھائیچے، تم کو چاہیئے کہ ہمارے اس حکم کے بموجب اور کسی اور ایسے قاعدے کے لحاظ سے بھی، جو حکام سابق نے مقرر کیا ہو، اپنے صوبہ جات میں قواعد مندرجہ ذیل کی تعمیل کراؤ۔ وہ سب لوگ جو سرکاری عہدوں پر مامور ہوں یا ریاست اور حاکمیت کے مالک ہوں، اور سب صوبوں کے منصف اور عادل، مالا اگسٹ اور ستمیہ کے دوسرے ہفتہ میں شہر اولیٰز میں جمع ہو کر، مجلس منعقد کیا کریں، اور اپنے اجلاس کے ایام خود اپنی مرضی سے قرار دیا کریں۔ صوبجات قوم پوپولینیا اور ایکریٹین ٹائی یہ قاعدہ پر ہیں؛ اگر وہاں کے حاکمان عدل ثروت کا سرکار کی وجہ سے خود شریک جلسہ نہ ہو سکیں، تو حسب معمول اپنی طرف سے نائب مقرر کر کے اُس مجلس میں بھیج دیا کریں۔ جو کوئی مرتبہ اور وقت معینہ پر حاضر ہونے سے قاصر رہیگا، اُس پر جرمانہ اس حساب سے ہوگا کہ حکام عدل و انصاف میں سے ہر غیر حاضر پر پانچ ہونٹ طلاہ، اور شہری کمیٹیوں کے ممبروں میں سے ہر غیر حاضر ممبر پر تین ہونٹ طلاہ۔ اس مصلحت اندیشی کی تدبیر سے ہماری غرض یہ ہے کہ ہمارے صوبوں کے باشندوں کو بہت سا فائدہ پہنچے، اور یہ قاعدہ ہماری عین نوازش اور کرم کی دلیل ہے، جس سے شہر اولیٰز کی رونق اور آبادی کو بھی ترقی ہوگی۔ ہم اپنے بھائی کے پدران کے بموجب اُس شہر کے لوگوں کی وثاوری اور وابستگی کے بہت ممنون ہیں۔ یہ فرمان پندرہویں مئی کو لکھا گیا، اور دسویں جون کو شہر اولیٰز میں پہنچا۔

اس قاعدہ سے فائدہ حاصل کرنا صوبوں اور شہروں کے رہنے والوں نے پسند نہیں کیا، چنانچہ اُس مجلس میں شریک ہونے کے لئے کسی نے اپنے نائب مقرر نہیں کیئے؛ کیونکہ خالق کے اُس مجموعہ کی اصل خصلت کے یہ امر پر خلاف تھا کہ تمام اختیارات کا ایک ہی مرکز ہو، اور اس تدبیر سے اُن کے باہم اتفاق رہے؛ بلکہ عالی ہمتی اور طبیعت کی آزادی کا جا بجا ظہور ہوا، اور خالق کے ایک عام

† رومی قلمرو میں شہروں کی کمیٹیاں شہروں اور دوسری آبادیوں میں جا بجا قائم تھیں اور اُن کا ثروت سے رواج تھا۔
‡ بھائی سے قسطنطنیہ شہر ثانی مسماۃ پلیسیڈینس مراد ہے جس کو شاہنشاہ ہونوریس نے امور سلطنت میں اپنا شریک قرار دیا تھا۔

زمانہ مابعد میں اُسکا یہ حال ہوا، تو یہ امر زیادہ ترین قیاس ہی کہ شاہنشاہی روم کے زوال میں بھی اُسکی یہی کیفیت ہوتی۔ اُس وقت میں وہ فرشتے موجود نہ تھے، جنکے سبب سے، قطع نظر قواعد معینہ اور مسلمہ عام کے، اس زمانہ میں اخلاقی خیالات اور مذہبی عقائد قائم ہو جاتے ہیں، یا وہ انقلاب کے مقابلہ میں مخالفت اور مزاحمت کا باعث ہو جاتے ہیں، یعنی ایسے ذریعہ موجود نہ تھے، جنکی مدد سے کوئی حقیقت یا خالص خیال لوگوں کے دلوں پر بڑی حکومت اور غلبہ حاصل کرتا ہی، اور اُنکے افعال پر حادی اور واقعات اور معاملات میں دخل ہو جاتا ہی، فرضیہ چوتھی صدی میں کوئی ایسا امر موجود نہ تھا، جس کی بدولت ذاتی خیالات اور رایوں کو غلبہ اور زور حاصل ہوتا۔ ظاہر ہی کہ ایسی سخت آنت کے مقابلہ کے واسطے اور ایسے طرفان عظیم سے ظفر مند ہونے کے لیئے ایسے کردہ خلائق کا وجود نہایت ضروری تھا، جو ہمیں استحکام سے مرتب اور قائم رہا ہو، اور اُس کے اجزا اور ارکان آپس میں اچھی طرح متفق اور وابستہ ہوں۔ میرا یہ کہتا نہ چوتھی صدی کے شروع میں صرف گرجا یعنی پادریوں کے گرد کے سبب سے، مذہب عیسائی سلامت رہا کچھہ میلانہ نہیں ہی، بلکہ بعض ایک سچی بات کا ظاہر ہوتا ہی، گرجا ہی کے قواعد اور قواعد اور حکام کی بدولت، مذہب عیسائی رومی شاہنشاہی کی اندرونی تباہی اور وحشیوں کے زور و غلبہ کے مقابلہ کی تاب لاسکا، اور اُسکی بدولت وحشیوں پر شایستگی نے فتح پائی، اور رومی شاہنشاہی کے زمانہ کی خلقت اور وحشی قوموں کے درمیان میں شایستگی نے قائم رکھنے کا خاص ذریعہ اور وسیلہ وہی گرجا کا گردہ ہوا۔ پس یہ بات دریافت کرنے کے لیئے کہ اُس زمانہ سے مذہب عیسائی کی بدولت زمانہ حال کی شایستگی کو کیا قوت حاصل ہوئی، اور کون کون سے نئے قواعد اور اصول اس شایستگی میں داخل اور مروج ہوئے، مذہب عیسائی پر توجہ کرنے کی یہ نسبت زیادہ تر گرجا کے گردہ یعنی پادریوں کی حالت پر مرکوز متوجہ ہونا چاہیئے۔

چونکہ ہم اُن مختلف انقلابوں پر ظاہری یعنی ظہری لحاظ سے نظر ڈالیں، جو مذہب عیسائی کی قوت کے زمانہ میں اُس کے آغاز راج سے پانچویں صدی تک واقع ہوئی، یعنی ہم اُس مذہب کو بطور ایک گردہ کے سمجھیں، کہ بطریق ایک بڑے مذہبی عقیدہ کے، تو ہمکو معلوم ہوگا کہ اُسپر تین مختلف حالتیں گذریں۔

اپنے سب سے پہلے زمانہ میں عیسائیوں کا گردہ پھیلتا ایک ایسے مجمع کے تھا کہ جو اپنے عام عقیدہ اور عام رایوں کے سبب سے ممتاز اور مخصوص ہو گیا تھا، چنانچہ سب سے پہلے عیسائی مذہب کے

بدولت یورپ کے اس زمانہ کی مجموعی حالت میں بہت سے مختلف قسم کے اصول شایع اور مروج ہونے والے تھے: اُس مجمع سے ہماری مراد عیسائیوں کا گرجا یعنی پادریوں کا ترقیب یافتہ گردہ ہی، مذہب عیسائی مراد نہیں ہی۔ واضح ہو کہ چوتھی صدی کے آخر اور پانچویں صدی کے شروع میں، مذہب عیسائی صرف بمثلہ ایسے اعتقاد کے نہ رہا تھا، جو بعض لوگوں کی ذات سے مخصوص ہو، بلکہ عیسائیوں کا ایک عام جلسہ قائم ہو گیا تھا، اُس جلسہ میں حکومت کا جلسہ جاری تھا، اور ان میں پادریوں کا ایسا گردہ تھا، جو مختلف کاموں کے انتظام دینے کی لیاقت رکھتا تھا، اور معاشک اور خراج اور آزادانہ کارروائی کے ذریعے اور ایسے قاعدے اور طریقے، جو ایک بڑے گردہ کے انتظام کے لیئے مناسب تھے، اور ہر صوبہ کی مجلسیں، اور عام قومی مجلسیں، اور اخلاقی امور پر عموماً مباحثہ کرنے کی رسم اُس مذہب کے لوگوں میں موجود اور رائج تھی۔ فرضیہ مذہب عیسائی اُس زمانہ میں صرف ایک ملت اور طریقہ ہی نہ تھا، بلکہ اُس کا گرجا یعنی پادریوں کا گردہ قائم ہو گیا تھا۔

اگر پادریوں کا ترقیب یافتہ گردہ نہ ہوتا، تو ہم نہیں کہہ سکتے ہیں کہ شاہنشاہی روم کی تباہی کے زمانہ میں مذہب عیسائی کو کیا کیا پڑھ آتا۔ ہم یہ رائے مذہب عیسائی کی نسبت صرف پانچ امور اساتذہ یعنی دنیوی کے ظاہر کرتے ہیں، کسی ایسے امر واقع سے ہماری غرض نہیں ہی، جو قدرتی واقعات کے قدرتی نتیجوں کے برخلاف ہو، یعنی اگر مذہب عیسائی، اپنے ابتدائی زمانہ کے موافق، اسوقت میں بجز ایک عقیدہ اور خیال ہونے کے اور کچھہ اصلیت نہ رکھتا، تو ہم یقین کر سکتے ہیں کہ وہ شاہنشاہی روم کی تباہی، اور وحشی قوموں کے حملوں میں غرق اور معدوم ہو جاتا، چنانچہ زمانہ مابعد میں، ایشیا اور تمام شمالی حصہ افریقہ میں، وہ مذہب اُس قسم کے حملوں یعنی مسلمان، وحشی قوموں کی بدولت ہی آنتوں کا صدمہ نہ اُڑھا سکا، کو وہ ایک گردہ ترقیب یافتہ کی صورت میں اُسوقت قائم تھا، مگر یہ بھی پامال ہو گیا۔ جب کہ

+ قدرتی واقعات اور نتیجوں سے ایسے واقعات اور نتیجے مراد ہیں جو بمقتضی حالات دینا واقع اور پیدا ہوتے ہیں، اور اُنکو حالات قرین قیاس بھی کہتے ہیں۔

+ ابتدائے اسلام میں عرب اور ترکستان اور قاتار کی مسلمان قومیں اکثر نہ بدولت تھیں، چنانچہ نے عیسائیوں پر غرض کی اور فتح پائی، اُن کے خاتمہ بدولت ہونے اور معاشرت کا سامان بکثرت اور عمدہ نہ رکھنے کے سبب سے مصنف اُنکو وحشی قومیں کہتا ہی۔

مذہب عیسائی کے تیسرے زمانہ میں اس سے بالکل مختلف حالت اُس کی ہو گئی؛ چنانچہ پادریوں کا گروہ عیسائی قوم سے علیحدہ قائم ہو گیا جس کی ترتیب اور انتظام اور محاصل اور آمدنی اور علاقہ جداگانہ تھا؛ یعنی یورپی حکومت اُس کو حاصل تھی؛ فرض کہ پادریوں کا گروہ ایک ایسا کامل مجمع تھا جسکو اپنے وجود اور قیام کے واسطے ہر طرح کے ذریعہ حاصل تھے؛ اور وہ اُس مجمع سے یعنی قوم عیسائی سے جس سے اُس کو تعلق اور واسطہ تھا، اور جس پر اُس نے اپنا رعب داب پھیلاتا تھا، الگ تھا۔ فرض کہ عیسائی گرجا کی ترکیب کا تیسرا زمانہ ایسا تھا، یعنی پانچویں صدی میں ایسی صورت پر اُس کا ظہور ہوا؛ حکام کا گروہ اور لوگوں سے بالکل علیحدہ ہو گیا تھا؛ اس قسم کی حکومت مذہبی امور میں آج تک کسی اور فرقہ یا ملک میں قائم نہیں ہوئی؛ اُن تعلقات میں جو پادریوں کو اہل ایمان سے تھے پادری لوگ بے انتہا حکومت کرتے تھے۔

پادریوں کو ایک اور ذریعہ بھی رعب داب کا حاصل تھا؛ یعنی بڑے پادری اور کاهن اُس قسم کے مسیحیوں کی اعلیٰ مقرر ہوئے، جو شہروں کی انتظامی کمیٹی کی طرف سے مقرر ہوتے ہیں۔ یہ رعب داب حکمرانوں کے درباروں میں چکی ہے کہ رومی سلطنت کے اصول اور قواعد میں سے، بجز اُس قاعدے کے جس کے بموجب شہروں کا انتظام کمیٹیوں کے ذریعہ سے ہوتا ہے، اور کچھ پالی نہیں رہا تھا؛ ظالمانہ حکومت کی خرابیوں اور شہروں کی پروادریوں کے سبب سے، اُن کمیٹیوں کے ممبر کو شکستہ دل اور کاکل ہو گئے تھے؛ اور برعکس اس کے بڑے پادریوں اور کاهنوں کا گروہ نہایت زندہ دل اور سوگرم تھا؛ پس اُنہوں نے تمام معاملات کی نگرانی اور ہدایت کے واسطے ایسی مستعدی، جیسی کہ قیاس چاہتا ہے، ظاہر کی۔ اگر اس معاملہ میں ہم اُن کو ملاصق کریں اور غاصب ٹھہرائیں، تو یہ ہمارے غلطی ہوگی؛ کیونکہ اُنکو حسب اقتضایہ حالت موجودہ اُس وقت کے عرصہ بشعہ اختیارات حاصل ہوئے۔ اُس وقت میں صرف پادریوں کا ہی فرقہ از دوے اخلاق کے قوی اور تروتازہ تھا؛ پس وہ چاہیے صاحب اختیار ہو گیا؛ یہی دنیا کا طریقہ اور دستور ہے۔

اس انقلاب کی علامتیں اُن تمام قوانین سے ظاہر ہوتی ہیں، جو اُس زمانہ کے شاہنشاہوں نے، جس کا ہم ذکر کر رہے ہیں، جاری کیئے تھے؛ چنانچہ اگر ہم شاہنشاہ تھیودورس یا شاہنشاہ جسٹینیئن کے مجموعہ قوانین کو ملاحظہ کریں، تو یہاں سے ایسے قواعد اور آئین پائے جاویں گے، جن کے بموجب شہروں اور آبادیوں کے انتظام کے امور پادریوں کے سپرد کیئے گئے؛ کسی قدر اُن میں سے ذیل میں نقل کیئے جاتے ہیں۔

لوگ ایک ہی طرح کے خیالات اور ایک ہی قسم کے عقاید مذہبی کی پیروی کرنے سے بطور ایک جماعت کے قائم ہوتے تھے، اور اُن میں کوئی ترتیب اور سلسلہ مسائل اور قواعد اور انتظام اور حکام کا نہ تھا۔ ہر ایک نیا مجمع، گروہ کیسا ہی ضعیف الپتیاہ ہر ایسی اخلاقی قوت کی تاثیر سے غالی نہیں ہوتا، جس کے سبب سے وہ زندہ دل رہتا ہے، اور اُس کے بموجب کاربند ہوتا ہے؛ پس عیسائیوں کی متعدد جماعتوں میں ایسے ایسے آدمی تھے، جو ساری جماعت کو رعب داب اور ہدایت کرتے تھے، اور اُس پر اخلاق کی راہ سے حکومت کرتے تھے؛ مگر کوئی محکم حسب ضابطہ، اور کوئی انتظام سامانہ نہ تھا؛ بلکہ ابتدا میں عیسائیوں کی صرف ایک ایسی جماعت تھی جو اپنے عقائد اور خیالات کے یکساں ہونے کے سبب سے قائم ہو گئی تھی۔

عیسائیوں کے گروہ کو جلد جلد قوتی ہوئی، جس کی علامتیں نہایت قدیم یادگاروں اور کتابوں میں پائی جاتی ہیں؛ پس جس قدر قوتی ہوتی گئی، اُس کے موافق ایک مجموعہ مسائل اور قواعد اور انتظام اور حکام کا قائم ہوتا گیا؛ چنانچہ اُن میں ایک قسم کے حکام، جو مقدموں کہلاتے تھے، کاهن یعنی پریسٹ بگے؛ اور دوسری قسم کے حکام سربراہ کار یا نگران حال کہلاتے تھے، وہ بڑے پادری یعنی ہشپ قرار دیئے گئے؛ اور تیسری قسم کے حکام خادموں یعنی قیاس کے نام سے ملقب ہوئے؛ اور اُنکا یہ کام قرار پایا کہ غریبوں اور محتاجوں کی خبر گیری کریں اور غیرات تقسیم کیا کریں۔

اُن مختلف حکام کے کاموں کو ڈھیک ڈھیک دریافت اور معین کرنا غیر ممکن ہے؛ کیونکہ اُنکے آپس میں نہایت غریب فرق اور امتیاز تھا، اور اُن کے کاموں میں تبدیلی ہوجاتی تھی؛ مگر یہ امر صاف اور واضح ہے کہ کارپردازوں کے ایک محکمہ کی ترتیب ضرور عمل میں آئی۔

مذہب عیسائی کے دوسرے زمانہ میں ایک خاص علامت کا ظہور پایا جاتا ہے، یعنی عیسائیوں کے گروہ کو یہ ہیئت مجموعی ہو کام میں حکومت اور فریضہ حاصل تھی؛ چنانچہ نل مجمع کی راہ اور اختیار سے کارپرداز منتخب ہوتے تھے، اور انتظام کی درستی بلکہ مسائل کا رواج بھی اُن ہی پر موقوف اور منحصر تھا؛ گرجا کے حکام یعنی پادریوں کا ترتیب یافتہ گروہ اور عیسائی قوم ابھی تک علیحدہ نہیں ہوئی تھی، اور ایک دوسرے سے بلا واسطہ وجود جداگانہ نہیں رکھتے تھے؛ بلکہ عیسائیوں کے گروہوں کو اپنے گروہ کے لوگوں پر بڑا رعب داب حاصل تھا۔

مجموعہ قوانین جسٹینین باب اول دفعہ ۱

اور باب چہارم دفعہ ۴۹

ہم شہروں کے سالانہ امور یعنی اُن امور کی پابندی جو شہر کے معمران متعصب سے ملانہ رکھتے ہوں، خواہ وہ متعصب شہر کی حکومت اور جاہلادہ یا لوگوں کی بخشش اور وصیت سے ہوں، خواہ کسی دوسرے مندرجہ اور آمدنی سے وصول ہوتے ہوں؛ اور اُن امور کی پابندی جو عمارات سرکاری یا مختلف سامانوں کے ذخیروں، یا حماموں یا غسلیوں یا پندرگاہوں کے قائم رکھنے، یا شہر پناہوں اور پڑھوں کے تعمیر کرنے، یا پلوں اور سڑکوں کی مرمت کرنے سے، یا ایسے مقدمات کی تعلیقات سے جن سے شہر کو عام یا خاص فائدہ اور غرض ہو تعلق رکھتے ہوں، یہ حکم نافذ اور صادر کرتے ہیں کہ خدا پرست پڑا پادری، اور تین معزز اور مشہور آدمی جو شہر والوں میں سے منتخب کیئے جاویں، یا ہم جمع ہو کر اجلاس کیا کریں؛ اور جو کام ہر سال ظاہر ہووے، اُسکی جانچ پڑتال اور اُن لوگوں کی نگرانی جو اُن کاموں کو انجام دیتے ہیں کرتے رہیں؛ اور اُن کی ترتیب دوستی کے ساتھ، اور اُن کا حساب بہ احتیاط تیار کیا کریں؛ اور یہ بات ثابت کیا کریں کہ ہمارے اپنا کام، جو عام یادگاروں کی مرمتی اور انتظام اور سرکاری عمارتوں، یا اُس روپیہ سے متعلق ہی جو سڑکوں یا اور سرکاری عمارتوں میں خرچ ہووے، بطوری تمام انجام دیا ہی۔

مجموعہ قانون ایضاً دفعہ ۳۰

اول یا دوسرے درجہ کی عمر کے نابالغوں کی ولایت، یا اُن سب لوگوں کی ولایت کے باب میں جن کے واسطے قانوناً ولی مقرر ہونا چاہیئے، یہ حکم نافذ کیا جاتا ہے۔ جب کہ جائداد اشخاص مذکورہ کی پائس آرہی سے زیادہ نہ ہو؛ تو اُن کے ولی کا تقرر حاکم صوبہ پر منحصر نہ ہوگا؛ کیونکہ ایسی کارروائی سے خرچ بہت بڑھتا ہے، خصوصاً ایسی حالت میں کہ حاکم مدوح اُس شہر میں مقیم نہ ہو جس میں ولی کا مقرر ہونا ضرور ہو؛ پس ایسی صورت میں ولی کا تقرر بہ اختیار مجسٹریٹ شہر کے، بڑے پادری خدا پرست یا اور سرکاری عہدہ داروں کے مشورہ کے ساتھ، عمل میں آنا چاہیئے۔

مجموعہ قانون ایضاً باب اول کی دفعہ ۱

اور باب ۵۵ کی دفعہ ۸

ہماری یہ خواہش ہے کہ شہروں کے متعصب، جن کا اُن امور سے جو ایمان صادق سے ملانہ رکھتے ہیں، اور راز ہمارے مقدس سے

† روسی قانون میں نابالغوں کے تین درجے تھے اور اُن تینوں کے حقوق اور عوارض جداگانہ تھے۔

بطوری واقف ہونا ضرور ہے، بڑے پادریوں اور کاغذوں، اور معزز اور مشہور لوگوں اور حقیقت داروں، اور انتظام شہر کی کمیٹی کے ممبروں کے اختیار سے، متعصب اور مقرر ہوا کریں؛ اور اُن کے تقرر کی ضرورت فرج کے اعلیٰ انسر کی خدمت میں منظوری کے لیئے روانہ ہوا کرے؛ تاکہ اُس اعلیٰ انسر کی منظوری کی سند سے اُس تقرر کو زیادہ پختگی اور استحکام حاصل ہووے۔

ہم یہاں سے اور قوانین کا بھی حوالہ دے سکتے ہیں، جن سے یہی امر ظاہر ہوگا جو ہم نے بیان کیا ہے، یعنی اُس روسی انتظام میں، جس کے بموجب شہروں کے پندرہویں کے واسطے کمیٹیاں مقرر تھیں، اور زمانہ ہمارے متوسط کے انتظام اور قاعدہ میں، اُس سرشتہ کا وجود پایا جائیگا جس میں ملکہ شہر کے اور لوگوں کے پادری بھی داخل تھے؛ شہری معاملات میں پادریوں کا دخل اُس قدیم زمانہ کے بعد، جس میں کمیٹی انتظام کے ممبر مجسٹریٹ ہوتے تھے، اور زمانہ حال کے شہر کی کمیٹیوں کے سرشتہ سے پہلے ہوا۔

اس سے ظاہر ہے کہ پادریوں کو اپنے کردار کی خاص توثیق اور ترقیب سے، اور اُس رعب داب کے باعث سے جو وہ عیسائی قوم پر رکھتے تھے، اور اُس مداخلت کی وجہ سے جو امرات ملکی میں اُن کو ہوتی، کیسا بڑا اختیار حاصل ہو گیا تھا؛ اُسی وقت سے پادریوں کے فرقہ نے زمانہ حال کی حاکمیت کی قسم اور ہیئت کے قائم کرنے اور اُس کے ترقی دینے میں بہت مدد کی؛ جو اصول اور قاعدہ اس فرقہ کی بدولت حاکمیت کو حاصل ہوا ہے اب ہم اُس کو بیان کریں گے۔

اُس زمانہ میں، جبکہ قوت جسمانی نے خلقت کی مجموعی حالت میں طوفان برپا کر رکھا تھا، اور بڑے زور شور سے نمودار ہو رہی تھی، ایسے اخلاقی رعب داب اور ایسے اخلاقی قوت کے ظہور میں آنے سے جس کی اصل و بنیاد صرف لوگوں کے عقیدوں اور اخلاقی خیالات پر مبنی تھی، بہت بڑا فائدہ متصور تھا۔ اگر پادریوں کے فرقہ کا وجود ایسے وقت میں نہ ہوتا، تو تمام دنیا نری قوت جسمانی کے اختیار اور قابو میں آجاتی۔ یہ قوت اخلاقی صرف پادریوں کے فرقہ کو حاصل تھی، اور انہیں کے ذریعہ سے وہ کام میں آئی؛ بلکہ اس فرقہ نے اور بھی کارروائی کی؛ چنانچہ اُس نے ایسی حکومت اور قانون کر، جو تمام انسانی قوانین سے افضل اور برتر ہی قائم رکھا، اور اُس کے خیال اور اثر کو لوگوں میں شایع کیا؛ اور انسانوں کی نجات کے لیئے اس بڑے عقیدہ کی اصل و بنیاد کو ظاہر اور روشن کیا، کہ تمام انسانی قوانین سے بہتر اور افضل ایک ایسا قانون موجود ہے، جو ہر زمانہ کی رسم و رواج اور حالات کے موافق کبھی تو عقل کے نام سے، اور کبھی قانون الہیہ کے نام سے نامزد ہوتا ہے؛ مگر ہر حال

جس کا ہم قدر کر رہے ہیں حاکم اور معکوم کا فرق قائم ہوا یعنی پادریوں نے یہ ارادہ کیا کہ معکوم کے مقابلہ میں حاکم ایک ملحد اور دوسری چیز قائم ہو جائے اور معکوم قوانین کے باہر نہ رہے جائیں؛ اُن کی خواہشیں اور زندگی کے کام بغیر اس بات کے کہ اُن کی عقل اور طبیعت آزادی کے ساتھ رضامند ہو اپنے قبضہ اور تصرف میں لائے جائیں۔ علامہ اس کے پادریوں نے اس بات کے ایسے بھی کوشش کی کہ خلقت کے امور دنیوی میں اُن قواعد اور احکام کو غلبہ دے کہ جو خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئے ہیں اور جسمانی یعنی دنیوی اختیارات پر تسلط کر کے خود مختاری کے ساتھ حکومت کریں؛ اور جب احکام الہی کو اس طرح پر غلبہ دینے سے دنیوی حکومت حاصل کرنے میں وہ کامیاب نہ ہوئے تو انہوں نے دنیوی بادشاہوں کی وفائدہ اختیار کی اور لوگوں کی آزادی کی مفروضہ کو گوارا کر کے بادشاہوں کے غیر محدود اختیار میں دیکھ دینے کی غرض سے اُنکی خود مختاری کی جان و دل سے قاید کی۔

غرض کہ یہ اصول شایستگی کے آگے جو یورپ کو پانچویں صدی میں پادریوں اور روسی شاہنشاہی سے بہم پہنچے؛ اُسی حالت میں روسی قلمرو کی خلقت پر وحشیوں نے قابو پا کر قبضہ اور تسلط کر لیا۔ اب اُن تمام اصول اور قواعد کے پتھر پیسے بھونکے گئے جو ہماری شایستگی کے وجود اول کی ترتیب میں مظلوم اور مجتہد ہوئے، ہم کو صرف وحشیوں کے حالات کی کیفیت معلوم کرنی پڑی رہی ہے۔

واضح ہو کہ وحشیوں کی کیفیت بیان کرنے سے بالفعل میرا یہ مقصد نہیں ہے کہ میں اُن کی تاریخ کے حالات پر گفتگو کروں۔ اے صاحبوں تم کو معلوم ہے کہ اُس زمانہ میں روسی شاہنشاہی کے فتح کرنے والے تریبا ایک ہی قوم اور نسل میں سے تھے چنانچہ پھر قومیں سکھارونک اور المینی کے وہ سب لوگ اہل جرمنی تھے اور شایستگی اور تہذیب بھی اُن کی قریباً بدرجہ مسابہ تھی۔ بیشک اُن کی شایستگی میں کس قدر تفاوت اُس قریب اور دوری کے لحاظ سے ضرور ہوگا جو روسی قلمرو کی خلقت سے اُن مختلف قوموں کے مسکنوں میں تھی؛ مثلاً قوم کاہنہ بلاشویہ بہ نسبت قوم نرائکس یعنی نرائکسوں کے زیادہ ترقی یافتہ تھی اور اُن کے احوال زیادہ نرم اور پسندیدہ تھے؛ مگر جب ہم پیچھے مجبور ہیں اُن کے حالات پر نظر ڈالیں تو اُن سے جو کچھ نتیجے ہماری نسبت پیدا ہوئے، اُن پر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ وحشیوں کی باہمی شایستگی میں بہت ہی تھوڑا اصلی تفاوت تھا۔

وجود اُس قانون واحد کا مختلف زمانوں میں ہو چکا ہے ہمیشہ پایا جاتا ہے۔

حاصل یہ کہ پادریوں کے ذریعہ سے ایک بڑے واقعہ کی بنیاد پڑ گئی، یعنی قوت اور اختیارات روحانی اور جسمانی کے درمیان امتیاز قائم ہو گیا؛ یہی امتیاز اور تقسیم آزادی ایمان کا مندرجہ ہے اور ایسے اصول پر مبنی ہے جو تہذیب کامل اور وسیع آزادی ایمان کی بنیاد ہے۔ قوت روحانی اور جسمانی کی تقسیم کی بنا اس بات پر ہے کہ روح اور طبیعت اور عقیدہ باطنی اور راستی اور حقیقت پر قوت جسمانی یعنی حاکم کو حکومت کرنے کا کچھ حق نہیں؛ نہ اُس کی کچھ تاثیر اُن پر ہوتی ہے۔ یہ تقسیم اُس امتیاز سے پیدا ہوئی ہے جو عالم خیال اور عالم اعمال یا عالم واقعات باطنی اور خارجی کے درمیان میں قائم اور مسلم ہے۔ غرض کہ یہ قاعدہ آزادی ایمان کا جس کے واسطے اہل یورپ اقدار لڑے ہوئے اور انہوں نے بڑی بڑی تکلیفیں اور ظلم سہے، بہت عرصہ کے بعد انٹر پادریوں کی مرضی کے برخلاف ترقی پانچویں صدی کے جسمانی اور روحانی کے نام سے یورپ کی شایستگی کے میں ابتدائی زمانہ میں قائم اور مسلم ہو گیا؛ اور پادریوں کے فرقہ نے اُس ضرورت کے سبب سے جو وحشیوں سے اپنی قوم کے مستطرد رکھنے کے لیے اُن کو پیش آئی، اس مسئلہ کو رائج اور قائم کیا۔

پس اخلاقی دھب داب کے مرحوم ہونے اور قانون الہیہ کے قائم ہونے اور روحانی اور جسمانی اختیارات کے تقسیم ہونے سے پانچویں صدی میں پادریوں کے فرقہ سے تین بہت بڑے فائدے اہل یورپ کو حاصل ہوئے۔

مگر اُس زمانہ میں بھی سارے اثر اُس فرقہ کے بالکل فانی اور مفید نہیں تھے، چنانچہ اُسی پانچویں صدی میں اُس فرقہ کے کتنے ہی نقص اور خراب اصول بھی ظاہر ہوئے، جو ہماری شایستگی کی ترقی میں نہایت دھکیل اور اُس کے مزاحم دھے ہیں؛ مثلاً اُسی زمانہ میں

† اگرچہ قوت جسمانی اور قوت روحانی کے معنی ظاہر اور صاف ہیں، مگر اس موقع پر جو مراد مصنف کی ہے اُس کی تشریح اوردینی نامذہب نہرگی۔ قوت جسمانی سے وہ قوت مراد ہے جو حاکم کو بزرر شمشیر اور حکومت کے لوگوں کے جسم اور بیرونی حالات پر حاصل ہے؛ اور قوت روحانی سے وہ قوت مراد ہے جو مذہب اور اخلاق کے باب میں کسی مجموعہ مسائل مذہبی اور قوانین اخلاق کو لوگوں کی روح اور طبیعت اور باطنی حالات پر حاصل ہوتی ہے، اور حاکم کو اُس میں مداخلت نہیں پہنچتی۔

+ فارمنز نے حاصل کی تھی، مولفہ تہیری صاحبہ، صرف یہی ایک ایسی کتاب ہے، جس میں وہ تمام خیالات، اور خواہشیں، اور میلان طبعیت، جو لوگوں پر ایسی حالت معاشرت میں، جو وحشت کے قریب قریب ہو، موثر اور حاوی ہوتے ہیں، اس خوبی اور درستی سے ظاہر اور جمع کیے گئے ہیں، کہ ہر ہومر شاعر کی صداقت بیانی اور نقشہ بندی کی برابری کرتے ہیں۔

ممالک امریکہ کے وحشیوں کے حالات زندگی میں، جو عجیب و غریب داستان کوہر صاحب نے لکھی ہے، میرے نزدیک اس میں کچھ حالات ایسے ہیں، جو یورپ کی قدیم وحشی جرمنی قوموں کے حالات سے مشابہہ ہیں، گو وہ مشابہت ادنیٰ درجہ کی ہے، اور راستی اور سادگی بھی اُن میں کم ہے۔ امریکہ کے وحشیوں کے طریقہ اوقات بسری میں، اور جو باہمی تعلقات اور خیالات اُن کے جنگلوں میں موجود پائے جاتے ہیں، اُن میں ایسی چند باتیں ہیں، کہ اُن سے ہم کو قدیم اہل حرموں کے سیکندر طور و طریقے یاد آتے ہیں۔ اس میں کچھ شک نہیں، کہ وہ حالات سیکندر شاعرانہ طرز پر بیان کیے گئے ہیں، اور جو نہایت بڑی بڑی باتیں، اور ناپسندیدہ حالات وحشیوں کی اوقات بسری کے ہیں، وہ بطوری ظاہر نہیں کیے گئے۔ اس موقع پر میں اُن قصصوں کا ذکر کرنا نہیں چاہتا جو وحشیوں کے اطوار اور طریقوں سے باہمی تعلقات خلافت یعنی تمدن اور معاشرت کو پہنچے ہیں، بلکہ وحشی شخص کی خاص ذاتی اور جداگانہ حالت سے اس وقت مجھ کو بھٹا کر رہی ہے۔ ہر ایک وحشی کی طبیعت میں، جو یہ خواہش نہایت غالب تھی، کہ وہ آدمی ذاتی آزادی اور بے تعلقی رکھتا ہو، اُس کے سبب سے وحشیوں کی ذات میں اُس سے زیادہ ناپسندیدہ اور غراب باتیں موجود تھیں جو تہیری صاحب نے ظاہر کی ہیں، چنانچہ اُن میں ایسی سنگدلی اور سرد مہری تھی جو صاحب ممدوح کے بیان سے پوری پوری ظاہر نہیں ہوتی، مگر باوجود اس نقصان اور پرائی، یعنی سنگدلی اور خود غرضی کے، جب ہم اُس خواہش کی ملاحظہ اور اُس کی اصلی حالت جز پر نظر کرتے ہیں، تو ظاہر ہے کہ ذاتی آزادی اور بے تعلقی کا انس ایک بڑا عمدہ امر اخلاق کا ہے، اور انسان کی اخلاقی یا

غرضیکہ وحشی قوموں میں جو عام حالت لوگوں کی تھی، اُس کی کیفیت سمجھتی ضرور ہے، مگر یہ ایسا مضمون ہے کہ اس زمانہ میں اُس کی کیفیت سے ہمارا بطوری واقف ہونا نہایت دشوار ہے۔ اگرچہ بغیر بہت سی دشواری کے روسیوں کے اُس انتظام کی کیفیت، جس کے پیرچہ شہروں کے ہندوستان کی کمیٹیاں جا بجا مقرر تھیں، اور پادریوں کے حالات ہماری سمجھ میں آتے ہیں، کیونکہ اُنکا اثر آج تک پائی جااتا ہے، اور اُنکے پتہ اور نشان بہت سے قواعد اور جاسوس اور واقعات سے پائے جاتے ہیں، خلاصہ یہ کہ ہزاروں فریجے اُن کی شناخت اور تشریح کے ہمارے پاس موجود ہیں۔ مگر وحشیوں کی رسم و رواج اور تمدن اور معاشرت کا وجود بالکل نیست اور قایم ہو گیا، جس ہم اس بات پر مجبور ہوتے ہیں کہ خواہ نہایت قدیم زمانہ کی تاریخانہ یادگاروں سے، یا اپنی عقل و قیاس کے ذریعہ سے، اُن کے حالات جمع کریں۔

وحشیوں کی خصلت اور حقیقت کا نقشہ بطوری ذہنی نشیں ہونے کے لیے البتہ ایک راے اور واقعہ ایسا ہی جسکا سب چیزوں سے پہلے بطوری سمجھ لینا ضرور ہے۔ اُس راے اور واقعہ سے میری مراد وہ غرض ہے، جو ہر فرد بشر کو اپنی ذات کے بے تعلق اور خود محتاج ہونے سے حاصل ہوتی ہے۔ یعنی وہ سرور جو آدمی کو اپنی ذات سے اپنے قرب بازو اور پوری آزادی سے دنیا اور زندگی کے اتفاقات میں کام لینے سے حاصل ہوتا ہے، یعنی اُس عمل اور کارروائی کی غرضی اور نشاۃ جو ہر شخص پہلے جب و مشقت اپنی مرضی سے کرنا چاہتا ہے، یعنی ایسی دلیرانہ کارروائی کا لطف اور حظ جسکا انتہام اور نتیجہ غیر محتاج ہوتا ہے، اور وہ غلطوں سے بھرے ہوئے اور بے نظیر ہوتی ہے۔ غرضیکہ وحشیوں میں اسی راے اور خیال کا غلبہ تھا، وہ اوصاف اخلاقی کے محتاج تھے، اسی محتاجی کے سبب سے بیشمار گروہ انسانی، بغاوتات یعنی وحشیوں کی متواتر حرکت اور درا درہش سے مضطرب رہتے تھے۔ اس زمانہ میں جبکہ ہم لوگ ایک نہایت ترتیب پائے ہوئے مجتمع خلافت میں زندگی بسر کرتے ہیں، تو اُس خیال یا راے کی کیفیت کو، اُس تمام اثر اور قرب کے ساتھ جو، اُس کو چوتھی اور پانچویں صدی کے وحشیوں پر حاصل تھی، بطوری معلوم نہیں کرسکتے۔ اُس کا پورا پورا سمجھنا دشوار ہے۔ میرے نزدیک صرف ایک کتاب موجود اور باقی ہے، جس میں وحشت کی بہت خاص علامت اپنی پوری اب و تاب کے ساتھ منقش اور موجود ہے، یعنی انگلستان کی اُس فتح کی تاریخ، جو قوم

+ یہ فرانسیسیوں کی ایک قوم تھی جسکا وطن نارمنڈی تھا جو فرانس کا ایک صوبہ ہے یہ مدت تک اس قوم کی سلطنت انگلستان میں رہی۔

+ یہ قدیم یونان کا نہایت مشہور شاعر ہے اُس کے نام میں یہ کمال ہے کہ جس کی حالت وہ بیان کرتا ہے اُس کا ایسا نقشہ باندہ دیتا ہے گویا وہ ہی آنکھ کے سامنے موجود ہے اور واقعی ہی خیالی نہیں۔

+ اتفاقات سے ایسے کام دنیا کے مراہ ہیں جنکے نتیجہ اور انتہام کی نسبت ہم کو پتہ نہیں چلتا۔

باطنی خلقت اُس کی نہایت مقتضی ہے اور یہ خواہش یا ائس وہ ضرور ہے جو آدمی کو اُس وقت حاصل ہوتا ہے جب کہ وہ یہ جانتا ہے کہ مجھ کو اپنی اصلاح اور فائدہ کے واسطے اپنی رائے اور مرضی کے موافق عمل کرنے کا اختیار اور آزادی حاصل ہے اور میں بذاتہ ایک چیز جداگانہ اور بے تعلق اور آزاد ہوں۔

یہ خیال یا مسئلہ مذکور جرمنی کے وحشیوں کی بدولت یورپ کی شایستگی کا جزو قرار پایا۔ روسی قلمرو کے باشندے اور عیسائی قوم اور قریباً تمام شایستہ قومیں قدیم زمانہ کی اس عمدہ خیال سے نا آشنا تھیں۔ زمانہ قدیم کی مختلف شایستگیوں میں جس آزادی کا ہم تذکرہ دیتے ہیں، وہ آزادی امور ملکی سے متعلق تھی، یعنی اُس شخص کی آزادی سے جو ملکی نوے یا جماعت میں شریک ہوتا تھا۔ اُن شایستہ قوموں میں سے انسان نے اپنی ذاتی آزادی کے واسطے ہمیشہ نہیں کی بلکہ اپنی ملکہ آزادی کے لیئے سعی کی: چنانچہ جس کسی خاص جلسہ سے تعلق رکھتا تھا، اُس کے مقاصد پر فدا اور اُس کے حاصل کرنے میں اپنی جان دینے کو مستعد رہتا تھا۔ یہی حال پادشاہوں کے فرقہ کا تھا۔ چنانچہ اُس فرقہ کے لوگ اپنی خاص جماعت کے ساتھ جان و دل سے وابستہ ہوتے تھے اور اُس کے قوانین پر جان نثار ہونے کے خیال کو عزیز رکھتے تھے اور اُس کی بادشاہت کو رسم دینے پر آمادہ رکھتے تھے بلکہ یہ کہتا چاہتے کہ اس مذہبی جوش اور خیال سے یہ اثر پیدا ہوا کہ انسان نے اپنی حرکت کو اولاً کو اپنی ذات یا نفس پر قابو دیا، یعنی اُس نے خاص اپنی ذات کو مطیع اور معکوم کرنے اور اپنی طبیعت کو اپنے ایمان اور عقیدہ کا تابع اور پابند کرنے میں دل سے کوشش کی، لیکن خیال اور عشق، اُس ذاتی آزادی اور بے تعلقی کا جو پادجود ہو طرح کے غلطیوں اور چوڑیوں کے ہر شخص کو صرف اپنے نفس کی رضامندی اور سرور کے واسطے حاصل ہوتی ضرور ہے، نہایت عمدہ اور نادر خیال تھا جس سے روسی قلمرو کی خلقت اور عیسائی لوگ محض ذرائع تھے اور اُس نے صرف وحشیوں کے ذریعہ سے پیدا ہو کر زمانہ حال کی شایستگی کے گہوارے میں پرورش پائی اور اس شایستگی کے امور میں اُس کو ایسی بڑی مداخلت رہی ہے اور ایسے عمدہ نتیجے اُس سے پیدا ہوئے ہیں کہ اُس کو اس زمانہ کی شایستگی کا اعلیٰ جزو تصور کرنا چاہیئے۔

اس امر سے میری فرض اُس تعلق سے ہے جس کے سبب سے ضرورت کے وقت ہر سردار کے متوسل اُس کو فوج کی مدد دیتے تھے، یہ تعلق خاص شخصوں اور سپاہیوں کے باہم اس طرح سے قائم ہوا کہ اُس سے ہر ایک کی آزادی کو کچھ ضرر نہیں پہنچتا اور درجہ اور مرتبہ کے مساوات جو اُن کے آپس میں کامل طور پر موجود تھے، وہ بھی شروع شروع میں بہت کچھ سلامت اور قائم رہے؛ مگر پادجود اس کے اُس قسم کی ماتحتی اور توسل جو ایک فرقہ کے ارگوں میں ایک دوسرے کی نسبت ہوتا ہے، اُن میں قائم ہو گیا۔ اور آخر کار اسی قاعدہ کی بدولت وہ امپرائنہ النظام رائج ہو گیا جو بعد کو سلسلہ ریاست ہائے متفقہ اور طوائف الملوک کے نام سے مشہور ہوا اور یہی تعلق اُس وفاداری اور وفاداری کی بنیاد ہے جو ایک آدمی دوسرے آدمی کے ساتھ بغیر کسی خارجی ضرورت اور ایسے فرض کے کرتا ہے جو معاشرے کے عام اصولوں پر مبنی ہو۔ قدیم زمانہ کی جمہوری سلطنتوں میں کوئی آدمی کسی دوسرے آدمی سے کوئی خاص واسطہ اور بے تعلق اتھا نہیں رکھتا تھا بلکہ سب کے سب اپنے شہر سے وابستہ اور تعلق رکھنے والے ہوتے تھے؛ یعنی اُس کے باہم عام تعلق ہوتا تھا، مگر وحشیوں میں خاص خاص آدمیوں کے آپس میں باہمی تعلق دو وجہ سے قائم ہوا: اول تو اُس تعلق کی وجہ سے جو سردار کو اپنے صاحب اور رفیق سے اُس حالت میں کہ جب کہ اُن کے گروہ یورپ میں سرگشتہ اور آوارہ پھرتے تھے؛ اور دوسرے اُس تعلق کی وجہ سے جو اُس وقت اُن کے باہم پیدا ہوا جبکہ طوائف الملوک ہوئی اور صاحب ریاست ہو کر اُن میں ریاست داران متوسل و متفق کا سلسلہ قائم ہوا جس کے بموجب وہ اپنے اعلیٰ سرداروں یا بادشاہوں کے تابعدار سمجھے جاتے تھے اور سردار اعلیٰ آقا کے لقب سے اور اُنکے ماتحت متوسلین اور فرمانبردار کے لقب سے ملقب ہوئے۔ فرض کہ زمانہ حال کی شایستگی کا یہ دوسرا اصول یعنی وفاداری اور تعلق ایک آدمی کا دوسرے آدمی کے ساتھ، وحشیوں ہی سے ہمارے ہاتھ لگا ہے اور اُنہیں کے طور و طریقوں سے ہمارے طریقوں میں داخل ہوا ہے اور اُس کو یہی ہماری شایستگی میں بڑا دخل ہے۔

اے حضرات، اب آپ فرمائیں کہ میں نے شروع میں کیا یہ بات غلط بیان کی تھی کہ زمانہ حال کی شایستگی اپنے آغاز میں ایسی مختلف اور رنگ پرنگی اور ایسی متحرک اور منتشر تھی جیسی کہ اُس کی کیفیت اس بیان سے معلوم ہوتی ہے جو میں نے آپ کے دوہرے عام طور پر بیان کیا ہے؟ کیا یہ بات آپ کو معلوم اور تصدیق نہیں ہوگئی کہ ہماری شایستگی کی ترقی ورز انہوں

ایک اور امر یعنی شایستگی کا ایک اور جزو ہے، ہم کو وحشیوں سے حاصل ہوا ہے اُس کے لیئے بھی ہم انہیں کے مہرون مند ہیں؛

لوگوں کو بھیئت مجبوری، اور ہر شخص کو بحالت جداگانہ، اس بات کا موقع ملا ہے، کہ اُن کی ہر قسم کی ترقی کامل طور پر ہو سکے، اور ہر معاملہ اور ہر کام میں انسان کے قوا کو بے انتہا وسعت اور شکفتگی حاصل ہو سکتی ہے: پس یہہ موقع اُن تمام تکلیفوں اور مصیبتوں اور ہر قیمت اور لاکھ کا، جو اُس کے پیدا کرنے میں ہمکو اُٹھانی پڑیں، کافی وافی معاوضہ ہے۔ تمام مراتب اور حالات پر غور کرنے کے بعد، یہہ ثابت ہوتا ہے، کہ شایستگی یورپ کی ایسی انقلاب پذیر، اور زورآورد، اور جفاکش حالت ہے، ہر سہ سادہ وضع کی شایستگیوں کی یہ نسبت انسان کو بہت زیادہ فائدہ پہنچتا ہے، فرسکہ یہ نسبت نقصان کے اُس ہے انسان کو نفع زیادہ حاصل ہوا ہے۔

اب ہم اُس حالت کی عام علامتوں سے جس میں دنیا رہی شہنشاہی کے زوال اور ادبار سے مبتلا ہوئی واقع ہو گئے، اور اُن مختلف اصواروں سے بھی ماہر ہو گئے، جو یورپ کی شایستگی پیدا کرنے کے لیے متحرک اور ہر انگلیشتہ ہر کم مضبوط اور مجتمع ہوئے: اس کے بعد اب آئندہ ہمکو یہہ دیکھنا ہوگا کہ اُنہوں نے کیا کیا عمل اور اثر اپنا دیکھا، اور اُن کو کس کس طرح سے آشور و نما اور شکفتگی حاصل ہوئی: پس لکچر مابعد میں یہہ امر ثابت کیا جاوے گا کہ اُس زمانہ میں جس کو ہم وحشیوں کا زمانہ کہا کرتے ہیں، اور جس میں وحشیوں کے حملوں سے بڑا گھپلا اور انقلاب واقع ہوا، اُن اصواروں نے کیسی صورت پکڑی، اور کیا کیا نتیجے اُن سے پیدا ہوئے *

واقم

ایف گیزٹ بڑبان فرانس

مترجمہ

ولیم ہیزلسٹ بڑبان انگریزی

میں جو مختلف اصول مجتمع ہیں، وہ قریباً سب کے سب رومی سلطنت کے زوال کے وقت میں بھی موجود تھے؟ اب ہمکو معلوم ہو گیا کہ اُس وقت میں تین ایسے مجتمع خلائق کے موجود تھے، جن کے باہم کچھہ مناسبت اور مشابہت نہ تھی: یعنی ایک تو شہروں کے انتظام کی کمیٹیاں، اور مجلسیں، جو رومی شہنشاہی کی اخیر یادگار اور بقیہ ہیں، دوسرے عیسائیوں کا مجتمع، تیسرے وحشیوں کا گروہ: ان مجبوریوں کی ترکیب اور ترکیب یہہ مختلف تھی، اور اُن کا آشور و نما بالکل مختلف اصول اور قاعدوں پر ہوا: اُن مجبوریوں کے ذریعہ سے جو خیالات اور رائیں لوگوں میں ظاہر ہوئیں، وہ بھی نہایت مختلف اور غیر تھیں۔ چنانچہ ہمکو معلوم ہوا ہے کہ مطلق آزادی، اور بالکل بے تعلقی کے ساتھ، جو ہر شخص اپنے نفس اور اپنے اندل کی نسبت چاہتا تھا، غایت درجہ کی اطاعت اور فرمانبرداری بھی موجود تھی: اور اُن والیان ریاست، اور جاگیر داروں کی حکومت کے پہلو پہ پہلو، جو ادنیٰ درجہ کے جاگیر داروں اور سپاہیوں کے اتا اور سردار ہوتے تھے، مذہبی یعنی پادریوں کی حکومت اور اُن کا ظلم پایا جاتا تھا: اور گرجا کے یعنی مذہبی قرامد اور احکام، اور رومیوں کے نازلانہ قوانین اور رائیں، اور وحشیوں کے روایتی یعنی بغیر لکھے ہوئے رسم و رواج، سب ایک ہی زمانہ میں موجود تھے: فرض کہ نہایت مختلف قوموں اور زمانوں، اور طرح طرح کے حالات معاشرت، اور طور و طریقوں، اور خیالوں، اور رایوں کی آمیزش اور اختلاط، یا ایک ہی وقت میں اُن سب کی موجودگی، جا بجا پائی جاتی تھی۔ میں سمجھتا ہوں کہ جو کیفیت میں نے بیان کی اُس سے ہماری شایستگی کی عام خاصیت اور علامت، جس کے آشور کرنے میں میں نے کوشش کی ہے، بطوری واضح اور روشن ہوتی ہے۔

ہماری شایستگی کے اجزا میں جو اختلاف اور پریشانی اور بے ترتیبی پائی جاتی ہے، بے شک اُس سے بہت نقصان ہمکو پہونچا ہے: اس سبب سے یورپ کی ترقی دیر اور توقف کے ساتھ بتدریج ہوئی ہے، اور یورپ بہت سی آلتوں اور تلافیوں میں مبتلا رہا ہے: مگر ہرچہ اس کے میرے نزدیک اس کا کچھہ انسوس کرنا نہیں چاہیئے، کیونکہ اُسی انقلاب اور اختلاف اور مخالفت کی بدولت، اب

بمقام علیگڈہ — مطبع علیگڈہ انسٹیٹیوٹ میں چھپا اور حافظ

محمد عبدالرزاق کے اہتمام سے شایع ہوا

THE MOHAMMEDAN SOCIAL REFORMER

تہذیب الاخلاق

جلد پنجم [۱۵ ذی الحجۃ سنہ ۱۴۰۶ نبوی سنہ ۱۲۹۱ ہجری] نمبر ۱۷

بسم اللہ الرحمن الرحیم

إصلاح

بخدمت ممبران و خریداران و ناظرین تہذیب الاخلاق

اس پرچہ کی بابت جس صاحب کو کچھ خط و کتابت کرنی منظور ہو یا خریداری اس پرچہ کی مد نظر ہو یا کوئی مضمون اس پرچہ میں مندرج ہونے کے لئے بھیجنا ہو یا زر قیمت اخبار یا زر چندہ یا کچھ روپیہ بطور قریش کے عنایت فرمانا ہو تو سید احمد خاں صاحب بہادر سی ایس آئی پاس بمقام بنارس بھیجا جاوے فرمائے تمام خط و کتابت بابت اس پرچہ کے انہی سے کی جاوے کیونکہ یہ پرچہ علیحدہ میں چھپکر اُن کے پاس چلا جاتا ہے اور وہاں سے تقسیم ہوتا ہے اور تمام حساب کتاب اسکا سب اُن کے پاس رہتا ہے * اس پرچہ میں صرف مضامین مفیدہ جو مسلمانوں سے متعلق ہیں چھاپے ہوتے ہیں اور اس سبب سے اخبار امصار و دیار اس میں مندرج نہیں ہوتے — مقصود اس پرچہ کے اجرا سے یہ ہے کہ مسلمانوں کی حسن معاشرت اور تہذیب کی ترقی ہو اور جو غلط اوہام مذہبی اس ترقی کے مانع ہیں اور درحقیقت وہ مذہب اسلام کے برخلاف ہیں وہ بھی ستائے جاویں *

إصلاح

تشریح قیمت و مصرف منافع تہذیب الاخلاق

جس قدر ب بابت اس پرچہ کے بطور چندہ خراجہ بطور قیمت وصول ہو وہ ب خاص شخص کی ملکیت نہوگا بلکہ اس پرچہ کے اجرا و ترقی میں صرف کیا جاوےگا * جن دوستوں نے شریک ہوکر اس پرچہ کو جاری کیا ہے اور ساتھ روپیہ سالانہ اس پرچہ کے اجرا کے لئے بطور امداد دیتے ہیں وہ اس پرچہ کے متعلق معاملات میں بطور ممبر کے متصور ہیں اُن کو اختیار ہے کہ اگر چاہیں تو اُڑ کسی کو بھی بطور ممبر اپنے ساتھ شریک کریں اور جو شخص اس طرح پر شریک ہوگا اُس کو بھی ساتھ روپیہ سالانہ دینا ہوگا * یہ پرچہ ہر مہینے میں ایک بار یا دو بار یا تین بار جیسا کہ مقتضای مضامین ہوگا چھپا کر یگا خریداروں کو چار روپیہ سالانہ قیمت پیشگی دینی ہوگی اور ہر خریدار اُس سال رواں کے شروع سے جس میں وہ خریدار ہوا ہے خریدار تصور ہوگا اور اخراجات روانگی پرچہ سے اُن کو کچھ تعلق نہوگا * اگر کوئی شخص کوئی خاص پرچہ خریدنا چاہیگا اُس کو فی پرچہ چار آنہ سے اخراجات روانگی پرچہ دینا ہوگا بشرطیکہ وہ پرچہ زائد دفتر میں موجود ہو *

مضمون نمبر ۴۰۰

لکچر

نمبر ۳

مانسینور ایف گیزٹ صاحب فرانسیسی کا

سولزیشن پر

اے صاحبوں - یورپ کی شایستگی کے بنیادی اصول اور اس کی وہ ابتدائی کیفیت جو رومی شاہنشاہی کے زوال کے وقت تھی، آپ کے روبرو بیان کی گئی۔ اُس سے پہلے میں نے کچھ حال اُن اصول کے اختلاف اور مسلسل باہمی مخالفت کا بیان کر کے، اس امر کے ثابت کرنے میں کوشش کی کہ اُن اصول میں سے کوئی اصول یورپ کے مجموعہ خلائق پر ایسا غلبہ مطلق حاصل کرتے ہیں، یا اُس پر اس قدر جاری ہو جائے ہیں، کامیاب نہیں ہوا کہ اُس کے سوا اور اصول بالکل معدوم، یا حد سے زیادہ اُس کے مطیع ہو گئے ہوں۔ اور یہ بات ظاہر ہو چکی ہے کہ یہی خاص علامت شایستگی یورپ کی تھی، اُسی کے ذریعہ سے اُسی کا بھاری امتیاز ہوتا ہے۔ اب ہم اُس شایستگی کے اُس زمانہ کی تاریخ بیان کرنا شروع کرتے ہیں، جس کو رشتہوں کا زمانہ کہتے ہیں۔

اس زمانہ پر پہلے ہی نظر ڈالنے سے ممکن نہیں کہ اُس واقعہ پر نظر نہ پڑے جو بظاہر بیان مذکور کے مخالف معلوم ہوتا ہے۔ جب ہم ایسے چند خیالات کی ماہیت کو دیکھتے ہیں، جو یورپ کے قدیم حالات کی نسبت یقین کیلئے جاتے ہیں، تو معلوم ہوتا ہے کہ ہماری شایستگی کے مختلف اصول، یعنی سلطنت شہنشاہی، اور دنیا کا انتظام بذریعہ احکام الہی، اور حکومت نوعیت، اور جمہوری کے اصول، سب اس بات کا دعویٰ کرتے ہیں کہ ابتدا میں یورپ کا مجموعہ خلائق ہمارے تحت اور قابو میں تھا، اور ہمارا اختیار اور مطلق حکومت صرف اس وجہ سے ضائع ہو گئی کہ اصول مخالف نے اُس کو غصب کر لیا۔ جو کچھ اس امر میں لکھا گیا اور بیان کیا گیا ہے، اُن سب تصدیقوں اور بیانات کے ملاحظہ سے دریافت ہوگا کہ وہ تمام طریقے اور انتظام، جن کے ذریعہ سے ہماری ابتدائی حالت کی توضیح اور تشریح کا ارادہ کیا گیا ہے، اس بات کے دعویدار ہیں کہ یورپ کی شایستگی کے اصولوں میں سے ایک نہ ایک اصول کو غلبہ مطلق حاصل رہا ہے۔

چنانچہ ایک فرقہ اُن لوگوں کا ہے، جو طوائف الملوک یا انتظام ریاست ہائے متفقہ کے معارف ہیں، اُن میں سے نہایت مشہور

اولیولیرز صاحب کے پیرو ہیں۔ اُن کا یہ دعویٰ ہے کہ رومی شاہنشاہی کے زوال کے بعد، قصبہ قریب کے لوگوں کو، جو بعدہ امراد ملک ہو گئے، تمام اختیارات اور حقوق حاصل تھے، اور کل مجمع خلائق انہیں لوگوں کا معکوم اور مطیع تھا۔ اُس کے بعد اُن امیروں سے بادشاہوں نے اور رعایا نے وہ حکومت چھین لی، پس طوائف الملوک، یا حکومت اموا، یورپ کی ابتدائی حالت اور اصلی ہیئت تھی۔

مگر اس فرقہ کے، سلطنت شہنشاہی کے مددگاروں کا بھی ایک فرقہ ہے، مثلاً ڈیوس صاحب کی خانقاہ کے پیرو بیان مذکور الصدر کے برخلاف یہ ظاہر کرتے ہیں، کہ یورپ کا مجموعہ خلائق بادشاہوں کے تحت و تصرف میں تھا، یعنی رومی شاہنشاہوں کے حقوق جرمینی بادشاہوں کو وراثتاً پہنچے تھے، اور قدیم قریبوں نے خصوصاً قریب کالو، یعنی فرانسیسیوں نے، اُن کو بادشاہ ہونے کے لیے غور پلایا تھا، پس انہیں کی حکومت جائز تھی، امیروں نے جو کچھ تسلط کیا وہ سب بادشاہوں کے حقوق اور اختیار کا بیچا قبض و تصرف تھا

اسی طرح سے تیسرا فرقہ اُن آزاد مدیروں یا حکومت جمہوری کے حامیوں کا پایا جاتا ہے، جنکو ہم کسی اور نام سے بھی پکار سکتے ہیں، مثلاً رعایا کے مدد و معاون کہیں، اُن میں سے میڈی صاحب کی خانقاہ والوں کے مقلد کے بموجب، پانچویں صدی سے مجمع خلائق کی حکومت اُس معکمہ کو پہنچی جو آزادانہ قرامد اور اصول سے مرکب اور مرتب تھا، یعنی آزاد لوگوں یا رعایا کی جماعت کو حاصل ہوئی، اور امیروں اور بادشاہوں نے اُس ابتدائی آزادی کو لوٹ کھسوٹ کر اپنے آپ کو مالا مال کر لیا، اُن کے حماروں کی مار مار سے عام آزادی مغلوب ہو گئی، ورنہ اُن کے عہد سے پہلے اُسی کو فوقیت اور پوری سبقت حاصل تھی۔

بادشاہت اور امیروں اور رعایا کے وفاداروں کے دعووں سے بڑے کر مذہب کے حامی اور معاون اپنا دعویٰ پیش کرتے ہیں جو احکام الہی پر مبنی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ مذہب اپنے اصل مقصد اور ایسے حق کے سبب ہے، جو خدا تعالیٰ کی ذات خاص سے اُس کو حاصل ہے، مالک اور مختار تمام مجمع خلائق کا تھا، اور صرف اُسی کو استحقاق اُس کی حکومت کا تھا، پس یورپ کی ملکہ + جائز اور

+ یہ انگریزی زبان کا متادارہ ہے کہ جس کی کو لوک بہت عزیز اور عمدہ جانتے ہیں اُس کو مرنے کے صیغہ سے یاد کرتے ہیں، مثلاً چاند کو ملکہ آسمان کہتے ہیں۔

حقدار ہونے کا رتبہ صرف مذہب ہی کو حاصل تھا، کیونکہ اسی کی تشریف اور معائنہ سے یورپ حقایق اور شایستگی تک پہنچتا ہی۔ پس اے صاحبزادے، ہماری حالت قہایت پیچیدہ ہے، ہم نے یہ خیال کیا تھا کہ ہم یہ بات ثابت کرچکے کہ یورپ کی شایستگی کے اصول میں سے کوئی اصول اُس کی تاریخ کے زمانہ میں غالب مطلق نہ تھا، بلکہ وہ سب اصول ہمیشہ اتصال اور اختلاف اور مخالفت اور مصالحت کی حالت میں موجود اور قائم رہے، مگر ہم پہلی ہی منزل میں ایسی راے کا وجود پاتے ہیں جو صریح مخالف ہمارے بیان کے ہے، یعنی یہ راے کہ یورپ کی عین ابتدائی حالت میں، یعنی اُس زمانہ میں، جب کہ یورپ وحشیوں سے معمور تھا، فلاں فلاں اصول اور قاعدہ مجمع خلائق پر بالکل حاوی اور غالب تھا، اور کسی ایک ملک میں نہیں، بلکہ یورپ کے تمام ملکوں میں ہماری شایستگی کے مختلف اصولوں کی طرف سے اسی قسم کے مخالف دعوے مختلف زمانوں میں کچھ کچھ مختلف صورتوں میں ظاہر ہوئے ہیں، چنانچہ جن تاریخ والے فرقوں کا ہم ابھی ذکر کرچکے ہیں وہ جا بجا موجود پائے جاتے ہیں۔

یہ امر یعنی مخالف دعوے مذکور کا پیش ہونا بذاتہ ایک امر اہم نہیں ہے، بلکہ اس وجہ سے یہ مسئلہ رکھتا ہے کہ اُس سے ایسے اور واقعات ظاہر ہوتے ہیں جو ہماری تاریخ میں بڑا رتبہ رکھتے ہیں۔ حال کے یورپ کے اول زمانہ کی حکومت اور اختیار کی نسبت جو نہایت مخالف دعوے ایک ہی وقت میں پیش کیئے گئے ہیں، اُن سے دو واقعے لحاظ کے قابل ظاہر ہوتے ہیں، اول اختیارات ملکی کے استحقاق کی اصل اور قاعدہ جو اُن خیالات میں سے ہے جن کو یورپ کی شایستگی میں بڑا دخل رہا ہے۔ دوسرا امر یہ ہے کہ ہم کو یورپ کے زمانہ وحشت کی حالت کی خاص اصلی علامت اور خاصیت معلوم ہوتی ہے، اور بالکل ہم کو خاص اُسی زمانہ سے سروکار اور بھٹ ہے۔

اب ان دونوں واقعوں کے ثابت کرنے میں کوشش کی جارہی ہے، یعنی اُن اصل دعوؤں کی مخالفت سے جن کو ہم ابھی بیان کرچکے ہیں ایسا مسلسل نتیجہ نکالا جاوے گا جس سے وہ دونوں واقعے ثابت ہو جائیں گے۔

اب خیال کرنا چاہیئے کہ یورپ کی شایستگی کے مختلف اصول، یعنی دیوی انتظام بذریعہ احکام الہی، اور بادشاہی، اور حکومت قریبہ اور جمہوری کے معان، اپنے اس دور کے ثبوت میں کہ یورپ کا مجمع خلائق پہلے پہل ہمارے ہی اصول کے تحت حکومت تھا کیا کہتے ہیں، اور اُن سب کا کیا یہ دعویٰ نہیں ہے کہ ابتداءً ہمارا ہی

اگر ہم یورپ سے قطع نظر کر کے اور ملکوں اور زمانوں پر نظر ڈالیں، تو یہی مسئلہ استحقاق اختیارات ملکی کا جا بجا نظر آوے گا، یعنی حکومت کی کسی جزو، یا کسی جاسہ اور طریقہ، یا قاعدہ سے ہم اُس کو ہو چکے منسوب پارہنگہ، کوئی ملک اور زمانہ ایسا نہیں ہے جس میں مجمع خلائق اور اختیارات ملکی کا کچھ نہ کچھ وجود نہ پایا جاوے، اور جس سے اسی قسم کا استحقاق جو قدامت اور امتداد مدت پر مبنی ہے منسوب نہ کیا گیا ہو، اور وہ استحقاق تسلیم نہ کیا گیا ہو۔

اب چاہئے کہ یہ اصول استحقاق کیا ہے، اور اُس کے اجزا کیا ہیں اور اُسے شایستگی یورپ میں کس طرح سے مداخلت پائی ہے۔ واضح ہو کہ تمام اختیارات اور حکومتوں کی ابتداء میں قوت جسمانی کا رجحان پایا جاتا ہے اور یہ قاعدہ تمام اختیارات ملکی کی

زبردستی سے قائم ہونے والی حکومتیں عمل نہ کیا جارہے، وہ اپنی قدامت کے حیلہ اور پردہ سے ایک مختلف استحقاق رکھنے کا دعوے کرتے ہیں۔ پس استحقاق اختیارات و حکومت ملکی کی اول خاصیت یہ ہے کہ زور و قوت جسمانی کو اپنا مندرج تسلیم نہ کرے وہ اپنے آپ کو ایک خیال یا قوت اخلاقی سے، یعنی راستی اور انصاف اور عقل اور معقولیت کے مسئلہ سے متعلق اور منسوب کرتے ہیں، اسی اصول اور بنیاد سے استحقاق اختیارات ملکی کا قاعدہ قائم ہوا ہے، اور قدامت اور امتداد مدت کے ذریعہ سے وجود اُسکا حسب مندرجہ ذیل قرار پاتا ہے۔

یعنی جب کہ تمام حکومتوں اور انتظاموں اور خلائق کے مجسموں کے ابتدا میں زور و قوت کا غلبہ ظاہر ہو لیتا ہے، تو زمانہ اپنا دخل اور اثر شروع کرتا ہے اور زور و زبردستی کے کاموں اور نتیجوں کی ہیئت تبدیل کر کے اُنکی اصلاح کرتا ہے، اور مجمع خلائق کے ہر قسم کے لوگوں سے مرکب ہو کر محض قائم رہنے ہی سے وقت کے گذرنے پر اُن کاموں کی اصلاح ہوجاتی ہے جو زور و زبردستی سے ابتدا میں ظاہر اور پیدا ہوئے تھے انسان کی خاص ذات میں انتظام اور انصاف و معقول پسندی کے خیالات سرحد ہیں، اور وہ ہمیشہ اُس کے ساتھ رہتے ہیں، اور اُس کی طبیعت میں یہہ خواہش موجود ہے کہ وہ خیالات اُس کے شایع ہوں، اور جن حالات میں وہ زندگی بسر کرتا ہے اُن میں اُن خیالات کی مداخلت اور قائل ہووے، اور اس کام کے انجام دینے کے لیے ہمیشہ کوشش کرتا رہتا ہے، اور اگر وہ حالہ معاشرت جو اُسکو حاصل ہوتی ہے قائم رہتی ہے، تو ہمیشہ اُس کی کوششوں کا کچھ نہ کچھ اثر پیدا ہوتا رہتا ہے، فرض کہ جس عالم اور مجمع خلائق میں انسان اپنی اوقات بسر کرتا ہے، اُس میں عقل اور اخلاق اور استحقاق اور درستگی کے اصول کو رواج دیتا ہے۔

انسان کے کاموں اور کوششوں کے علاوہ ایسے قدرتی قانون کی وجہ سے جسکی شناخت اور امتیاز میں غلطی ہونی غیر ممکن ہے، اور جو اُس قانون اور قاعدہ سے مشابہ ہے جس کے بموجب مادی دنیا اور عالم اجسام انتظام اور ترتیب پایا ہوا ہے، اسقدر معقولیت اور انصاف اور انتظام خود بخود موجود ہے جو ایک مجمع خلائق کے قیام اور بقا کے واسطے نہایت ضروری ہے، چنانچہ مجمع خلائق کے قائم اور بقی رہنے ہی سے ہم یہہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ کوئی مجمع خلائق محض پیروی اور بے انصاف اور بے تمیز نہیں ہوتا، اور معقولیت اور انصاف اور راستی اور درستگی کے اُس اصول سے جس پر خلفاء کے تمام مجسموں کی بقا اور قیام منحصر ہے بالکل معزوم اور

نسبت میں بے امتیاز بیان کرتا ہوں، مگر یہی یہہ فرض نہیں ہے کہ تمام اختیارات کی اصل اور بنیاد صرف زور اور قوت ہی ہوتی ہے، یا یہہ کہ اگر اُن کی ابتدا میں بجز زور و قوت کے اور کچھہ استحقاق اُن حکومتوں کو نہ ہوتا تو وہ قائم ہوجاتیں، بلکہ ظاہر ہے کہ اور حقوق کا ہونا یہی ضروری ہے، چنانچہ حکومت اور اختیارات مجامع خلائق کی بعض مصلحتوں کے سبب سے، یعنی مجامع خلائق کے املار اور طریقوں اور رایوں اور خیالات کی حالت کے لحاظ سے قائم ہوا کرتے ہیں، لیکن پھر بھی اس امر سے اغماز نہیں ہو سکتا کہ تمام حکومتوں اور انتظاموں کی ابتدا قوت جسمانی سے منسوب اور داغدار ہوتی ہے، گو اُنکی خاصیت اور صورت کسی ہی کیوں نہ ہو۔

مگر کوئی صاحب حکومت اس ابتدا کا اقرار نہیں کرتا، بلکہ تمام ذی اختیار اُس سے انکار کرتے ہیں، اور کوئی تسلیم نہیں کرتا کہ ہمارا اختیار اور حکومت زور و قوت کے ذریعہ سے قائم ہوئی، ایک ایسی سمجھہ یا ہوشیاری جسکے برخلاف عمل کرنا غیر ممکن ہے صاحبان حکومت کو اسباب سے آگاہ اور متنبہ کرتی ہے کہ زور و زبردستی سے استحقاق کی بنیاد قائم نہیں ہوتی، اگر ہماری اصل اور بنیاد زور و قوت تھی تو ہمارا حق کبھی قائم نہیں ہو سکتا۔ پس اب جو ہم ابتدائی زمانوں کا حال دیکھتے ہیں اور مختلف انتظاموں اور سرشتوں اور اختیارات اور حکومتوں کو زور و زبردستی کے پختہ اور قابو میں دیکھتے ہیں، تو اسیرجہہ سے ہر قسم کے صاحب حکومتوں میں سے ہر ایک یہہ حجت اور دعوے کرتا ہے کہ میرا انتظام اور میری حکومت دوسرے حقوق کے وجود سے پہلے اور سب سے اول موجود تھی، اور مجمع خلائق اس زور و زبردستی اور کثافت اور نساد کی حالت سے پہلے، جس میں تم سمجھو پاتی ہو میرے ہی اختیار و حکومت میں تھا، میرا ہی انتظام و اختیار جایز اور درست تھا، لیکن اور لوگوں نے میرے حقوق پر ناحق حجت اور تکرار کر کے اُنکو بطور ناجایز غصب کر لیا۔

امر مذکورہ بالا سے صرف یہہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ زور و زبردستی کا قاعدہ استحقاق اختیارات ملکی کی بنیاد نہیں ہے، بلکہ اُس کی اصل اور بنیاد اس سے بالکل مختلف ہے۔ اب سمجھنا چاہیئے کہ تمام سرشتوں اور حکومتوں کا زور و زبردستی سے اس طرح پر منکر ہونے سے مقصد کیا ہے، ظاہر ہے کہ اُنکو اسبات سے اقرار ہے کہ اُنکا استحقاق کسی اور بات پر منحصر ہے جو اُنکے استحقاق کی اصلی بیض و بنیاد ہے، یعنی اُنکا استحقاق عقل اور معقولیت اور راستی اور انصاف پر مبنی ہے، وہ ایسی اصل اور بنیاد سے شاید اس خواہش سے اپنے آپ کو متعلق کرنا چاہتے ہیں کہ اُنکو زور و

ہوتا ہے، چنانچہ اُس کو آزادی اور حکومت دونوں سے مناسبت اور اتھار ہے، اور خاص حقوق اور اُن قواعد سے چنانکہ بموجب ملکی اختیار عمل میں لائے جاتے ہیں دونوں سے مساوی تعلق ہے۔ ہم اُسکا وجود نہایت متشاقب انتظاموں اور سررشتوں میں، مثلاً مارایف الملوکی کے انتظام اور فلائٹرز اور جرمن کی اُن کمیٹیوں اور جلسوں میں، جو شہروں کے انتظام کے لیئے مقرر تھیں، اور اٹلی کی جمہوری حکومتوں میں بھی ایسی ہی خوبی اور کمال سے پاتے ہیں، جیسا کہ بادشاہی کے قواعد میں، غرضکہ وہ ایک ایسی صفت اور علامت ہے جو زمانہ حال کی شایستگی کے مختلف اصولوں میں پھیلی ہوئی ہے، اور اس کی ماہیت کو شایستگی کی تاریخ کے ابتدا ہی میں سمجھ لیتا ضرور تھا۔

دوسرا امر یا واقعہ جو اُن مختلف دعووں مذکورہ صدر سے صاف صاف ظاہر ہوتا ہے جو وقت واحد میں پیش کیئے گئے ہیں، اُس زمانہ کی اصلی علامت ہے جسکو ہم یورپ کی وحشت کا زمانہ کہا کرتے ہیں، جب کہ یورپ کی شایستگی کے تمام اصولوں کے معاونوں کو بھٹ دے دی ہے کہ زمانہ مذکور میں یورپ خاص ہمارے قبضہ اور حکومت میں تھا، تو ایسے دعووں کا صریح نتیجہ یہ ہے کہ اصول مذکور میں سے کسی اصل اور جزر کو کامل غائبہ حاصل نہ تھا، کیونکہ جب کوئی قاعدہ معاشرت اور تمدن کا دنیا میں غالب ہوتا ہے تو اُس کا امتیاز کچھ مشکل نہیں ہوتا، دسویں صدی کے حالات کے معائنہ سے بے قائل طوائف الملوکی کے انتظام کا امتیاز ہوتا ہے، اور سترہویں صدی میں اس بات کے اقرار کرتے ہیں ہم کہ کامل نہیں ہے کہ حکومتیں شہرہ یعنی بادشاہت غالب ہو گئی، اگر ہم فلائٹرز کے اُن مجسموں کو نظر کریں جو شہروں کے انتظام اور دوستی کے لیئے مقرر ہیں، اور ملک اٹلی کی جمہوری حکومتوں کو ملحوظ کریں، تو غیر الغور ہم اس بات کی گواہی دینگے کہ جمہوری سلطنت کے اصول کو وہاں سبقت حاصل ہے، غرض کہ جب فی الحقیقت مجموعہ خلافت کے حالات میں کوئی اصول غالب موجود ہوتا ہے، تو اُسکی شناخت اور تمیز ہونا مشکل ہے۔

اُن مختلف سررشتوں اور انتظاموں کے باہم جو یورپ کی شایستگی میں دھکیل ہوئے، اس امر کی بابت جو تنازعہ واقع ہوا کہ ابتداء شایستگی مذکور میں کونسا قاعدہ اور سررشتہ غالب تھا، اُس سے ثابت ہوتا ہے کہ سب اصول اور قاعدے وقت واحد میں اپنا وجود رکھتے تھے، اور اُن میں سے کوئی بھی عموماً استقدر رائج اور جاری

عموماً نہیں ہوتا، اور اگر مجموعہ خلافت گفتہ ہو کر ترقی پاتا ہے اور زیادہ قوی اور آسودہ حال ہوتا جاتا ہے، اور تمدن اور معاشرت کی حالت کو روز بروز زیادہ آدھی قبول کرتے جاتے ہیں، تو اسکا سبب یہ ہے ہوتا ہے کہ وقت کے گزرنے اور زمانہ کی گردش سے عقل اور انصاف اور درستگی اُسکو زیادہ حاصل ہوتی جاتی ہے، اور درجہ بدرجہ اُس کے حالات کی ترتیب اصلی استحقاق اور درستگی کے موافق ہوتی جاتی ہے۔

غرض کہ اُس مجموعہ خلافت کا جو خیال اور رائے استحقاق اختیارات و حکومت ملکی کی نسبت ہوتی ہے، وہ تمام دنیا میں مذکورہ بالا طریقہ سے دھکیل ہوتی ہے، اور دنیا سے ہر ایک شخص کی جداگانہ طبیعت میں نفوذ ہوتی ہے۔ پھر حال اُس انتظام و حکومت کی بنیاد اور ابتدا کیقدر ایسا استحقاق ہے جو از روئے اخلاق یعنی انصاف اور عقل اور راستی اور درستگی کے استحقاق کے قام سے موسوم ہو سکتا ہے اور پندہ ایسی منظوری اور تسلیم ہو اُسکا مدار ہوتا ہے جو وقت کے گزرنے سے حاصل ہوتی ہے، جس سے اسباب کے یقین کرنے کی وجہ پیدا ہوتی ہے کہ عقل نے واقعات اور معاملات میں حضوری دخل پایا اور اصلی استحقاق اور درستگی عالم ظاہری پر موثر ہوئی۔ اب ہم جس زمانہ کے حال پر سمجھیں کہ متکرر کرینگے اُس سے معلوم ہوگا کہ زور و زبردستی اور کذب و دروغ نے بادشاہت کے انتظام اور حکومت اسرا اور جمہوری کے قواعد اور اصول کو، بلکہ خاص مذہب کو بھی گھیر لیا تھا، اور ہر جگہ زور و زبردستی اور دروغ اور کذب کی اصلاح زمانہ کی تاثیر سے بتدریج ہوتی گئی، اور بجائے اُن کے راستی اور درستگی، شایستگی میں قائم ہو گئی، حاصل یہ کہ انسانوں کی حالت معاشرت میں راستی اور درستگی کے دھکیل ہونے سے، استحقاق اختیارات ملکی کا خیال اور مسئلہ رتق پذیر ہوا، اور زمانہ حال کی شایستگی میں مذکورہ طرز سے اُس نے اپنے لیئے جگہ اور مرتبہ حاصل کیا۔

مختلف زمانوں میں جب کہ مسئلہ استحقاق اختیارات ملکی کو، اختیار مطلق یعنی بادشاہت کا نشان قرار دینا چاہا، تو اُس کی اصلیت میں خرابی پڑ گئی، اختیار مطلق یعنی بادشاہت کا نشان ہونے سے، اُس کی اصلیت اسقدر ہمید اور غیور ہے کہ صرف انصاف اور راستی اور درستگی کے قام سے اُس کی بنیاد دنیا میں قائم ہوئی ہے، اور اُس کا اثر عالم پر ظاہر ہوا ہے، پس وہ مسئلہ ایسا نہیں ہے کہ اُس کے مقابلہ میں کوئی اصول قائم نہ رہ سکے اور وہ کسی شخص کی ذات خاص سے تعلق نہیں رکھتا، بلکہ جہاں کہیں درستگی اور راستی ظہور پذیر ہوتی ہے، وہاں اُس کا وجود بھی قائم

ہرگز از سرتوچ آزاد رہنے کے لیئے "کوشش کرتے تھے؟ غرض کہ تحریک اور پرائیویٹنگ کے سبب سے ایک فرقہ سے دوسرے فرقہ میں پیرایہ انتقال اور تبدیل کا ہونا، اور عموماً مختلف فرقوں کے تعلقوں کا غیر معین اور غیر مستقل ہونا، اور کسی شخص کا اپنی حالت پر یکساں قائم ٹرہنا، چاہیچا پایا جارہیگا۔

زمینداری کی حقیقت کا یہی بھی حال تھا؟ یہہ بات مشہور ہی کہ اراضی کی تقسیم اس طرح پر تھی کہ بعض اراضی بالکل معافی کی تھی، اور بعض پر کسیقدر حقوق کسی سردار یا حاکم بالادست کے قائم تھے، اور یہہ بھی آپ صاحبوں پر روشن ہی کہ دوسری قسم احرار اراضی کی حقیقت میں ایک پہلے درجہ اور معین ترقیب اور سررشتہ کے قائم ہونے کا کس طرح پر ارادہ کیا گیا تھا؟ چنانچہ جس حقیقت پر کچھ عراج دینا پڑتا تھا، وہ اول میں سالہائے معدودہ اور معین کے واسطے عطا کی جاتی تھی، اور اُس کے بعد جاگیردار کے حین حیات تک اور احرار کار سورتی حقیقت ہو جاتی تھی، غرض کہ انتظام اور ترقیب کے قائم کرنے میں کوشش محض پیکار تھی، اور سب قسموں کی حقیقت بلکہ ترقیب اور بے قاعدہ موجودہ تھی، چنانچہ ایک ہی زمانہ میں اراضی عراج گزار بی تین قسمیں مدور موجود تھیں، اور اراضی واحد چند سال میں ان مختلف قسموں میں داخل ہوتی تھی، جس طرح لوگوں کی حالتوں میں کچھ استقلال نہ تھا اُسی طرح اراضیوں کی حالت بھی ناپائدار تھی۔ تمام اطراف اور جوانپ میں وہ بڑا انقلاب اور تبدیل پایا جاتا تھا جو خانہ بدوشی کی حالت سے ٹنارہ کر کے قیام اور سکون کی حالت قبول کرنے، اور ذاتی اور خاص تعلقات معدوم ہرگز حقیقت اور لوگوں کے باہمی اور مجبوری تعلقات قائم ہونے سے اظہار من الشمس ہی۔ اس انقلاب اور تبدیل کے زمانہ میں ہائستکی کے تمام جزیرہ کا حال پریشان اور بے ترتیب تھا اور وہ خاص خاص امور اور خاص خاص مقاموں سے مخصوص تھے۔ اُس وقت کے قرامد اور طریقوں میں بھی اُسی قسم کی بے استقلالی اور آمیزش پائی جاتی ہی، چنانچہ وقت واحد میں تین قاعدے ترقیب اور انتظام کے موجود تھے، یعنی بادشاہ کا انتظام، اور طوائف الملوک جس میں حقیقتوں اور لوگوں کے باہم توسل اور استمداد کا سلسلہ قائم تھا، اور آزاد جاسے یعنی آزاد لوگوں کی مجلسیں جو متفق ہرگز معاملات کے طے کرنے کے واسطے ہتھ و مباحثہ کرتی تھیں۔ ان تینوں سررشتوں اور انتظاموں میں سے کسی ایک کے دخل اور قابو میں مجمع خلیق نہ تھا، اور کرنی ایک انتظام اور قاعدہ کسی دوسرے سررشتہ اور اصول پر غالب نہیں ہوا، چنانچہ آزاد جلسے تو موجود تھے، مگر جن لوگوں کو اُن میں شریک ہونا چاہیئے تھا وہ

نہیں ہوا کہ مجمع خلیق اُسی کی شکل اور صورت پر قائم ہو جاتا اور اُسی کے نام اور علامت سے مشہور ہوتا۔ غرضکہ یورپ کے زمانہ وحشت کی یہہ خاصیت اور علامت تھی، یعنی تمام مختلف اصول مضبوط ہو رہے تھے، اور سارے انتظام اور قاعدے اپنی ابتدائی حالت میں تھے، اور اُن کے آپس میں مخالفت اور تفرقہ عام تھا، اور وہ تفرقہ اور تنازعہ بھی دائمی یا کسی قاعدہ پر نہ تھا۔ اُس زمانہ کی حالت معاشرت کے طرز اور طریقہ، یعنی حالات پر غور کرنے سے میں آپ صاحبوں کے دوبرو یہہ بات ثابت کر سکتا ہوں کہ کسی جگہ کسی ایک ایسے امر واحد یا اصول مفرد کا موجود ہونا غیر ممکن تھا جو عام اور مستحکم اور مسلم ہو گیا ہو، پس اُس بات کے ثبوت میں دو باتوں پر میں حصر کرتا ہوں، یعنی لوگوں کی حالت جداگانہ، اور عام قاعدوں اور طریقوں کی حالت پر توجہ کرتا ہوں، جسکی کیفیت سے کل مجمع خلیق کا نقشہ ظاہر ہو جا رہیگا۔

اُس زمانہ میں چار قسم کے لوگ پائے جاتے ہیں ایک آزاد آدمی، جو کسی برتر درجہ کے آدمی یعنی کسی مری کے متوسل اور ماتحت نہ تھے، اور اپنے مال و متاع کے کامل آزادی کے ساتھ قبض اور اپنی زندگی جس طرز پر بسر کرنے کو جی چاہے بسر کرنے کے اختیار مطلق تھے، اور کسی دوسرے شخص کے کسی طرح مزہون منہ نہ تھے اور کچھ تعلق کسی سے نہ رکھتے تھے۔ دوسرے متوسل، جنکو دوسرے آدمیوں سے پہلے تو وہ تعلق تھا جو مصاحب اور سردار کے درمیان میں ہوتا ہی، پھر دوسرے تعلق کی وجہ سے متوسل اور فرمانبردار قرار پائے، یعنی ایسا تعلق اُن میں ہو گیا جو اُقا اور تاجدار کے آپس میں ہوتا ہی، اور اُنہوں نے جاگیریں یا اور ہتھکشیں عطا ہونے کے سبب سے دوسروں کی خدمت کا فرض اپنے ذمہ اختیار کیا۔ تیسرے آزاد شدہ آدمی، چوتھے غلام۔ مگر ہم پوچھتے ہیں کہ کیا یہہ مختلف فرقہ قائم اور معین ہو گئے تھے؟ جبکہ حدود معین میں ایک مرتبہ لوگوں نے آپ کو محدود کرنا منظور کر لیا تو کیا اُنہیں حدود کے اندر وہ ہمیشہ قائم رہے؟ مختلف فرقوں کے باہم جو تعلقات تھے کیا اُن میں کوئی بات امداد اور استقلال کی موجود تھی؟ اسکا جواب یہہ ہی، ہرگز نہیں۔ اُس زمانہ کے حالات کے دیکھنے سے معلوم ہو گا کہ آزاد آدمی، اپنی حالت کو ہمیشہ چھوڑ چھوڑ کر کسی ایسے شخص کی خدمت اختیار کرتے تھے جس سے اُنکو کچھ پیشکش وغیرہ حاصل ہوتی تھی اور متوسلوں کے فرقہ میں قائم ہوتے تھے، اور اور فرقوں کے لوگ اپنی حالت کے زوال پر غلاموں میں داخل ہو جاتے تھے۔ اور کسی جگہ یہہ پایا جا رہیگا کہ متوسل اپنے مریوں سے ملحدہ ہوتے اور غیر متوسل

دیکھو اول ہی نسل کے بادشاہان فرانس دریائے + رائن کے پار ہمیشہ ارنے کو جاتے تھے، چنانچہ بادشاہ کلوٹیر اور ڈیکریورٹ ہمیشہ مہمات جرمینی میں مصروف رہتے، اور قوم تھورائجین اور اہل ڈنمارک اور اہل سیکسن + سے جو دریائے رائن کے داہنے کنارے پر مقیم تھے لڑتے پھرتے رہتے تھے، اب فرمائیں کہ اُس کی وجہ کیا تھی، یہی وجہ تھی کہ وہ قریب دریاے رائن کے اس پار انگریزی سلطنت کی لوٹ اور غنیمت میں شریک ہونا چاہتی تھیں۔ علاوہ اُن کے اُسی زمانہ میں اُن فرانسیسیوں نے جو ملک فرانس میں مقیم ہو گئے تھے، اور خصوصاً مشرقی اہل فرانس نے ملک اٹلی پر بڑے بڑے حملے کیوں کیئے، اور سوئیٹزرلینڈ پر حملہ کر کے کرہ کی الپ سے گزر کر ملک اٹلی میں کیوں داخل ہوئے؟ اسکا سبب یہ تھا کہ شمال و مشرق کی طرف سے نئی قوموں کی آبادی اور دباؤ سے وہ مجبور ہوئے، پس اُن کی مہمیں صرف لوٹ کھسوٹ کی غرض سے نہیں بلکہ بدقتضائے ضرورت عمل میں آئیں، یعنی جن مقاموں میں وہ آباد ہوئے تھے، اُن سے اُن کو نکال دیا گیا، اور وہ اور مقاموں میں قسمت آزمائی کرنے کو گئے، قائم رہاں دولت اور آسائش حاصل کریں۔ جرمن والوں کی ایک نئی قوم ظاہر ہو گئی جس نے ملک اٹلی میں اُس بادشاہ کی بنیاد ڈالی جو کوساوار والوں کی سلطنت مشہور ہو گئی، اور فرانس کے شاہی خاندان میں تبدیلی ہو گئی، یعنی قوم کارلونیجینین، بجائے میڈوونجینین کے قائم ہو گئی۔ اب یہ بات مسلم ہے کہ خاندان شاہی کی اس تبدیلی سے حقیقت میں ملک فرانس پر خود فرانسیسیوں کی طرف سے کیا حملہ واقع ہوا، اور قوموں کے اس مبادلہ کے سبب سے مغربی فرانسیسیوں کی بجائے، مشرقی فرانسیس قائم ہوئے، اور یہ تبدیلی کامل اور یہ دوسری قوم صاحب حکومت ہو گئی؛ شاہنشاہ شارلیمین، اہل سیکسن کے مقابلہ میں وہی کارروائی کرنے لگا جو قوم میڈوونجینین، بمقابلہ تھورائجین کے کرتی تھی، چنانچہ وہ اُن قوموں سے جو دریائے رائن کے پار مقیم تھیں، ہمیشہ پراپر لڑتا رہا۔ اب دیکھنا چاہیئے کہ ان انقلابوں کا کیا پامت تھا، اُن کا سبب یہ تھا کہ قوم اولوٹرائیٹیز اور ولندیز اور سواریز اور اہل یوہیمیا یعنی سکلوونک نسل والوں نے اہل جرمن کو دبا دیا، اور چھٹی صدی سے نویں صدی تک اُنکو مغرب کی طرف بڑھنے اور چلے جانے پر مجبور کیا، اور شمال و مشرق میں جا بجا حملوں کی مارا مار رہی، جسکا اثر زمانہ کے واقعات پر ہوتا رہا۔

(باقی آئندہ)

+ دریائے رائن ملک جرمن اور فرانس اور سوئیٹزر لینڈ کی حد فاصل ہے۔
+ یہ اہل سیکسن اپا و اجداد انگریزوں کے ہیں، جنہوں نے جرمن سے نقل مکان کیا تھا، چنانچہ اب تک ایک صوبہ سیکسنی کے نام سے رہاں موجود ہے۔
یہ ایک بڑا پہاڑ ملک اٹلی اور اسٹریا اور جرمن میں واقع ہے۔

شاہ و قادر ہی شریک ہوتے تھے، اور حکومت امرا یعنی طوائف الملوک کا یہی عملدر آمد کچھ اچھا اور پائیدار نہ تھا، اور بادشاہ جو محض سادہ اور آسان قاعدہ انتظام کا ہی اور جسکا معین اور مشفق ہونا نہایت سہل ہی کسی معین طریقہ پر قائم نہ تھے، کہیں کہیں تو لوگوں کی منظوری اور اقتضایہ بادشاہ مقرر ہوتے تھے، اور کہیں یہ دراج تھا کہ بادشاہ موروثی [تبی]، کبھی باپ کا جائزین بیٹا ہوتا اور کبھی خاندان میں سے اقتضایہ کیا جاتا تھا، اور کبھی بادشاہ متوفی کا کوئی رشتہ دار بعد ہلکہ غیر شخص بادشاہ کیا جاتا تھا، فرض کہ کسی قاعدہ اور انتظام میں کوئی امر مخصوص اور معین نہ پایا جاوے گا، تمام قواعد اور اصول اور معاشرت کی تمام قسموں کی حالتیں یکجائی اور پامت مضبوط موجود تھیں، اور ہمیشہ اُن میں تبدیلی ہوتی رہتی تھی۔

طوائف الملوک، یعنی امیروں کی ریاستوں کا یہی یہی حال تھا، اُن میں بھی اُسی قسم کا تغیر اور تبدل رائج تھا، چنانچہ کبھی تو وہ قائم ہوتی تھیں اور کبھی ٹوٹ پھوٹ کر ختم ہوجاتیں تھیں، کبھی وہ مجتمع ہوتی تھیں اور کبھی منقسم اور منتشر، اُن کے امتیاز اور اُن کے منقسم ہونے کے لیئے کچھ سرحدیں معین نہ تھیں، نہ کوئی طریقہ خاص حکومت کا تھا، نہ کسی حد کا قیام کا وجود تھا، بلکہ ہر قسم کے حالات اور اصول اور امور اور قوموں اور زبانوں کا عام اختلاف و اختلاف پایا جاتا تھا، فرض کہ یورپ کے زمانہ وحشت کا ایسا حال تھا۔

اب خیال کرنا چاہیئے کہ اس عجیب زمانہ کی حد اور انتہا کیا تھی، اُس کی ابتدا تو بشروہ ممتاز اور مخصوص ہی، یعنی رومی شاہنشاہی کے زوال سے اُس کا آغاز ہوا، مگر یہ معام کرنا چاہیئے کہ اختتام اُس کا کب ہوا، اس سوال کا جواب دینے کے لیئے ہم کو اس امر کا درپیش کرنا ضرور ہے کہ مجتمع خلیق کی ایسی حالت کسوجہ سے قائم ہو گئی، اور ایسی وحشت کے اسباب کیا تھے۔

مجھکو اسکے دو مقدم سبب معلوم ہوتے ہیں، ایک دنیوی سبب جو خارجی حالات سے واقعات کے دورہ میں قائم ہوا، دوسرا اخلاقی سبب یعنی باطنی جو خاص انسان کے پامان اور ذات سے متعلق تھا۔

خارجی سبب تو حملوں کا جاری اور قائم رہنا تھا، یہ خیال ٹکونا چاہیئے کہ پانچویں صدی میں وحشیوں کے حملے موقوف ہو گئے تھے، اور رومی سلطنت میں زوال آجانے سے یہ بھی قیاس ٹکونا چاہیئے کہ اُس کی عقیبات اور اُس کے کھاترات پر وحشیوں کی سلطنتیں فوراً قائم ہو گئیں، اور نقل مکان اور حملوں کا خاتمہ ہو گیا، بلکہ یہ نقل مکان اور انقلاب بعد زوال سلطنت روم کے مدت تک جاری رہا، جسکا ثبوت بشروہ ظاہر ہے۔

نمبر ۲-۱

لعنة الله على الكاذبين

میرزا محمد علی صاحب کی تصدیقوں کی تاثیر بھی میری توبہ کی ایک بڑی وجہ قرار دی گئی ہے مگر میں سچ کہتا ہوں اور سوا سچ کہتا ہوں کہ انکی اکثر تصدیقات کا اثر اگر کسی کے دل پر ہو سکتا ہے تو اتنا ہی کہ اسلام شہوت رانی اور ظلم اور فساد اور بد اخلاقیوں کا ایک خرم اور جھوٹی تہذیبوں اور بدعادتوں کا ایک مجموعہ ہے نہ اسلام ہے اور عقل و حقیقت کی مخالف باتوں کا ایک مجموعہ ہے نہ اسلام ہے۔ میری پرکھیں ہوئیں کہ بنی نوع انسان کی معاشرت اور اخلاق میں اس اصلاح کوئی حق ہے نہ کہ مولانا صاحب پادریوں پر احسان کر دیے ہوں اور انکو اسلام کی خاطر برائیوں کے ظاہر کرتے اور اس کی

تہذیب و ہائستکی پھیلانے کا حوالہ دیا گیا ہے ویسا ہی ہے —
انہوں کو دل آراہی جو آگے تھی وہ اب بھی ہے
وفا کی ہیکر بیماری جو آگے تھی وہ اب بھی ہے
میں نے نہ اپنے اعتقاد کو بدلا نہ اپنے خیال کو نہ اپنی وضع کو
کہ اپنے لباس کو نہ اپنی طرز معاشرت کو اور انشاء العزیز —
تا زمیندانہ و می نام و نشان عواہد پرہ
سر ما خاک وہ پیر صفای عواہد پرہ
حلقہ پیر مقام زارل ہر کوش است
ما ہمانیم کہ ہویم و ہماں عواہد پرہ

میرزا محمد علی صاحب کی تصدیقوں کی تاثیر بھی میری توبہ کی ایک بڑی وجہ قرار دی گئی ہے مگر میں سچ کہتا ہوں اور سوا سچ کہتا ہوں کہ انکی اکثر تصدیقات کا اثر اگر کسی کے دل پر ہو سکتا ہے تو اتنا ہی کہ اسلام شہوت رانی اور ظلم اور فساد اور بد اخلاقیوں کا ایک خرم اور جھوٹی تہذیبوں اور بدعادتوں کا ایک مجموعہ ہے نہ اسلام ہے اور عقل و حقیقت کی مخالف باتوں کا ایک مجموعہ ہے نہ اسلام ہے۔ میری پرکھیں ہوئیں کہ بنی نوع انسان کی معاشرت اور اخلاق میں اس اصلاح کوئی حق ہے نہ کہ مولانا صاحب پادریوں پر احسان کر دیے ہوں اور انکو اسلام کی خاطر برائیوں کے ظاہر کرتے اور اس کی

اصلی خبروں کے چھانے میں مدد دے رہے ہیں جو سیاہی موجودہ اسلام کے چہرہ پر ڈال رہی جاتی ہے مولوی صاحب آج پھر لگا دیتے ہیں اور جو الزام مسلمانی مذہب پر ڈال رہا جاتا ہے مولانا صاحب اسکو پھر جھادیتے ہیں پس جبکہ میرے نزدیک مولانا صاحب کا دل و دماغ ایسا ہو اور میرے دل پر ان کی تصدیقات کا ایسا اثر ہوتا ہو تو اس سے مجھے کیا ہدایت ہو سکتی ہے ہاں ان کی تصدیقات سے کبھی کبھی طالب علموں کی بچ بھٹیوں کا مزہ آجاتا ہے یا ضروری و مصباح پڑھنے والوں کے لفظی مباحثوں کی تصریح آنکھوں کے سامنے پھر جاتی ہے مگر ہیچ — اسوقت مجھے ایک حکایت منظر رہ آئی کہ ہائیکس کے نذر کرتا ہوں سائے والے آج میری زبان سے سنیں اور یاد دیں *

عارفے از کویہ پھرا گذشت دید مژدیک پداسان دشت
دل ز غم و سوسہ پر داخست دیدہ ز نیرنگ تھی ساختہ
گفت پدر عارف صبرا فرود کز چہ ہریں پادیک ہرزہ گرد
طبع تو آفریدہ ز وسواس چہست این قدرت کندی العاس چہست
کار تو ہو صومعہ و خانقاہ باز چرا سازد از کار گاہ
تفرقہ بخش صف طاعت تک وغتہ گر سیک جماعت تک
در صف اصحاب تہیب تو کو جادوے جبریل لویب تو کو
ہمدہ انگیزی عریض کچاست کوی بد مہربانہ جویب کچاست
دھڑن دوران بدل بد سگل طنز کڈای دہ جراب سوال
کز پر کا ک عامسای زمان قارقم از کشمکش این و ان
داشت مرا باز آزیں جد و جہد حیلہ گرہاے فطیہات ہمد
یک تن آزیں طایفہ بوالہوس از پٹہ گمراہی کوندن پس
اب میں اپنے دوستوں اور غاروں کی خدمت میں صاف صاف عرض کرتا ہوں کہ اگر کوئی میری نسبت کسی لغو اور بے پردہ اور جھوٹی خبریں اور آوازے آجے غلط اور تمسک — سمجھیں اور خاصیتیں دلہوز کی حضور میں بھی یہی — التماس ہے کہ آئندہ نصیحت سے معاف فرماؤں اور اپنا اور میرا وقت ضایع نہ کریں *

من ترک عشقبازی و سافر نمیکم صد پلو توبہ کردم و دیگر نمیکم
شیخم بہ طنز گفت حرام است سی مشور گفتم مگو کہ کوش یہ ہو خوشمیکم
ایں تدریم پس اسد کہ چو زاهدان شہر قاز و کرشمہ پر سر منبر نمی گتم

رائے
مہدی علی

از حیدرآباد

— مطبع علیگڈہ انسٹیٹیوٹ میں چھپا اور حافظ

محکم عبدالرزاق کے انتظام سے شایع ہوا



